

سینس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دو جہاں

PDFBOOKSFREE.PK

سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

سینتالیسواں حصہ

داوی: — فرہاد علی تیمور

مُصَنَّف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱

کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہ دی گئی اور وہ سب ہی سونا کا بیجی ماں کا
وجہ دیتے تھے۔ وہ جب بھی ادارے میں آتے تھے تو آمانہ
فرماہ کے پاس آ کر اس کے سامنے ادب سے جھکتے تھے۔ اس
سے دعائیں لیتے تھے۔ اس کے ساتھ کچھ دقت گزارتے تھے
پھر چلے جاتے تھے۔

وہ زندگی کے عملی میدان میں سونپا کے سائے میں ہی پرورش پاتے رہے تھے اور اہم معاملات میں اس سے ہدایت حاصل کرتے رہتے تھے۔

آمنہ عصر کی نماز پڑھ کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں سونا بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی سوسنیں تھیں لیکن وہ آمنہ کو بڑی بہن مانتی تھی۔ اس کا احترام کرتی تھی۔ اس لیے بھی کہ اس نے روحانیت کا درجہ حاصل کیا تھا اور دن رات عبادتِ الہی میں مصروف رہتی تھی۔

آمنہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا ”بہت دنوں کے بعد آئی ہو؟ پوتا پریشان نہ کرتا تو شاید اب بھی نہ آتیں؟“

”نہیں..... میرے تمام بچے پہلے تمہارے ہیں پھر آپ کا پوتا ہے مگر میرا ہے۔“

وہ جناب حمزہؑ کی حجرے سے باہر آ کر کھڑی ہو گئی، چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کی ساری نظریں درود ہو گئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کے سونگھنے کی حس پھر سے بحال ہو جائے گی۔ ان کی اس بات نے اسے بڑا حوصلہ دیا تھا۔ اس کے سر سے ہاتھ اتر گیا تھا۔

اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ شیوانی خواہ کتنی ہی غیر معمولی اور برسرِ ارق قوتوں کی مالک کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے پوتے عدنان تک پہنچ جائے گا۔

اچھی وہ جس بحال نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب وہ اس ادارے سے باہر جائے گی تو اس کی قوتِ شامہ کو اس کے پوتے کی پوٹلے لگے گی۔ وہ ذرا سی اپنی کار میں بیٹھ کر اس ادارے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے باہر جاسکتی تھی۔ اپنے پوتے کی بو کو ہانپتی تھی لیکن اب جلدی نہیں تھی۔ اس ادارے میں آ کر آٹھ برس سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔

آمنہ فرہاد دنیا داری ترک کر چکی تھی۔ برسوں سے عبادت گزاری میں مصروف رہتی تھی۔ اس نے دن رات عبادت کرتے کرتے کچھ روحانی علوم حاصل کیے تھے۔ میرے دو بیٹے پارس اور پورس کو اس نے جنم دیا تھا۔ وہ انہیں محمود نے کی حد تک ایک باںگھی۔ درنہ سونا نے ہی ان سب



پنٹائیزم کے رخصت پروردگار پنٹائیزم کی کتاب

کتاب میں شامل چند عنوانات

- ★ پنٹائیزم ایک پوشیدہ قوت۔
- ★ پنٹائیزم کیا ہے؟
- ★ پنٹائیزم کی ابتدا۔
- ★ پنٹائیزم کے عملی اصول۔
- ★ پنٹائیزم اور جرائم۔
- ★ پنٹائیزم کا استعمال
- ★ ازدواجی زندگی اور پنٹائیزم
- ★ بچوں پر پنٹائیزم

قیمت: 30 روپے

کتابیات پبلکیشنز

74200 پوسٹ بکس 23 کراچی

فون: 5802551 5802552 5895313

kitabiat1970@yahoo.com

رابطہ کیلئے: C-62/63 II، سید الشہید روڈ، کراچی

”کیا تم نے یہ پوری پلاننگ کر لی ہے کہ عدنان کو ہم کہاں لے جائیں گے؟ کہاں رکھیں گے؟ کس ادارے میں تعلیم دلوائیں گے؟“

”ہاں میں نے سب سوچ لیا ہے۔“

”پھر تو تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ عدنان کہاں ہے؟“

وہ چونک کر بولی ”نہیں میں ابھی تو نہیں جانتی لیکن شیوانی سے اتنا کرتی رہوں گی۔ تو مجھے معلوم ہو جائے گا اور وہ جیسا چاہے گی کہ ہم باہر صاحب کے ادارے سے اسے کہیں دور لے جائیں اور اپنے طور پر اس کی پرورش کرتے رہیں۔“

”جہیں جلد از جلد شیوانی سے بھرا رہا کرنا چاہیے۔ اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ جلد سے جلد معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟“

”یہ تو اطمینان رکھو کہ وہ جہاں بھی ہوگا۔ حرے میں ہوگا کیونکہ شیوانی اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی۔“

”تم دونوں صرف ماں کے جذبے سے دیکھ رہی ہو میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں ہے۔ میں باپ ہوں اس کے لیے بے بہن ہوں۔ کیا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونا نہیں چاہیے؟ کیا مجھے اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے؟“

”تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ یہ میرے بس میں تو نہیں ہے۔ میں نے کہا ناں کہ شیوانی سے رابطہ کر کے اس سے اتنا کر دوں گی۔“

”ابھی رابطہ کرو۔“

وہ خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد وہ بولی ”تمہاری نظروں میں کیا صرف بیٹے کی اہمیت ہے۔ میری کوئی اہمیت نہیں ہے؟“

”یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں جہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اسی لیے تو سب کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ آیا ہوں۔“

”جب اتنا چاہے ہو تو یہ تمہاری ہے۔ ہم دونوں کس حال میں ہیں۔ تمہیں ایک ذرا احساس نہیں ہے۔ میرے لیے کوئی دوائی جہاں تمہارے اندر نہیں ابھر رہا ہے۔“

”انا میرا! حالات کو سمجھو۔ ہم کتنے اہم مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارا اپنا ہماری نظروں سے دور ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جب تک اطمینان نہیں ہوگا۔ اہم وقت تک روٹا کس کی طرف دھیان نہیں جائے گا۔ تم کہیں لگاؤ تو نہیں جاری ہو؟ اور ہم آئندہ جدا ہونے والے نہیں ہیں پھر ایسی جلدی کیا ہے؟ بیٹے کو حاصل کرنے کے بعد جو

وہاں اس نے اپنے پوتے عدنان کا قصور کیا پھر اس کی جسمانی تہک کو یاد کیا۔ چہرہ کے بعد ہی اس کی تہک محسوس ہونے لگی۔ وہ گہری سانس لے کر سو گئے۔ ایک مخصوص سمت کا اندازہ کرنے لگی تو پتا چلا کہ اس کی تہک جس کی طرف سے آ رہی ہے۔ وہ فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے اشارت کر کے اس طرف جانے لگی۔

پورس اور انا میرا ابھی تک اسی شہر میں تھے۔ سونیا نے پورس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ انا میرا کو ہمارے خاندان سے باہر لے جائے اور جب تک یہ عدنان کو واپس نہیں لائے گی۔ اس وقت تک ہمارے خاندان میں نہیں آئے گی۔

پورس نے انا میرا کے ساتھ جمیل والا کالج چھوڑ دیا تھا۔ ایک علاقے میں جا کر ایک ہوٹل کا کمرہ کرائے پر لے کر وہاں قیام کر رہا تھا۔ وہ عدنان کے معاملے میں بری طرح تھک گیا تھا۔ پچھلی رات سے نیند پوری نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے ہی اس نے کہا ”میں بہت تھک چکا ہوں۔ غسل کر کے سو جاؤں گا۔ تم تنہا جاگتی رہو گی تو پور ہو جاؤ گی۔“

وہ مسکرا کر بولی ”تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں بھی سونا چاہتی ہوں۔“

ان دونوں نے مسئلہ کیا اور پھر موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔ پورس نے کہا ”دیکھ لو..... تمہاری وجہ سے میں اپنے خاندان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تم میری محبت کو سمجھو۔ مجھ پر ہر دوسرا کر د۔ اگر عدنان تک پہنچ رہی ہو اور سب سے چھپا رہی ہو تو کم از کم مجھ سے نہ چھپاؤ۔ مجھ سے محبت کرتی ہو تو مجھ پر اعتماد کرنا سیکھو۔“

”مجھے یہ فخر حاصل ہو رہا ہے کہ تم میری خاطر اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر آئے ہو اور میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہو لیکن کب تک؟ کیا ہمیشہ کے لیے اپنے خاندان والوں کو چھوڑ دو گے؟“

”اگر تم مسئلے کا مدلول کو خاندان کو چھوڑنا نہیں پڑے گا۔ عدنان کے معاملے میں سمجھنا کر د۔ ہم آپس کے اختلاف کے باعث اس محسوس نقصان پہنچائیں گے۔ تو یہ سراسر ہماری ناکامی ہوگی۔“

”ہم اسے نقصان کیوں پہنچائیں گے؟ کیا ہم نادان ہیں اپنے بچے کے دشمن ہیں؟ ہم اسے بہترین تعلیم دیں گے۔ بہترین تربیت دیں گے اور تمہارے ماں باپ کو بتائیں گے کہ ان کے بغیر بھی ہم ان کے پوتے کو کیا سے کیا بنا سکتے ہیں۔“

میرے ہیں۔“

”کیا اپنے پوتے سے ملنے کو دل نہیں چاہتا؟“

”میں روحانیت کے ذریعے کسی حد تک اسے دیکھ لیتی ہوں میری تلی ہو جاتی ہے۔ بس اتنی ہی آسودگی کافی ہے۔ میں زیادہ چاہت کر دوں گی۔ اس کے لیے زیادہ سوچوں گی تو یہ دنیا داری ہوگی اور میں دنیا داری ترک کر چکی ہوں۔“

”آپ اپنے پوتے کو روحانیت کے ذریعے دیکھ لیتی ہیں تو پھر یہ بھی جانتی ہوں گی کہ وہ کیسے مصائب سے گزر رہا ہے اور ہمارے لیے کتنے مسائل پیدا کر رہا ہے؟“

”میں سب جانتی ہوں۔ مجھے دنیا والوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے لیکن میں ان معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی ہوں۔“

”کچھ بھی ہو۔ وہ آپ کا پوتا ہے۔ ہمارا پوتا ہے۔ اس کا مسئلہ کرنے کے لیے آپ کچھ تو کر سکتی ہیں؟“

”تم ابھی جناب تمہری بیوی کے پاس گئی تھیں۔ وہاں سے آ رہی ہو۔ انہوں نے مسئلہ درمل کیا ہوگا؟“

سونا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر اس نے کہا ”میں شیوانی کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں؟“

”جناب تمہری بیوی نے بھی شیوانی کے بارے میں کچھ کہا ہوگا اور بہت کچھ نہیں کہا ہوگا۔ ہم روحانیت کے مراحل سے گزرنے والوں کی مجبوری یہ ہے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے کھل کر کچھ بول نہیں سکتے۔ جو کچھ جانتے ہیں، اسے اپنے اندر جھپکا کر رکھتے ہیں۔ شیوانی جو بھی ہے جیسا بھی ہے اس کے متعلق تجس میں جھٹلا نہیں ہونا چاہیے۔ بس اپنے پوتے پر توجہ دو۔ اسے یہاں لے آؤ۔“

جب سونا جناب تمہری بیوی کے حجرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت آئینہ اپنے کمرے میں عبادت کر رہی تھی۔ ان سے دور تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ جناب تمہری بیوی سے سونا کی کیا باتیں ہوتی ہیں۔

سونا اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی ”آپ تو سب جانتی ہیں۔ جناب تمہری بیوی نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ میں انشاء اللہ اپنے پوتے کو یہاں لے آؤں گی۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔“

وہ پھر اس کے گلے گل گئی۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتی ہوئی مین گیٹ سے نکل کر ادارے کے احاطے سے باہر نکل آئی۔ ذرا دور جا کر اس نے کار روکی پھر اس سے باہر آ کر مکمل فضا میں گہری گہری سانس لینے لگی۔

مستحسن حاصل ہوں گی ان مسرتوں کے جہم میں پیار کا مزہ کچھ اور ہی ہوگا۔ لہذا پلیز..... آئینہ لگاؤ اور شیوائی سے رابطہ کرو۔“

اس نے چھوٹے سے آئینے کو نکال کر اس میں دیکھا پھر تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ پورس بھی اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا ”کیا ہوا؟“

”تم خود ہی آ کر دیکھو۔ اس آئینے میں میرا عکس دکھائی دے رہا ہے۔ شیوائی نظر نہیں آ رہی ہے۔“

”میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ اس میں تو ہمیشہ تم ہی نظر آتی ہو۔ تمہارے کہنے سے ہی یہ پتا چلتا ہے کہ تمہیں آئینے میں شیوائی کا عکس نظر آتا ہے۔ میں نے تو کبھی اسے نہیں دیکھا۔“

”وہ آئینے کو توجہ سے دیکھتے ہوئے نکارے لگی۔“ شیوائی! تم کہاں ہو؟ پلیز آ جاؤ۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز شیوائی!.....“

وہ اسے نکارتی رہی۔ اس کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے باپس ہو کر پورس کو دیکھا اور آئینے کو پرس میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”وہ رابطہ نہیں کر رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ ابھی عدنان کے بارے میں مجھے اور تمہیں کچھ معلوم ہو۔“

پورس نے جھنجھلا کر کہا ”میں شیوائی پر بھروسہ کیسے کروں کہ میری اولاد کو چھیننے والی اس سے بھلائی کرے گی اور اسے کہیں لے جا کر اس کی حفاظت کر رہی ہوگی؟“

”تم یقین کرو۔ اب سے پہلے جب اسے آئینے میں دیکھا تھا تو اس نے عدنان کی قسم کھا کر یقین دلایا تھا کہ وہ اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی اور جلد ہی مجھے اس کے پاس پہنچائے گی۔“

وہ ایک طرف لیٹ گیا پھر بولا ”میں سورا ہوں۔ اگر تمہیں نیند نہ آئے تو بار بار شیوائی کو مخاطب کرتی رہو۔ شاید اس سے رابطہ ہو جائے۔“

”میں بھی کوشش کرتی رہوں گی۔“

وہ اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔ وہ اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا ”اس بات پر شیوائی کو راضی کر دو کہ وہ مجھ سے باتیں کرے۔ آخر میں اس کا جیون سہاگی تھا۔ لائف پارٹنر تھا۔ اس کا شوہر تھا۔ وہ مجھ سے پردہ کیوں کر رہی ہے؟“

”میں اس سے ضرور اس سلسلے میں بات کروں گی۔ میں خود چاہتی ہوں کہ وہ اس دنیا میں کہیں ہے۔ چاہے آتما کی حیثیت سے ہی ہے تو وہ صرف مجھ سے اور عدنان سے نہیں۔ تم سے بھی بات کرے۔ کیونکہ ہم بیٹیوں چاروں کے درمیان گہرا

رہے ہیں۔ تم نے دیکھا ہے کہ ہم ان سے کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں؟ اور تمہیں ان سے بچاتے پھر رہے ہیں۔“

”ممی! آپ میرے پاس آ جائیں ہم دونوں چھپ کر رہیں گے۔“

”بیٹے! میں جلد ہی آنے کی کوشش کروں گی۔ میں بھی تو جھجی ہوئی ہوں۔ وہ مجھے بھی تلاش کر رہے ہیں۔ ہم دونوں کو ابھی الگ الگ رہنا چاہیے۔ ایک ہی جگہ رہیں گے تو پکڑے جا سکتے ہیں۔“

”اگر آپ نہیں آ سکتیں تو میرے پاپا کو یہاں بھیج دیں وہ آ سکتے ہیں؟“

”بیٹے! دشمنوں کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہوا ہے۔ تمہارے پاپا ان سے نمٹنے کے لیے اس ملک سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ وہ واپس آتے ہی تمہارے پاس پہنچیں گے۔ تمہیں تمہارا رہنا چاہیے اور حوصلہ کرنا چاہیے۔“

وہ جھنجھلا کر بولا ”آپ ابھی نہیں ہیں۔ پاپا بھی اچھے نہیں ہیں۔ مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ میں اپنی گریڈ ماما کے پاس رہوں گا۔ مجھے ان کے پاس پہنچا دیں۔“

وہ سمجھ رہی تھی کہ دادی سے زیادہ مانوس ہو چکا ہے اور اس کے بارے میں بھی وہ سوالات ضرور کرے گا۔ اپنے اور پورس کے بارے میں تو اس نے باتیں بنا سکتی تھی۔ اسے ہاتھوں سے بھلا یا جاتا تو وہ کبھی نہ بھلنا۔ اپنی دادی کے پاس جانے کی ضد کرتا رہتا۔

اس نے پوچھا ”ممی! آپ چپ کیوں ہو گئیں؟ بولتی کیوں نہیں؟“

”بیٹے! میں کیا بولوں؟ ایک بہت ہی صدمہ پہنچانے والی بات ہے۔ میں تمہارے ننھے سے دل کو صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ تم خواہواہ دادی کے پاس جانے کی ضد کر رہے ہو۔“

”آخر بات کیا ہے؟ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟“

”تمہاری گریڈ ماما بہت گریٹ تھیں۔ انہوں نے تمہاری جان بچانے کی خاطر دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان دے دی ہے۔ ایک دشمن نے انہیں گولی مار دی۔ وہ مر چکی ہیں۔ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“

عدنان نے چیختے ہوئے کہا ”نہیں..... نہیں..... آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ میری گریڈ ماما کو کوئی نہیں مار سکا۔ میری گریڈ ماما بہت گریٹ ہیں۔ میں ان کے پاس جاؤں گا۔ مجھے ان کے پاس لے چلیں۔ گریڈ ماما..... گریڈ ماما.....“

”اکیں بات نہیں ہے بیٹے! میں تمہیں تمہیں چھوڑوں گی یہاں تمہارے پاس کوئی نہ کوئی ضرور رہے گا۔“

”میں یہاں تنہا کب تک رہوں گا؟“

”بیٹے! بہت مجبوری ہے۔ دشمن تمہیں تلاش کرتے پھر

مریڑمہا.....

وہ چیختے چیختے اچانک رک گیا۔ اس کی آواز بند ہو گئی پھر وہ بستر کے پاس آکر اس پر گر پڑا۔ انا میرا محسوس کر رہی تھی کہ وہ اب اپنی گرینڈ ماما کو یاد نہیں کر رہا ہے اور سب کچھ بھول گیا ہے۔ اس کا ذہن خوابیدہ ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گیا۔

انا میرا کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب وہ آئینے کی سطح پر شیوانی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں نے کہا ”میں نے اسے سلا دیا ہے۔ وہ خانہ مکان میں جج رہا تھا۔ باہر والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے تھک تھک کر سلا دیا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوگا تو میں اسے مختصر دل کروں گی۔ اس کے دماغ سے دادی کی عبت کو کم سے کم کرتی رہوں گی۔ اب تم بھی جاؤ۔ آرام کرو۔“

آئینے کی سطح سے شیوانی کا عکس کم ہو گیا۔ انا میرا نے پاس رکھے ہوئے برس کو اٹھایا۔ وہ اس میں اس آئینے کو رکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت پورس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے اپنے دماغ کو کتنی دیر سونے کی ہدایت کی تھی۔ وہ صرف ایک لمحے کی نیند چاہتا تھا اور وہ نیند پوری کر چکا تھا۔ اس سے نظر تلے ہی انا میرا ایک دم سے گھبرا گئی۔ وہ بولا ”میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ سو رہی ہو۔“

پھر اس نے آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”تم تو شیوانی سے باتیں کر رہی تھیں۔ کیا میرے بیٹے کے دماغ میں مٹی تھیں؟“

”نہیں..... ہاں..... ہاں مٹی تھی۔ مگر.....“ وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا ”کیا بات ہے۔ کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ مجھے متاؤ، میرا بیٹا کیسا ہے۔ خیریت سے ہے یا نہیں؟“

وہ تیزی سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ اسے سمجھوتے ہوئے بولا ”کیا سہارا رہی ہو؟ منہ سے تو کچھ بولو.....؟“

”کہہ تو رہی ہوں..... ہاں..... وہ خیریت سے ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر تم پریشان کیوں ہو؟ پریشان ہو یا گھبراہٹ ہو آخر بات کیا ہے؟“

”میں..... میں بھلا کیوں گھبراؤں گی؟ کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے ہمارا خیال خیریت سے ہے مگر بات یہ ہے کہ.....“

”کیا بات ہے؟ بولتے بولتے رک کیوں جاتی ہو؟“

”میں کیا تاؤں؟ پریشانی یہ ہے کہ میں بیٹے کے دماغ میں جا کر بھی کچھ نہ کر سکی۔ کچھ معلوم نہ کر سکی کہ وہ کہاں ہے؟“

”کیا تم نے اس کے خیالات نہیں پڑھے؟“

”اس کے خیالات گزرتے ہوئے تھے۔ میں اسے آواز دے رہی تھی مگر وہ سن نہیں رہا تھا۔ جس نے اندازہ ہوا کہ وہ جہاں بھی ہے۔ زندہ..... مت ہے۔ خیریت سے ہے اور.....“

”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ مرے سے ہے؟“

”یہ بات شیوانی نے بتائی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اپنے بیٹے کی ذمے دار ہوں۔ اسے کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گی۔“

وہ جھنجھلا کر بولا ”میں شیوانی کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ اس سے بولو کہ وہ مجھے دشمن نہ بنائے۔ میرے بیٹے تک مجھے پہنچا دے۔“

”میں نے اس سے کہا تھا۔ اس کے سامنے دوتی رہی..... گزرتی رہی کہ نہیں اس کا پتا متاؤ، ہم سونیا ماما کو اور کسی کو اس کا پتا نہیں بتائیں گے۔ میں پورس کے ساتھ اس کے پاس جاؤں گی اور اگر وہ چاہتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ چھپ کر رہیں۔ تو ہم چھپ کر بھی رہیں گے لیکن اپنے بیٹے کے پاس رہیں گے۔“

پورس نے بھڑک کر کہا ”چھپ کر کیوں رہیں گے کیا ہم مجرم ہیں؟ کیا میرا بیٹا اس کی جاگیر ہے کہ وہ اسے چھپا کر رکھے گی اور ہمیں بلیک میل کرے گی؟ ہمیں مجبور کرے گی کہ اس کی مرضی کے مطابق ہم زندگی گزاریں؟“

وہ پورس سے لپٹ کر بولی ”چلیز..... قصہ تھوک دو اس وقت گرم مزاجی دکھائیں گے تو بیٹا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ شیوانی سے دشمنی کی باتیں نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو اپنے بیٹے سے دشمنی کر دو گے۔ مجھے کی کوشش کرو۔ اس وقت ہم بہت کمزور ہیں۔ ہم اس کا کچھ کر نہیں سکیں گے۔“

پورس نے سوچا ”یہ درست کہہ رہی ہے۔ مجھے خندے دماغ سے کام لینا چاہیے۔ میں شیوانی کو برا بھلا کہوں گا، دشمنی کروں گا تو وہ میرے بیٹے کو مجھ سے مزید درد کر دے گی۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”وہ کتنی کیا ہے؟ آخر وہ کب تک عدنان کو ہم سے دور رکھے گی؟“

”وہ کہتی ہے کہ ہمارے بچے کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دے گی جنہیں اس سے سمجھتا رہا ہوگا کہ تم دنیا کے کسی بھی ادارے میں اسے اپنی مرضی سے داخل کر سکتے ہو۔“

وہ اعتراض نہیں کرے گی مگر بابا صاحب کے ادارے کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گی۔“

پورس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ”ٹھیک ہے۔ میں اپنی مرضی سے اس کی تعلیم و تربیت کروں گا اور اپنی مرضی سے کسی ادارے کا انتخاب کروں گا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دوں گا۔ اپنی ماما کو سمجھا لوں گا۔“

انا میرا نے کہا ”اور شیوانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب تک وہ جوان نہیں ہوگا، مجھ اور نہیں ہوگا۔ تب تک اسے دادی اور دادا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صرف ماں اور باپ ہی اس سے نکلے رہیں گے۔ بلکہ اس کے ساتھ رہا کریں گے۔“

”شیوانی بہت غلط کہہ رہی ہے۔ میری ماما کبھی راضی نہیں ہوں گی۔ وہ شیوانی کی ایسی تھی کر کے رکھ دوں گی۔“

”تمہاری ماما شیوانی کے خلاف کچھ کر سکیں گی یا نہیں، یہ ان پر چھوڑ دو۔ تم اپنا فیصلہ متاؤ۔ کیا بیٹے کو ہاتھ سے گنوا دو گے؟ اس کی شرائط مان کر بیٹے کے قریب نہیں رہنا چاہو گے؟ اسے اپنے زیر سایہ پرورش نہیں دینا چاہو گے۔“

”مجھے سوچنا ہوگا، غور کرنا ہوگا۔ اپنے بیٹے کی خاطر مجھے کچھ نہ کہہ کرنا ہی ہے۔“

”میرا مشورہ مانو۔ وہ جو کہہ رہی ہے اسے انی الحال مان لو اور یہاں سے امریکا چلو۔“

پورس نے پوچھا ”امریکا کیوں؟“

”وہ یہی کہہ رہی ہے کہ ہم امریکا کے کسی شہر میں جا کر رہیں گے تو وہ عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

اس نے انا میرا کو سوجھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ”کیا تمہیں یقین ہے کہ ہم آج ہی اپنے گھر جائیں گے تو وہ کل عدنان کو ہمارے پاس پہنچا دے گی؟“

”بے شک..... اس نے جو کہا ہے، وہ اس پر ضرور عمل کرے گی۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمیں ماما نہیں کرے گی۔“

پورس نے سوچا کہ ٹھیک ہے۔ اس کی بات مان لی جائے گی۔ جب بیٹا مل جائے گا تو وہ پھر شیوانی سے منٹ لے گا۔

وہ بولا ”مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تم ہر ایک بار شیوانی سے رابطہ کرو اور اس سے کہو، ہم آج ہی رات کسی فلائٹ سے امریکا جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا وہ کل تک عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

”اے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ ہم کس شہر میں پہنچنے والے ہیں؟“

”ہم یہاں سے نیویارک جاسکتے ہیں، فلگا کو جاسکتے ہیں.....“

بابا بھر واقفین۔ جہاں کی سٹیشن ملیں گی، ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔“

انا میرا نے پرس میں سے آئینہ نکالا اور اس کی سطح کو دیکھتی ہوئی شیوانی کے پاس پہنچ گئی پھر اس کی آنکھوں میں ڈوب کر بولی ”پورس اس بات کے لیے تیار ہے کہ ہم امریکا جا کر کسی شہر میں رہیں گے، وہاں عدنان کو کل تک پہنچا دیا جائے۔“

شیوانی نے کہا ”یہ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جب امریکا کے کسی شہر میں عدنان اسے مل جائے گا تو وہ مجھ سے فراڈ کرے گا اور مجھے دھوکا دے کر عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گا۔“

انا میرا نے کہا ”شیوانی! انہیں اس پہلو سے نہیں سوچنا چاہیے۔ وہ تمہیں کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر وہ عدنان کو لے کر فرار ہونا چاہے گا تو تم اس کے اندر پہنچ کر اسے پھر بھٹکا دو گی۔ اسے اس کے باپ سے چھین کر پھر کبھی کم کر دو گی۔ یہ تو تمہارے باپ کا ہاتھ کا عمل ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ اس سے کہو، وہ امریکا جائے میں عدنان کو وہاں ضرور پہنچاؤں گی۔“

”کیا تم کل تک عدنان کو وہاں پہنچا سکتی ہو؟“

”کل تک تو مشکل ہے۔ اس سے کہو میں کوشش کروں گی جب یہ یقین ہو جائے گا کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیٹھی جانے والے میری عمرانی نہیں کر رہے ہیں اور اس کے خاقب میں نہیں ہیں تو میں اسے کل نہ سہی دو چار دنوں میں ضرور پہنچا دوں گی۔“

انا میرا نے پرس سے یہ باتیں کیں۔ پورس نے کہا ”اس سے کہو کہ میں دو چار دن اور میر کر لوں گا لیکن اسے دو چار دنوں میں بہر حال امریکا میرے پاس پہنچ جانا چاہیے۔“

اس نے پھر آئینے کی سطح پر دیکھا۔ شیوانی سے باتیں کیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈوب کر سوچ کے ڈر لے باتیں ہوتی تھیں۔ کوئی دوسرا سن نہیں پاتا تھا۔ اس نے ہٹھکھٹ کرنے کے بعد پورس سے کہا ”وہ راضی ہے کہتی ہے کہ دو چار دنوں میں ضرور ہمارے عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

”اس سے کہو کہ مجھ سے بات کرے۔ میں آئینے کی سطح پر دیکھوں تو وہ مجھے نظر آئے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عدنان کے سلسلے میں مجھ سے بات کرے۔“

وہ پھر آئینے کی سطح پر دیکھنے لگی۔ خاموشی سے ہٹھکھٹ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی ”وہ تم سے بات نہیں کرے گی۔ کہتی ہے کہ اس دنیا میں آدمی زندگی کے لڑاکی ہے۔ ہر ایک کے

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

سامنے نہ آ سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ مجھ سے صرف اس لیے بول رہی ہے کہ میں عدنان کو گھر پر متادے رہی ہوں۔ وہ ناگوار ہے۔ بولا "تفضل باتیں ہیں۔ جب وہ تم سے بات کر سکتی ہے تو مجھ سے بھی کر سکتی ہے۔"

"پورس! تمہیں غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ وہ صرف مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ کسی اور سے کیوں نہیں کرتی یہ وہی بہتر جانتی ہے اب اس کی مرضی اور حراج کے خلاف کچھ نہ بولو۔ صرف اپنے بیٹے کا خیال کرو اسے کسی طرح حاصل کرنا ہے۔ پلیز جاؤ اور آج ہی کسی بھی پہلی فلائٹ سے دویشیں حاصل کرلو۔"

وہ سوچنے لگا۔ انا میرا نے کہا "مجھے غور سے دیکھو میں بالکل شیوانی کی طرح ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے معاملات طے کرو۔ اس کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ تمہارے مزاج کے مطابق کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔ نہ ہی تمہاری بات مانے کی۔ خواہ وہ اچھے کا فائدہ کیا ہے؟"

وہ محو ذہن ہو کر سوچا رہا پھر بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے نیچے گراؤ بڑھانے میں جانا تھا۔ وہاں کسی بھی فلائٹ کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اسے کس فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔ وہ نیچے جانے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگا۔

دلاؤ ڈی میر نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ٹیلی فنی کے ذریعے عدنان کو تلاش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اسے قیدی بنا کر اپنے ہاتھ سے لے کر سکے گا۔

جب سے وہ عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام ہوا تھا۔ اب ہی سے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرنا رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی یہی کچھ کر رہی تھی اور اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ عدنان اسی شہر میں ہے۔ جہاں سے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

ارنا کوف اور دلاؤ ڈی میر کے پاس قطب نما ایک آلہ تھا۔ اس آلے میں گھڑی کی طرح ایک سوئی تھی۔ اس کو اپنے مضمرات کے ذریعے اپنے مطلوب کے نام سے بانڈ دیا جاتا تھا پھر اس پر بہت ہی مشکل عمل کیا جاتا تھا۔ اس عمل کے ذریعے وہ سوئی اسی طرف گھومتی تھی۔ جس طرف وہ مطلوب ہوتا تھا۔ اس وقت ان کا مطلوب عدنان تھا اور وہ اسی کے نام سے منتر پڑھ رہے تھے اور طرح طرح کے عمل کرتے رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ سوئی عدنان کے نام سے اپنا رخ

بنائے لگی تھی۔

دلاؤ ڈی میر دیرس کے ایک قریبی شہر میں تھا اور ارنا کوف جرمنی میں تھی۔ جب اس کے آلے نے بتایا کہ اس کا مطلوب عدنان فرانس میں ہے اور دیرس کی طرف ہے تو وہ پہلی فلائٹ سے ہی دیرس پہنچ گئی تھی۔

دوسری طرف سے دلاؤ ڈی میر بھی وہاں چلا آیا تھا۔ دونوں ہی پیچھے ہوئے تھے اور ان کے پاس جو آلات تھے۔ ان کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کو دیرس کے کس علاقے میں چپا کر رکھا گیا ہے۔ اس علاقے میں جانے کے بعد پھر اس سوئی سے پتا چلتا کہ وہ کس محلے اور کس گلی میں ہے پھر گلی میں چا کر وہ سوئی اس مکان کا رخ کرتی جس میں اسے چپا کر رکھا گیا تھا۔

وہ دونوں اب عدنان سے زیادہ دور نہیں تھے۔ ایک ہی شہر میں تھے۔ کسی دقت بھی وہاں پہنچ سکتے تھے لیکن وہ وہاں خود جانا نہیں چاہتے تھے۔ سوینا اور ہمارے ٹیلی فنی جیسے جاننے والوں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ گھر لیے جائیں گے تو مارے جائیں گے۔

لہذا انہوں نے اپنے ایک ایک آلہ کار پر تنوی عمل کیا تھا۔ اسے اپنا تاج بعد ازاں بنایا تھا۔ اس آلہ کار نے اپنے ساتھ دو ماتحت رکھے تھے۔ جو دلاؤ ڈی میر کر رہا تھا۔ وہی ارنا کوف بھی کر رہی تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے آلہ کار کو وہ مخصوص آلہ دیا تھا۔ جس کے ذریعے عدنان کی نشان دہی ہو سکتی تھی کہ اسے کس محلے میں اور کس گلی میں چپا کر رکھا گیا ہے؟

شیوانی نے عدنان تک پہنچنا مشکل بنادیا تھا۔ ان کے پراسرار علوم نے اتنی ہی آسانی فراہم کر دی تھی۔ دوسری طرف سوینا کے اندر بھی اس کی پرانی صلاحیت بیدار ہو گئی تھی۔ وہ بھی سوچنے ہوئے تھیں اسی گلی اور محلے کی طرف جارہی تھی۔ جس گلی میں وہ مکان تھا اور اس مکان میں عدنان ایک کمرے میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔

شیوانی کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ سوینا یا دلاؤ ڈی میر وغیرہ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ دس بارہ گھنٹوں تک عدنان کو وہاں کا خیالی ہے چپا کر رکھے گی پھر وہاں سے اسے دوسری جگہ لے جائے گی۔

اس ملازمہ نے بچکے کے دوسرے حصوں کی لائیں بجا دی تھیں۔ صرف ڈرائنگ روم اور ایک بیڈ روم کی لائیں آن تھیں۔ ایسے ہی وقت اس پر کسی نے چیخے سے حملہ کیا۔ وہ سنبھل نہ سکی۔ پلٹ کر دیکھ نہ سکی کہ کس نے حملہ کیا تھا۔ چکر اکر

ایسی مری کہ پھر اٹھ نہ سکی۔

عدنان بیڈ روم میں تھا تھا۔ اچانک ہی اس کے منہ پر کپڑا آ گیا۔ اس کے چہرے کو پوری طرح ڈھانپ دیا گیا۔ وہ بھی نہ دیکھ سکا کہ کون وہاں آیا تھا؟ اور اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لے جا رہا تھا۔

دراہار کوف کا آلہ کار ہو سکتا تھا۔ وہ دلاؤ ڈی میر کا آلہ کار ہو سکتا تھا۔

وہ سوینا بھی ہو سکتی تھی۔ جو بھی تھا۔ اس کے لیے یہ لازم تھا کہ عدنان کے چہرے کو ڈھانپ دیا جائے۔ اس کی آنکھیں آس پاس کے مناظر کو لوار اغوا کرنے والے کو نہ دیکھ سکیں۔ اگر عدنان سوینا کو بھی دیکھ لیتا تو شیوانی کو خبر ہو جاتی اور وہ سمجھ لیتی کہ وہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہی ہے۔

دلاؤ ڈی میر اور ارنا کوف کو یہ اندیشہ تھا کہ عدنان ان کے آلہ کاروں کو دیکھ لے گا تو سوینا یا ان کے ٹیلی فنی جیسے جاننے والے پھر ان آلہ کاروں تک پہنچ جائیں گے اور انہیں عدنان کو اغوا کرنے نہیں دیں گے اور ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیں گے۔ شیوانی ایک دم سے تڑپ گئی تھی۔ اسے آگئی گئی تھی کہ اس کے بیٹے کو اغوا کیا جا رہا ہے کس نے اغوا کیا ہے؟ کون ہے؟ اسے کہاں لے جا رہا ہے؟

☆☆☆

ٹوٹی جے بوئے آزمائشی حالات سے گزر رہا تھا۔ اس وقت چنڈال جو گیا مصیبت میں تھا اور اسے اس مصیبت سے لٹکانا تھا لیکن وہ اس کے اختیار سے باہر ہو رہا تھا۔ کیونکہ ٹوٹی جے کو اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

ریش چنڈر نے ایک گلدان اٹھا کر چنڈال کے سر پر اتنی زور کی ضرب لگائی تھی کہ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ خون بہنے لگا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب بے ہوشی کی حالت میں ٹوٹی جے اس کے اندر آ کر اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ذریعے دوسروں کو خبر دینی نہیں روک سکتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ چنڈال کو فوراً اسپتال پہنچا کر اسے طبی امداد پہنچائی جائے۔ اس کے سر پر اس بری طرح ضرب لگائی گئی تھی کہ وہ مر بھی سکتا تھا۔ اس کے خون کے بہاؤ کو روکنا بہت ضروری تھا۔ اب پتا نہیں ریش اسے کہاں لے گیا تھا؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا تھا؟

دیپے بھی اطمینان تھا کہ ریش اسے جان سے نہیں مارے گا۔ کیونکہ وہ اس کا باپ ہریش چنڈر بھی تھا۔ چنڈال نے اس کے باپ کے جسم میں جگہ بانی تھی اور ساتھ ہریش چنڈر کی حیثیت سے ایک نئی زندگی شروع کی تھی اور وہ زندگی شروع

کرتے ہی اپنی موت کو دعوت دے رہا تھا اور اس حال کو پہنچ گیا تھا۔

ٹوٹی جے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ جب تک چنڈال کو ہوش نہ آتا وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے حالات معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ہی اس سے باتیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے کسی طرح کا تحفظ فراہم کر سکتا تھا۔

پتا نہیں۔ وہ کتنے منہ اور کتنے گھنٹے بعد ہوش میں آنے والا تھا؟ اسے میری طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیسے کیسے ذرائع اختیار کر کے ان لوگوں کے پاس پہنچتا رہا تھا؟

چنڈال آری انہوں کی قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وہاں رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ وہ اور چنڈال اس بات سے خائف تھے کہ میرے ذرائع کو سمجھ نہیں پاتے تھے کہ میں کس طرح کسی کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔

اس وقت بھی ٹوٹی جے کے دل میں یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ میں بے ہوش چنڈال تک پہنچ سکتا ہوں اور اس کے موجودہ حالات معلوم کر سکتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ چنڈال کن برے حالات سے گزر رہا ہے تو میں ضرور اس کی ایسی کئی تہی کر دیتا اور اس بار اسے اپنا غلام بنالیتا یا پھر اسے جسم بنائے پر مجبور کر دیتا۔

ایسے وقت ٹوٹی جے کو مجھ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میری چالاکی اور حکمت عملی کے سامنے پہلے کی طرح ناکام ہو جاتا۔ فی الوقت وہ چنڈال کی خبر مانتا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہوش میں آنے تک مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملے اور جب وہ ہوش میں آجائے اور اسے ذرا دماغی توانائی ملے تو وہ فوراً ہی تنوی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ اس طرح پھر ایک بار چنڈال کو مجھ سے دور کر دے۔

وہ تنہا بیٹھا دور دور تک سوچ رہا تھا اور میں اس کی سوچ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ میں شائستہ بانی اور اس کی بیٹی نہیہا کے آس پاس موجود رہتا ہوں اور ان دونوں کی حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اگر شائستہ بانی کے خاندان میں پہنچا جائے اور ایک ایک کے دماغ کو پڑھا جائے تو کہیں نہ کہیں سے میرا سراغ ضرور ملے گا۔

اور وہ ایسا کر چکے تھے۔ بنڈا اور اس کے باپ ہمیش بھاسکر، اس کے بھائی یوگیش بھاسکر اور اس کے دوسرے رشتے داروں کے خیالات پڑھ چکے تھے اور یہی معلوم ہو رہا

تھا کہ شائباتی اور نہا پر جب بھی جان لیوا حملے جاتے ہیں تو وہ دونوں بچ جاتی ہیں۔ کوئی بھی طاقت انہیں بچاتی ہے۔ دشمنوں کو بری طرح ناکامی ہوتی ہے اور نقصان بھی پہنچتا ہے۔ ٹوٹی بے شائباتی کے آس پاس کئی آلہ کار بنا چکا تھا اور ان کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ اس روز شائباتی اور نہا ایک شانچک سینٹر میں۔ اپنی ضرورت کا سامان خرید رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ہنس بول رہی تھیں پھر شائباتی نے ٹوٹی بے کی مرضی کے مطابق اپنے اندر محسوس کی۔ اپنا سر تمام کر بولی ”بیٹی! میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ محسوس محسوس کر رہی ہوں۔ اب دایاں چٹنا چاہیے۔“

عالی نے کہا ”ممی! مجھے بس دو چار اور چیزیں خریدنے دیں۔ آپ ایسا کریں کہ کار میں جا کر بیٹھیں۔ میں ابھی آدھے گھنٹے میں آتی ہوں۔“

شائباتی وہاں سے چلی گئی۔ عالی مختلف دکانوں میں جا کر اپنی ضرورت کی چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی پھر انہیں خرید رہی تھی۔ ڈرائیور نے اس کے پاس آ کر کہا ”ہالنگ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ سامان اٹھا کر ادھر اُدھر پھرتی رہیں گی۔ لہذا مجھے آپ کے ساتھ رہنا چاہیے۔“

اس نے اس کے خریدے ہوئے تمام بیکیٹس اٹھا لیے پھر اس کے ساتھ چلا ہوا شانچک سینٹر سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ کے کنارے بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہیں اس کی کار بھی تھی۔ ڈرائیور وہاں پہنچ کر ڈکھول کر سامان رکھنے لگا۔ عالی نے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”ممی

کہاں ہیں؟“

”وہیں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شاید کسی کام سے کہیں گئی ہیں۔“

”ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بھلا کہاں جائیں گی؟“

وہ دودر دودر ایک نظر میں دوڑانے لگی۔ ایسے وقت اس کی چھٹی حس نے کہا ”کوئی بات توقع کے خلاف ہو چکی ہے۔“

حقیقت معلوم کرنا چاہیے۔“

اس نے خیال خوانی کی پر دوا کی شائباتی کے دماغ میں پہنچی۔ تو وہ بے ہوش تھی۔ اس نے ایک دم تڑپ کر مجھے مخاطب کیا ”پاپا! شائباتی کو بے ہوش کر کے اٹھا کیا گیا ہے۔“

آپ میرے اندر آ کر خیالات پڑھیں۔“

اپنی کار میں بیٹھی تھی اور ڈرائیور کو عالی کے پاس بھیج دیا تھا۔ بس اسی دور ان سے کسی نے بے ہوش کر کے اٹھا کیا تھا۔ میں نے کہا ”بیٹی! یہ چنڈال اور ٹوٹی بے کی کارستانی معلوم ہوئی ہے۔ انہوں نے ہی شائباتی کو اٹھا کیا ہے۔ تاکہ اس کے پیچھے نہیں ڈھونڈ سکے۔“

عالی نے کہا ”پاپا! شائباتی کو اٹھا کرنے کے لیے انہوں نے آلہ کار بنائے ہوں گے اور وہ آلہ کار ہمارے آس پاس رہنے والے ہی ہوں گے۔“

میں نے شائباتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے ہوش تھی۔ میں نے کہا ”ان کے ہوش میں آنے تک ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ آلہ کار کون ہیں؟“

ہم باپ بیٹی مختلف رشتے داروں کے دماغوں میں جانے لگے۔ بند یا اس کے باپ ہمیشہ ہمسکراس کے بھائی یوگیش

ہمسکراس کی پھوپھی اس کے ماموں سب کے ہی دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہ سب ہی شائباتی کے اٹھاے سے خبر تھے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کوئی رول پلے کر رہے تھے۔

میں نے کہا ”چنڈال اور ٹوٹی بے کو یہ معلوم ہے کہ میں شائباتی اور اس کی بیٹی نہا کے پیچھے چھپا رہا ہوں اور ان کی مدد کرتا رہتا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈنے لگے اور مجھ تک پہنچنے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔“

اب شائباتی کے ہوش میں آنے اور اس کے اندر جانے کے بعد معلوم ہوتا کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ چنڈال نے کس کا جسم حاصل کیا ہے اور کس حیثیت سے نئی زندگی گزار رہا ہے۔ اسی طرح ٹوٹی بے کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ مہادیو بھائی کی حیثیت سے کہاں زندگی گزار رہا تھا؟

عالی نے کہا ”پاپا!.....! وہ چنڈال آزری افسران سے نجات پانے کے بعد کہیں ایک نئی زندگی گزار رہا ہوگا۔ اب وہ بھارتی اکابرین سے ضرور رابطہ کرے گا۔ میں جا رہی ہوں۔“

ان کے خیال پڑھ کر کچھ معلوم کرنا چاہوں گی۔“

میں بھی ایک بھارتی اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھتے ہوئے چلا کہ چنڈال اس کے اندر آیا تھا اور تمام بھارتی عکروں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسے یہ شکایت تھی کہ وہ ان سے دوستی کرنے آیا تھا اور وہیں کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن ان لوگوں نے اسے آزری افسران کے حوالے کر دیا تھا۔

وہ چہ یوگا جانے والے آزری افسران اسے قیدی بنا کر دلوٹا 47

جی کرب میں جتلا رکھتے تھے۔ اب وہ ان سے رہائی پانے کے بعد ان عکروں سے بھی انتقام لے گا۔ میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ چنڈال کہاں ہے کیا کر رہا ہے؟

اس کے خیالات نے کہا ”پتا نہیں۔ وہ کم بخت ہاتھیں کرتا کرنا کہاں چلا گیا ہے؟ ہم نے اسے بتایا تھا کہ اب ہمیں اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہم اس سے خوف زدہ ہیں۔ کیونکہ ہماری مدد کرنے والی اور دیش کی سیوا کرنے والی ایک ہندوستانی لڑکی اچلی اس کی طرح نیلی بیٹی جی جاتی ہے اور وہ ہماری پابندوں میں رہ کر ہماری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔“

عالی نے مجھ سے پوچھا ”پاپا! یہ اچلی کہاں سے پیدا ہوئی؟“

میں نے کہا ”بیٹی! ایک امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والے کا نام ڈاؤن ہنر ہے۔ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہتا ہے اور چنڈال وغیرہ کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس نے ہی یہ چال چلی ہے کہ وہ ہندوستانی لڑکی ہے اور جب چاہے خیال خوانی کر سکتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔“

”اچھا میں سمجھ گئی۔ اب اچلی یہ سمجھنے لگی ہے کہ واقعی وہ نیلی بیٹی جی جاتی ہے اور خیال خوانی کی ذریعے ان بھارتی عکروں کے اندر پہنچ گئی ہے۔“

”ہاں..... یہی بات ہے۔ جس طرح چنڈال نے ٹوٹی بے کو اپنے عمل کے ذریعے مہادیو بھائی بنا دیا ہے۔ اسی طرح ڈاؤن ہنر خود کو ہی ہندوستانی نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اچلی کو ہندوستانی ٹیلی بیٹھی جانے والی بنا دیا ہے اور اس کے ذریعے ان عکروں کے اندر اسے پہنچا کر چنڈال تک پہنچا دیا ہے اور اپنے ٹیلی بیٹھی جانے والے ٹوٹی بے کو اس سے نجات دلانا چاہتا ہے۔“

”پاپا! آپ ڈاؤن ہنر بن کر اور مجھے اچلی بنا کر بھارتی عکروں کے سامنے پیش نہیں ہو سکتے؟ ان عکروں کو اچلی ہم کی دو ٹیلی بیٹھی جانے والیوں سے سابقہ پڑے گا تو وہ ہلکا جائیں گے۔ بریٹن ہو جائیں گے۔ یہی حال چنڈال اور ٹوٹی بے کا بھی ہوگا۔ وہ بھی سوچ میں پڑ جائیں گے کہ ایک بچے نے نیلی بیٹھی جانے والی لڑکیاں کہاں سے پیدا ہوئی ہیں؟ اور اگر یہ چالیں چلی جا رہی ہیں تو ایسی چالیں کون چل رہا ہے؟“

میں نے کہا ”ہاں..... جب چنڈال اور ٹوٹی بے چھپے

بھریں گے اور سامنے نہیں آئیں گے تو انہیں ان کے بلوں سے نکالنے کے لیے یہ میرا پھیری والی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔ ابھی ذرا یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ شائباتی کو اٹھا کرنے کے بعد ہم سے کیا چاہتے ہیں؟“

ہم ایک گھنٹے کے بعد پھر شائباتی کے اندر پہنچے تو وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے کھڑکیوں پر دروازے بند تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟

کوئی اس کی بند کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں پر ہاتھ مار مار کر آوازیں دی تھیں لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ جب وہ دایاں ایک میز کے پاس آئی تو وہاں ایک تکیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔

اس نے اس کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: ”اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کے دشمن ہمیشہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ اٹلان دشمنوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔“

یہ کیا راز ہے؟ یہ ماں بیٹی کیسے محفوظ رہتی ہیں؟ اور کس طرح دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ ہم ان سوالوں کے جواب چاہتے ہیں۔ جواب حاصل کرنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم شائباتی کو موت کی طرف لے جائیں۔ اگر اسے کہیں سے بھی مدد ملتی ہے۔ تو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ موت کی طرف جاتے وقت کس طرح جان بچا کر زندہ اپنے گھر جا سکے گی؟ جس وقت شائباتی یہ تحریر پڑھ رہی ہوگی تو اس کی شبیہ مد کرنے والے غیب سے اس تحریر کو پڑھ رہے ہوں گے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اس بار وہ شائباتی کو کہیں بچا سکیں گے۔ بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ خود کو ظاہر کر دیں۔ خود کو ظاہر کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں تو شائباتی کے دماغ میں آ کر ہاتھیں کر دیں اور اگر نہیں جانتے اور پر اسرار علوم کے ذریعے شائباتی کی مدد کرتے ہیں تو وہ فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کریں۔ شائباتی کے پاس اس کا موبائل فون ہے۔ اس فون پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ فون کے ذریعے شائباتی سے جو گفتگو ہوگی وہ ہم سننے رہیں گے۔ اس طریقہ کار سے ہی شائباتی کی رہائی کے معاملات طے ہو سکتے ہیں۔ میرے پردودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا ہے۔ شائباتی کے لیے آج اتنی ہی خوراک ہے۔ ہم اسے تمام رات کھانے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ جب تک معاملات طے نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک اسے کھانا بھی نہیں دیا جائے گا۔ لہذا جتنی جلدی ہو سکے ہم سے رابطہ کیا جائے۔“

کتا بیات پہلی کیشنر 47

بھریں گے اور سامنے نہیں آئیں گے تو انہیں ان کے بلوں سے نکالنے کے لیے یہ میرا پھیری والی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔ ابھی ذرا یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ شائباتی کو اٹھا کرنے کے بعد ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

ہم ایک گھنٹے کے بعد پھر شائباتی کے اندر پہنچے تو وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے کھڑکیوں پر دروازے بند تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟

کوئی اس کی بند کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں پر ہاتھ مار مار کر آوازیں دی تھیں لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ جب وہ دایاں ایک میز کے پاس آئی تو وہاں ایک تکیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔

اس نے اس کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: ”اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کے دشمن ہمیشہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ اٹلان دشمنوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔“

یہ کیا راز ہے؟ یہ ماں بیٹی کیسے محفوظ رہتی ہیں؟ اور کس طرح دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ ہم ان سوالوں کے جواب چاہتے ہیں۔ جواب حاصل کرنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم شائباتی کو موت کی طرف لے جائیں۔ اگر اسے کہیں سے بھی مدد ملتی ہے۔ تو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ موت کی طرف جاتے وقت کس طرح جان بچا کر زندہ اپنے گھر جا سکے گی؟ جس وقت شائباتی یہ تحریر پڑھ رہی ہوگی تو اس کی شبیہ مد کرنے والے غیب سے اس تحریر کو پڑھ رہے ہوں گے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اس بار وہ شائباتی کو کہیں بچا سکیں گے۔ بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ خود کو ظاہر کر دیں۔ خود کو ظاہر کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں تو شائباتی کے دماغ میں آ کر ہاتھیں کر دیں اور اگر نہیں جانتے اور پر اسرار علوم کے ذریعے شائباتی کی مدد کرتے ہیں تو وہ فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کریں۔ شائباتی کے پاس اس کا موبائل فون ہے۔ اس فون پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ فون کے ذریعے شائباتی سے جو گفتگو ہوگی وہ ہم سننے رہیں گے۔ اس طریقہ کار سے ہی شائباتی کی رہائی کے معاملات طے ہو سکتے ہیں۔ میرے پردودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا ہے۔ شائباتی کے لیے آج اتنی ہی خوراک ہے۔ ہم اسے تمام رات کھانے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ جب تک معاملات طے نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک اسے کھانا بھی نہیں دیا جائے گا۔ لہذا جتنی جلدی ہو سکے ہم سے رابطہ کیا جائے۔“

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

کتا بیات پہلی کیشنر 47

شاتا بائی اس کاغذ کی تحریر بہت پہلے پڑھ چکی تھی پھر اسے دیکر کے ہیز پر رکھ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو رہی تھی کہ کہاں آ کر پھنسی ہوئی ہے؟ اسے خواہ اس نے کیا ہے؟ اور اس سے کیا پتا ہے؟

اس کا دھیان اپنے رشتے داروں کی طرف ہی تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ان میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ دھنسی کر رہا ہے۔

میں نے عالی سے کہا ”بھئی! ابھی اس کے دماغ میں کچھ نہ بولو۔ اس کے خیالات پر دھنسی ہو گیا اپنی طرف سے اس کے اندر خیالات پیدا کرتی روئیں اپنی سوچ کی لہروں کو نہ سناؤ۔“

عالی نے پوچھا ”یعنی ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا شاتا بائی کا مددگار نہیں ہے؟“

”ہاں..... ابھی تو فی الحال ہمیں یہی تاثر دینا چاہیے۔ صبح تک دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ شاید ہم اپنی کئی مددگار سے شاتا تک پہنچ سکیں۔“

”ہم ان کے موبائل فون پر ان سے رابطہ تو کر سکتے ہیں؟“

”ہاں..... ضرور کرو۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم موبائل فون پر ان سے منگھو کر یں لیکن منگھو کے دوران یہی تاثر دینا ہے کہ ہم نے شاتا کے اندر وہ کاغذ کی کوئی تحریر نہیں پڑھی ہے۔ تم یہی ہو۔ ان کی کششگی سے پریشان ہو۔ اس لیے موبائل فون پر ان سے رابطہ کر رہی ہو۔“

عالی فون پر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اس کے فون کا بڑر سنا دیا۔ اس نے نمبر پڑھا تو وہ اس کی شاتا بائی کے موبائل فون کا نمبر تھا۔ یعنی دوسری طرف سے شاتا نے خودی رابطہ کیا تھا۔ اس نے آن کر کے فون کو کان سے لگایا بھر کہا ”ہیلو..... میں یہاں رہی ہوں۔“

شاتا کی گھبراہٹ ہوئی آواز سنا دی۔ وہ پریشان ہو کر بول رہی تھی ”بھئی! یہ میں کہاں ہوں؟ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ ایک شخص نے اچانک کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر چھتے ہی میرے بازو پر انکسٹن لگایا تھا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش میں آئی تو خود کو ایک بند کمرے میں دیکھ رہی ہوں۔“

”بھئی! ادھر میں شاہجی سینئر کے سامنے آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ آپ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر نہیں تھیں۔ میں نے آپ کے موبائل فون پر کیا تھا۔ پتا نہیں آپ کے موبائل میں کوئی گز بٹن..... کیا بات تھی کہ کوئی رابطہ نہیں دور تھا۔“

میں سمجھ گئی تھی کہ آپ خود کہیں نہیں گئی ہیں۔ آپ کو خواہ کیا ہے۔ آپ دروازے کو پھینکا شروع کریں۔ کسی کو بلائیں شاید کوئی آئے گا تو اس کے ذریعے معلوم ہوگا کہ خواہ کرنے والے آپ سے کیا چاہتے ہیں؟“

”بھئی! میں کھڑکی دروازوں کو پھینک چکی ہوں۔ بلا چکی ہوں مگر باہر سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ یہاں میرا ایک کاغذ رکھا ہوا ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں۔“

وہ اس تحریر کو پڑھ کر سنا نہ سکی۔ ہم خاموشی سے سن رہے۔ جب تحریر ختم ہوئی تو اس نے کاغذ دیکر کہہ دیا ”بھئی! تم نے سن لیا؟“

”ہاں! میں نے سن لیا ہے۔ یہ واقعی عجیب سی بات ہے۔ ہم خود حیران ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت کے وقت حفظ کس طرح حاصل ہو جاتا ہے؟ اور ہمارے دشمن منہ کی کھاتے ہیں لیکن اس میں ہمارا کیا تصور ہے؟ کسی خواہ کرنے والے نے آپ سے دھنسی کیوں کی ہے؟ اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیچھے کون ہے۔ تو اسے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ خواہ وہ آپ کو مصیبت میں مبتلا کیوں کر رہا ہے؟“

”پتا نہیں۔ ہم ماں بچی کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہم خوش نصیبی سے اب تک بچتے آئے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مصیبت سے ہمیشہ بچتے رہیں۔ کبھی تو مصیبتیں آتی ہیں اور اب تو آ چکی ہے۔ پتا نہیں میں اس مصیبت سے کیسے نکلوں گی؟“

”بھئی! آپ فکر نہ کریں۔ حوصلہ کریں، خواہ کرنے والوں کی طرح ہم بھی یہ دیکھیں گے کہ کوئی بھی امداد کرنے والا ان سے رابطہ کرتا ہے یا ہمیں کس طرح یہاں سے بچا کر لے جاتا ہے؟ کوئی نہ کوئی ایسی بات سامنے آنے والی ہے جس کے بارے میں ہم ابھی سوچ نہیں سکتے۔“

”اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مجھے کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ نہ جانے کب تک فیصلہ ہوگا؟ کب تک مجھے بھوکا پیاسا رکھا جائے گا؟“

”بھئی! آپ تو یوں بھی اکثر اترات کا کھانا نہیں کھاتی ہیں۔ صرف دودھ ہی کر سوجاتی ہیں۔ اس لیے آپ دودھ ہی کر سوجائیں۔ کل صبح تک کھانا کھائے گا۔ اگر کوئی بات نہ آئے تو ہم خواہ کرنے والوں سے سودا کریں گے۔ انہیں بڑی سے بڑی رقم دے کر آپ کو دلچسپ نہ آئیں گے۔“

عالی اس سے کہیں باتیں کر رہی تھی۔ جیسے واقعی وہ ٹیلی دیوتا 47

بھتی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے اور بڑی سے بڑی رقم دے کر اپنی ماں کو دلچسپ لانا چاہتی ہے۔

میں ان کی منگھو کے دوران میں شاتا بائی کے اس کمرے کو اور وہاں کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اس بیڈروم کا مینگا آرائشی سامان اور اس کی سجاوٹ بتا رہی تھی کہ وہ کسی مہنگے علاقے کی مہنگی کوشی کا ایک مہنگا بیڈروم ہے۔ وہاں کی کھڑکیاں اور دروازے غرابی ڈیزائن کے تھے۔

عالی نے فون پر شاتا بائی کو تسلیاں دے کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کہا ”بھئی! وہاں دو باتیں ایسی ہیں کہ وہ کوشی کسی بہت ہی مہنگے علاقے میں ہے۔ اس شہر میں دو بہت ہی مہنگے علاقے ہیں۔ پہلے ہم ان دو علاقوں میں جا کر اس کوشی کو تلاش کریں گے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے تمام دروازے اور کھڑکیاں غرابی ڈیزائن کی ہوں گی۔“

عالی نے چونک کر کہا ”میں پاپا! میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ شاتا بائی کو جس بیڈروم میں قید کیا گیا ہے۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے ایسے ہی ڈیزائن کے ہیں۔ واہ کیا بات ہے پاپا! ہم تو بہت آسانی سے ایسی کسی کوشی کو ڈھونڈ لائیں گے تو پھر ہم چلیں.....“

”ہاں۔ تم اپنی کار میں ایک علاقے کی طرف جاؤ۔ میں اپنی کار میں دوسرے علاقے کی طرف جاتا ہوں۔ ہوسکتا ہے ہمیں جلد ہی کامیابی نصیب ہو جائے۔“

ہم دونوں باپ بچی بیٹے کے گھر کر اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

کالیا اسرائیلی بایوس ہو چکا تھا۔ اب ارچنا اس کے ہاتھ نہیں آنے والی تھی۔ تین کروڑ کے ہیرے دو کروڑ میں فروخت کر کے اس شہر سے بہت دور جا چکی تھی۔ اس نے اور شہر سلطان نے ارچنا کو پورے شہر میں تلاش کیا تھا۔

کالیا اسرائیلی اسے از پورٹ پر ڈھونڈنے گیا تھا اور شہر سلطان ریلوے اسٹیشن کی طرف آئی تھی۔ اس نے ارچنا سے ملاقات کی تھی۔ فرمان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ارچنا کو فرار ہونے سے نہیں روکے گی اور ارچنا فرمان کا تعاون حاصل کرے گا کالیا اسرائیلی سے نجات حاصل کر چکی تھی۔

اب شہر سلطان کی سمجھ میں بھی آ گیا تھا کہ کالیا لالچی اور خود غرض ہے۔ اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکے گا۔ اسے بھی اس سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ اگر وہ بالکل تنہا ہوئی تو اپنے اس عامل کالیا اسرائیلی سے نجات حاصل نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے فرمان سے دوستی کر چکی تھی۔

دیوتا 47

اگرچہ وہ فرمان کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ فون کے ذریعے رابطہ کرتی تھی۔ اس منگھو میں بھی کہ اس سے مستقل دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس سے دوستی کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ ٹیلی پیٹھی کے ذریعے اس کی مدد کرتا رہتا۔ دوستی کرنے کا نقصان یہ ہوتا کہ اس کے اندر چھپی ہوئی انتہا اس کی دھرم بختی تھی۔ اس سے ملنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

فرمان بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ انتہا کی آتما شہر سلطان کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔

اور شہر سلطان فرمان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ جبر اس کے دماغ میں مٹس آتا۔ اپنی پھڑکی ہوئی شریک حیات انتہا سے ملنے کے لیے وہ اس کے خلاف کچھ بھی کر سکتا تھا۔

اسی ایک بات نے اسے الجھا رکھا تھا۔ وہ فرمان سے دوستی رکھنا چاہتی تھی لیکن انتہا صرف دوستی ہی نہیں اس سے محبت بھی کرتی تھی اور ان کی محبت بہت پرانی تھی۔ بہت محکم تھی۔ اس لیے جب بھی فرمان کو معلوم ہوتا کہ انتہا اس کے اندر چھپی ہوئی ہے تو وہ اس کی طرف مائل ہوتا اور شہر سلطان کو کوئی اہمیت نہ دیتا۔ اسے تو یہی مل کے ذریعے انتہا کے اندر سلا دیتا۔

ابھی کالیا اسرائیلی نے اپنے تنوعی عمل کے ذریعے انتہا کو اس کے اندر سلا دیا تھا۔ وہ شہر سلطان کے نام سے اپنی شخصیت کے مطابق زندگی گزار رہی تھی۔ اسے ختم کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے بدن اور اپنی شخصیت سے پیار تھا۔ جیسا کہ ہر انسان کو ہوتا ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اسے نام اپنے بدن اور اپنی شخصیت کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے اسے کالیا کے رحم و کرم پڑھنا پڑتا کہ وہ اس پر عمل کرتا رہے اور انتہا کو ہمیشہ اس کے اندر سلائے رکھے۔ اس کے دماغ کو بھی لاک رکھے۔ تاکہ فرمان اس کے اندر نہ آ سکے۔

کالیا نے اسے دیکھ کر پوچھا ”تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ انتہا تمہارے اندر چھپی رہتی ہے۔ تمہیں پریشان کرتی رہتی ہے۔ آج رات میں تو یہی عمل کر کے اسے ہمیشہ کے لیے سلا دوں گا۔ پھر وہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔“

لیکن شہر سلطان نے ایک پریشانی اور مول لی تھی۔ اس نے ارچنا کو فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ یہ بات کالیا نہیں

15

14

کتابیات پبلی کیشنز

جاتا تھا۔ اگر جان لینا تو شہر سلطانہ کو اپنی دشمن سمجھنے لگتا پھر اس پر ایسا تو بھی عمل کرنا کہ وہ اس کی کینہ تو کیا داشتہ بن کر رہے پر مجبور ہو جاتی۔

اس نے ارچنا سے محبت اور ہمدردی کی تھی۔ اسے فرار ہونے دیا تھا۔ وہ سیرے فردخت کر کے دو دروازے ساتھ لے گئی تھی۔ کالیا بتا ہوا انتھان پر داشت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی تک یہ بات اس سے چھپی ہوئی تھی لیکن جب بھی وہ شہر سلطانہ پر توبیہ عمل کرتا تو اس کے اندر سے یہ بات نکلنے لگتی اور اسے حقیقت معلوم ہو جاتی پھر وہ اس کا دشمن بن جاتا۔

یہ تو ہونا ہی تھا۔ وہ آج نہیں تو کل اس پر توبیہ عمل کرتا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھنا تھا کہ اس سے اسٹنگ کا دھندا کرا سکے۔ وہ بری طرح الجھتی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟

اس نے پوچھا "تم کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟ آخراں میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟" "کچھ نہیں میں چاہتی تھی۔ آج مجھ پر توبیہ عمل نہ کرو۔ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

وہ بولا "سوری شہر سلطانہ! میں عمل ضرور کروں گا۔ ارچنا کی بے وفائی اور دھوکے بازی سے مجھے یہ سمجھا دیا ہے کہ کسی عورت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ تم اگرچہ بہت اچھی عورت ہو اور ایسا لگتا ہے کہ مجھے دھوکا نہیں دو گی پھر بھی میں تم پر توبیہ عمل کروں گا۔ تاکہ تمہارا دماغ میری ہمتی میں رہے۔" "تم نے تو پچھلے دن تو توبیہ عمل کیا تھا۔ ابھی اتنی جلدی کیا ضروری ہے؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے عمل میں کوئی کمی۔۔۔ باقی رہ جاتی ہے۔ اسی لیے ارچنا نے بھی میری معمولہ اور تابعدار ہونے کے باوجود مجھے دھوکا دیا۔ میں آج رات تم پر عمل کر کے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر غریبی کیا ہے؟ کون سی کمی رہ جاتی ہے کوئی کمی کی تمہارے اندر نہیں چھوڑ دوں گا۔ تمہیں بڑی چھٹی سے اپنی تابعدار بنا کر رکھوں گا۔"

اس کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ اس نے عمل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ اور آج رات وہ سحر زدہ ہو کر اس کے زیر اثر آ کر اسے یہ بات بتانے والی تھی کہ ان ہیروں اور دو دروازے کے سلسلے میں صرف ارچنا ہی نہیں اس نے بھی دھوکا دیا ہے اور ارچنا کو فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ اسے سراسر درد کر دوڑ دے گا انتھان پٹھانیا ہے۔

اسے یہ ہمدردی بھی بڑے والی تھی۔ جب کالیا اسرائیلی کو حقیقت معلوم ہوئی تو پھر وہ سختی سے اس پر توبیہ عمل کرتا۔ اس

سے پہلے شہر سلطانہ نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ توبیہ عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے گا لیکن داشتہ نہیں بنائے گا۔ نہ ہی اس کے جسم کو ہاتھ لگائے گا۔

کالیا اسرائیلی نے یہ بات مان لی تھی اور اپنے وعدے پر قائم رہا تھا لیکن اب اس کا فرادہ کھلنے کے بعد وہ اسے اپنی داشتہ بنا سکتا تھا اس کی عزت کی دھجیاں اڑا سکتا تھا۔

انتہا اس کے اندر خاموش تھی۔ اس کے خیالات بڑھ رہی تھی۔ اس کی انجمنوں کو سمجھ رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی کہ نہ وہ ادھر کی ہے۔ نہ ادھر کی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی۔

آخر اس نے کہا "شہر سلطانہ! یہ بہت ہی اہم فیصلے کی گزری ہے۔ اگر تم نے کوئی فیصلہ لیا تو ساری عمر بچھتا رہو گی۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم میرے معاملے میں نہ بولو۔ تم تو میری بچی دشمن ہو۔ اپنا فائدہ دیکھ کر ہی مجھے کوئی مشورہ دو گی۔"

"تم مجھے دشمن سمجھ رہی ہو۔ کوئی بات نہیں میں دشمن ہی کسی لیکن تمہارے پاس محض تو ہے میری زبان سے نکلے ہوئی کوئی بات سمجھ تو سکو گی؟"

"اور وہ محض کی بات کیا ہے؟" "پہلی کہ عورت کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی آبرو ہے۔ یہ بھی تو پھر عورت سمجھ گئی نہیں۔ اس کی قدر و قیمت پھر پہلے جیسی نہیں رہتی اور یہ کالیا اسرائیلی تو تمہیں ساری عمر داشتہ بنا کر رکھے گا۔ تم کہیں کی نہیں رہو گی۔ تم صرف اس پہلو پر غور کرو۔

اس کے بعد دوسرا پہلو تمہارے سامنے خود ہی روشن ہو جائے گا۔" "وہ ناگواری سے بولی "زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ دوسرا پہلو تو وہی ہے جو تم چاہتی ہو۔"

"میرے چاہنے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہارے سامنے کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ تم دو درک خیالات دوڑانی رہو۔ تمہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دے گا۔"

وہ طنز پر انداز میں بولی "تم کچھ نہ بولو تو مہربانی ہو گی مجھے کچھ سوچنے دو۔"

"سوچتی رہو۔ شام تک سوچتی رہو۔ رات ہو گی وہ آئے گا تو تم پر توبیہ عمل کرے گا۔ تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اس کے سحر میں گرفتار ہو جاؤ گی پھر تمہیں فرار کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ عاجز آ کر بولی "تم اتنا ہوشیاری کیوں ہو؟ چپ کیوں نہیں رہتی؟"

"ایک بات کہہ کر چپ ہو جاؤ گی۔ جب تمہاری عقل کام نہ کرے اور میرا بخورہ گوارہ نہ ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ لینا چاہیے۔"

"وہ تیسرا کون ہے؟"

"فرمان ہے۔ فرمان تمہیں صحیح مشورہ دے گا۔"

"تم چاہتی ہو کہ وہ مشورہ دینے کے لیے میرے اندر آئے اور تم اس سے بولنا شروع کر دو۔؟"

"ہرگز نہیں۔ تم اس سے فون پر بات کرو۔ اس طرح وہ تمہارے اندر نہیں آئے گا اور نہ ہی میں اس سے بول سکوں گی۔ میں تو تمہیں نیک نیتی سے مشورہ دے رہی ہوں۔"

وہ سوچنے لگی "واقعی اس کے اس مشورے میں نیک نیتی تھی۔ اگر وہ فون پر فرمان سے بات کرتی تو انتہا کو یہ تو معلوم ہوتا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں لیکن وہ اعلیت نہ کر پاتی اور نہ ہی فرمان فون کے ذریعے اس کی آواز سن سکتا تھا۔"

جب اس نے اطمینان سے اور ٹھنڈے دماغ سے سوچا تو یہی سمجھ میں آیا کہ جب اپنا دماغ بھی کام نہ کرتا ہو اور وہ اپنی دشمن کا مشورہ بھی ماننا نہ چاہتی ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ کر لینا چاہیے اور فرمان ایک لمحے ہوئے ذہن کا مالک ہے۔ وہ صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ انتہا کے بارے میں نہیں جانتا ہے کہ وہ یہیں کہیں ٹریب ہی چھپی ہوئی ہے۔

وہ اس پہلو پر غور کر دیر تک غور کر رہی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ شام ہونے والی تھی پھر رات ہو جاتی۔ اسرائیلی کہیں گیا ہوا تھا۔ واپس آتے ہی کہتا کہ رات کے کھانے سے پہلے توبیہ عمل ہو جانا چاہیے۔ مجھ کے پیٹ میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

ایسے وقت وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آواز اور لب ولہجے سے متاثر ہو جاتی تھی۔ اس نے توبیہ عمل کے ذریعے اسی طرح کا تاثر قائم کیا تھا۔

اس نے موبائل فون کو پوس لے کلا۔ اسے دیکھا اسے سہلاتے ہوئے سوچا پھر فرمان کے نمبر پر کئے۔ اسے کان سے لگایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی فرمان کی آواز سنائی دی "ہیلو۔۔۔ شہر سلطانہ! میں اپنے موبائل فون پر تمہارے فون کے نمبر پر ہر ہا ہوں۔ شکر ہے کہ تم نے مجھے یاد کیا ہے۔"

وہ بولی "ریلیے اسٹیشن میں تم نے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے کالیا کو توبیہ عمل کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ورنہ اسے پتا چل جائے گا کہ میں نے ارچنا کو یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔"

وہ بولا "بے شک۔۔۔ وہ توبیہ عمل کے ذریعے تمہارے

اندر چھپی ہوئی تمام باتیں اگلو لے گا اور یہ بھی معلوم کر لے گا کہ تم مجھ جیسے غلطی کیسے جانتے والے سے فون پر رابطہ کرتی ہو پھر وہ تمہیں نہیں کہیں جانتے نہیں دے گا۔ اپنے توبیہ عمل سے اس طرح جکڑ لے گا کہ میں بھی تمہاری مدد کر نہیں پاؤں گا۔"

"میں یہ تمام باتیں سوچ رہی ہوں۔ سمجھ رہی ہوں۔

پریشان ہو رہی ہوں۔ مجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"اس وقت دانش مندی سے کام لو۔ ابھی وہ توبیہ عمل کرنا چاہے تو مجھے دماغ میں آئے دو۔ میں تمہارے اندر چھپ کر اس کے عمل کو ناکام بنا رہا ہوں گا۔ اس وقت تم سحر زدہ ہو گی لیکن میں تمہیں ارچنا کے بارے میں کچھ بولنے نہیں دوں گا اور نہ ہی اس کے سامنے اپنا ذکر کرنے دوں گا۔ اس طرح وہ تم پر شک نہیں کرے گا۔ عمل کرنے کے بعد وہ مطمئن رہے گا کہ تم اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو۔"

"میں یہ ساری باتیں سمجھ رہی ہوں لیکن میری بات کا برا نہ مانا۔ میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی۔ کیا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا؟"

"دوسرا راستہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تم پر عمل کرے گا تو اس عمل کو روکنے کے لیے تمہارے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنا ہوگا۔ تم خود کو قابو میں نہیں رکھ سکو گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ہی ایسا کر سکتا ہوں گا۔ پلیز۔۔۔ مجھ پر بھروسہ کر دو۔ مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے دماغ پر قبضہ نہیں

جھاؤں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف بھی تم پر توبیہ عمل نہیں کروں گا۔ تمہیں بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنیں بناؤں گا۔ میں زبان کا دشمن ہوں۔ جو کہتا ہوں۔ وہی کرتا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا "تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تم ڈرتی کیوں ہو؟ تمہارے دل میں کوئی بات چھپی ہوئی ہے۔ تو مجھے صاف صاف بتاؤ۔"

"ہاں۔ میرے دل میں ایک بات کلک رہی ہے میں اسے صاف کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں صاف صاف سمجھ کر بتا دیا ہے۔ پلیز مجھ پر بھروسہ کر دو۔"

"وہ بات یہ ہے کہ تم نے کسی سے محبت کی تھی پھر اس سے شادی کی تھی۔ اور وہ تم سے بھگت گئی ہے۔؟"

"ہاں۔۔۔ میں یہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جہاں بھی ہے زعمہ سلامت ہے اور ایک دن مجھے ضرور ملے گی۔"

"اگر وہ تمہیں ملے گی تو تم اسے مجھ پر ترجیح دو گے؟" "تمہارا اور اس کا معاملہ الگ ہے۔ تم میری بہت اچھی

”ہرگز نہیں۔ میں کبھی ایسا وقت آنے نہیں دوں گا۔“
 ”اگر انتہا خد کرے کہ تم مجھے حاصل کرو۔ تب کیا کرو گے؟“

”تم عجیب باتیں کر رہی ہو۔ بھلا انتہا ایسی فرمائش کیوں کرے گی؟ وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ میں اس کے سوا کسی کو دیکھوں۔“

”میں جو کہہ رہی ہوں اس کا جواب دو۔ اگر انتہا تم سے یہ فرمائش کرے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا چاہیے وہ زندہ کرے اور میں انکار کروں۔ میں اپنا جسم تمہارے حوالے نہیں کروں۔ تب تمہارا رد عمل کیا ہوگا؟“

”تم مجھے الجھتا رہی ہو۔ میں سیدھی سی بات تمہیں سمجھاتا ہوں کہ انتہا خد کرے گی تو میں اس کی بے جا ضد کبھی پوری نہیں کروں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے جسم کو ہاتھ کبھی نہیں لگاؤں گا۔ یہ ایک سچے مسلمان کا وعدہ ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔“

”ٹھیک ہے۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے تو میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میں مرچکی گئی۔ اچانک ہی زندہ ہو گئی۔ پتا چلا کہ میرے اندر انتہا کی آتما سگنی ہے۔ کیا اب تم ساری باتیں سمجھ رہے ہو؟“

وہ ایک دم سے چونک کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ ”میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھا طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس کا باب چنڈل آتما سگنی کا ماہر ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنی جی کی آتما کو کسی کے جسم میں پہنچایا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جسم تمہارا ہی ہے۔“

انتہا اس کے اندر خاموش رہ کر اپنے محبوب فرمان کی باتیں سن رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی۔ وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا۔ بے چین ہو کر کہہ رہا تھا ”پلیز سر سلطان! مجھے اپنے اندر آنے دو۔ مجھے اپنی انتہا سے باتیں کرنے دو۔“

”میں تمہیں اندر آنے سے نہیں روکوں گی لیکن تمہیں اپنا وعدہ یاد ہوگا۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے۔“

”مجھے اپنا وعدہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ تم بے فکر ہو میں ساری زندگی تمہاری عزت کرتا رہوں گا۔ تمہاری عزت پر کبھی آج نہیں آنے دوں گا۔ تم جو کوئی دعا کرو گے۔“

”میں فون بند کر رہی ہوں۔ میرے اندر آ جاؤ اور اپنی انتہا سے باتیں کرو۔“

اس نے موبائل فون بند کر کے اسے پرس میں رکھا پھر ایک صوفے پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ اندر آ چکا تھا۔

دوست ہو۔ میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ کالیا جیسے لا لچی اور خود غرض انسان سے تمہیں بچانے رکھنا چاہتا ہوں۔“
 ”تم اب میری نہیں۔ اپنی عیبیہ اور بیوی کی بات کرو۔ وہ تمہارے سامنے اچانک آ جائے تو تم میری طرف آؤ گے یا اس کی طرف؟“

”تم کہنا کیا چاہتی ہوں؟ کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کروں اور اپنی انتہا کو بھول جاؤں اسے نظر انداز کر دوں۔ اگر وہ کہیں نظر آئے تو میں اسے پہچانے۔ انکار کر دوں۔“

”اگر میں ایسا ہی چاہوں اور تم سے کہوں کہ انتہا کو بھول جاؤ۔ وہ دکھائی دے یا اس کی آواز کبھی سنائی دے۔ تب بھی اسے نہ دیکھو بہرے بن جاؤ۔“

وہ حیرانی سے بولا ”تجربہ ہے کہ تم اتنی ذہین سمجھ دار لڑکی ہو اور ایسی باتیں کرتی ہو۔ تمہیں میری انتہا سے مجھے جدا کر کے کیا مل جائے گا؟“

”اس لیے کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟ میں ایک سیکنڈ میں تمہیں اس کے پاس پہنچا سکتی ہوں۔“

وہ تڑپ کر بولا ”شر سلطان! مجھے فوراً میری انتہا کے پاس پہنچاؤ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔“

”اگر میں اس کا پتا نہ بتاؤں تو کیا تم یہ معلوم کرنے کے لیے زبردستی میرے دماغ میں مفس آؤ گے؟ مجھے خریپ کر دو گے؟ اور میرے دماغ پر قبضہ نہ کر لو گے؟“

”نہیں۔ میں تم سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ محبت سے سمجھاؤں گا۔ پیار سے سمجھاتا کروں گا۔“

”مجھے ایک بات بتاؤ۔ اگر انتہا کے ملنے سے میری شخصیت ختم ہو سکتی ہے میرا نام مٹ سکتا ہے اور میرے وجود کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے تو کیا تم اسے قبول کر لو گے؟“

”ہرگز نہیں۔ میں تمہارے نام کو تمہاری شخصیت کو اور تمہارے وجود کو مٹنے نہیں دوں گا اور نہ ہی کسی سے کم تر ہونے دوں گا۔“

”کیا انتہا سے بھی کم تر ہونے نہیں دوں گے؟“

”نہ میں انتہا کو کم تر ہونے دوں گا اور نہ ہی تمہیں کم تر ہونے دوں گا۔ میں تم دونوں کی قدر کروں گا اور تم دونوں کو اپنی اپنی حیثیت سے عزت دوں گا اور محبت کروں گا۔“

وہ چپ رہی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے بعد بولی ”اچھی بات ہے۔ ایک اور آخری سوال کرتی ہوں۔ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا موقع آئے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا پڑے تو کیا تم ایسا کر دو گے؟“

انتخاب کو خطاب کر رہا تھا۔ انتخاب خوشی سے چمک رہی تھی۔ بول رہی تھی ”فرمان! مجھے ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں کئی صدیوں سے چمپڑی ہوئی تھی۔ اب مل رہی ہوں۔ سب سے پہلے ہمیں شہر سلطان کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کی مہربانی سے اور اس کے اعتبار سے ہم ہر ایک ہو رہے ہیں۔“

”میں نے شہر سلطان سے وعدہ کیا ہے کہ ساری زندگی اس کی عزت کرتا رہوں گا اور اس کی قدر کرتا رہوں گا۔ یہ جو کہے گی وہی کروں گا۔ اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا۔ اسے بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔“

پھر اس نے اسے خطاب کیا ”شہر سلطان! خاموش کیوں ہو؟ تم بھی کچھ بولو۔ اب تم ہم سے جڑ گئی ہو۔ تمہارا انتخاب کا مزاج الگ ہے لیکن جسم و وجود ایک ہے۔ چونکہ جسم ایک ہے اس لیے ایک ہی نام سے پکاری جاؤ گی۔ پہچانی جاؤ گی۔“

وہ بولی ”میں شہر سلطان کی حیثیت سے پیدا ہوئی ہوں۔ مسلمان ہوں مسلمان رہوں گی اور اسی حیثیت سے پہچانی جاؤں گی۔“

انتخاب نے کہا ”لیکن میری بھی تو کوئی حیثیت ہے۔ میں آتما ہوں اور آتما کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا۔“

شہر سلطان نے کہا ”اور جسم کے بغیر آتما پرواز کر جاتی ہے۔ پتا نہیں کہاں گم ہو جاتی ہے پھر اس دنیا میں اپنا وجود منوانے کے قابل نہیں رہتی۔ یہی تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔“

فرمان نے کہا ”انتخاب! یہ درست کہہ رہی ہے تم بے جا حسد نہ کرو۔ تمہارے پتے نہیں لگ کرے۔ تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تمہارے وجود کو مٹا دیا ہے۔ تمہارے جسم کو چٹا میں جلا دیا ہے۔ اب تمہارا اپنا کوئی جسم کوئی وجود نہیں رہا۔ تمہاری کوئی پہچان نہیں رہی تم صرف ایک آتما ہو اور ایک آتما کو صرف جیسا محبت کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ تم صرف روح ہو۔ محبت صرف دل سے نہیں روح سے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے میں ساری عمر تمہیں جیتیں دیتا رہوں گا اور تمہیں کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔“

”فرمان! میں تمہاری محبت کو سمجھتی ہوں۔ تم بڑی محبت سے ایسی باتیں کر رہے ہو لیکن میرا دل توڑ رہے ہو۔ میری شخصیت کو ختم کر رہے ہو۔ میرے وجود سے انکار کر رہے ہو۔“

”میری جان! تمہارا وجود کہاں ہے؟ میں کہوں گا کہ میرے سامنے آؤ۔“ تو تم شہر سلطان کا جسم لے کر آؤ گی تو پھر وہ تم تو نہیں رہو گی۔ تم تو اس کے اندر ہا کر دو گی اور اندر وہ کر مجھ سے محبت کر دو گی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ شہر سلطان کے جسم کی وجود کی اور شخصیت کی نفی نہ کرو۔“

وہ ناراض ہو کر بولی ”میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم شہر سلطان کی طرف پھسل رہے ہو۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ تم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ اس لیے وہ ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعے میں تمہیں اپنی طرف کھینچ سکوں۔“

”انتخاب! نہ تمہیں غصہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ مایوس ہونا چاہیے۔ میں تمہارا بیچون سا مٹی ہوں۔ تمہارا اپنی ہوں۔ تمہیں ہمیشہ کی طرح چاہوں گا۔ تمہیں جیتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتی ہو؟“

”اس سے زیادہ میں انجاد و خودنواں چاہتی ہوں۔ تم چاہو تو مجھے شہر سلطان کے غنے جسم میں حاصل کر سکتے ہو۔ اس پر مل کر کے اس کی یادداشت مٹا سکتے ہو۔ اس طرح اس کی شخصیت اس کا نام سب کچھ مٹ جائے گا۔ یہ اپنے بارے میں سب کچھ بھول جائے گی پھر میں ہی اس پر حاوی رہوں گی اور تم پہلے کی طرح مجھے ایک نئے وجود میں حاصل کر دو گے اور میں ایسے وقت بھی تمہاری شریک حیات ہی رہوں گی۔“

فرمان نے ناگوارگی سے کہا ”انتخاب! آگے کچھ نہ بولو۔ میں نے شہر سلطان سے وعدہ کیا ہے۔ زبان دی ہے کہ اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا اور نہ ہی اس سے کبھی نا انصافی کروں گا۔ تم مراسنہ انصافی کی باتیں کر رہی ہو۔ ایک تو تم نے اور تمہارے باپ نے اس کے جسم پر قبضہ کر لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا نام اس کی شخصیت اس کی خودداری سب کچھ چھین لیتا چلا جاتی ہو۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔“

شہر سلطان خوشی سے کل مگنی اور چمک کر کہنے لگی ”فرمان! آئی۔ لو۔ تو۔ میں پہلی بار بے اختیار کہہ رہی ہوں کہ تم واقعی محبت کیے جانے کے قابل ہو اور واقعی نیک معنوں میں انسان ہو اور انسانوں کو سمجھتے ہو۔ ان کے ساتھ انصاف کرنا جانتے ہو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔ ہمیشہ کے لیے تمہاری بن کر رہوں گی۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ اسے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لو۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی۔“

”تم اس کے ساتھ انصاف کر رہے ہو۔ اس کی طرف پھسل رہے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مجھ سے زیادتی کر رہے ہو۔ مجھے اس کے اندر چل کر رکھنا چاہیے ہو۔“

”خدا گواہ ہے۔ میں تمہیں چل کر رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم میری شریک حیات ہو اور میری زندگی کے ساتھ رہو گی میں شہر سلطان کے اندر آ کر تمہیں ہر پور محبتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتی ہو۔“

”یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہے کہ میں باسی ہو چکی ہوں۔ اب تمہیں ایک نئی تروتازہ جوانی حاصل ہونے والی ہے۔ تم تو اسی کی طرف داری کر دو گے۔“

”تم اپنے طور پر جو بھی سوچو لیکن میں تمہیں سمجھاؤں گا کہ کیا صحیح ہے کہ غلط۔ اگر تمہاری سمجھ میں آجائے تو ابھی بات ہے۔ نہ مجھ میں آئے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم خواہ مخواہ میری طرف سے غلطی میں جتار ہو گی۔“

”یہ غلط بھی نہیں صاف اور سیدھی بات ہے کہ تم ایک مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان ہے اور تم دونوں مجھ ہندو کو اس جسم کے اندر چل کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھے اپنی آواز اٹھانے کا موقع بھی نہیں دو گے۔“

”تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ یہاں ہندو مسلمان کی کوئی بات نہیں ہے۔ خواہ مخواہ مجھ سے شکایتیں کر رہی ہو۔ یہ تمام شکایتیں تمہیں اپنے باپ سے کرنی چاہیں۔ اسی نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے۔“

وہ بڑے فخر سے بولی ”اگر میرے پتائی کو ایک بار معلوم ہو جائے کہ میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ تو وہ فوراً ہی میری مدد کو پہنچ جائیں گے اور مجھے یہاں سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں گے۔“

”انتخاب! تم خواہ مخواہ شہر سلطان سے دشمنی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے اس جسم سے نکل کر جانے کا مطلب یہ ہے۔۔۔ کہ شہر سلطان مردہ ہو جائے گی۔ تم اسے مار ڈالنا چاہتی ہو؟ اور میں یہ کیسی ہونے نہیں دوں گا۔ تمہارے باپ کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ تم یہاں ہو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے میرے باپ سے بھی دور رکھو گے؟ اور مجھے میرے غصے کا پیار بھی نہیں دو گے؟“

”میں تمہیں ہر پور محبتیں دوں گا اور یہ آنے والا وقت ہی تمہیں بتائے گا۔“

انتخاب رہی کچھ نہ بولی۔ بہت غصے میں تھی۔ مایوس تھی دل ٹوٹ رہا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد اس کا محبوب شوہرا سے ملا تو دوسری طرف پھسل رہا تھا۔ اب اس کا ایک ہی آسرا تھا اور وہ اس کا باپ چنڈل جو کیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کبھی نہ کبھی تو میرے پتائی کو میرا سراغ ملے گا اور میں یہاں سے نجات حاصل کر سکوں گی اور میری نجات کا مطلب ہو گا۔ شہر سلطان کی موت۔۔۔۔۔

☆☆☆

ٹوٹی بے مسلسل شانتا بانی کی طرف توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے چنڈال کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اس کی بے دیوتا 47

اسے سزا ضرور دوں گا۔

پیش نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا ”برا تو مجھے بھی لگ رہا ہے، لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ دنیا والوں کا خیال کرنا پڑے گا۔ ہم باپ کے خلاف کچھ کریں گے تو ہماری بدنامی ہوگی۔ تمام دنیا والے اور رشتے دار یہی کہیں گے کہ ہم نے دولت اور جائیداد پر قبضہ جمانے کے لیے باپ کو مار ڈالا ہے۔“

”ہیسا! آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں اسے بہت بری طرح سزا دینے والا ہوں۔“

”مجھے تو بتاؤ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟“

”میشل اسپتال کے ایک ڈاکٹر سے میری بہت گہری دوستی ہے اور میں دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بڑی بڑی ریس دے کر اس بڑے کو پاگل خانے پہنچا دوں گا۔ یہ ہمارا باپ نہیں، دشمن ہے۔ آج اس نے ہماری ماں کو مارا ہے، کل ہمیں مار ڈالے گا۔ اس نے گھر کی بیوی پر میلی نظر ڈالی ہے، یہ یو جواں عورتوں کا رسیا ہے۔ میں اس کے مزاج ٹھکانے لگا دوں گا۔ اسے بھی پاگل خانے سے باہر نہیں آئے دوں گا۔“

اس کی ماں کا دیہانت ہو چکا تھا۔ اس کا کر یا کر م ہونے والا تھا۔ اس لیے دونوں بھائی اور رشتے دار وہاں سے چلے آئے۔ صرف چچا کو اسپتال میں چھوڑ دیا۔ تاکہ سیٹھ برٹش چنڈر کی دیکھ بھال کے لیے وہاں کوئی موجود رہے۔

نوٹی بے اس کے دماغ کے اندر تھا۔ دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سوچ کی لہریں بھی بہت کمزور تھیں۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد شہر شہر کر سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

نوٹی بے نے کہا ”مسٹر چنڈل! میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ فکر نہ کرو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔“ وہ بولا ”مجھے کسی بھی طرح جلد سے جلد دماغی توانائی پہنچاؤ۔ میں اس کتے ریش کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”تم فکر نہ کرو۔ ہم اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ پہلے تم توانائی حاصل کرو۔ جب بھی تم نا قابل برداشت تکلیف محسوس کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں رہ کر ان تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ کر نہیں پاؤں گا۔“

وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ کچھ نہ بولا۔ خاموش رہ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔ دماغی کمزوری کے باعث۔۔۔

نوٹی بے نے خاموشی سے اس کی پرواہ نہ متا رہا۔ اسے تو اس کے دماغ میں رہتا تھا۔ وقت بھی گزرا تھا۔

اس لیے وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

چنڈال بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس نوٹی بے کا برین داش کیا ہے اور اسے مہادیو بھائی بنا چکا ہے اور ہمیشہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہنے والا ہے۔ وہ بھی اس کے دماغ میں آ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگا اور اس قدر مجبور اور بے بس ہوگا کہ نوٹی بے کو چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکے گا۔

اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ نوٹی بے اس کے بارے میں کیا کچھ معلوم کر رہا ہے اور وہ بہت کچھ معلوم کر رہا تھا کہ وہ کیسے کیسے کالے علوم جانتا ہے اور اس نے نیلی بیجی کے ذریعے اب تک کیا کچھ کیا ہے۔ اس کا دماغ فواد کی طرح مضبوط ہے۔ کوئی نیلی بیجی جانتے والا اس کے اندر زلزلہ پیدا کرے تو اس پر برائے نام اثر ہوتا ہے پھر یہ کہ اس پر تو نیلی عمل کیا جائے تو وہ عمل دیر پا نہیں رہتا۔ چند گھنٹوں میں یا ایک یا دو دن میں اس عمل کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

وہ یہ معلومات حاصل کرتے کرتے اس مرحلے پر پہنچا جہاں اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے ایک امریکی نیلی بیجی جانتے والے نوٹی بے کو کس طرح ٹرپ کیا تھا۔ اس نوٹی بے کی محبوبہ اور بیوی کا نام بلینا تھا۔ اس نے دونوں میاں بیوی کو ہندی زبان سکھائی تھی۔ ان دونوں کے دماغوں میں صرف ہندی زبان ہی نہیں ہندی لہجہ کو بھی فطرت کر دیا تھا اور انہیں سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک پوری طرح ہندو اور ہندوستانی بنادیا تھا۔

پھر اس نے اس نوٹی بے کا نام مہادیو بھائی رکھا تھا۔ وہ اسے ہندوستان بلانا چاہتا تھا لیکن بلانے سے پہلے یہ تو تدبیر ذہن میں آئی تھی کہ وہ اپنی بیٹی اینیتا سے نوٹی بے کو منسوب کرے گا اور نوٹی بے اس میں دیکھی لے گا۔ محبت کرے گا اور اس کا داماد بن جائے گا تو اس سے رشتہ اور مضبوط ہو جائے گا۔

اسے آئندہ اپنا داماد بنانے کے لیے اس نے اس کی چیتھی بیوی بلینا کو راستے سے ہٹا دیا تھا۔ اسے ایک حادثے کا شکار بنادیا۔ اس طرح اس کی موت ایسی حادثاتی ہوئی کہ کسی کو شبہ نہ ہوا کہ اسے نیلی بیجی کے ذریعے ٹرپ کیا گیا ہے۔

نوٹی بے یہاں تک چنڈال کے خیالات پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا دماغ بھی چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ نوٹی بے ہے اور چنڈال نے اس کے ساتھ ایسی غلامانہ حرکتیں کی ہیں۔ اس کی چیتھی بیوی کو مار ڈالا ہے صرف بیوی کو

ی نہیں اس کا مذہب بھی اس سے چھین چکا ہے۔ اسے عیسائی سے ہندو بنا چکا ہے۔ وہ نوٹی بے تھا اس نے اس کا نام مہادیو بھائی رکھ دیا ہے۔

نوٹی بے کو اور بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ جب وہ اعلیٰ حاکم کے دماغ میں تھا اور اس حاکم کو یہ پورٹ مل رہی تھی کہ چنڈال نے کسی امریکی نیلی بیجی جانتے والے کو خواہ کیا ہے۔ اس کا نام نوٹی بے تھا لیکن وہ اس کا برین داش کرنے کے بعد ہندو مہادیو بھائی بنا کر پیش کر رہا ہے۔

نوٹی بے کا دماغ روشن ہو رہا تھا۔ تو نیلی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں جو ایک کے بعد ایک گرہ ڈالی گئی تھیں۔ اب وہ ایک ایک کر کے کھلتی جا رہی تھیں۔ تو نیلی عمل کی تکنیک یہ ہے کہ معمول اور تابعدار کے دماغ سے یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے۔ اگر اسے یاد آ جائے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تو اس کے دماغ سے تو نیلی عمل کا اثر زائل ہونے لگتا ہے اس وقت نوٹی بے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ وہ چنڈال کے سحر سے نکلتا جا رہا تھا۔

حقیقت بہت کمزوری ہوتی ہے اور وہ حقیقت معلوم کرنے کے بعد اپنے نام شخصیت اور زندگی سے مایوس ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا تھا اور اب کیا ہے؟ اور آئندہ اسے کیا ہونا چاہیے؟

ظاہر ہے کوئی اپنی پیدائش سے اپنے بنیادی مذہب پیدا کرتی تہذیب ثقافت زبان اور اپنے لوگوں سے بھی الگ ہونا پسند نہیں کرتا اسے بھی اپنی بنیاد کھینچ رہی تھی اور اس کے اندر یہ فخر پیدا ہو رہا تھا کہ وہ امریکی ہے۔ اسے امریکی رہنا چاہیے۔

اب چنڈال سے نفرت اور بے زاری پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے اسے غلامی بھی بنایا تھا اور بے وقوف بھی بناتا آ رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی بلینا یاد آ رہی تھی۔ وہ شادی سے پہلے ایک دوسرے کو چاہتے تھے اور بڑی مدت تک ایک دوسرے سے محبت کرنے کے بعد انہوں نے شادی کی تھی۔

اس نے اسے مار ڈالا تھا۔ ”میں اپنی بلینا کا انتقام لوں گا اور اس کم بخت کو ایسی سزا دوں گا کہ یہ ساری زندگی یاد کرتا رہے گا۔“

وہ سوچنے لگا۔ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ وہ چنڈال کو جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ ترس ترس کر اسے زندگی دینا چاہتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی بلینا کو ہلاک کیا تھا۔ اب وہ

اس کی بیٹی اینیتا کو اس کے سامنے تڑپا کر مارنا چاہتا تھا اور اس طرح کہ جب وہ مرنے تو اس کی آتما کو پھر کسی دوسرے جسم میں پہنچانے کے قابل نہ رہتا۔

وہ بیڑہ پر آ کر لیٹ گیا۔ اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے لگا کہ اس نے نوٹی بے کی حیثیت سے کس طرح بچپن گزارا تھا اور کس طرح جوانی گزارا تھی اور اب اس مقام تک آ پہنچا تھا۔ وہ اپنی بیٹی یادیں اور واقعات یاد کر رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ اسے اس کی کشیدہ زندگی مل گئی تھی۔

اس کے خیالات بھی اندر بھی اوپر بھگ رہے تھے۔ وہ چنڈال کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اسے ہلاک نہیں کرنا ہے تو کس طرح اسے کیڑے کوڑے کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرنا رہے گا اور ساری زندگی اسے ذلیل و خوار کرنا رہے گا۔

یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تو نیلی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نہیں رکھا جاسکتا۔ وہ چند گھنٹوں کے بعد یا ایک دو دن کے بعد ہی تو نیلی عمل کے اثر سے نکل جاتا ہے۔

دانش مندی یہ ہوتی کہ اسے دماغی طور پر ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جاتا۔ اسے کسی دماغی توانائی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اس کے خلاف کسی ایسی تدبیر پر عمل کرنا چاہیے کہ اس کا دماغ لاگ نہ رہے۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے اور خاص طور پر اسے اپنے اندر آنے سے بھی روک نہ سکے۔

ان لمحات میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ چنڈال کے زخموں کی مرہم پٹی تو ہونے دے گا لیکن اس کے زخموں کو بھر نہیں دے گا۔ ان زخموں کو نا سوراہا بنا رہے گا۔ اس طرح وہ دماغی کمزوری میں مبتلا رہا کرے گا۔ کیونکہ وہ اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ مسلسل علاج کے باوجود اگلے پختے تک جیسا ہی اور دماغی توانائی حاصل کرنے کے قابل نہ رہتا۔ اسے رفتہ رفتہ ایک عرصے بعد ہی توانائی حاصل ہو سکتی تھی۔

اور وہ ایسا ہونے نہ دیتا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ کمزوری کو اس کا مقدر بنا دے گا۔ جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کی بیوی بلینا ماں بننے والی تھی اور ایسے وقت اس چنڈال شیطان نے اسے ایک حادثے میں ہلاک کر دیا تھا۔ جب سے وہ اس سے شدید نفرت کر رہا تھا اور بھی سوچ رہا تھا کہ اسے ایک دم سے نہیں مارے گا۔ بلکہ اسے قہر و قہر موت دے گا۔

ان حالات میں وہ شائستگی کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اگرچہ مجھے بھی اپنا دشمن سمجھتا تھا لیکن اس وقت اس کے لیے دنیا کا بد

وہ بڑا ہو کر بولی "ابھی بات ہے۔ تمہاری خاطر رابطہ کر رہی ہوں لیکن بار بار رابطہ کرنے سے وہ ناراض ہو جائے گی پھر مجھے عدنان تک نہیں پہنچانے کی۔"

"ابھی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بھی اس کی ماں ہو اور ماں ہونے کے نام ایک بار نہیں، ہزار بار اس کے دماغ میں ہمارے اس کی خیریت معلوم کر سکتی ہو۔"

وہ پرس میں سے آئینہ نکال کر اس کی سطح کو دیکھنے لگی۔ اسے وقت اس نے شیوانی کو یاد نہیں کیا۔ اس لیے وہ نظر نہیں آئی اور وہ اسے بلانا بھی نہیں جانتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ عدنان تم ہو گیا ہے، اور شیوانی اسے تلاش کر رہی ہے۔ لہذا وہ اسے ابھانا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی اپنے پاس بلا کر اسے پریشان کرنا چاہتی تھی۔

وہ ایک دم سے قریب آ کر اس سے لپٹ گئی پھر تڑپ کر بولی "نہیں۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تمہارے اور عدنان کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ پلیز۔ فصر نہ دکھاؤ۔ میرے ساتھ امریکا چلو۔"

وہ اسے ایک جھگڑے سے الگ کرتے ہوئے بولا "لغت ہے تمہارے امریکا پر۔ تم صرف اسی لیے وہاں جانا چاہتی ہو کہ میں یہاں اپنے ماں باپ اور بابا صاحب کے ادارے سے دور ہوں جاؤں؟"

"میں جو کچھ بھی چاہتی ہوں، محبت سے چاہتی ہوں۔"

"تمہاری محبت زہر گھولتی جارہی ہے اب کچھ میں آ رہا

وہ اس کی آنکھوں کے سر سے گل آئی پھر اس آئینے کو اپنے پرس میں رکھتے ہوئے بولی "عدنان خیریت سے ہے اور شیوانی پوری کوشش میں ہے کہ اسے جلد سے جلد شکا پہنچا دے۔"

"تم اتنی دیر تک اس سے کیا باتیں کر رہی تھیں؟"

"میں اس کے ذریعہ عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ تمہیں بہت یاد کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ بابا سے کہوں کہ وہ جلد ہی شکا کو جائیں۔ میں وہاں آنے والا ہوں۔"

پورس خوش ہو گیا۔ وہ بڑی محبت بھری چالبازی سے اسے خوش کر رہی تھی پھر بولی "میں اس پرورٹ چلنا چاہیے۔ وہ جبرانی سے بولا "اتنی جلدی؟ ابھی تو وحالی کھٹے باقی ہیں؟"

"کوئی بات نہیں۔ ہم ذرا سیر و تفریح کرتے ہوئے اتر پورٹ پہنچیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ چلو۔۔۔۔۔"

"بس ایک منٹ۔ میں ابھی داش روم سے آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی داش روم میں چلی گئی۔ اس نے اپنا ہوسٹل فون نکال کر عبداللہ کے نمبر پر کال کی پھر رابطہ ہونے پر کہا "میرے پاس آؤ۔۔۔۔۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں پورس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں تھے؟ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

"میں آنے ہی والا تھا، مگر چاک گڑ بڑ ہو گئی ہے۔ آپ کی ممانے ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں کو عدنان بابا کی تلاش میں لگا دیا ہے۔"

"جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عدنان شیوانی کے ہتھکنے میں ہے اور وہ اسے ایسی جگہ لے گئی ہے، جہاں تم سب خیال کرنے والے ابھی نہیں پہنچ سکتے تو بھر ماما پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟"

"سرا! آپ نہیں سمجھ سکتے۔ دراصل عدنان بابا شیوانی کے پاس بھی نہیں ہیں۔ کسی نے وہاں سے بھی انہیں اخوا کر لیا ہے۔"

پورس نے چونک کر پوچھا "کیا؟۔۔۔؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"میں جی کہہ رہا ہوں۔ اب سے ایک گھنٹہ پہلے عدنان بابا کو ہم گھر کیلے لے آ کر لیا ہے اور ہم سب کو دلاڑی میر پری شبہ ہے اس کے سوا کوئی اور ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔"

پورس نے پوچھا "کیا عدنان کو ایک گھنٹہ پہلے اخوا کیا گیا تھا۔"

اس نے بڑی آہستگی سے اسے الگ کرتے ہوئے کہا "پلیز۔۔۔۔۔ میری بات مان لو۔ ایک بار پھر شیوانی سے رابطہ کرو۔"

مصنف: ابن حق

صفحات 350 سے زائد

قیمت - 200 روپے

ڈاک خرچ - 30 روپے

خونگاہ پرائمری سنسکریٹ اور اردو گنگوے گروے گروے والی کتابوں کا مجموعہ

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
(63-C) 111 بکس نمبر 1970 (خبر کار نامی سرسٹاپ کے سامنے)

ولاڈی میر مشکل میں پڑ گیا تھا۔ اس نے عدنان کو اغوا کرانے، اسے اپنے پاس بلانے اور اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے سلسلے میں کیا کچھ نہیں کیا تھا؟ اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی کہ وہ بچہ کسی طرح اس کے قابو میں آجائے لیکن وہ ہر بار اس کے ہاتھوں میں آکر گیلیے صابن کی طرح پھسل گیا تھا۔

ہر بار اسے یہ یقین ہوتا رہا کہ اس بار وہ بچہ اس کے ہاتھ آ کر نہیں جائے گا۔ کوئی اسے بچا نہیں سکے گا لیکن ایک عورت صرف ایک مکار عورت اپنے پوتے کو اس سے بچھین کر لے جاتی رہی۔ اس نے اپنی ذہانت استعمال کی، ٹپلی بیٹی کا ہتھیار آزمایا اور آخر میں پراسرار علوم کے ذریعے اس بچے تک پہنچنا چاہا۔ اس کے اور ارنائوف کے پاس ایک ایک سراخ رساں آلا تھا۔ جو کالے جادو کے ذریعے ان کے مطلوب کی نشان دہی کرتا تھا۔ اس آلا نے ارنائوف کی نشان دہی کی اور سچ جگہ پر انہیں پہنچا دیا۔

لیکن ولاڈی میر کے وہاں پہنچنے سے پہلے ارنائوف عدنان کو لے گئی تھی۔ اس بار اس نے سونیا سے نہیں اپنی سوتیلی ماں سے شکست کھائی تھی۔

عدنان و اسپیڈین کے پورے خاندان کے لیے لازمی تھا۔ ان کے پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ بچہ اس زمین پر رہے گا اور سائیں لیتا رہے گا۔ اس وقت تک انہیں عروج حاصل نہیں ہوگا۔ وہ زوال پزیر رہیں گے اور ہمیشہ مصائب کا سامنا کرتے رہیں گے۔

ارنائوف اس کے بچے کو اپنے ادو پ کوف اور اس کی جوان بیٹی تاشا کے سلسلے میں پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ وہ بچہ ان کے لیے جب اتنا زیادہ ٹھوس نہیں ہے، جتنا کہ ولاڈی میر کے لیے ہے۔ وہ بچہ جب تک زندہ رہے گا تو ختیش طاری رہیں گی، مسائل کا سامنا ہوتا رہے گا لیکن وہ ان مسائل کا حل تلاش کر سکیں گے اور مصائب سے نکلنے والے ہوں گے لیکن ولاڈی میر کسی عروج حاصل نہیں کرے گا یا تو کسی دشمن کے زیر اثر آ کر اس سے کم تر ہو جائے گا یا پھر مارا جائے گا۔

اس نحوست کا تو ذہن نہیں تھا کہ ولاڈی میر اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔ اگر کوئی دوسرا ہلاک کرے گا تو ختیش کم تو ہو جائیں گی لیکن اس پر حاوی رہیں گی۔ اپنے سوتیلوں اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔ اس کی سوتیلی ماں ارنائوف اب اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو ہلاک

ارنائوف نے کہا "اب تک ہم سچہ رہے تھے۔ تم بھی اپنے طور پر عمل کر رہے تھے۔ میں بھی کر رہی تھی۔ تاکہ کسی طرح فرہاد کے پوتے کو حاصل کر لیا جائے۔ تم حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ میں کامیاب ہو گئی۔ اب بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنا فائدہ اور نقصان دیکھ کر اپنے طور پر یہ بازی کھیل رہی ہوں اور جس طرح کھیل رہی ہوں وہ تمہیں بتا چکی ہوں۔ تم راضی ہو تو مجھے ابھی اپنے دماغ میں آنے دو اور اگر نہیں تو جاؤ جو کر سکتے ہو۔ کرو۔ میں تمہارے جوابی حملوں کا انتظار کرتی ہوں گی۔"

"میں تو بہت کچھ کرنے کی کوششیں کروں گا۔ ویسے میری آخری کوشش کو تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔ تمہارا یہ بیٹا جس کے دماغ میں آکر ہم باہم کھینچ کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے میں اسے فحش کروں گا۔ اس طرح تڑپاؤں گا کہ تم اسے بچا نہیں پاؤ گی۔"

ارنائوف نے بڑے اعتماد سے کہا "تمہارا آخری حملہ ہوگا۔ پہلے تو میں تمہارے دوسرے حملوں کا انتظار کرتی رہوں گی اور ان سے غصے رہوں گی۔ جب میرے بیٹے کی باری آئے گی تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر پہلے ہی کیوں نہ تمہارے بیٹے کی باری آجائے۔ میں عدنان تک پہنچنے کے لیے کیوں خواہوا ہر بیٹیاں مول لوں؟ ابھی تمہارے بیٹے کی ایسی کی تیشی کروں گا۔ اسے ذہنی عذابوں میں مبتلا کروں گا تو تمہارے ہوش اڑیں گے پھر میں تم سے سودا کروں گا کہ اپنا بیٹا چاہتی ہو یا عدنان؟ بیٹا چاہتی ہو تو عدنان میرے حوالے کر دو۔ ورنہ بیٹا تو

میرا ہی ہے۔" ولاڈی میر اہمیت بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے دھکی دھکی بہت بڑا نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ میں تمہاری دشمنی کے باعث اپنا ایک بچہ بیٹا ہار تو جاؤں گی لیکن اس کے بعد کیا ہوگا ذرا یہ سوچو؟ ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو ہو جائے گی میں اس کے بعد پھر کوئی آلہ کار نہیں بناؤں گی اور نہ ہی پھر میں تم مجھ سے رابطہ کر سکو گے اور نہ یہ معلوم کر سکو گے کہ عدنان کہاں ہے؟ اور جب تک میں عدنان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ اسے زندہ سلامت رکھوں گی۔ اس وقت تک تم میری بیٹی نازل ہوئی رہیں گی اور میں بھی تمہارا بیٹا حرام کروں گی۔ تمہیں اس طرح رفتہ رفتہ موت کی طرف لے جاؤں گی کہ پھر تمہیں بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ تمہارا کوئی پراسرار علم ٹپلی بیٹی وغیرہ اور کوئی ہر کام نہیں آئے گا۔ تم میرے ایک بیٹے کو مار کر بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے اور

میری طرف سے نئی مصیبتوں کو دعوت دو گے۔" "میں ابھی جا رہا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے یہ سمجھ لو کہ تمہارے اس بیٹے کو اب میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لہذا اس کی سلامتی کے لیے جتنی جلدی ہو سکے مجھ سے سمجھو تا کرلو۔ میں ایک گھنٹے کے بعد پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ جس وقت ان دونوں میں یہ بحث و مکرار ہو رہی تھی۔ اس وقت سونیا اپنے پوتے کی ٹوسختی ہوئی اس کا تقاب کر رہی تھی۔ اس کی بیٹی تاشا اور آوازوں سوم ٹپلی بیٹی کے ذریعے عدنان کی نگرانی کر رہے تھے اور اسے ایک خفیہ اڈے تک پہنچانا چاہتے تھے۔

ادھر ارنائوف اپنے طور پر ولاڈی میر سے غصہ رہی تھی۔ ادھر تاشا اور آوازوں ایک بلی کا پھر کے ذریعے عدنان کو بچرے سے لے گئے تھے۔ اس وقت سونیا نے اپنے ٹپلی بیٹی جانے والوں سے کہا تھا کہ فوراً ایلی کا پھر کا انتظام کیا جائے۔

آدھے گھنٹے کے اندر بابا صاحب کے ادارے سے ایک بلی کا پھر یا طیارہ ایک ملک کی سرحد پار کر کے دوسرے ملک میں نہیں جاسکتا تھا۔ جب تک کہ اسے باقاعدہ طور پر اجازت نامہ حاصل نہ ہو جائے اور سونیا نے اتنی غلت میں کوئی اجازت نامہ حاصل نہیں کیا تھا۔ تاشا اور آوازوں نے بہت پہلے ہی اجازت نامے حاصل کر لیے تھے کہ وہ اپنا بلی کا پھر کس کس ملک کی سرحد سے گزرتے ہوئے جائیں گے۔

وہاں پہنچ کر سونیا کے راستے میں رکاوٹیں آئیں لیکن ہمارے ٹپلی بیٹی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان رکاوٹوں کو دور کرنے لگے۔ ایسے وقت سونیا نے سو سمجھتے ہوئے یہ اندازہ کیا کہ اب وہ بلی کا پھر برلن کی طرف جا رہا ہے۔

ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اجازت نامہ دکھاتے ہوئے ہر رکاوٹ سے گزر رہے تھے اور سونیا سے ہزاروں میل دور ہوتے جا رہے تھے۔

فرینکفرٹ پہنچ کر بابا صاحب کے بلی کا پھر کو واپس بھیج دیا گیا پھر خیال خوانی کرنے والوں نے فرینکفرٹ کے اتر پورٹ سے ایک طیارے کو اغوا کیا۔ سونیا اس میں بیٹھ کر برلن کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹوسٹر طیارہ تھا۔ اس نے سونیا سے علاوہ صرف ایک ہائلٹ تھا۔ وہ جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نے کہا "میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق برلن اتر پورٹ پر جا کر اگواٹری کی تو وہاں سے معلوم ہوا ہے کہ فرینکفرٹ سے ایک بلی کا پھر

وہاں کے پہلی پڑ کے طرف آ رہا ہے اور جب وہ وہاں پہنچے گا تو پھر ہم معلوم کریں گے کہ اس پہلی کا پھر میں کتنے افراد ہیں؟ اور اب وہ برن سے کس سمت جانا چاہتے ہیں؟

وہ اس ٹو سیٹر طیارے میں بیٹھ کر برن کی طرف جاری تھی۔ چندرہ منٹ کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے بتایا کہ وہ پہلی کا پڑ وہاں پہنچ گیا ہے۔ اتر پورٹ میں جن افراد کو آلہ کار بنایا گیا تھا۔ ان کے ذریعے اس پہلی کا پڑ کے پائلٹ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ پتا چلا کہ پائلٹ اور اس کے ساتھ دو افراد سب اور یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے دماغوں کو تنہی مل یا پھر کالے جادو کے ذریعے لاک کر دیا گیا ہے۔

سونیا نے پوچھا، ”کیا ایسے آلہ کاروں کے ذریعے عدنان کو اس پہلی کا پڑ سے نکال کر نہیں لائے گئے؟“

”ہمارے آلہ کاروں کے لیے کا پڑ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ پرواز کر چکے تھے۔ اب آپ بتائیں کہ اب وہ عدنان بابا کو اگلی کون سی منزل کی طرف لے جا رہے ہیں؟ ہم پھر وہاں کے اتر پورٹ میں پہنچ کر چند افراد کو اپنا آلہ کار بنائیں گے اور کوشش کریں گے کہ عدنان بابا کو ان سے بچھین لیں۔“

ہمارے پہلی بیٹھی جانے والے اس پہلی کا پڑ میں ستر کرنے والے کسی بھی فرد کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ نہ پائلٹ اور نہ ہی وہ دو مسلح افراد انہیں اپنے دماغ میں آنے دے رہے تھے۔

عدنان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے بھی ایک راستہ تھا کہ وہ پہلی کا پڑ اتر پورٹ پر پہنچتا وہاں کے حملے میں سے چند افراد کو آلہ کار بنایا جاتا اور وہ بھی کر رہے تھے۔

سونیا نے عدنان کی بوسو سمجھتے ہوئے کہا، ”وہ پہلی کا پڑ شمال مشرق کی طرف جا رہا ہے۔ یقیناً روس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔“

ہمارے ایک اور ٹیلی بیٹھی جانے والے نے کہا، ”مینیڈم! میں نے ابھی کنٹرول ٹاور والوں کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ وہ پہلی کا پڑ آگے ماسکو پہنچ کر رہا ہے۔“

ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے ماسکو شہر کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ پہلی اتر پورٹ دھکنے کے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ سونیا مطمئن تھی۔ اس کی بو باری تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ ماسکو اگر ان کی آخری منزل ہے تو ذرا دیر سے یہی وہاں پہنچے ہوئے تک پہنچ جائے گی۔

دلاؤ میرا اپنے ٹیلی فنی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ

لگا رہا تھا۔ کال لگ کر تا جا رہا تھا اور اس آلے کی سونی تیار تھی کہ عدنان کہیں ایک جگہ نہیں ہے۔ دوسرے دوسرے جا رہے۔ اتر پورٹ اسے کسی خفیہ آڈے میں پہنچانا چاہتی ہے لیکن اگلی دوسرے دوسرے دھکنے جا رہی ہے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے شاید کوئی لہجہ راستہ اختیار کر رہی ہے اور اس جیسے قاتل کرنے اور سراغ لگانے والوں کو ڈانڈ دینا چاہتی ہے۔

اتر پورٹ نے بھی ایسے ہی ایک ٹیلی فنی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ لگا لیا تھا اور اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اب وہ اچھی طرح سمجھ کر تھی کہ دلاؤ میرا اپنے ٹیلی فنی آلے کے ذریعے عدنان کا پھر سراغ لگانے کا گوارہ نہیں ہے۔

اس جگہ پہنچے جہاں وہ عدنان کو چھپانے والی ہے۔

اس نے ان حالات میں دلاؤ میرا سے نشتے کے لیے پہلے سے ہی تیاری کی تھی۔ وہ بھی کالے جادو کے ذریعے اس کے ٹیلی فنی آلے کا توڑ کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ کرنے کے لیے ہی اس نے عدنان کو تا شاہ اور آڈوں کے خوالے کیا تھا۔ وہ دونوں اسے اغوا کر کے ایک خفیہ آڈے کی طرف لے جا رہے تھے اور دوسرے دلاؤ میرا کے کالے جادو کا توڑ کر رہی تھی۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ سونیا اپنے پوتے کی بوسو سمجھتی ہوئی اس کا قاتل کر رہی ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی مدد سے عدنان کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گی اور تا کام رہے گی۔ وہ عدنان کو اپنے خفیہ آڈے میں پہنچانے کے بعد اس کے چاروں طرف بلیک بلیک کے ذریعے ایسا حصار باندھ دے گی کہ سونیا تو کیا دلاؤ میرا بھی اپنے بلیک بلیک کے ذریعے اس پہنچ نہیں پہنچ پائے گا۔

دو گھنٹے بعد عدنان کے پہلی کا پڑ کو ماسکو کے کسی پہلی پڑ میں اتارنا تھا لیکن وہ مسلسل پرواز کر رہا تھا۔ ماسکو اتر پورٹ کے اعلیٰ عہدے دار یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے کہ ایک پہلی کا پڑ جو قانونی طور پر پرواز کر کے فرانس سے یہاں تک آیا تھا۔ اسے یہاں رکنا چاہیے تھا لیکن وہ غیر قانونی طور پر کوئی شکل دیے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا پتا نہیں اب کہاں تک ہو گیا تھا؟ اس کا پائلٹ کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔

ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے سونیا کو بتایا کہ اس پہلی کا پڑ کا پائلٹ غیر قانونی طور پر اس اجازت نامے کی نفی کر رہا ہے۔ جس کے ذریعے وہ پھر سے وہاں تک پرواز کرتا ہوا آیا تھا اور اب وہ کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔

سونیا نے کہا، ”یقیناً وہ خفیہ آڈا ماسکو کی آس پاس کہیں ہوگا۔ ماسکو میں اپنے اور زیادہ سے زیادہ آلہ کار بنا دیتا ہے۔“

اور انہیں دور تک دوڑا اور دیکھو کہ پہلی کا پڑ کہاں جا کر اتر رہا ہے۔ دیرے میں تم لوگوں کو گاؤں تو کرنی رہوں گی۔ وہ میرے پوتے کو مجھ سے نہیں چھپا سکیں گے۔“

انہوں نے اس پہلی کا پڑ کو ماسکو سے تقریباً پچاس کلومیٹر کی دوری پر لے جا کر اتار دیا تھا۔ وہاں تا شاہ اور آڈوں کے آلہ کار پہلے سے گاڑی لے کر پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عدنان کو پہلی کا پڑ سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا پھر وہاں سے چل پڑے اور پہلی کا پڑ پرواز کرتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔

دلاؤ میرا ایک طیارے میں ستر کرتا ہوا ماسکو پہنچنے ہی والا تھا۔ وہ اس طیارے میں تھا جو سونیا سے پہلے ماسکو پہنچ رہا تھا۔ وہ طیارے کی سب سے پچھلی قطار میں ایک سیٹ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس بیگ میں وہ ٹیلی فنی آلہ تھا جس کی سونی تیار تھی کہ عدنان کو کس سمت لے جایا جا رہا ہے؟

وہ اس آلے کو دیکھتا جا رہا تھا اور دل میں کالے علم کا ستر پڑھتا جا رہا تھا۔ اتر پورٹ ماسکو میں رہتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس بچے کو ماسکو کے کسی علاقے میں چھپا کر رکھے گی اور اس کا یہ خیال درست ثابت ہو رہا تھا۔

جب عدنان کو پہلی کا پڑ سے اتار کر ایک گاڑی میں پہنچایا جا رہا تھا۔ اس وقت ٹیلی فنی آلے کی سونی ایک جگہ رک گئی تھی۔ اصر یہ ماسکو پہنچ گیا تھا۔ طیارے سے اتر کر اسٹیشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد وہ اتر پورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ وہاں اس کے آلہ کار موجود تھے۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر ان کے ساتھ اسی طرف جانے لگا جس طرف سونی رک گئی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر جب اس جگہ پہنچا جہاں پہلی کا پڑ کو اتار کر عدنان کو ایک گاڑی میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہاں وہ میدانی علاقہ ویران تھا۔ نہ پہلی کا پڑ تھا نہ عدنان تھا۔ وہ کالے ستروں کا چاب کرتا ہوا سونی کو دیکھنے لگا اور حیران ہوئے لگا۔ اب وہ سونی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ یہ پتا نہیں پاری تھی کہ اس بچے کو کہاں لے جایا گیا ہے؟

تب وہ سمجھ گیا کہ اتر پورٹ اس کے ٹیلی فنی آلے کا توڑ کر رہی ہے۔ اس نے اپنے تمام آلہ کاروں سے کہا، ”تم سب چاروں طرف کی ٹیلی فنی کلیمیں کچھ جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا کسی بچے کو کسی چھوٹے بڑے شہر میں یا کسی چھوٹی سی بستی میں لایا گیا ہے؟ میں تم لوگوں کے دماغوں میں رہوں گا اور تم لوگوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتا

دیتا ہے۔“

وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر مختلف سٹوں میں چلے گئے۔ دلاؤ میرا اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ماسکو والے پنگلے میں آیا۔ وہاں ایک کمرے کی کھڑکیوں اور دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک جگہ فرش پر بیٹھ گیا۔ ٹیلی فنی آلے کو سامنے رکھ کر کالے ستروں کا چاب کرنے لگا۔ اتر پورٹ کے ٹیلی فنی آلے کا توڑ کرنے لگا۔

سونیا کا طیارہ تین گھنٹے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ وہ بوسو گھر رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو کسی ایک جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کا طویل سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب اسے کوئی نہیں لے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ جہاں اسے ابھی پہنچایا گیا ہے۔ وہی دشمنوں کا خفیہ آڈا ہے۔ وہ ماسکو پہنچنے کے بعد اپنے پوتے کی بوسو سمجھتی ہوئی اس کے پاس پہنچ سکتی تھی۔

دلاؤ میرا مسلسل کالے عمل میں مصروف تھا۔ وہ آدھے گھنٹے تک مختلف ستروں کا چاب کرتا رہا اور اس آلے کی سونی کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنی جگہ جس سے کس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اتر پورٹ نے بہت ہی زبردست طریقے سے توڑ کیا تھا اور جوہ کالامل کر چکی تھی۔ اب اس کا توڑ وہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کالامل ایسا تھا کہ ان میں سے جو پہلے سے اپنے مقصد کے لیے مخصوص ستر پڑھتا رہتا اور اپنی مطلوبہ شے کے چاروں طرف حصار باندھ دیتا پھر دوسرا ستر پڑھنے والا اس کا توڑ نہیں کر سکتا تھا۔

اور اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ اترانے ان مخصوص ستروں کے ذریعے دلاؤ میرا کے کالے عمل کو ناکارہ بنادیا تھا۔ اب وہ ٹیلی فنی آلے کے ذریعے یا کسی دوسرے ذریعے سے اس بچے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔

اس نے جھپٹا کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اپنے سوتیلے بھائی کے دماغ میں پہنچا۔ اس سے بولا، ”تیری ماں کہاں ہے؟ اسے بلا دے چل کی جی جی مجھ سے دشمنی کر کے اپنی موت کو دعوت دے رہی ہے۔“

اتر پورٹ نے پریشان ہو کر اپنی ماں کو آواز دی، ”ماما! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ یہ سوتیلے بھائی میرے دماغ میں آیا ہوا ہے۔“

وہ ایک کمرے میں کھڑکی دروازے بند کی بیٹھی ہوئی تھی اور کالے عمل میں مصروف تھی۔ بیٹے کی آواز دینے پر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آئی پھر بولی، ”کیا بات ہے دلاؤ میرا؟ کیا تم میری شرط ماننے کو تیار ہو؟ کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟“

کتابیات پہلی کیشنر

ادو پ کوف نے یکبارگی جیج مار کر ماں کو آواز دی "ماما جلدی آئیں۔۔۔"

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ سے نیچے گر کر فرش پر پڑ رہا تھا۔ اس کا منہ اور لباس خون آلود تھے۔ پتا چلا کہ اس نے خون کی تے کی ہے۔

وہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ رونے لگی خیال خوانی کے ذریعے تاشا کو مخاطب کر کے کہنے لگی "دشمن جیلے کر رہا ہے۔ تمہارے بھائی کو عذاب میں مبتلا کر رہا ہے۔ اس نے خون کی تے کی ہے۔"

تاشا نے کہا "مما! آپ اس ذلیل کہنے سے دشمنی مول نہ لیں۔ اس کی شرط پوری کر دیں۔ عدنان کو اس کے حوالے کر دیں۔ ہمیں اپنے بھائی کی زندگی چاہیے۔ وہ بیمار ہے تو کیا ہوا اب کیا ہم اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیں گے؟"

"میں اسے بچانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آوازوں سے کہو کہ میں نے ابھی جو کامل ادھورا چھوڑا ہے، وہ اسے جاری رکھے اور متروک کا چا پ کرتا رہے۔"

"مما! آپ بہت خمدی ہیں۔ اگر آپ ولاڈی میرے کالے عمل کا تو نہ کر سکیں تو میرا بھائی مر جائے گا۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "مرنے دو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میرا بیٹا مرنے کو جانے کا مگر اب سے ٹھیک چندہ برس بعد پھر پیدا ہوگا پھر میرے پاس آئے گا اور میرے اس بیٹے کو کم جہنم دوگی۔"

"مما! یہ کیسی بے گناہی ہیں؟ میری سنجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ آپ اس کی موت اس لیے منحور کر رہی ہیں کہ یہ بڑا بھائی چندہ برس بعد میری کوکھ سے جنم لے گا۔ یہ بھلا کوئی یقین کرنے والی بات ہے۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ وہی ہونے والا ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔"

پھر آوازوں کی بھاری بھر کم آواز سنا دی "تاشا! جاؤ عدنان کی مگرانی کے لیے کالے متروک کا چا پ کرتی رہو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

تاشا چلی گئی۔ آوازوں نے ادو پ کوف کے دماغ میں کہا "ولاڈی میرا تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں بھی تم سے مخاطب نہیں ہوتا پہلی اور آخری بار مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوں، میں ایک بات جانتا ہوں کہ کچھ کر جاؤ یا مرنے جاؤ۔ اگر کچھ کر نہیں سکتے تو مر جانا چاہیے۔ لہذا یہ بتاؤ جو ان کچھ کر نہیں سکتا۔ اس لیے اسے مر جانا چاہیے۔"

ولاڈی میرے پوچھا "یہ میری سوتیلی ماں ابھی کیا

فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ سچینی بات تھی کہ بیٹے کی موت سے ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ وہ خواہ کتنا ہی برداشت کرے یا تم تو ضرور کرے گی۔ اس کی تدفین تک مصروف رہے گی۔ کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکے گی۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا۔ اگر وہ کالے عمل کی طرف دھیان نہیں دے سکے گی تو کیا اس کی بیٹی تاشا اور اس کا وہ صاحبی آوازوں اس کی جگہ بیٹھ کر کالے عمل کو جاری رکھیں گے؟

وہ آوازوں اگر ان کی طرح پراسرار علوم جانتا ہے تو پھر وہ ارباب کوف کے کالے عمل کو جاری رکھ سکے گا اور اگر نہیں جانتا ہے تو اس کی بیٹی تاشا تو ضرور جانتی ہے لیکن اتنا بڑا کامل کرنا بچوں کا مکمل نہیں ہوتا۔ وہ علوم جاننے کے باوجود اتنا سخت عمل نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ ابھی وہ چودہ برس کی تھی۔ بچپن سے ایک قدم آگے جوانی کی دلہیز پر کھڑی ہوئی تھی۔

تاشا اور آوازوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ولاڈی میر اپنی سوتیلی بہن تاشا کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور درویش رہ کر کسی زندگی گزار رہی ہے؟ وہ عمارت سے کہا کرتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنی بیٹی کو آوازوں کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ پتا نہیں اس کم سن لڑکی کے ساتھ اس آوازوں نے کس طرح کا رشتہ قائم رکھا ہے؟

اب وہ امانت کے طور پر آوازوں کے پاس تھی اور آوازوں نے ارباب کوف کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے بیمار بیٹے کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بہر حال ولاڈی میر اس نتیجے پر پہنچی رہا تھا کہ اسے خطرہ مول لینا چاہیے کہ اس کے بیمار بیٹے کو بالکل موت کی دہلیز پر پہنچا دینا چاہیے ہو سکتا ہے کہ ارباب کوف اپنی خمد سے باز آ جائے اور عدنان کو اس کے حوالے کر دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو پھر وہ ادو پ کوف کو مار ڈالے گا۔ اس کے بعد پھر ارباب کوف سے رابطے کا کوئی سلسلہ نہیں رہے گا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اس کے بیمار بیٹے کو مار ڈالے گا تو پھر وہ اس سے بھی رابطہ نہیں کرے گی۔ کسی کو کہہ کر بنا کر اس سے بات نہیں کرے گی۔

بلواسے وہ آئندہ رابطہ نہ رکھے لیکن ابھی تو یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے کو جان سے مار ڈالنے کی دھمک دیتا اور اسے اس طرح عذاب میں مبتلا کرتا کہ وہ قریب المرنک ہو جاتا۔ ایسے وقت میں ارباب کوف کو تو پا سکتی تھی اور اسے اس کی خمد سے باز کر سکتی تھی۔

اپنا 47

ہوں۔ اس بچے کو اپنے قہقہے میں رکھ کر روز تمہارا خون پی رہی ہوں۔"

"میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم دشمنی سے باز نہیں آؤ گی۔

اس لیے میں تمہارے اس بیمار بیٹے کے خلاف کامل کرتا رہا ہوں۔ جس طرح میں تمہارے کالے عمل کا تو ذہنیں کر سکتا۔ اسی طرح تم بھی میرے اس کالے عمل کا تو ذہنیں کر سکتی۔ اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکتی۔ میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ ابھی طرح سوچ لو۔ اگر مجھے عدنان تک پہنچا دو گی تو میں تمہارے بیٹے کو زندہ چھوڑ دوں گا۔ ورنہ اس پہلی بازی میں تم اپنے بیٹے کی زندگی ہار جاؤ گی۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم مجھے ایک گھنٹے کی مہلت کیوں دے رہے ہو؟ تم ہمارے کھانے کو اور اس بچے کو یہاں تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ تلاش کرو۔ سمجھتے رہو۔ ایک گھنٹے کے بعد مایوس ہو کر پھر آؤ گے اور میرے بیٹے کو نقصان پہنچانا چاہو گے۔ میں دیکھوں گی کہ میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو بچانے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ادھر سے ادھر ٹپٹے ہوئے سوچنے لگا کہ کس طرح اپنی سوتیلی ماں پر قابو پایا جائے اسے زیر کر کے اس بچے کو حاصل کر لیا جائے؟ اس نے اپنا زانوچہ دیکھا تھا۔ مقدور کی لکیروں کو سمجھتا تھا۔ اس کے گردش میں رہنے والے ستارے کہہ رہے تھے کہ وہ دو عورتوں کے درمیان سینڈ ویچ بن جائے گا اور مصیبتوں میں مبتلا رہے گا۔ بھی یہ عورت پریشان کرے گی اور بھی وہ عورت۔۔۔۔۔

اور اب یہی ہو رہا تھا۔ ایک طرف سونا اسے بری طرح مات دے رہی تھی اور دوسری طرف اس کی سوتیلی ماں ارباب کوف اس کی جانی دشمن بنی ہوئی تھی اور وہ ان کے خلاف کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ سوتیلی ماں کے زیر اثر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت ذہن میں یہی بات سنا دی ہوئی تھی کہ اب اس کے بیمار بیٹے ادو پ کو ہلاک کر دینا چاہیے۔ اسے پریشانوں میں مبتلا کرنا چاہیے۔ ایک ماں اپنے بیٹے سے محروم ہو کر گم ہاگل ہو جائے گی یا کچھ ایسا نازل ہو جائے گی تو اپنے کالے عمل سے غافل رہے گی تو پھر وہ اس کے کالے متروک کا توڑ کر سکے گا۔

یہ بات عقل میں آ رہی تھی کہ بیمار جائے گا۔ وہ اس کا ماتم کرے گی۔ اسے تابوت میں سلانے اور دفن کرانے تک کالے عمل کی طرف سے غافل رہے گی۔ ایسے ہی وقت وہ کچھ

"نوٹ! اب! تو غاروں زندہ کتیا سے بھی بدتر ہے۔ میں تو تم سے بات نہیں کرنا چاہتا لیکن تو مجھے مجبور کر رہی ہے۔" وہ مسکرا کر بولی "اچھا سمجھتی تھی تم عدنان تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہو۔ تمہارا وہ گھنٹہ کسی آلہ ناکارہ ہو چکا ہے۔ یہی بات ہے نا؟"

"پوچھو کیا ہو؟ کیا تم میرے خلاف کامل نہیں کر رہی ہو؟ کیا تم نے میرے طلسمی آلے کا تو ذہنیں کیا ہے؟" "اگر نہ کرنی تو کیا تمہیں اس بچے تک پہنچنے کا موقع دیتی؟ کیا تم نے مجھے ایک نادان بچی سمجھ رکھا ہے؟"

"تم نادان نہیں ہو لیکن اس وقت نادانی کر رہی ہو یہ سمجھتی ہو کہ اس بچے کی زندگی سے موت میرے قریب آتی جائے گی؟ میں زوال پزیر ہوں گا؟ مجھے بھی عروج حاصل نہیں ہوگا؟ اور میں ذہنیں اٹھا کر اس دنیا سے جاؤں گا؟"

"یہی ہوگا۔ میرے پراسرار علوم بتا رہے ہیں کہ تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

"کیوں مت کرو۔ کیا تمہارے پراسرار علوم یہ نہیں بتاتے کہ ہمارے پورے خاندان پر خوست طاری رہے گی؟ جب تک وہ بچہ زندہ رہے گا تب تک تم اور تمہارے بچوں پر بھی مصائب نازل ہوتے رہیں گے؟"

"میں یہ سب معلوم کر چکی ہوں۔ جو مصیبتیں آن سکیں گی ان مصیبتوں کو ہم حوصلے اور ذہانت سے ٹال سکیں گے لیکن ہمارے نصیب میں تمہاری طرح ذہنیں نہیں ہیں۔ ہم زندہ رہیں گے اور رفتہ رفتہ عروج حاصل کرتے رہیں گے۔"

"کیا یہ بات تمہارے لیے تشویش ناک نہیں ہے کہ وہ بچہ تمہارے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتا رہے گا؟"

"انسان کی زندگی مسائل کی آماجگاہ ہے۔ ایک مسئلہ ختم ہو نہیں پاتا کہ دوسرے دس مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ انسان حوصلے اور ذہانت سے ان مسائل کا حل تلاش کر لیتا ہے اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اپنی جی عرب تک اس دنیا میں زندگی گزار کر جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم مجھ سے دشمنی جاری رکھو گی؟ تم اپنے پراسرار علوم کے ذریعے کبھی مجھے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ آج پہلی بار اتنا بڑا نقصان پہنچا رہی ہو اور اس بچے کو مسلسل خوف بنا کر میرے دماغ پر مسلط کرنا چاہتی ہو۔"

"ہمارے تمہارے اور سب کے لیے موت لازمی ہے۔ ایک دن تو سب کو مرنا ہی ہے۔ بچے سے خوف زندہ کیوں ہو رہے ہو؟ مجھ سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جب ٹھک جاؤ۔ ہار جاؤ تو سمجھ لینا میں خون آشام جڑیل

34

کتا بیات پہلی کیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

47 (12) 

37 4762

} کتابیات پبلی کیشنز

ایک ایک سے انتقام لے گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔
 بڑے بیٹے ہمیش نے کہا ”اسی لیے تو ہم تمہیں اس قاتل
 ہی نہیں چھوڑیں گے کہ تم ہم سے انتقام لے سکو۔ تمہیں شرم
 سے ڈوب مرنا چاہیے۔ میری ہونے والی بیوی پر تم نے نیت
 خراب کی پھر تم نے ماتانی کو مار ڈالا۔ تمہارے جیسے باپ کو تو
 تمام برادری کے سامنے جوئے مار مار کر مار ڈالنا چاہیے۔“

وہ دونوں غصہ دکھا کر چلے گئے۔ وہ بڑی دیر تک اندر ہی
 اندر غصے سے کھول رہا۔ کسی کا کچھ لگا نہیں سکتا تھا۔ وہ کمزوری
 کے باعث بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ کچھ دیر وہیں پڑا رہا اور
 سوچتا رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کیوں قابو سے باہر
 ہو گیا؟ اس نے کیوں نرس کے بارے میں گندی گندی باتیں
 کیں اور ڈاکٹر کو گالیاں دیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
 اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟
 ایسے وقت اس نے پھر ٹوٹی جے کو آواز دی ”کہاں ہو؟
 کہاں مر گئے ہو؟ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس پر
 وقت میں کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟“

وہ ہر طرح سے بے یار و مددگار ہو گیا تھا۔ نہ تو خود خیال
 خوانی کر سکتا تھا اور نہ ہی ذہن اس قاتل رہا تھا کہ کوئی تدبیر
 سوچ سکتا۔ دوسری صبح وہ اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن
 اسے جسم سے زیادہ ذہنی توانائی کی ضرورت تھی۔ وہ بمگوان
 سے براہِ رخصت کر رہا تھا کہ کسی طرح ذہنی توانائی بحال ہو جائے
 اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے۔
 پتا نہیں وہ کتنے عرصے کے لیے ٹپلی بیٹھی ہے جتنا بار
 محروم ہو گیا تھا پھر یہ کہ ذہن اس قدر کمزور تھا کہ اسے مضر یاد
 نہیں رہے تھے کہ مضروں کے باپ سے ہی اپنے اندر توانائی
 پیدا کرتا۔

اور ایسے ہی وقت اس کا معمول اور تابعدار ٹوٹی جے کہیں
 چلا گیا تھا یا اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ
 معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اور اس کے ساتھ
 ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے اسے کیوں بے یار و مددگار چھوڑ رہا
 ہے؟

ان حالات میں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں میں اس کے
 دماغ میں نہ بچھ جائے۔ کسی طرح یہ سمجھ نہ سکا کہ وہ ٹپلی
 بیٹھی جانے والا چنڈا ل ہے۔ اگر بھارتی اکابرین کو کسی طرح
 معلوم ہو جاتا کہ یوگا جاننے والے چھ آدمی افسران کا قاتل
 چنڈا ل جو گیا ایک سیمٹہ بریش چندر کے اندر چھپا ہوا ہے تو وہ
 اسے الٹا لٹکا کر آبی پانی کرتے اور اتنا تشدد کرتے کہ وہ مر جانا
 چاہے گا، موت کی بھیک مانگے گا مگر اسے موت نہیں ملے گی۔

کتابیات: پہلی کیشنر

”کیا تم مجھے طعنے دے رہے ہو؟“

”میں طعنے نہیں دے رہا ہوں۔ تمہاری بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔ جس طرح تم بے وقوف بن گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی بن جاتا ہوں۔ وہ انٹی حسین عورت ہے کہ جب تک میں ایک آدھ پیگ لی نہیں لیتا ہوں۔ اس وقت تک وہ مجھے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔“

”جس میں دردوں کے دوران میں کیا اتنا وقت نہیں ملا کہ مجھ سے رابطہ کرتے؟“

”تم میری مجبوری کو سمجھو۔ میں ضرورت سے زیادہ پیٹنے کے بعد اس قدر کمزور ہو جاتا تھا کہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہتا تھا۔ اس وقت بھی تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح کمزور ہوں۔ ہانپ رہا ہوں اور بڑی مشکل سے خیال خوانی کے ذریعے تم سے بات کر رہا ہوں۔“

”بھائی! میری طرح حماقت نہ کرو۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کسی طرح اس عورت سے پیچھا چھڑاؤ۔ اس وقت تمہاری ذہنی توانائی بہت ضروری ہے۔ ورنہ ہم دونوں بری طرح ڈوب جائیں گے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں کیا کروں؟ اپنے قابو میں نہیں ہوں۔ دیکھو میرے سامنے وہ حینہ پھر آگئی ہے اور ایسی ادائیں دکھا رہی ہے کہ دل تڑپ رہا ہے۔ میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ اپنے آپ کو روک رہا ہوں مگر نہیں روک پا رہا ہوں۔“

”یہ کیا حماقت ہے؟ بھائی! بھگوان کے لیے عقل سے کام لو۔ اس وقت مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔“

”جب تم اپنی ہونے والی بھوکی طرف بہک رہے تھے۔ اگر میں تمہیں سمجھانا چاہتا تو کیا تم سمجھ جاتے؟ تم تو مجھے اپنا معمول اور تابعدار سمجھ کر چھوڑ دیتے اور ڈانٹ کر کہتے کہ میں وہاں سے چلا جاؤں اور واقعی تم نے مجھے وہاں سے پیچھ دیا تھا اور دوسری طرف مصروف کر دیا تھا۔ تاکہ میں تمہیں ہوس پرتی سے روک نہ سکوں۔“

”کیوں پچھل باتوں کو دہرا رہے ہو؟ جب تم سمجھ رہے ہو کہ یہ بات بری تھی۔ تو پھر تمہیں سنبھل جانا چاہیے۔ آئندہ ہم دونوں ہی سنبھل کر رہیں گے۔ اس بار تم کی طرح مجھے بچاؤ۔ پہلے خود کو بچاؤ۔“

”اچانک وہ قہقہہ لگانے لگا پھر اس نے میری آواز میں کہا۔ ”چنڈال! کیا تم سمجھ نہیں رہے ہو؟ کہ تمہارا مہادیو بھائی جو اصل میں ٹوٹی ہے۔ یہ بے قابو ہو چکا ہے۔ اس کا دماغ

اب اس کے قابو میں نہیں رہا ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تم..... کیا تم فریاد ہو؟ تمہاری آواز بالکل دسکی ہے۔“

”ہاں..... تم مجھے سمجھان رہے ہو۔ میں فریاد کی تیور ہوں۔“

وہ ایک دم سے گہرا کر بولا ”نہیں..... نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم میرے دماغ تک نہیں آ سکتے۔“

”میں آ گیا ہوں۔ چنڈال جوگی! پہلی بار میں نے بنڈیا کے ذریعے تمہارے پیٹے کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہا۔ جب تم نے میرے تنوکی مل کا توڑ کیا تو اس وقت تم فتح گئے پھر دوسری بار میں نے وہاں حملہ کیا۔ جہاں تم یوگا جانے والے آری اصران کو ہلاک کر دیا ہے تھے۔ وہاں تم پوری طرح میری گرفت میں آ گئے تھے لیکن میں بھول گیا تھا کہ تم آتما شکتی جانتے ہو اور تم واقعی آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم چھوڑ کر اس سیٹھ برہمن چندر کے جسم میں آ گئے ہو۔ اب یہاں سے کہاں بھاگو گے؟“

وہ پریشان ہو کر سن رہا تھا۔ بہت بری طرح سہا ہوا تھا۔ رونے کے انداز میں پوچھ رہا تھا ”تم آخر کس طرح ہم تک پہنچ جاتے ہو؟“

”بہت آسان ہے۔ تم نے ٹوٹی ہے سے کہا تھا کہ وہ شانتا بانی اور اس کی بیٹی کے دماغ میں جا کر مجھے تلاش کرے اور وہ مجھے تلاش کرنے آیا تھا۔ وہ بے چاری ماں بیٹی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہیں لیکن میں نے الٹا تمہارے ٹوٹی بے کو ٹریپ کر لیا۔ اس پر تنوکی مل کیا اور اب یہ میرا تابعدار ہے اب یہ میری مرضی کے مطابق ایک عورت کے قد میں لوٹ رہا ہے۔ اب تم اسے اپنی طرف نہیں بلا سکو گے اور نہ ہی میں اسے تمہارے پاس آنے دوں گا۔“

چنڈال کے ہوش اڑ چکے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ چکا ہوں اور اب وہ مجھ سے فتح نہیں پائے گا۔ ٹوٹی نے پھر میری آواز اور لہجے میں کہا ”ہاں..... سوچو چنڈال! اچھی طرح سوچو لو کہ اب کس طرح مجھ سے فتح سکتے ہو؟ اب تو تمہارے اندر انٹی شکتی بھی نہیں رہی کہ تم آتما شکتی کے سلسلے میں منتر پڑھ کر اس جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلے جاؤ۔“

وہ ہانپتے ہوئے بولا ”ہاں۔ درست کہتے ہو۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ نہ ٹیٹی بیٹی کے ذریعے نہ کالے چاند کے ذریعے۔ میں تمہارے آگے بے بس ہو چکا ہوں۔ یہ اسی طرح سمجھ رہا ہوں کہ اب تم مجھ پر بھی

تنوکی مل کرو گے اور مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لو گے۔“ ٹوٹی نے کہا ”میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ تمہاری بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھتا ہوں۔ تم فلوادی دماغ کے مالک ہو۔ تم پر تنوکی مل زیادہ دیر تک انہیں کرتا۔ تم ایک آدھ دن میں تنوکی مل سے نجات حاصل کر لیتے ہو۔“

وہ گھٹت خوردہ الفاظ میں بولا ”ہاں۔ تم نے میرے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔“

”اور تمہارا دماغ اتنا فلوادی ہے کہ تمہارے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے تو اس کا اثر بھی خاطر خواہ نہیں ہوتا ہے۔ معمولی سا اثر ہوتا ہے۔ تم پھر سے سنبھل جاتے ہو۔ تم تو شیطان کی اولاد ہو۔“

”میں جیسا بھی ہوں۔ اب تو تمہارے قابو میں ہوں۔ تم مجھے اپنا غلام بنا لو لیکن مجھے جان سے نہ مارو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔“

”بے شک۔ تم زندہ رہو گے لیکن یہ خوش فہمی اپنے اندر بے نکال درد کہ میں تمہیں دماغی توانائی حاصل کرنے دوں گا۔ کبھی نہیں۔ میں تمہارے دماغ کو اس قدر کمزور رکھوں گا کہ تم آتما شکتی والا منتر بھی نہیں پڑھ سکو گے۔ اسے بھول جایا کرو گے۔ یاد نہیں رکھ سکو گے پھر تمہیں اتنی ذہنی توانائی حاصل نہیں ہو سکے گی کہ تم کبھی خیال خوانی کر سکو۔ میں دن رات تمہارے دماغ میں آتا جا رہا ہوں گا اور تمہیں کمزور بنا رہا ہوں گا۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑانے لگا ”فریاد صاحب! آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ میں بہت برا ہوں۔ میں نے شیطانی حربوں کی ہیں لیکن آپ مجھے سمجھنے کا موقع دیں گے تو میں ایک اچھا انسان بن کر دکھاؤں گا اور ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔“

”کتنے کی دم بھی سیدھی نہیں ہوئی۔ تم نیزے ہو ہمیشہ نیزے ہی رہو گے اور میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ آئندہ جب بھی آؤں گا تو خاموش رہوں گا۔ کوئی بہت ضروری بات ہوگی۔ تب ہی مخاطب کروں گا۔ ورنہ ایک مریض کی طرح بستر پر پڑے ہوئے اور ایک قیدی کی طرح زینوں سے بندھے ہوئے انتظار کرتے رہو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے؟“

ٹوٹی بے خاموش ہو گیا۔ وہ پھر گڑ گڑانے لگا۔ خوشامدیں کرنے لگا۔ مجھے مخاطب کرنے لگا۔ وہ بھی سمجھ رہا تھا کہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا ہوں اور اس کے معمول اور تابعدار ٹوٹی ہے کو اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔ اس لیے اب ٹوٹی ہے بھی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ وہ بار بار

مجھے آوازیں دیتا رہا پھر تھک کر خاموش ہو گیا۔ دیکھ بھال سے سمجھت کو کھینچے گا۔ بے بسی سے سوچنے لگا کہ اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ دشمن اسے جان سے نہیں مارے گا۔ اسے زندہ رکھے گا۔ ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔ ازیتیں دیتا رہے گا۔ تڑپا تڑپا کر زندہ رہنے پر مجبور کرتا رہے گا۔

اس کے بچاؤ کا آخری راستہ بھی وہ جانتا تھا کہ جب جان پر بن آئی تھی، فرار کر کوئی راستہ نہیں رہتا تھا تو وہ خود ہی اپنے آپ کو مار ڈالتا تھا۔ ہلاک کر لیتا تھا اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے کسی دوسرے جسم میں پہنچ کر ایک نئی زندگی حاصل کر لیتا تھا۔ اب وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ دماغی کمزوری کے باعث اسے منتر اچھی طرح سے یاد نہیں تھے پھر فریاد اسے منٹروں کو یاد کرنے اور چاب کرنے کا موقع بالکل نہیں دے گا۔

اس نے شام کو اسپتال کا کھانا کھانے سے انکار کیا۔ کہنے لگا ”اس کے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملائی جاتی ہے کہ جس سے میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔ اس لیے میں کا کھانا کھاؤں گا۔“

اس نے ہمیش اور رمیش کے چاچا سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر لائے۔ اسے اپنے بیٹوں پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔ وہ کسی کا لایا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔

اس کا بھائی اپنے اقاؤں سے کھانا بنا کر لایا پھر بولا ”میں اپنے سامنے کھا کر تمہیں کھانا ہوں۔“

چنڈال نے پوچھا ”کیا تم اس بات سے مطمئن ہو کہ کسی نے اس کھانے میں کچھ نہیں ملا یا ہے؟“

”بھئی! میں نے بہت احتیاط اور توجہ سے یہ کھانا تیار کیا ہے اور کھانے کی تیاری کے دوران کسی کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ اسے حفاظت سے یہاں تک لے آیا ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں چلیں دھو کر ابھی لاتا ہوں۔“

وہ چلیں اٹھا کر ادیش روم میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ٹوٹی ہے نے چنڈال کے دماغ پر قبضہ چھایا۔ اس نے سر ہانے والی میز کی دراز کھولی۔ اس دراز میں کئی دواؤں کے درمیان ایک چھوٹی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ رمیش نے اسے وہاں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ یا ہمیش وہاں کھانے کے دوران میں آتے تھے اور ایک فقرہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں نکادیتے تھے۔

اس بار چاچا دراز داری سے آیا تھا۔ رمیش اور ہمیش کو اس بات کا علم نہیں تھا۔

لیکن ٹوٹی ہے نے اس برادر اس کے دونوں بیٹوں پر نظر رکھی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ رمیش اور ہمیش بے خبر ہیں لیکن وہ بے خبر نہیں تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی کے

ہاتھ سے وہ شیشی کھولی اور دو قطرے کھانے میں نکال دیے پھر اس شیشی کو بند کر کے اس کی جگہ رکھا۔ دروازہ بند کیا اور پھر سیدھی طرح کھانے کے سامنے بیٹھ گیا۔

ٹوٹی جے نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دے دی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ”میں اتنی دیر تک کہاں گم ہو گیا تھا؟ کیا سوچ رہا تھا؟ کس خیال میں گم ہو گیا تھا؟“ پھر اس نے دماغ کی طرف دیکھ کر کہا ”اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟ پتیلیں دھوئے میں کیا اتنی دیر لگی ہے؟“

اس کا بھائی پتیلیں دھو کر لائے ہوئے بولا ”میتوں کو اچھی طرح سے دھو رہا تھا۔ دیکھیں کس طرح صاف ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو صاف ستھرا کھانا صاف ستھرے برتن میں کھلاؤں گا۔“

جب اس نے وہ صاف ستھرا کھانا کھالیا۔ پیٹ بھر گیا تو تھوڑی دیر بعد اس کا دماغ الٹ گیا۔ اس نے بھائی کو ایک چمچر رسید کر کے گالیاں دیں پھر کہا ”سور کے بچے! مجھے اسپتال میں کیوں رکھا ہے یہاں سے کیوں نہیں لے جاتا؟ میرے بیٹے میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں مجھے مار ڈالیں گے۔“

اس کے بھائی نے جھنجھلا کر کہا ”ان سے پہلے تم مار رہے ہو۔ خواہ مخواہ افسردہ دکھا رہے ہو۔ میں اتنی محنت سے کھانا بنا کر لایا ہوں پھر بھی تم پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ میرے کھانے میں تو کچھ نہیں تھا۔ کسی نے کچھ نہیں ملایا تھا پھر تم پاگل کیوں ہو رہے ہو؟“

وہ اسے مارنے کے لیے دوڑا تو وہ اپنی جان بچا کر بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا پھر کہا ”میرے بھیا کو کنٹرول کرو وہ پاگل ہو رہے ہیں۔ یہاں کسی کو زخمی کریں گے مار ڈالیں گے۔“

ڈاکٹر نے کئی اور وارڈ بوائز کو بلایا۔ وہ سب بھاگتے ہوئے آئے۔ اس وقت چندال کو ریڈرو میں ایک بچہ لپکا تھا اور وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت کا گلا دوڑ رہا تھا۔ سب نے اسے پکڑ کر اس بوڑھی عورت کو اس سے نجات دلائی پھر اسے رستوں سے باندھ دیا گیا۔

ایک ڈاکٹر نے کہا ”یہ خطرناک پاگل بننا چاہا ہے۔ اسے اب یہاں اسپتال میں نہیں رکھا جاسکتا۔ فوراً اسے پاگل خانے بھیجا جائے۔“

پاگل خانے والوں سے رابطہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یہاں سے ایک پاگل کو بھیجا جا رہا ہے۔ اسے فوراً داخل کیا جائے۔ زنجیروں سے باندھ کر رکھا جائے یا الگ آہنی سلاخوں

دارو بوائز نے اسے جکڑ لیا۔ ایک جونیئر ڈاکٹر نے آ کر اسے انجکشن لگایا۔ اس کے چند لمحے بعد ہی وہ اپنے آپ سے باہر ہو گیا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ ٹیلی بیسی کے ذریعے اور کالے جادو کے ذریعے عبرانی کرنے والا مٹی میں رینگنے والے کیڑے کی طرح حقیر ہو گیا تھا۔ مٹی کے کیڑے کی طرح راہ چلنے والے کے قدموں تلے آ رہا تھا۔ بری طرح روندنا چاہا تھا۔ نہ جی رہا تھا۔ نہ مر رہا تھا۔ نہ ہی اس کے سامنے نجات پانے کا کوئی راستہ رہ گیا تھا۔

اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک آہنی سلاخوں والی کھڑی میں دیکھا۔ وہاں غم تاری مٹی تھی۔ وہ ننگے فرش پر رہا تھا۔ اس نے سر ہٹا کر ان آہنی سلاخوں کو دیکھا پھر سوچا کہ اسے یہ کہاں پہنچا دیا گیا ہے؟

اس وقت اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ابھی تک دماغ پر بے ہوشی کی دوا کا اثر تھا۔ وہ کچھ سمجھ رہا تھا اور کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنا چاہا لیکن کمزوری بہت تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کھڑے ہو گیا۔ بے ہوشی کی دوا ابھی اثر کر رہی تھی۔ اسے گہری نیند سلا رہی تھی۔

اس لیے وہ کبھی جاگتا اور کبھی سوتا رہا۔ کبھی آنکھ کھلی تو پاگل خانے کے سنتری دکھائی دیے۔ وہ اسے اٹھا کر بٹھا رہے تھے اور بدستی کچھ کھلا رہے تھے۔ وہ کھانا پیتا رہا۔ اپنی بوکھالی مٹاتا رہا۔ پیٹ بھرنے کے بعد اس پر پھر غنودہ کی طاری ہوئی۔ وہ سو گیا۔

اس غم تاری کھڑی میں دو دن دو رات گزارنے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کچھ تو انائی محسوس کی۔ خود فضا تھک رہی تھی۔ فرش پر گھسٹتا ہوا دیوار سے لپک لپک کر سامنے آئی سلاخوں کو دیکھنے لگا۔ ان سلاخوں کے باہر آزادی تھی۔

پھر دیواری مٹی اور حکمرانی مٹی اور یہ سب کچھ اس کے لیے غائب ہو چکا تھا۔

وہ سوچنے سوچنے آتما حقیقی کے منتر پڑھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب بھی موقع ملے وہ آتما حقیقی کا منتر پڑھتا رہے۔ اس منتر کا نام موجودہ متعبد جم چھوڑ کر اپنی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

لیکن وہ چند سیکنڈ بھی پڑھ نہ سکا۔ ہانپنے لگا۔ کمزوری کرنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ دماغ ٹھک گیا ہے۔ نہ کچھ

سوچنا چاہتا ہے نہ منتر پڑھنا چاہتا ہے۔ وہ منتر بھی اس طرح یاد آ رہے تھے کہ وہ پڑھتے پڑھتے اٹھنے لگا تھا۔ جیسے ہی بھولتا تھا پھر یاد کر کے پڑھتا تھا۔

آخر اس کا دماغ ٹھک گیا۔ وہ غم حال سا ہو کر سوچنے لگا کہ یہ میرے ساتھ کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ کیا یہ کمزوری میرا مقدر بن گئی ہے؟ کیا میں اتنی بھی توانائی حاصل نہیں کر سکتا کہ چند گھنٹوں تک آتما حقیقی کے منتر پڑھتا رہوں؟

مجھے کم از کم ایک گھنٹے کا ہی موقع مل جائے۔ اتنی توانائی حاصل ہو جائے کہ میں منتر کو مکمل طور پر چالیس بار پڑھ لوں تو پھر مجھے کوئی یہاں سے آزادی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گا۔ میری آتما فوراً ہی یہاں سے پرواز کرے گی اور سب دیکھتے کے دیکھتے چاہ جائیں گے۔

وہ سوچ رہا تھا اور حوصلہ کر رہا تھا۔ ان آہنی سلاخوں کے باہر ایک کو ریڈرو تھا۔ اس کو ریڈرو کے سرے پر ہماری بھر کم قدموں کی چاب سٹائی دی پھر دو مسیح سنتری ریشم کے ساتھ وہاں پہنچے۔ ریشم نے آہنی سلاخوں کے پاس آ کر کہا۔ ”اے..... جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے؟ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آنکھیں کھلی رکھ کر سونے لگا ہے۔“

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کمزوری کے باعث اٹھ کر کھڑا نہ ہو سکا۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر دونوں ہاتھ فرش پر ٹک لیے پھر ریشم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ”جئے! تم اپنے باپ سے کیسے بات کر رہے ہو؟ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟“

”میں تمہارے جیسے باپ پر تو کھنوں ہوں۔ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ میں تمہیں قانونی طور پر سزا دلانا چاہتا تو تم اپنی دولت کے بل پر مقدمہ جیت لیتے اور سزا سے بچ جاتے لیکن اب جو سزا میں دے رہا ہوں۔ اس سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔“

وہ عاجزی سے بولا ”جئے! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہیں تو یہی دکھائی دیا کہ میں نے تمہاری ماں کو ہلاک کیا ہے لیکن میں تمہاری قسم کھاتا ہوں۔ ساری اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میرے دماغ پر ایک ٹیلی بیسی جانے والے نے قبضہ جمالیا ہے۔ وہ اپنی سن مانی کرتا ہے اور ایسی ایسی گندی حرکتیں کر داتا ہے کہ میں اپنی اولاد اور نئے داروں کے سامنے شرمندہ ہو جاتا ہوں۔“

”تم بہت اچھی لکواس کر رہے ہو۔ کوئی ٹیلی بیسی جانے والا تمہارے اندر آتا ہے، اس بات پر کون یقین کرے گا؟ معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ پھر الٹ رہا ہے۔ ان دواؤں کا اثر کتنا کمزور ہے۔“

ابھی تک ہے، جنہیں میں چپ چاپ تمہارے کھانے میں ملاتا رہتا ہوں۔

”جئے! تم پھر غلط کچر ہے ہو۔ مجھ پر تمہاری دواؤں کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ تم یقین کرو۔ وہ ٹیلی ہسپتال جانے والا مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ مجھے سب کے سامنے باگل بنا دیتا ہے اور میں بے قابو ہو کر دیکھی حرکتیں کرنے لگتا ہوں، جیسی وہ چاہتا ہے۔“

ریش نے ہنسنے ہوئے کہا ”تمہاری یہ کواں اچھی ہے۔ اسی طرح کواں کرتے رہو گے۔ تو ڈاکٹر زکو یہ یقین ہوتا رہے گا کہ تم واقعی باگل ہو چکے ہو اور اب تمہارا کوئی علاج نہیں ہے۔ تم ساری زندگی ان سلاخوں کے پیچھے رہ کر ہی مرد گئے۔“

ایک ڈاکٹر نے آکر ریش سے پوچھا ”یہ کیا کہہ رہا ہے؟“

”ایک باگل اور کیا کہے گا۔ الٹی سیدھی کواں کرے گا۔“ ڈاکٹر نے چٹڑال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”کیوں سیٹھ ہریش چندر! اس حال میں ہو؟ کیا خود کو پہچان رہے ہو؟“

دو فرش پر رینگتے ہوئے سلاخوں کے قریب آکر بولا ”ہاں۔ میں خود پہچانتا ہوں۔ میری بات کا یقین کرو۔ میں باگل نہیں ہوں۔ میں سیٹھ ہریش چندر ہوں۔ ریش اور ہیش کا باپ ہوں۔ میرا میڈیکل چیک اپ کرو گے تو پتا چلے گا کہ میں باگل نہیں ہوں۔“

”تو پھر اب تک باگلوں جیسی حرکتیں کیوں کرتے رہے تھے؟“

”وہ میں نہیں کر رہا تھا۔ میرے اندر ایک ٹیلی ہسپتال جانے والا ٹھس آتا ہے۔ وہ مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کر داتا ہے۔ تو تم لوگ مجھے باگل سمجھنے لگتے ہو۔“

ڈاکٹر نے ہنسنے ہوئے کہا ”اچھا تو اب تمہارے اندر کوئی ٹیلی ہسپتال جانے والا آنے لگا ہے؟ پھر تو تم اس کو فیزی میں اکیلے نہیں رہو گے۔ اس سے بائیں کرتے رہو گے۔ تمہارا وقت بہت اچھا گزرے گا۔“

وہ بے بسی سے گڑگڑانے لگا ”تم لوگ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے ہو؟“

ریش نے کہا ”ڈاکٹر! یہ پھر الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ کیا اسے انجکشن لگایا جائے گا؟“

”ابھی نہیں یہ دماغی اور جسمانی طور پر بہت کمزور ہے۔ ذرا توانائی حاصل کر لے اور اٹھ کر چلنے پھرنے لگے تو میں

اسے ایسی دوائیں کھلاؤں گا ایسے انجکشن لگاؤں گا کہ یہ ساری زندگی ٹیلی ہسپتال جانے والوں کی کواں کرتا رہے گا۔ ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔“

ڈاکٹر اور ریش وہاں سے جانے لگے۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا ”پلیز ڈاکٹر! میری بات سن لو۔ جئے ریش! اپنے باپ کی بات پر ایک بار بھر دسا کرو۔ ایک بار میری بات تو تم سے سن لو۔ ریش! ریش! ڈاکٹر! ڈاکٹر! وہ چیخ چلاتا رہا۔ اور جانے والے چلے گئے۔ کوئی اس کی بات یقین کرنے والا نہیں تھا کہ ٹیلی ہسپتال کے ذریعے اس کے دماغ کو لٹا دیا جاتا ہے۔

ٹوٹی جسے اس کے اندر آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر قلم کر بولا۔ ”تم..... تم میرے اندر ہو۔ فرہاد! تم میری بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تم مجھے یہاں قیدی بنا کر کیا حاصل کر لو گے؟ میں پھر تمہیں تمہارے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھ سے ہمدردی کرو۔ ایک بار مجھے سنبھلنے کا موقع دو۔ میں انسان بن کر دکھاؤں گا۔“

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اندر ہی اندر ہلکی ہلکی مٹی سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز ختم ہو گئی۔ دماغ کے اندر سنا جھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پینے لگا پھر کمزوری کے باعث فرش پر گر پڑا۔ چاروں شانے جٹ ہو گیا۔ وہ ٹھک گیا تھا۔ بار گیا تھا۔ اس پر پھر نونودی چھانے لگی۔ وہ چوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

اسرائیلی حکام اور آری کے اعلیٰ افسران الپا کی طویل غیر حاضری کے باعث پریشان تھے۔ آری کے چند اعلیٰ افسران الپا کے مخالف ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان خاتلمیں اتنی شدید ہو گئی تھیں کہ الپا نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ان آری افسران کو سزا میں دی جائیں یا پھر وہ ملک چھوڑ کر ہیش کے لیے چلی جائیں گی۔

اسرائیلی اکابرین نے آری والوں کا ساتھ دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ انہیں اور اپنا ملک چھوڑ کر وہاں سے چلے گئی تھیں۔ پھر اس نے ہم سے دوستی کی تھی۔ ایک عرصے تک ہمارا اتحاد حاصل کرتی رہی تھی۔ حتیٰ کہ ہمارے دل جیت لے گئے تھے۔ میں نے اور سونیا نے اسے اپنی بیٹی بنا لیا تھا۔

وہ پارس کی مطلقہ بیوی تھی۔ ہم اسے اب بہو نہیں مانتے تھے۔ جب وہ پارس سے اور ہم سب سے دشمنی کرتی رہی تھی۔ جب بھی اس کے برے دتوں میں جناب تمیزی آئی دیکھتا ہوں 47

کے کام آتے رہے تھے اور اس کی حمایت کرتے رہے تھے۔ جناب تمیزی کی یہ حمایت اور الپا کیلئے ہمدردی ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب یہ بات ہم سمجھ گئے تھے کہ ایک دن الپا کو راہ راست پر آنا تھا اور اسے اپنی بن کر ہماری خدمات کرنی تھی۔ اس لیے وہ الپا کی حمایت کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ جناب تمیزی کی ہدایت کے مطابق الپا سے ہونے والی بیٹی کو اسرائیل سے لے آئے تھے اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ نوزائیدہ تھی۔ اب سات برس گزر چکے تھے۔ اور وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت پارہی تھی۔ چونکہ وہ پارس کی بیٹی تھی۔ اس لیے جناب تمیزی نے اس بیٹی کے خوالے سے الپا کی حمایت کی تھی۔ اور اس کے برے دتوں میں کام آئے تھے۔

الپا اسرائیل چھوڑ کر پاکستان چلی آئی۔ اور ہماری سرپرستی میں رہ کر ایک سیدھی سادی زندگی گزارنے لگی۔ زیادہ تر گمناہی میں رہنے لگی۔ اب بھی وہ ہماری ضرورت کے وقت خیال خوانی کرتی تھی۔ ورنہ خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی۔ ایسی تنہائی میں اسے اپنی بیٹی کی یاد دہانی تھی۔ پارس نے تو اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا۔ بیٹی بھی اس کے پاس نہیں گئی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے جناب تمیزی سے رابطہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ”ہاں بیٹی!..... یولو کیا بات ہے؟“

”دہ یولی۔“ حضور!..... آپ جاننے ہیں کہ میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ پارس نے اب تک مجھے معاف نہیں کیا ہے۔ بے شک..... طلاق کے بعد اسے میری طرف نہیں آنا چاہئے۔ لیکن محبت کے دیووں تو بولنا چاہئیں وہ مجھ سے دور رہتا ہے۔ پھر میں ایک ماں کی حیثیت سے اپنی بیٹی سے بھی محروم ہوں۔“ انہوں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”بے شک..... تم پارس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے بھی محروم ہو چکا ہو۔ اور جب سے وہ پیدا ہوئی ہے تب سے تم نے ایک باگلی اس کی صورت نہیں دیکھی ہے۔“

”نیکو تو میری بد نصیبی ہے۔ میں مائل ہوں۔ لیکن میں نے بھی اپنی بیٹی کو بھی کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ بھی اسے گود میں لے کر پیار نہیں کیا۔ اب میرا دل تڑپ رہا ہے۔“

”ہم جانتے تھے کہ ایک دن تم راہ راست پر آؤ گی۔ ہم مسلمانوں کے خلاف جو فتنے تمہارے دل میں ہیں۔ وہ ایک دن دھل جائیں گی۔ تم دشمنی بھول جاؤ گی۔ اور ہمارے

دیکھتا ہوں 47

سامنے سر جھکا لو گی۔ اور اب بھی ہو رہا ہے۔“ آپ روحانیت کے بلند مراتب حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ میرا دل کتنا صاف ہو چکا ہے۔ اب میں بھی دشمنی نہیں کروں گی۔ بس میرے دل میں مذہبی نفرت نہیں پیدا ہوگی۔ بس میری ایک مجبوری ہے کہ میں اپنا پیدائشی مذہب چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اس لیے آج بھی یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔“

”اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم صرف تمہاری محبت اور حمایت چاہتے تھے۔ تمہارے دل سے نفرت دور کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے اپنے حسن سلوک سے تمہارے برے دتوں میں کام آکر تمہارا دل جیت لیا۔ بس ہم اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟“

”آج بھی آپ کی محبت اور حمایت چاہتی ہوں۔“ ”فرہاد نے تمہیں اپنی بیٹی بنالیا۔ صرف ہم ہی نہیں ادارے کے تمام مسلمان سمجھیں چاہتے ہیں۔ تمہاری حمایت کرتے ہیں۔ اور اب یقین کرتے ہیں کہ تم بھی ہم سے دشمنی نہیں کرو گی۔ انہوں میں بھی جاؤ گی تو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر انصاف سے بولو گی۔ اور انصاف سے تو لو گی۔“

”آپ لوگوں کی اتنی محبتیں اور اس قدر اعتماد حاصل کرنے کے باوجود میں بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ میں آپ کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ادارے میں آنے کی ضد کبھی نہیں کروں گی۔ لیکن ادارے سے باہر آپ مجھے میری بیٹی سے ملنے کی اجازت تو دے سکتے ہیں؟“

”بے شک..... تم اپنے بہترین اعمال کی بدولت ہمارے دل جیت چکی ہو۔ ہمارا اعتماد حاصل کر چکی ہو۔ تم اپنی بیٹی سے ضرور ملو گی لیکن جب تمہاری بیٹی ادارے سے باہر تم سے ملنے جائے گی۔ تو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔“

الپا نے پریشان ہو کر پوچھا ”کیسے مسائل پیدا ہوں گے؟ براے سہریالی وضاحت فرمائیں.....؟“

”تمہارے ملک اسرائیل کے اعلیٰ حکام اور آری کے اعلیٰ افسران تمہیں واپس بلانا چاہتے ہیں مگر تم نہیں چارہی ہو۔ اب وہ تمہاری کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیں گے اور تمہاری سب سے بڑی کمزوری تمہاری اپنی بیٹی ہوگی۔“

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ یہ درست تھا کہ اسرائیلی اکابرین اسے واپس بلارہے تھے۔ اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

ان سے کترا جاتی تھی۔ آخری بار اس نے کہا دیا تھا کہ وہ اسرائیل اسی شرط پر واپس آئے گی کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے بھڑے میں نہیں بنے گی اور مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔

کو نہ بھی بھولے گا۔ نہ کسی بے وفائی کرے گا۔

”وہ بوڑھا اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔
”تم اس وقت اپنی کسی بہت ہی چاہنے والی کے خیال میں
ڈوبے ہوئے تمہارے چہرے کی روشنی بتا رہی ہے۔“

”بڑے میاں! تم تو بہت ہی پیچھے ہوئے ہو۔ میرے
خیالوں کی اڑان تک پہنچ رہے ہو۔ کچھ اپنا تعارف تو کراؤ؟
کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟“

”میرا نام کیمرون ماڈر ہے۔ نام سے سمجھ سکتے ہو کہ میں
یہودی ہوں اور اگر ایسی کار بنے والا ہوں لیکن اس وقت میں
عبرس جا رہا ہوں۔“

”تم عبرس کیوں جا رہے ہو؟“

”میں بنی الحلال کو نہیں جانتا کہ کیوں جا رہا ہوں؟ کبھی
کبھی مجھے آگاہی ملتی ہے۔ میرے اندر یہ بات پیدا ہوتی ہے
کہ مجھے فلاں جگہ جانا چاہیے۔ فلاں جگہ رہنا چاہیے۔ مجھے یہ
کرتا چاہیے۔ مجھے وہ کرتا چاہیے اور میں اس کے مطابق کرتا
ہوں تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ بہت عیش و آرام سے
زندگی گزارتا ہوں۔“

”تمہارا کوئی کاروبار ہے؟ یا تم خاندانی نہیں ہو؟“

”نہ میں کوئی خاندانی نہیں ہوں۔ نہ میرا کاروبار ہے۔

میں جہاں جاتا ہوں تو اس شہر کے کسی بیک میں میرا اکاؤنٹ
پہلے سے ہی کھلا ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اکاؤنٹ کیسے کھل
جاتا ہے؟ اور میرے دستخط وہاں کیسے ہوجاتے ہیں؟ مجھے جتنی
رقم کی ضرورت ہوتی ہے میں اتنی رقم اس بینک سے لکوا لیتا
ہوں۔“

”پھر تو تم بڑی عجیب و غریب زندگی گزار رہے ہو یا تو

مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟ یا پھر کسی جادوگر کے زیر اثر رہ کر

اس کے آلہ کار بن کر اس کے لیے کام کرتے ہو؟“

”تم میرے اندازے کے مطابق درست کہہ رہے ہو۔

کبھی کبھی میں بھی سچی سچا ہوں لیکن پھر میری سمجھ میں نہیں

آتا کہ اس جادوگر کو میری ذات سے کیا فائدہ پہنچتا ہوگا؟ وہ

مجھ پر کیوں مہربان ہو جاتا ہے؟ مجھے اپنے کسی سوال کا صحیح

جواب نہیں ملتا تو میں اپنے ذہن کو جھک دیتا ہوں۔“

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ”سوچنا ہوں کہ آدمی

سے زیادہ عمر گزار چکا ہوں۔ اب بڑھا پاے تو یہ بڑھا یا کسی کی

محتاجی کے بغیر اگر اسی طرح گزار رہا ہے۔ تو پھر گزارنا

چاہیے۔“

”کیا تم جس سے ملنے ہو اسی طرح اسے اپنے بارے

”نہیں۔ میں آدمی دیکھ کر بات کرتا ہوں۔ قیافہ شناس

ہوں اور تمہارے بارے میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم کسی کے

لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتے ہو۔ اس لیے میری بات بھی کسی

سے کہہ کر میرے لیے مسئلہ پیدا نہیں کرو گے۔“

”تمہارے اعتماد کا شکر ہے میں تمہارے بارے میں کسی

سے کچھ نہیں کہوں گا۔“

”تم بھی تو اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کون ہو؟ کہاں

سے آ رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟“

”میرا نام جوڈی نارنسن ہے۔ میں جلی سے آ رہا ہوں

اور عبرس اپنی بیوی سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔“

کیمرون ہنسنے لگا۔ پارس نے پوچھا ”نہیں کیوں رہے

ہو؟“

”میں نے اپنے بارے میں سب کچھ کچھ دیا لیکن تم

مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنی اصلیت مجھ سے چھپا رہے

ہو۔“

”تم اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری

اصلیت کیا ہے؟ میں کون ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟“

”میں نے کل رات خواب میں دیکھا تھا کہ میں ستر کر رہا

ہوں اور میرا ہم ستر ایک مسلمان لوجوان ہے اور وہ ایک بہت

بڑے باپ کا بیٹا ہے۔“

”یہ بہت بڑے باپ کا بیٹا کیا ہوتا ہے؟“

”یقینی کہ بہت دولت مند باپ کا بیٹا یا پھر بہت مشہور

معروف باپ کا بیٹا یا کسی ایسے شخص کا بیٹا جس نے اس دنیا میں

بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہو اور سب اسے جانتے ہوں۔“

پارس نے اسے ٹوٹتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا

”مستر کیمرون! یا تو تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو

اور جان بوجھ کر انھیں بن رہے ہو؟ یا پھر کچھ نہیں جانتے اور

تمہارے پیچھے کوئی بہت ہی پر اسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ جو

میرے بارے میں جانتا ہے؟“

وہ بولا ”میرا اپنے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں کسی

شخص کے زیر اثر نہیں ہوں۔ کوئی میرے اندر چھپا ہوا نہیں

ہے۔ میرے پاس غیر معمولی علم ہے۔ میں صرف قیافہ شناس

ہی نہیں ہوں۔ بلکہ علم نجوم کا بھی ماہر ہوں۔ چہرے کو ہاتھوں

چاہے کیا ”ہائے پارس! کیا میں تمہاری دیر تمہارے اندر رہ کر

تم سے کچھ باتیں کر سکتی ہوں۔“

پارس نے کیمرون کو دیکھا پھر کہا ”مستر! میں تمہاری دیر

خاموشی چاہتا ہوں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر غور کروں گا

پھر تم سے باتیں کروں گا۔ تمہاری دیر خاموش رہو۔“

پھر اس نے الپا سے کہا ”تم بہت اچھے وقت پر آئی ہو۔

میں چاہتا ہوں کہ میرے اس ہم سفر بوڑھے کے خیالات

پر دو۔ معلوم کرو کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ یہ بہت ہی پر اسرار

ہے۔“

”مجھے اس کی آواز سناؤ۔“

پارس نے کہا ”مستر! تم نے میری بات کا برا تو نہیں مانا

ہے؟“

کیمرون نے کہا ”نہیں۔ ہرگز نہیں۔ جہیں خاموش رہ

کر میری باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ میں بھی خاموش رہوں گا۔“

الپا اس کے اندر پہنچی گئی۔ اس کے خیالات پر ہنسنے لگی پھر

اسے بتانے لگی کہ یہ بوڑھا ایک ماہر علم نجوم ہے۔ قیافہ شناس

ہے اور جسم کے مختلف حصوں کا مطالعہ کر کے اس شخص کے

بارے میں جانتا دیتا ہے۔“

پارس نے کہا ”یہ کہتا ہے کہ اسے آگاہی حاصل ہوتی

ہے اور وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو ہمیشہ خوشحال رہتا

ہے؟“

”یہ درست کہہ رہا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ

ایک مسلمان لوجوان اس کا ہم سفر ہے اور وہ اس کے ساتھ

عبرس جا رہا ہے۔ عبرس پہنچنے سے پہلے اس کے بینک اکاؤنٹ

میں لاکھوں ڈالر جمع ہو گئے ہیں۔ وہ پھر سے خوش حال ہو گیا

ہے۔“

”کیا اس کے خواب میں جو کچھ اسے نظر آتا ہے۔ وہ

اسے آگاہی دیتا ہے؟“

”ہاں۔ جی اس کے لیے آگاہی ہوتی ہے۔ وہ نیند سے

بیدار ہونے کے بعد مجھ گیا تھا کہ اسے عبرس کی طرف سفر کرنا

چاہیے۔ اسے لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل ہوگا اور وہ عبرس

جیسے شہر میں عیش و آرام سے رہے گا۔“

پارس نے کہا ”مجھے خیال ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی
فونی جاننے والا پر اسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ اسے اپنا آلہ کار بنا
ا ہے اور اس نے اسے خاص طور پر میرے پیچھے لگایا ہے۔“
”تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے بھی کچھ ایسا
ہی لگ رہا ہے۔ میں اس کے خیالات اور ذرا گہرائی تک پڑھ
لوں گا۔ اسے باتوں میں الجھائے رکھوں۔“

”یہ معلوم کرو کہ اسے کتنے عرصے سے آگاہی حاصل ہو
رہی ہے۔ کیا مجھ سے جوانی سے باب بڑھا چاہے؟“

”میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔“

وہ اس کے چور خیالات پر ہنسنے لگی ”پچھلے ایک ماہ سے

اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ جب بھی وہ خواب میں کچھ دیکھتا

تھا اور اس خواب کے مطابق عمل کرتا تھا تو اسے لاکھوں ڈالر کا

منافع حاصل ہوتا ہے۔“

”یہ معلوم کر دو کہ اس نے پہلی بار کب خواب دیکھا تھا اور

وہ خواب دیکھنے سے پہلے کیوں لوگوں سے ملتا رہا تھا؟ اور کس

نے اسے زیادہ متاثر کیا تھا؟“

الپا پھر اس کے چور خیالات پر ہنسنے لگی۔ اس کے بعد

یونی ”ایک ماہ پہلے کی گائیک اس کے پاس آئے تھے اور اپنی

قسمت کا حال معلوم کرنے رہے تھے لیکن ان میں سے ایک

ان سب سے مختلف تھا۔“

”وہ کس پہلو سے مختلف تھا؟“

”کیمرون نے اس کے ستاروں کا جائزہ لیا تھا۔ اس

کے ہاتھ کی لکیریں دیکھی تھیں۔ چہرے کو بڑھا تھا۔ جسم کے

حصوں کو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو اور ان کی بناؤ کو بنور

دیکھا تھا۔ ایک ایک چیز کی ہسٹری معلوم کی تھی پھر اس سے کہا

تھا کہ وہ لوجوان پر اسرار علوم جانتا ہے۔ اگر وہ اپنے بارے

میں کچھ بتائے گا اس سے کچھ نہیں چھپائے گا تو اس لوجوان

کے بارے میں اور بھی کچھ بھی باتیں بتا سکے گا۔ مستقبل کا حال

تو دیکھنا بتائے گا۔“

”کیا اس لوجوان نے اسے اپنی اصلیت بتائی تھی؟“

”ہاں۔ اس نے کہا کہ اس کا نام آوازوں ہے۔ وہ

روس کا رہنے والا ہے۔ ٹیلی فونی بھی جانتا ہے اور پر اسرار علوم

سے بھی واقف ہے۔ بہت کچھ جاننے کے باوجود وہ کیمرون

جیسے نجومیوں سے ملتا رہتا ہے اور اپنے مستقبل کے بارے میں

خوش اور ٹہنی باتیں جانتا جاتا رہتا ہے۔ اس نے اپنے پر اسرار علم

کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ کیمرون نامی ماہر نجوم اس کے بہت

کام آسکتا ہے۔ لہذا وہ اس سے ملنے کے لیے آ گیا تھا۔“

پارس نے کہا ”الپا! ہم نے آوازوں کا نام سنا ہے۔“

”ہاں۔ زار روس کے دور میں جس طرح راسپوٹین
دہاں کے بادشاہ کا بہت ہی چیتا ماہر نجوم اور بہت ہی پر اسرار
علم نجوم جاننے والا تھا۔ اسی طرح آوازوں کی اس دربار میں
بھی درجہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے قدم
در بار میں جتنے نہیں دیے۔ جب سے ہی ان دونوں کے
درمیان دشمنی چلی آ رہی ہے۔“

سازشیں کر رہے ہیں تو اس کا مجھ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور وہ آواز دن میرے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟“

”ہات اصل میں یہ ہے کہ میں اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ جناب حمزہ بی بی نے اجازت دی ہے کہ میری بیٹی ادارے سے باہر آئے گی اور میرے ساتھ کچھ عرصے وقت گزارے گی اور جب تک ادارے میں داخل نہیں جائے گی۔ اس وقت تم میرے اور میری بیٹی کے ساتھ رہو گے۔ ایسے

وقت بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشیں رنگ لاسکتی ہیں۔ لہذا ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوگی۔“

پارس نے کہا ”ہاں۔ بات کچھ مجھ میں آ رہی ہے۔ دوستوں نے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ آئندہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ نہیں رہا کروں گا۔ اس لیے وہ ابھی سے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔“

”یہی بات میری سمجھ میں بھی آ رہی ہے کہ وہ لوگ اس بوڑھے کو ابھاریا کر میری بیٹی تک پہنچنا چاہیں گے۔“

”وہ سب ایشی ہے۔ جو دشمن اس کے سامنے تک بھی پہنچنا چاہتا ہے۔ میں اس سے پہلے اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔“

”دشمن جانتے ہیں کہ تم سے مقابلہ کی سخت ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آکر لگا دیے ہیں۔“

”مجھے یہ بتاؤ کہ جناب تمہری بی بی نے ہماری بی بی کے لئے
میں اور کیا کہا ہے؟ کیا تم اس سے ملنے کے لیے میری آ رہی
ہو؟“

”نہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ واپس آ کر ادارے میں
جاؤ گے اور وہاں سے بی بی کو لے کر میرے پاس پاکستان پہنچو
گے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“

”اچھا بات اور واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔
آوازوں نے اپنے پراسرار غم کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ

میری بیٹی میرے ساتھ بیٹس سے لے کر پاکستان کے شہر اسلام آباد تک تمہارے گی۔ اس دوران میں مجھے نقصان پہنچا کر اسے اغوا کیا جاسکتا ہے۔“

”تم کہو تو میں بیٹس آجاتی ہوں۔ ہم دونوں ڈھال بن

کر رہی تھی کہ یہاں لے آئیں گے۔“

”تم خواہاں تھی دور سفر کیوں کر دے گی؟ جہاں ہو دو چہرے سے خیال خوانی کے ذریعے جی کو محفوظ فراہم کر سکتی ہو۔ جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہ سکتی ہو۔“

”پارس! ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ دشمن نے کیمرون (

تمہارے پیچھے کیوں لگایا ہے؟ اور اس کے ذریعے وہ کیا فائدہ

دیوتا / 4

دیوتا/4

کو محسوس کیا پھر پوچھا "الپا! کیا تم مجھ میرے پاس آ سکتی؟"
اس کے خیالات نہیں بدل رہے تھے؟

ایک ہماری بھرم کردار آواز سنائی دی "میں الپا نہیں ہوں۔"
پارس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ دوسرے ہی لمحے میں
بوڑھا ننگے پاؤں پھر اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا۔ بوڑھے کے

ذریعے بول رہا تھا ”مسٹر یارس! میں سمجھا تمہاری الپا
تمہارے اندر ہوگی تو پھر تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔ تھوڑی

دیہ پہلے میں تمہارے اندر رہ کر الپا سے ہونے والی گفتگوں رہا تھا۔ تمہارا اور الپا کا اندازہ درست ہے۔ میں آوازوں ہوں۔

الپا بڑھے کبرون کے اندر تھی۔ اس کے لب و لہجہ کو

بدلتے دیکھ کر اس کے ذہن کو پڑا کچھ سمجھ کر اس کے ذہن نے
آواز دینا بول رہا ہے۔ وہ ذرا افسانہ پارس کے دماغ میں آگئی۔
اس وقت وہ اپنا نام بتا کر کہہ رہا تھا کہ ابھی میں اپنا پورا اقرار
نہیں کر اؤں گا۔ تم لوگوں نے اسے طے طور پر میرے بارے میں
جو معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات غلط نہیں ہیں لیکن اس
کے آگے بھی میرے بارے میں جاننے کے لیے بہت کچھ رہ
جاتا ہے۔

الپا نے کہا ”فی الحال تو ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم
ہم سے کیا چاہتے ہو؟“
”میرے دل میں نیکی ہے جسے تمہارے لیے نیک
خیالات رکھتا ہوں۔ تم دونوں سے دوستی اور رشتے داری چاہتا
ہوں۔“
باربرا نے کہا ”دوستی کا کیا؟ تو مجھ کو آؤ اور اس کے

پارس سے چلا دوئی کی بات تو مجھ میں اس ارضی ہے کہ
 الپا سے دوئی کر کے اسے کس طرح اسرا نکل پہنچانا چاہیے ہو۔
 وہاں کے اکابرین سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں اور تم نے
 ان سے وعدہ کیا ہے کہ کبھی بھی طرح الپا کو ان تک پہنچا دو
 گے۔“

وہ بولا ”تم لوگوں کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ تمہاری کامیابی کا راز یہی ہے کہ تم سب اپنے مخالفین کی ایک

ہاں۔۔۔ جانتا ہوں۔۔۔ جب تم سے دوستی ہو گی تو میں ان سے دوستی کر دوں گا اور اس کی ایک ہی شرط ہو گی۔“

”ان سے دوستی ختم کرنے اور ہم سے دوستی کرنے کی

475

کتابیات اسلامیہ کیشن

شرط کیا ہو سکتی ہے؟

”یہی کہ تم سے رشتہ داری ہو جائے۔“

”یہی ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس قسم کی رشتہ داری

کرنا چاہئے ہو؟“

”تم تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہوں۔ اس سے شادی

کرنا چاہتا ہوں۔“

اپانے کہا ”ہوش میں تو ہو۔ میری بیٹی ابھی سات برس

کی ہے اور تم کم از کم تین چالیس برس کے ضرور ہو گے۔“

”نہیں میری اتنی عمر تو نہیں ہے مگر ہاں میں اٹھائیس برس

کا ہوں۔“

”تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم اپنی سات برس کی بیٹی کا

رشتہ تم سے کر دیں گے؟“

”ابھی نہ دیکھی۔ جب وہ جوان ہو جائے، بالغ ہو جائے

اور شادی کے قابل ہو جائے۔ تب تو رشتہ منظور کیا جاسکتا

ہے؟“

پارس نے کہا ”تم یہودی ہو اور میں مسلمان ہوں میری

بیٹی کا رشتہ تم سے نہیں ہو سکتا گا۔“

”کیوں نہیں ہو سکتا؟ الپا یہودی ہے اور وہ اپنی یہودی

بیٹی کا رشتہ مجھ سے کر سکتی ہے۔“

اپانے کہا ”اولاد کا حسب و نسب باپ سے دیکھا جاتا

ہے۔ ماں سے نہیں۔ لہذا تم رشتے کی بات نہ کرو۔“

”میں کرنا چاہتا ہوں اور ہر حال میں یہ رشتہ کروں گا۔

اس کے لیے چاہے مجھے اپنا مذہب ہی کیوں نہ چھوڑنا

پڑے۔“

پارس نے حیرانی سے پوچھا ”کیا تم کٹر یہودی ہو کر اپنا

مذہب چھوڑ دو گے؟ اسلام قبول کر لو گے؟“

”ہاں۔ اگر تم دونوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار

کیا تو میرے سامنے دو راستے ہی رہ جائیں گے۔ ایک تو یہ کہ

میں تم دونوں سے دشمنی مول لوں اور کسی طرح تمہاری بیٹی کو

اخو اکر کے اپنے پاس لے آؤں اور جبراً اس سے شادی کر لوں

اور دوسرا راستہ یہی دوستی اور خیر سگالی کا ہوگا۔ تم دونوں کا داماد

بننے کے لیے میں اپنا مذہب بدل سکتا ہوں۔ اسلام قبول کر سکتا

ہوں۔ آؤ اگر دیکھ لو۔“

پارس نے کہا ”تعب ہے کہ تم میری بیٹی سے ہی کیوں

شادی کرنا چاہتے ہو؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟“

اپانے کہا ”یقیناً کوئی خاص بات ہوگی۔ مسٹر آوازوں!

تم دلاؤ میرا اس کی سوتیلی ماں ارنا کو ف کی طرح پراسرار

علوم جانتے ہو یقیناً تم نے اپنے کسی پراسرار علم کے ذریعے

معلوم کیا ہے کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت اہم ہوگی؟ اسے

تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ لہذا تم میری بیٹی کو حاصل کرنے

کے لیے اس کا رشتہ مانگ رہے ہو۔“

”میں ہم الپا..... تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ اس لیے

تو برسوں تک اسرا نکل پر حکومت کرتی رہیں اور آج بھی کر سکتی

ہو لیکن تم نے اپنے طور پر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس

سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف اپنی بات کروں گا۔ بے

شک تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے میرے پراسرار علم کے ذریعے

مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیٹی میرے لیے بہت ضروری

ہے۔“

پارس نے کہا ”تعب ہے۔ ہمارے دو بیٹے تم یہودیوں

کے لیے اتنے ضروری کیوں ہو گئے ہیں؟ میرے بھائی پورس

کا بیٹا عدنان راہبہنیں نیکی کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے

اور میری بیٹی تمہارے لیے ضروری ہو گئی ہے۔ آخر یہ معاملہ کیا

ہے؟ کچھ نہ کہو۔ کیا راز ہے؟ عدنان کے بارے میں تو معلوم

ہو چکا ہے۔ نہ چاہتا ہوں کہ وہ راز دے گا۔ دلاؤ میرا اور اس کی

سوتیلی ماں پر خوش طعاریاں چلیں گی۔ اس لیے وہ اسے حامی

کرنا چاہتے ہیں۔ اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری بیٹی

کے بارے میں بتاؤ کہ اسے کس طرح مارنا چاہو گے؟ کیا

رشتے درہن کر؟“

آوازوں نے کہا ”مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی کی زندگی

میری زندگی ہے۔ میں اس کی موت بھی نہیں چاہوں گا۔ یقیناً

اس کی موت سے ہی نہیں اس کے کسی بھی نقصان سے مجھے

نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تقدیر میری تقدیر سے وابستہ ہو گئی

ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اگر الگ

رہیں گے تو دوسرے میں مشکل میں رہوں گا اور ادھر تمہاری بیٹی

مشکل میں گرفتار رہے گی۔“

”مسٹر آوازوں! تم اپنے پراسرار علوم سے اور علم نجوم

سے طرح طرح کے زائچے بنا کر اپنی قسمت اور مستقبل کا حال

معلوم کرتے ہو اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہو۔ اس

کے برعکس ہم اپنے بزرگان دین سے استفادہ کرتے ہیں۔

ہمارے بزرگ جناب علی اسد اللہ تمہاری ہیں۔ ہم ان کی

ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں اسی کے مطابق اپنی

زندگی گزارتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے بھی یہ نہیں کہا کہ

عدنان کی وجہ سے دوسروں پر خوش طعاریاں ہوں گی اور یہ بھی

بھی نہیں کہا کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت لازمی ہے۔ اگر

ایسی کوئی بات ہوگی اور اگر جناب تمہاری ہی ہم سے کچھ نہیں گے

تو ہم اس سلسلے میں غور کریں گے اور پھر تم سے باتیں کریں

گے۔“

آوازوں نے کہا ”آپ میری ایک بات مان لیں کہ

ابھی اپنے بزرگ جناب تمہاری ہی سے رابطہ کریں۔ انہیں

باتیں کہ میں آپ کی بیٹی کا رشتہ طلب کر رہا ہوں اور یہ بھی

بتا دیں کہ میرے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو میں

مناسب انداز میں رشتہ طلب کروں یا پھر آپ کی بیٹی کو خوا

کر کے لے جاؤں؟“

پارس نے سخت لہجے میں کہا ”جو اس مت کرو۔ تم نے

دوسری بار میری بیٹی کو خوا کرنے کی بات کہی ہے۔ اسے خوا

کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس کے لیے ایسا لفظ بھی استعمال نہ

کرنا۔ ورنہ میں تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تمہاری نیندیں اڑ

جائیں گی۔ نہ رات کو سو سکو گے اور نہ ہی دن کو۔ میں ہمیشہ

آپ کی طرح تمہارے دماغ پر چھایا رہوں گا۔“

”میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا ہے۔ یقیناً تم

ایسے ہی ہو سکتے ہو۔ جیسا کہ خود کو ظاہر کر رہے ہو مگر ابھی تو میں

بہت ہی سہولت سے اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر رشتہ

طلب کر رہا ہوں۔“

”تو پھر صاف صاف سن لو کہ ہمیں انکار ہے۔ اگر اپنی

زندگی سے بیزار ہو جاؤ تو میری بیٹی کو خوا کرنے کی جرأت

کرنا۔ تب سمجھ آئے گی کہ اچانک زندگی کیسے مختصر ہو جاتی

ہے۔ اب جاؤ یہاں سے۔“

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ آوازوں اس کے

دماغ سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے لیے الپا بھی اس کے

دماغ سے چلی گئی پھر اس کے اندر آ کر بولی ”جناب تمہاری

نے کہا تھا کہ میری بیٹی جب ادارے سے باہر آئے گی تو بڑے

مسائل پیدا ہوں گے اور ابھی وہ باہر نہیں نکلی ہے تو مسائل پہلے

ہی پیدا ہونے لگے ہیں۔“

آوازوں نے بوڑھے سمیروں کی آواز میں کہا ”مسٹر

پارس تم نے اپنے دماغ سے مجھے نکال دیا تو کوئی بات نہیں

لیکن کتاب میں سے بات کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ مجھے جو کتاب

ہے وہ میں کروں گا۔ اب اس بوڑھے کی بھی مجھے ضرورت نہیں

رہی۔ میں نے سیدھی انگلی سے بھی نکالنا چاہا۔ نہیں نکلا تو اب

خوش انگلی سے نکالوں گا۔ اوکے، گڈ بائے پھر ملاقات

ہوگی۔“

بوڑھا اپنا ستری بیک اٹھاتے ہوئے اپنی سیٹ سے اٹھ

کر کھڑا ہوا پھر بولا ”میں اب پچھلی سیٹ پر چارہا ہوں۔ ذرا

آرام سے ہاتھ پیر پھیلا کر سونا چاہوں گا۔“

دو دہاں سے پیچھے ایک سیٹ پر چلا گیا۔ وہاں کی شیٹیں

دھنسا رہی تھیں۔ وہ واقعی ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ آوازوں یہ

ظاہر کر رہا تھا کہ اب وہ اس بوڑھے کو لڑکا نہیں بنائے گا اور

نہ ہی اسے پارس کے پیچھے لگائے گا۔ پارس نے الپا سے کہا:

”یہ کم بخت ہمیں نادان سمجھتا ہے۔ اپنے آلہ کار کو مجھ سے دور

لے گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اس بوڑھے کو اجنبیت نہیں دوں

گا لیکن میں پیرس پیچھے کیسے اس کی برکزی نظر رکھوں گا۔“

اپانے کہا ”میں اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہوں۔ وہ کم

بخت اپنی عمر نہیں دیکھ رہا ہے۔ میری سات برس کی بیٹی کے

پیچھے پڑ گیا ہے۔“

”جب مٹی کا کینڈا امرنا چاہتا ہے تو وہ رینگتا ہوا سڑک پر

آ جاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ کس کے قدموں تلے روندنا جائے

گا۔ ہمیں اب آوازوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا

چاہیے کہ یہ کون ہے اور کس غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔

ہمیں دشمن کے ہر اختیار اور ہر دھم سے واقف رہنا چاہیے۔“

وہ دونوں ٹھوڑی دیر تک خاموش رہے اور اپنی بیٹی کے

بارے میں سوچتے رہے۔ وہ ایک دیے کی ٹمکی کی ٹمکی اسے

طوفانی ہواؤں سے بچائے رکھتا تھا۔

☆☆☆

آوازوں ماسکو میں تقریباً ستر گلو میٹر کے فاصلے پر ایک

مکان میں تھا۔ اس مکان کے ایک کمرے میں تاشا بیٹھی ہوئی

کالے منتروں کا چاپ کر رہی تھی۔ وہ چودہ برس کی تھی۔ کالا

عمل کرنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی لیکن

آوازوں اس کے پاس موجود تھا۔ اس سے کوئی غلطی ہونی تھی

تو وہ اسے درست کر دیتا تھا اور وہ پھر سے ان منتروں کا چاپ

کرنے لگتی تھی۔

اس مکان سے تقریباً چودہ گلو میٹر کے فاصلے پر ایک اور

خفیہ اڈا تھا۔ وہاں کے ایک کمرے میں عدنان کو چھپا کر رکھا

گیا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ چھوٹی سی پہاڑی پر کھئی

جھاڑیوں کے درمیان۔ دور سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ تاشا جو

کالا عمل کر رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ مکان قریب سے بھی

نظر نہیں آ سکتا تھا۔

اگر دلاؤ میری طرح جھٹکتا ہوا ادھر آ جاتا تو اسے بھی

وہ مکان دکھائی نہ دیتا۔ اس مکان کے دروازے تک پہنچنے کے

لیے تاشا کے کالے عمل کا تو ذکر نا ضروری ہوتا۔

انہیں اطمینان تھا کہ دلاؤ میری یا سونا عدنان کو تلاش

کرتے ہوئے ادھر نہیں آ سکیں گے۔ آئیں گے بھی تو جھٹکتے

رہیں گے اور وہ مکان انہیں کبھی نظر نہیں آئے گا۔ تاشا بوڑی

دوسرے منتروں کا چاپ کر رہی تھی۔ پھر وہ بڑے بڑے رک

کتابیات پبلی کیشنز

مگی۔ آوازوں نے اس کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ”تاشا! کیا ہوا؟“
وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی ”بھائی! میں بہت تھک گئی ہوں۔“

”میری بہن اتنی ہی توی ہے۔ ابھی مری کیا ہے کہ اتنے بڑے بڑے مشردوں کا چاب کرنے لگی ہے۔ ماما نے تو تم پر بہت زیادہ یو ڈھال دیا ہے۔“

”ماما... مجھے برا تا جو مجھے نہیں ڈالتیں۔ وہ اولوپ کی موت کے باعث مجبور ہو گئی ہیں۔ وہاں سوگ میں ہیں۔ اس لیے میں ان کی جگہ مصروف ہو گئی ہوں۔ آخر میں ان کی بیٹی ہوں۔ ان کا کام تو میں ہی سنبھالوں گی ناں؟“

وہ پیار سے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ بھیر کر بولا ”تم بہت ذہین ہو۔ اتنی ہی عمر میں بہت کچھ سمجھ رہی ہو اور ماں کا کام بھی سنبھال رہی ہو۔“

تاشا آوازوں کو بھائی کہہ رہی تھی اور واقعی وہ اس کا بھائی تھا۔ ارنہ کوف نے آوازوں کو جنم دیا تھا لیکن وہ ارنہ کے شوہر راسپوٹین کی اولاد نہیں تھا۔

اس کی مختصر سی ہنسی یہ تھی کہ ارنہ کوف پہلے آوازوں سوم کی بیٹی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا چکا ہے کہ آوازوں زار روس کے دربار میں رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے وہاں قدم جتنے نہیں دیے۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی طرح پراسرار علوم جانے والا آوازوں زار روس کے دربار میں آئے اور اسے کسی پہلو سے کم تر بنائے۔ وہ زار روس کی نظروں میں ہمیشہ برتر رہنا چاہتا تھا۔

راسپوٹین نے آوازوں پر ایک عظیم الزام لگا کر اسے گرفتار کر دیا تھا اور سزائے موت دلوانا چاہتا تھا۔ اس وقت بادشاہ راسپوٹین کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس کے نونی محل اور ٹیلی بیٹھی کے زیر اثر رہا کرتا تھا۔ اس نے بھی حکم دیا تھا کہ آوازوں سوم کو سزائے موت دی جائے۔

ان دنوں ارنہ کوف کے حسن و شباب کا بہت چرچا تھا۔ سب کہتے تھے کہ آوازوں سوم بڑا خوش نصیب ہے جو ارنہ کوف جیسی حسینہ عالم اس کے پہلو میں رہتی ہے۔

راسپوٹین سوم ارنہ پر مرنا تھا۔ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کسی بھی طرح آوازوں سے بچیں لینا چاہتا تھا اور بچیں لینے کا بھی ایک طریقہ تھا کہ وہ اسے سزائے موت دلوارا تھا۔ اس کے بعد ارنہ کوف پیہ ہو جاتی تو وہ اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔

جب آوازوں سوم کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو اس رات ارنہ راسپوٹین کے محل میں اپنی بھر پوری ”تم میرے شوہر سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیوں جان سے مارنا چاہتے ہو؟“

”تم اگر اسے جگانا چاہتی ہو۔ اسے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ میرے پاس آ جاؤ گے۔ شادی کرو اور میرے بچے پیدا کرو۔“

”کیا میں تمہارے پاس آؤں گی تو تم اسے سزائے موت سے بچاؤ گے؟“

”یہ میرے ہاتھیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ زار روس میرے اشاروں پر چلتا ہے میں جو کہوں گا وہی ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تم سے شادی کروں گی لیکن ابھی تو میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔“

”کوئی بات نہیں۔ تم اس کا بچہ پیدا کرو اور اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ۔“

”بچہ چھ ماہ بعد جنم لے گا۔ اس کے دو ماہ بعد میں تمہارے قریب آؤں گی۔“

”یعنی کہ آٹھ ماہ تک مجھے انتظار کرنا ہوگا کوئی بات نہیں ان آٹھ ماہ میں تم آوازوں کے ساتھ بھی نہیں رہو گی۔ تم کی تیسری جگہ تہائی میں دن رات گزارو گی۔ آٹھ ماہ کے بعد اس کا بچہ اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ گی۔“

راسپوٹین نے ارنہ سے تمام معاملات طے کیے پھر اس نے زار روس سے کہا ”آوازوں سوم کو معاف کر دیا جائے۔ اسے سزائے موت نہ دی جائے۔“

وہ زار روس کے دماغ پر حادی تھا۔ اس نے حکم دیا کہ آوازوں سوم کو رہا کر دیا جائے اور اسے شوہر سے دور کی دوسرے علاقے میں جا کر رہنے کا حکم دیا جائے۔

حکم کی کیل کی گئی۔ اسے رہا کر دیا گیا۔ ارنہ کوف نے اس کے پاس آ کر کہا ”میں نے تمہاری زندگی کے لیے خواہ داؤ پر لگایا ہے تم اس شوہر سے چلے جاؤ۔ میں چھ ماہ کے بعد تمہارا بچہ تمہارے حوالے کروں گی۔ تم میرے اس بچے کو تمام پراسرار علوم کے ساتھ ٹیلی بیٹھی بھی سکھاؤ گے۔ میں گی راسپوٹین سے جو کچھ سیکھتی رہوں گی۔ وہ اپنے اس بچے سکھاتی رہوں گی۔“

اس نے چھ ماہ کے بعد ایک بچے کو جنم دیا۔ اس کا جنم آوازوں زار روس کے محل میں ہوا۔ آوازوں سوم سے کہا ”میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تم سے جدا ہونے کے بعد بھی تمہیں بھلا نہیں سکوں گی۔ اپنے بچے کو آوازوں کہہ کر غائب ہونا۔“

کروں گی۔ اس بچے کو دیکھوں گی۔ کبھی ملوں گی اسے چنے سے لگاؤں گی تو یوں۔ لگے گا جیسے میں تمہیں چنے سے لگا رہی ہوں۔“

دو دو ماہ کے بعد راسپوٹین کے پاس آ گئی۔ اس سے شادی کر کے اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہاں اس نے پہلے ایک بچہ کو اور پھر ایک بچے اولوپ کو جنم دیا۔ وہ پیدائشی بیمار تھا پھر تھوڑا سا بارہ برس کے وقت سے ایک بچہ کو جنم دیا اور اس کا نام تاشا کوف رکھا۔

راسپوٹین اس سے پہلے بھی دو شادیاں کر چکا تھا۔ پہلی بیوی سے ولاڈی میر پیدا ہوا تھا۔ دوسری بیوی سے انا بیلانے جنم لیا تھا۔ ان سب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ابھی آوازوں کی ہنسی بیان کی جا رہی ہے۔

اس ہنسی کے مطابق ارنہ نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ پہلا بیٹا جیوف آوازوں اس کے پہلے شوہر سے ہوا تھا۔ اس کے بعد راسپوٹین سے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر ایک بیٹا بیٹا اولوپ کوف آخر میں تاشا پیدا ہوئی۔

بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اولوپ کوف مر چکا تھا۔ اب راسپوٹین سے ہونے والی بیٹی تاشا رہ گئی تھی۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنے پہلے شوہر سے ایک بچے کو جنم دیا تھا اور اسے بھی اپنی طرح پراسرار علم سکھائے تھے اور ٹیلی بیٹھی کا ہنر بھی سکھا تھا اور اسے اتنا زبردست بنا دیا تھا کہ کبھی دوستیوں کے درمیان گھرا ہوا تو ولاڈی میر کو پسینہ آ جاتا۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ آوازوں اس کا سوتیلا بھائی ہے۔ وہ اسے وہی آوازوں سمجھ رہا تھا۔ جوزار روس کے دربار میں رسائی کی کوشش کیا کرتا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔

ولاڈی میر اس بات سے مطمئن تھا اور خوش تھا کہ ارنہ کوف کا جوان بیٹا اولوپ کوف مر چکا ہے اور اس سوتیلی ماں کی کڑواہٹ بھی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے بھی ارنہ کا ایک بیٹا ہے جو اب اس کا ہم عمر ہے۔ اس کی طرح قد آور اور صحت مند ہے اور اس کی طرح پراسرار علوم میں مہارت رکھتا ہے۔

اس وقت ارنہ کا جوان بیٹا آوازوں اپنی چھوٹی بہن تاشا کے ساتھ اس امکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب تاشا کالے محل سے تھک جاتی تھی تو اس کی جگہ وہ محل کرنے لگتا تھا پھر دونوں کالے محل کے دوران میں تھوڑا تھوڑا وقفہ کرتے تھے۔ ذرا آرام سے بات کرتے تھے۔

ایسے وقت سونا وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تاشا اور آوازوں کس مکان میں ہیں۔ اسے تو اپنے پوتے کی بول رہی تھی اور وہ اس کی بولی سمجھ کر ڈرائیو کر کے اس پہاڑی تک پہنچ گئی تھی۔ جس پر وہ چھوٹا سا نادیہ مکان تھا۔

وہ کار سے اتر کر اس چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ پھر اسے بول رہی تھی۔ ادھر جانے لگی۔ وہاں اونچے درخت اور کھجوریاں تھیں۔ ان کھجوریاں کے درمیان وہ بول رہی تھی لیکن وہ ایسا تھا کہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک جگہ رک گئی۔ بریٹان ہو کر سوچنے لگی۔ سامنے کچھ فاصلے پر ایک خالی جگہ دکھائی دے رہی تھی۔ آس پاس درخت تھے۔ وہ خالی جگہ کچھ عجیب سی تھی۔ وہاں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند کے اندر سے پوتے کی بول رہی تھی۔

یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہاں کوئی گڑ بڑ ہے کوئی جادوئی تمنا ہے کہ پوتے کی بول تو آ رہی ہے لیکن پوتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ شاید کالے محل کے ذریعے نظر بند کی گئی ہے۔ تاکہ آنے والے کی نظر کام نہ کر سکے اور عدنان کسی کو دکھائی نہ دے۔

وہ اس خالی جگہ کے ارد گرد گھوم کر سوچنے لگی اور پورے یقین سے سمجھ گئی کہ اس کا پوتا وہیں موجود ہے۔ اگر وہ آگے بڑھے گی اور کسی جادوئی حصار میں داخل ہوگی تو اسے یا اس کے پوتے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

وہ وہاں تک بڑی کامیابی سے یو سمجھتی ہوئی آ گئی تھی۔ اب آگے بڑھنا دانا ہی ہوئی۔ کالے جادو کا تو ذکرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کا جادو کیا گیا ہے اور اس کا توڑ کس طرح کیا جاتا ہے تو پھر وہ کچھ کر سکتی تھی۔

اس کے اندر خیال خوانی کرنے والے موجود تھے۔ اس نے ایک سے کہا ”جناب تمہری بیوی سے کہو۔ میں انہیں یاد کر رہی ہوں۔“

دوسرے لمحے ہی اسے جناب تمہری بیوی کی آواز سنائی دی ”میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہاری انجمنوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اگر تم آگے بڑھنا چاہتے تو میں تمہیں روک دیتا۔ اچھا ہوا کہ خود ہی رک گئی ہو۔“

وہ بولی ”جناب! یہ کیا جادو ہے؟ مجھے اپنے پوتے کی بول رہی ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے؟“

”تمہیں سامنے جو خالی جگہ دکھائی دے رہی ہے۔ وہاں دراصل ایک مکان ہے۔ اس کے اندر عدنان ایک کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کالے جادو کا حصار جہاں سے باہر

ہے۔ وہاں قدم رکھو گی تو انہیں خبر ہو جائے گی اور وہ محتاط ہو جائیں گے۔ تمہیں عدنان تک پہنچنے نہیں دیں گے۔“
”آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ میں اپنے پوتے تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟“
”میں ایک دغیفہ تمہارے اندر پڑھ رہا ہوں۔ تم بھی اسے پڑھو۔ اسے چالیس بار پڑھنے کے بعد تم آگے بڑھو گی تو تمہیں وہ مکان دکھائی دے گا اور تم اس کے اندر پہنچ سکو گی۔“

”پھر تو دشمنوں کو خبر نہیں ہو گی ناں۔۔۔۔۔؟“
”تمہیں۔ دشمنوں کو اس وقت خبر ہو گی جب تم عدنان کو اٹھا کر وہاں سے لے جانا چاہو گی۔“
”میں اسے کیسے یہاں سے لے جا سکو گی؟“
”عدنان کے ایک بازو میں سیاہ رنگ کی پتلی سی ڈوری بندھی ہوئی ہے۔ اس ڈوری پر عمل کیا گیا ہے۔ عدنان جہاں بھی جائے گا۔ اس ڈوری کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے، لہذا اسے جیسے ہی مکان سے نکالا جائے گا تو دشمن وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔“

”اگر میں اس جادوئی ڈوری کو عدنان کے بازو سے کھول کر ایک طرف رکھ دوں تو کیا پھر بھی دشمنوں کو خبر ہو جائے گی؟“
”ہاں۔ اس ڈوری کو کسی بھی جاعار کے ساتھ وابستہ کرنا ہوگا۔ جب ہی انہیں خبر نہیں ہو گی۔ ورنہ وہ ڈوری عدنان سے الگ کر کے کسی بھی لے جانے پر رکھی جائے گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ کوئی عدنان تک پہنچ گیا ہے اور اسے وہاں سے لے جا رہا ہے۔“

سونیا تیزی سے سوچنے لگی پھر اس نے کہا ”ابھی بات ہے۔ میں دغیفہ پڑھ رہی ہوں اور اپنے پوتے کو وہاں سے نکال لوں گی۔“
وہ دغیفہ پڑھنے لگی۔ اس کے اندر ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی اس دغیفہ کو پڑھنے لگے۔ اس دوران میں سونیا اصراراً دوسری جادوئی کتاب کو تلاش کر رہی تھی۔ ایک جگہ اسے ایک خرگوش دکھائی دیا۔ اس نے اسے کسی نہ کسی طرح پکڑ لیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں لے کر بیٹھے سے لگا کر پھر اسی جگہ آگئی اور اس خالی جگہ کو دیکھ کر دغیفہ پڑھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان دھندلا سا دکھائی دینے لگا۔ جیسے جیسے وہ دغیفہ کا ورد کرتی رہی۔ ویسے ویسے وہ مکان اور

زیادہ واضح دکھائی دینے لگا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس مکان کے دروازے پر آئی پھر اسے کھول کر اندر آگئی۔ اس مکان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں دیکھا۔ اس کا پوتا وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوا لیکن پھر دوڑتا ہوا آ کر اس سے پلٹ گیا۔ اس نے اسے کیچے سے لگایا پھر اس کے چہرے کو دوسرے کمرے چھوئے۔ وہ کہنے لگا ”گر جڑ ماما! آپ تو زندہ ہیں؟ لیکن میری مٹی کبہر ہی نہیں کہ آپ مر چکی ہیں؟“

سونیا نے کہا ”بیٹے! اس نے جھوٹ کہا تھا۔ تمہاری ماما تمہیں چھوڑ کر نہیں مرے گی۔ موت آئے گی تو اللہ تعالیٰ سے زندگی مانگ کر تمہاری حفاظت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ کو اپنی جان دے گی۔“

اس نے عدنان کو ایک کمری پر بٹھایا۔ اس کے ایک بازو کو دیکھا۔ وہاں ایک سیاہ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اس ڈوری کو کھولتے ہی فوراً اسے خرگوش کی گردن سے باندھ دیا۔ یہ وہ لمحات تھے۔ جب تاشا کالے منتر دوسرا مکمل کرتے کرتے تھک گئی تھی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی تھی۔ آوازوں میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک کالے عمل میں مصروف رہتا تو اسے پتا چل جاتا کہ سونیا وہاں پہنچ گئی ہے اور کالی ڈوری کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہی ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ دونوں بہن بھائی باتوں میں مصروف رہے۔ اور سونیا اس خرگوش کو بازوؤں میں لیے عدنان کا ہاتھ پکڑ کر دروازے تک آئی پھر خرگوش کو کمرے میں چھوڑ کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اب وہ خرگوش اندر کمرے میں بیٹھنے والے دکھائی دیا۔ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

اس طرح تاشا اور آوازوں میں بیٹھتے تھے کہ عدنان اندر کمرے میں ہے۔ وہ کالی ڈوری انہیں یقین دلانی دیتی کہ وہ کمرے یا مکان سے باہر نہیں گیا ہے۔

سونیا اپنے پوتے کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے وہاں سے جاری تھی۔ جس کا حامی ہوندا اس کو ماسکسے کون؟ اب کوئی کالا جادو کوئی شیطانی عمل اسے اس کے پوتے سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ذہانت کی کھلا ڈی ظلم ہوش رہا کہ جیری ہوئی جلی جاری تھی۔



انا میرا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پورے اسے ٹھکرا کر چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد وہ جیسے ٹھکریاں مارتی تھی۔ وہ نہیں تھا۔ اس کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں تھی۔ لیکن محبت کرنے والے سامنے کے بغیر وہ جیسے کنگال ہو گئی۔

وہ عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روکنے کے لیے شیدائی کا ساتھ دیتی رہی، پورے سے جھوٹ پڑتی رہی، اسے دھوکا دیتی رہی۔ وہ جھوٹ اور فراڈ کو تسلیم کر رہی تھی۔ لیکن دل کو یہ بھی سمجھا رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کی بہتری کی خاطر پورے کو دھوکا دیا تھا۔ جھوٹ کہا تھا لیکن یہ یقین تھا کہ وہ بعد میں پورے کو مانتی۔ اور پھر وہ اپنے بیٹے عدنان اور اپنے بیٹوں سامنے کے ساتھ کسی خوشی زندگی گزارتی رہتی۔

لیکن پورے نے اسے ٹھکرا کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اپنے مذہب تہذیب اور اپنے دین کے قوانین سے منحرف ہو کر اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گا۔ پہلے دین عزیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد دنیا کی سرسبز عریز ہوتی ہیں۔ ایک تو پورے نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ عدنان کم ہو گیا تھا۔ اور تیسری شکل یہ تھی کہ شیدائی سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو اسے وہ نظر نہیں آتی تھی یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ بھی عدنان کی کشمندی سے پریشان ہے اور اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔

شیدائی نے اس سے کہا تھا کہ پورے اگر چھوڑ کر چلا گیا ہے تو اسے جانے دو۔ بعد میں وہ اسے اس کی طرف مائل کر دے گی۔ فی الحال تو عدنان کی فکر کرو۔ وہ مل جائے گا تو رفتہ رفتہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اسے فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ پورے نے پلٹ کر اس کی خبر پتہ نہیں پوچھی تھی۔ اور شیدائی بھی اس سے رابطہ نہیں کر رہی تھی۔ اب یہ بات دل میں پیدا ہو رہی تھی کہ آئندہ بھی شیدائی اسے نظر انداز کرے گی۔ اس کے کام نہیں آئے گی تو وہ عدنان اور پورے سے محروم رہے گی۔ نہ بیٹا۔ نہ بیٹا۔ نہ بیٹا۔ نہ بیٹا۔

اس نے تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد پھر اپنے کمرے میں سے اس چھوٹے سے آئینے کو نکال کر دیکھا تو اس بار آئینے کی بائیں شیدائی نظر آ رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر پوچھی ”میں کس گانا تم نے مجھ سے رابطہ تو کیا۔ کہاں تم ہو گئی تھیں میں

بہت پریشان تھی میں تو عدنان سے بھی محروم ہو گئی ہوں۔ اور پورے سے بھی۔ آخر میرا کیا ہوگا؟“
شیدائی کی آنکھوں نے کہا ”مجھے پتا ہے تم کتنی بار آئینہ دیکھ چکی ہو! مجھے تمہارے پاس آنا چاہئے تھا لیکن میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوں۔ اسے تلاش کر رہی ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ دلا ڈی میرا اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کالے جادو کے ذریعے ہمارے بیٹے کو کہیں چھپا رہے ہیں۔“

”کیا تم عدنان کے دماغ میں نہیں پہنچ رہی ہو؟“
”میں پہنچنا چاہتی ہوں۔ لیکن اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ دھند کالے جادو کی ہے۔ یہ دھند چھپنے کی تو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونے لگا۔“

”اور عدنان کا سراغ نہیں مل رہا ہے اور اصرار پورے کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے تب سے اب تک اس نے ایک فون بھی نہیں کیا ہے۔ جھوٹے منہ میری خبر پتہ بھی نہیں پوچھی ہے۔“

”پہلے بیٹے کی فکر کرو۔ تمہارا وہ چاہئے والا تم سے روٹھ کر جتنی بھی دور جائے گا میں اسے واپس لے آؤں گی۔“

”میں عدنان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں۔ اگرچہ اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ پھر بھی میں دیکھنا چاہتی ہوں شاید مجھے میرے بیٹے کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے؟“

”تم میری آنکھوں میں ڈوب جاؤ۔ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی۔“

وہ شیدائی کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ اور ان کی گہرائیوں میں ڈوبتی رہی۔ پھر اپنے آپ سے اور ارد گرد سے بے خبر ہو گئی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن شیدائی کے بیان کے مطابق وہاں گہری انجمانی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ”عدنان!۔۔۔۔۔ عدنان! تم کہاں ہو بیٹے؟“
دیکھو میں تمہیں آواز دے رہی ہوں۔ میری بات کا جواب دو۔۔۔۔۔

وہ اسے پکار رہی تھی لیکن اس کی آواز عدنان تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے شیدائی کی آواز سنائی دی۔ ”انا میرا مجھے راستہ مل رہا ہے یہاں ایک گنا جنگل ہے اور ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی پر ایک چھوٹا سا مکان ہلکے ہلکے نمودار ہو رہا ہے۔ پہلے وہ مکان نظروں سے اوجھل تھا۔ اب رفتہ رفتہ میں اسے دیکھنے لگی ہوں کسی عورت کی جیسی ہی آواز سنائی دے

ری ہے وہ عربی میں کچھ پڑھ رہی ہے۔ شاید اسی کے نتیجے میں وہ نادیدہ مکان نظر آ رہا ہے۔

انامیریا اس کی باتیں توجہ سے سن رہی تھی۔ اور خوش ہو رہی تھی کہ کسی طرح عدنان کا سراغ ملنے سے والا ہے۔ ادھر شیوانی کہہ رہی تھی کہ اے بھگوان..... وہاں تو سونیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس مکان کے دروازے تک پہنچ گئی تھی اور اب دروازہ کھول کر اندر آگئی ہے۔ اپنے پوتے کو تلاش کر رہی ہے۔

انامیریا نے کہا "شیوانی!..... تمہارے ساتھ میں بھی وہاں تک پہنچ گئی ہوں۔ عدنان کے دماغ سے مدد چھٹ گئی ہے میں اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں۔ وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا ہے اور دوڑتا ہوا جا کر ان سے لپٹ گیا ہے۔"

یہ وہ لمحے تھے جب سونیا نے جناب تمبریزی کی ہدایت کے مطابق ایک وطن پرست چاٹھا اور اس مکان کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس میں داخل ہو کر اپنے پوتے سے مل رہی تھی۔ وہ اپنی دادی کے گلے لگ کر کہہ رہا تھا کہ گریڈ ماما!..... میری کمی بہت بھونپی ہے وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مریجی ہیں؟

انامیریا اس کی بات سن کر شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔ اس نے عدنان سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ کیا مریجی ہے اور اب وہ جھوٹ مکمل گلیا تھا۔ سچ سنا ہے آگیا تھا۔ وہ اپنی دادی کو زندہ دیکھ رہا تھا۔ اس سے لپٹ کر ان سے راکر رہا تھا۔

انامیریا نے کہا "بیٹے!..... میں جھوٹی اور فریبی ہوں میں نے تمہاری بہتری کے لیے یوکی جھوٹ بولا تھا۔ بعد میں تمہیں سمجھانے والی تھی کہ میں تمہیں دادی سے دور کرنا کیوں چاہتی ہوں؟"

وہ بول رہی تھی لیکن عدنان تک اس کی آواز پہنچ نہیں رہی تھی۔ شیوانی نے کہا "یہاں کالے جادو کا اثر ہے سونیا کسی روحانی عمل کے ذریعے وہاں تک پہنچی ہے۔ لیکن ہماری آواز ابھی وہاں نہیں پہنچ سکتی گی۔"

سونیا اس وقت عدنان کے بازو سے وہ ڈوری کھول کر خرگوش کے گلے میں باندھ رہی تھی۔ اور اسے وہاں سے لے جا رہی تھی۔ شیوانی نے کہا "انامیریا!..... دیکھو یہ کتنی چالاک عورت ہے کس طرح سے جادو کا توڑ کر رہی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ اگر ہماری آواز عدنان تک پہنچے گی تب ہی اسے مخاطب نہ کرو۔ ہمیں چپ چاپ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اسے کن راستوں سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانا چاہتی ہے۔"

میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کروں گی۔ اپنے بیٹے کو بابا صاحب کے ادارے کے اندر جانے نہیں دوں گی۔"

انامیریا عدنان کے اندر خاموش تھی۔ چپ چاپ دیکھ رہی۔ اس کے ذریعے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ سونیا اسے لے جا رہی ہے لیکن کہاں لے جا رہی ہے۔ یہ اس لیے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ عدنان اس انجائی جگہ سے واقف نہیں تھا۔

اس جگہ کی نشاندہی کر کے بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ ماسکو سے تقریباً چار سو کلومیٹر دور ہے۔

تھوڑی دیر بعد یہ بتا چلا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا جا رہا ہے۔ سونیا کے تیلی فنی جاننے والوں نے خیال خرابی کے ذریعے اس کی واپسی کے انتظامات کر رکھے تھے۔

ماسکو ایئر پورٹ کے دو طیاروں میں اس کے لیے دو درجے بک کر وائی گئی تھیں۔ وہ کسی بھی طیارے سے جا سکتی تھی۔

شیوانی نے کہا۔ "انامیریا!..... وہ ماسکو میں ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ وہاں سے جرمنی کی طرف جائے گی۔ پھر جرمنی سے فرانس کے شہر پیرس پہنچے گی۔ اس کے بعد وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہے گی۔ یہی ایک سیدھا ساروٹ ہے۔"

آدمی نے کہا "عدنان ایک طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ شیوانی نے کہا "سونیا نے روٹ بدل دیا ہے یہ بارہ تاجستان کے شہر دشا ہے جا رہا ہے۔"

انامیریا نے کہا "یہ اگلے راستے سے کیوں جا رہی ہے۔"

"بہت مقلد ہے۔ جب تک اچھا مقصد۔ حاصل نہیں کر لیتی اس وقت تک اس کی مکاری کئی کئی برس میں آتی۔"

"کسی طرح تمہیں یہ دشا ہے کیوں باہر؟"

"اب ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ تم عدنان سے باتیں کرو۔ اسے سمجھاؤ اور اپنی متا سے متاثر کرو۔ اس کے دل دماغ میں یہ بات پیدا کرو کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔"

انامیریا نے اس کی ہدایت کے مطابق عدنان کو مخاطب کیا "بیٹے!..... میں تمہاری کمی بول رہی ہوں۔"

وہ ناراض ہو کر بولا "ممی!..... آپ اچھی نہیں ہیں۔ بہت گندہ ہیں۔ آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ میرا گریڈ ماما مریجی ہیں؟ تو زندہ ہیں۔ میرے پاس ہیں۔"

دلیوتا 47

"سوری بیٹے!..... مجھے غلط اطلاع ملی تھی ایک دشمن نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ دیا تھا کہ تمہاری گریڈ ماما مریجی ہیں۔ یہ بات ان کے پوتے کو بتادی جائے۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ بعد میں بتا چلا کہ وہ جھوٹا ہے مکار ہے۔ اور مجھے میرے بیٹے کے سامنے جھوٹا بتا رہا ہے۔ سوری بیٹے!..... میری عقلی صاف کر دو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور ماں اپنے بیٹے کو کبھی دھوکا نہیں دیتی۔"

"کوئی بات نہیں ممی!..... جو ہونا تھا وہ ہو گیا مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ گریڈ ماما نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اب اپنے ساتھ مجھے لے جا رہی ہیں۔"

"کیا تم اپنی گریڈ ماما کے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ نہیں رہو گے؟"

"آپ بھی آجائیں ہم سب مل کر ایک جگہ رہیں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے بیٹا!..... وہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہی ہیں۔ اور وہ لوگ مجھے اس ادارے میں نہیں آئے دیں گے دروازے سے ہی بھاگ دیں گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ میری ممی ہیں آپ میرے ساتھ رہیں گی۔"

"میں میں تمہاری گریڈ ماما سے کہتی ہوں۔ لیکن وہ بھی یہی چاہتی ہیں کہ میں تم سے الگ ہو جاؤں۔ تمہاری گریڈ ماما تم سے جتنی محبت کرتی ہیں۔ اتنی ہی مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ اپنی گریڈ ماما سے پوچھو آخر وہ کیوں نفرت کرتی ہیں؟ میرا قصور کیا ہے؟"

اس نے سرگھما کر اپنی گریڈ ماما کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "گریڈ ماما!..... کیا آپ میری ممی سے نفرت کرتی ہیں؟"

وہ بولی۔ "کیا وہ تمہارے اندر موجود ہے؟ تم سے ہاتھیں کر رہی ہے؟"

"ممی ہاں..... ابھی وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی۔ لیکن انہیں اس ادارے میں نہیں آنے دیں گی؟ دروازے سے ہی بھاگ دیں گی؟ آپ میری ممی کو مجھ سے کیوں جدا کرنا چاہتی ہیں؟"

"بیٹے!..... تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔ اس بات کو نہیں سمجھو گے کہ ہم تم اور تمہارے بابا مسلمان ہیں لیکن تمہاری ممی یہودی ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف مسلمانوں کو جانے اور رہنے کی اجازت ہے۔ ہم تمہاری ممی سے یہ جھگڑیں گے کہ وہ دین اسلام قبول کرے کیوں کہ کسی سے زبردستی مذہب تبدیل نہیں کر دیا جاتا۔ اگر وہ ماں ہونے کا

دعویٰ کرتی ہے تو اس سے کہو کہ وہ اسلام قبول کر کے ادارے میں چلی آئے۔"

عدنان نے انامیریا سے پوچھا "ممی!..... آپ ہمارا مذہب کیوں نہیں قبول کر رہی ہیں؟"

"ابھی تمہاری گریڈ ماما نے کہا ہے کہ تم ابھی بچے ہو مذہبی معاملات کو نہیں سمجھو گے۔ چونکہ تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ اس لیے وہ تمہارے معصوم ذہن کو بھکاری ہیں۔ یہی سوال میں کرتی ہوں کہ اگر تم میرے بیٹے ہو اور میرے ساتھ رہنا چاہے ہو تو کیا تم اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتے؟ کیا تم اپنی ماں کی طرح یہودی نہیں بن سکتے؟"

عدنان نے سونیا سے پوچھا۔ "کیا میں اپنی ممی کی طرح یہودی نہیں بن سکتا؟"

"نہیں بیٹے!..... جو باپ کا مذہب ہوتا ہے وہی بیٹے کا ہوتا ہے۔ اس لیے تمہارا مذہب تبدیل نہیں ہو سکتا۔ عورت پانی کی طرح ہوتی ہے جس برتن میں ڈالو وہی شکل اختیار کر لیتی ہے اگر مسلمان کے ساتھ شادی ہو تو مسلمان بن سکتی ہے۔ اسے مذہب تبدیل کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن تم تبدیل کرو گے تو تمہارے پاپا کی پوری سل تبدیل ہو جائے گی۔ اس لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک بات سمجھاتی ہوں اتنی بڑی بڑی باتوں کے ہیر پھیر میں نہ پڑو۔ صاف صاف کہہ دو کہ جو میرے پاپا ہے وہی تم رہو گے اگر تمہارے پاپا اور تمہارے مطابق وہ نہ سکتی ہیں تو ادارے میں چلی آئے بس یہ آخری بات ہے۔"

انامیریا نے کہا "بیٹے! میں نے تمہاری دادی کی آخری بات سن لی ہے۔ میں صرف ایک بات چاہتی ہوں کہ تم میرے بیٹے ہو تمہیں ماں کی گود میں رہنا چاہیے۔ تم بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے انکار کر دو۔"

"کیا پاپا بھی یہی چاہتے ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں؟"

"نہیں..... تمہارے پاپا بھی تمہیں ادارے میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"جب سب یہ چاہتے ہیں تو آپ کیوں ضد کر رہی ہیں؟"

آپ میری بات مان لیں۔ میرے ساتھ ادارے میں چلیں۔"

"بیٹے!..... ہر انسان کو اپنا مذہب پیارا ہوتا ہے یہ بات تم ابھی نہیں سمجھو گے۔ میں اس بحث میں پڑنا بھی نہیں چاہتی بس تم سے ایک ہی بات کہتی ہوں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرو کہ تم مجھ سے جدا نہ ہو سکو۔ میرے ساتھ رہ کر دو۔ اپنی دادی سے پوچھو کہ ایسی کیا صورت ہے کہ تم ادارے میں چلی رہو۔"

اور میرے ساتھ بھی رہا کرو؟“

چاہئے؟“

”جہیں..... میں چاہتا ہوں کہ آپ اس آئینے کو نکال کر دیکھیں۔“

سونیا نے سوچتے ہوئے اپنے پوتے کو دیکھا۔ پھر اپنے بیک میں سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھنے لگی۔ آئینے کی سطح پر اسے اپنا عکس نظر آ رہا تھا۔ وہ عکس دھندلا ہو کر مٹ گیا۔ اور اس جگہ شیوانی نظر آنے لگی۔ وہی غضب ناک پرکشش آنکھیں جو شیوانی کی شخصیت کا حصہ رہی تھیں۔ اس وقت بھی سونیا کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن وہ فو لادی قوت ارادی رکھتی تھی۔ اس لیے سنبھلی ہوئی تھی۔ اور اس سے پوچھ رہی تھی کہ تم پہلی بار مجھ سے مخاطب ہو رہی ہو۔ بولو کیا کہا ہے۔

شیوانی نے کہا ”جہیں سمجھانا چاہتی ہوں کہ اپنے پوتے کی بہتری کے لیے سوچو۔ ضد نہ کرو۔ اسے ادارے نہ لے جاؤ۔“

”تم جانتی ہوں کہ میں کتنی ضدی ہوں۔ میرے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔“

”میں بدل دوں گی۔ اور اگر ایسا نہ کر سکی تو اپنے بیٹے کو ادارے میں جانے سے پہلے ہلاک کر دوں گی۔“

”تجربہ..... تم ایک ماں ہو کر اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کی بات کر رہی ہو؟“

”جب وہ ادارے میں جائے گا تو میرے لیے مرچکا ہو گا کیونکہ ادارے کے اندر میں نہیں جاسکوں گی۔ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔ سیدی سی بات ہے میں اسے مسلمان بنانا نہیں چاہتی میں ہندو ہوں۔ انا میرا یہودی ہے۔ وہ ہم دونوں کے مزاج اور مرضی کے مطابق پرورش پائے گا۔“

”میں جہیں اور انا میرا یا کمونت بھیجے سے نہیں روکوں گی۔ تم جتنے چاہے خواب دیکھتی رہو جب بھی آنکھ کھلے گی۔ تو مایوسی ہی ہوگی۔“

”میں جانتی ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گی لہذا میرا آخری فیصلہ سن لو۔ تمہارا یہ طیارہ تاشقند اور دشا نے کی طرف جا رہا ہے جب تک جاؤ۔ دنیا کے ہر حصے میں جانی رہو میں کبھی اعتراض نہیں کروں گی۔ لیکن جب بھی میرے بیٹے لے کر بابا صاحب کے ادارے کا رخ کرو گی۔ تو اس سے پہلے میں تمہارے طیارے کو تباہ کر دوں گی۔ زمین و آسمان کے درمیان میں دادی پوتے کی موت ہوگی۔ آئندہ سمجھو تا کرنا ہو تو انا میرے بات کر سکتی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کا رخ کر دو گی۔“

عدنان نے بھی سوال سونیا سے کیا۔ وہ بولی ”بیٹے وہاں تم تعلیم حاصل کرو گے اور بہت اچھی تربیت حاصل کرو گے۔ تمہیں ہر ماہ صرف ایک دن کے لیے ادارے سے باہر لایا جائے گا۔ اور تم وہ دن اور رات اپنی می کے ساتھ گزارو گے۔ چوبیس گھنٹے ان کے ساتھ رہنے کے بعد پھر ادارے میں واپس آ جایا کرو گے۔“

”مگر بیڑمما!..... میں ہر دن می کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتا؟ مہینے میں ایک بار ملوں گا تو مجھے یہ بہت یاد آئیں گی میں ان کے بغیر کیسے رہوں گا؟“

”بیٹے!..... رفتہ رفتہ ان کے بغیر رہنے کی عادت ہو جائے گی۔ تمہیں بار بار ادارے سے باہر لایا جائے گا تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جب بھی تم ادارے سے باہر آؤ گے تو تمہارے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اور ہم خطرات سے کھیل کر تمہیں ماں سے ملوائیں گے۔ تمہاری ماں ہمارے اس غلوں اور نیک نیتی کو نہیں سمجھ رہی ہے کہ ہم صرف اس کی متا کی خاطر کس طرح خطرہ مول لیا کریں گے۔“

عدنان نے کہا ”مئی! اتنی باتیں سن کر میرا دماغ گھومنے لگا ہے۔ ایک سیدی سی بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ آپ ہمارا دین اسلام قبول کر لیں اور ادارے میں آ کر ہمارے ساتھ رہیں۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ آپ میری اچھی می ہیں۔ بس آپ میری بات مانیں گی۔“

انا میرا نے شیوانی سے کہا ”تم اس کی باتیں سن رہی ہو۔ اس کی دادی بہت ہی چالاک ہے۔ اسے باتوں سے کس طرح اپنی طرف مائل کر رہی ہے اور متاثر کر رہی ہے؟ یہ صرف دادی سے نہیں اپنے باپ سے اور ان کے پورے خاندان سے متاثر ہے۔ میں ان کے مقابلے میں اکیلے ہوں اس لیے وہ مجھے ان کی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں اسے سمجھ نہیں سکتی کہ میں یہودی ہوں اور مرے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔“

شیوانی نے کہا ”عدنان سے کہو کہ اس کی گریڈز ماکو ابھی آئینہ دیکھنا چاہئے۔ میں اس سے دونوں بات کر دوں گی ابھی آخری فیصلہ ہوگا۔“

انا میرا نے بھی بات عدنان سے کہی۔ عدنان نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا ”مگر بیڑمما!..... کیا آپ کے پاس آئینہ ہے؟“

”ہاں بیٹے!..... میرے بیک میں ہے۔ کیا جہیں

علیم و تربیت دومی۔ دن رات اس کا اس طرح خیال رکھو گی
کتنا ساری سیل کیشن

”تم بھی تو جھوٹا نہیں کر رہے ہو۔“
”تو میں اس فیصلے کے ساتھ فون بند کروں کہ تم“

صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی تو اس سے پہلے ہی
جس طہارے میں سفر کر رہی ہوں گی۔ وہ اسے تباہ کر دے

کہ جیسے ماں اپنے بچے کو پالتی ہوتی ہے پھر یہ جیسے جیو جان ہوگا۔ قد کاٹھ کالے گاتم اس کے سامنے چھوٹی پڑتی جاؤ گی اور یہ تمہارے دل و دماغ پر حاوی ہو جائے گا۔
”بھائی!..... مجھے یہ سب سن کر اچھا تو لگ رہا ہے کیا یہ عدنان بھی اسی طرح مجھے چاہے گا؟ میری طرف مائل ہوگا؟“
”ہم نے تین برس پہلے جب عدنان چند ماہ کا تھا۔ تمہارا اور عدنان کا زائچہ دیکھا تھا۔ دونوں کے ستارے کہہ رہے تھے کہ یہ آپس میں مل جائیں گے تو ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔ ناقابلِ تغیر بن جائیں گے۔ اور بڑی بڑی طاقتوں کو زیر کرتے رہیں گے۔“

وہ حیرانی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہا تھا ”ہم نے تمہارا اور اس کا زائچہ تیار کیا تھا۔ اور جتنی معلومات حاصل کی تھیں وہ سب تمہیں بتائی جائیں گی تین برس پہلے تمہیں ماما نے ایک خاص منتر پڑھنے کی ہدایت کی تھی، اور کہا تھا کہ صبح و شام ایک ایک بار وہ منتر ضرور پڑھا کرو۔“
”ہاں..... میں روز صبح و شام پڑھتی رہتی ہوں۔ ماما نے کہا تھا کہ اس کے ذریعے میں کسی کے دل کی تسخیر کرنے والی ہوں کیا یہ خاص منتر عدنان کے لیے ہی ہے؟“
”ہاں..... خاص عدنان کے لیے ہے تم نے تھوڑی دیر پہلے اس سے ملاقات کی تھی۔ اور وہ تمہیں دیکھتے ہی اس طرح خوشی سے محل اٹھا تھا کہ جیسے کوئی گمشدہ چیز اسے مل گئی ہو۔“
”ہاں..... وہ مجھ میں بہت دلچسپی لے رہا تھا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔“

”یہ ان ہی منٹروں کا اثر ہے کہ وہ پچھلے تین برس سے غیر شعوری طور پر متاثر کرتے آ رہے ہیں اور آئندہ بھی متاثر کریں گے۔“
وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اپنی اور عدنان کی عمر کا حساب کرنے لگی۔ پھر بولی ”جب عدنان اٹھارہ برس کا جوان ہوگا تو میں اٹھائیس برس کی ہو جاؤں گی کیا اس کے سامنے بوڑھی نہیں لگوں گی؟“

”ہرگز نہیں..... جب مرد جوان ہوتا ہے تو اس کے سامنے عمر رسیدہ عورتیں چھوٹی لگتی ہیں۔ پھر تم جیسے علوم سکھ رہی ہو۔ اور جس طرح عملی میدان میں ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا تو تقاضا یہ ہے کہ تمہیں پچیس یا اٹھائیس برس تک شادی نہیں کرنی چاہیے۔ زندگی کے رخ تجربات سے گزرتے رہنا ہوگا۔“

”مجھے یاد پڑتا ہے کتاب میں ایسا پراسرار علم بھی ہے جس پر عمل کرنے سے عورت ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ ماما بھی شاید

بھی کرتی ہیں۔ اسی لیے وہ آج بھی جوان دکھائی دیتی ہیں۔“
”ماں کا ذکر آتے ہی وہ اچانک اداس ہو گئی۔ سر جھکا کر بولی ”ماما پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ہمارا پیار بھائی ادولپ کوف مارا گیا ہے۔ وہ بے چارہ جاری نام کر رہی ہیں۔“
وہ بولا ”ہمیں پیار بھائی کی موت کا دکھ ہے۔ ماما کو بھی صدمہ ہے۔ رفتہ رفتہ یہ صدمہ مہم ہو جائے گا۔“
”بھائی!..... ایک بات پوچھوں؟“
”ہاں..... ہاں ضرور پوچھو۔“
”آپ نے ادولپ کوف کو ہلاک کیا ہے؟“
”ہاں..... کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟“

”نہیں..... جب ماما تم سے ناراض نہیں ہیں۔ تو میں کیسے ناراض ہو سکتی ہوں؟ لیکن یہ کیا مجید ہے؟ ایسا کیوں کیا گیا؟“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم ادولپ کوف کو نہ مارتے تو ولاڈی میرا سے زندہ نہ چھوڑتا۔ یا پھر اس کے ذریعے مسلسل پریشان کرنا رہتا۔ اب وہ کچھ زیادہ ہی پریشان کرنے لگا تھا تم نے دیکھا نہیں اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا؟“
”ہاں..... ہمارا وہ سوتا بھائی ولاڈی میر بہت ہی ظالم ہے۔ اسے تو مر جانا چاہیے۔ میں جب پراسرار علوم میں مہارت حاصل کروں گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“
اس نے بہن کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ”تم فکر نہ کرو اس سے نمٹنے کے لیے میں ہی کافی ہوں۔ پھر یہ یکدم عدنان کو زندہ رکھیں گے۔ تو اس پر حریف خوش طاری ہوئی رہیں گی اور وہ زوال کی طرف جاتے جاتے بہت ہی ذلت کی موت مرے گا۔“

تاشا سر جھکا کر سوچ رہی تھی پھر وہ سر اٹھا کر بولی۔ ”تم اور ماما بائیں کر رہے تھے کہ ہمارا بھائی ادولپ کوف پندرہ برس کے بعد پھر جنم لے اور میں اسے جنم دوں گی۔ بھائی یہ کیا مجید ہے؟“

”ہماری دنیا میں جو بھی جاندار مرتا ہے یا کوئی بے جان شے فنا ہوتی ہے تو پھر وہ کسی دوسری صورت میں اس دنیا میں چلی آتی ہے۔ جو کا غذا تمام استعمال کر چکے ہوتے ہیں۔ ان تمام کا غذا کو مختلف شئیوں اور مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ تو وہ پھر نئی صورت میں تیار ہو جاتے ہیں جو انجان ہم کھاتے ہیں وہ غلامت کی صورت میں کھاد بن کر کھیتوں میں پھینکا ہے۔ اور اس کھاد سے پھر وہی اناج پیدا ہوتا ہے ہم پھر اس اناج کو کھاتے ہیں۔ دنیا بھر کی طرح گھومتی ہے۔ جہاں سے کھوٹا شروع ہوتی ہے اسی جگہ ختم ہو کر پھر وہیں سے کھوٹا

دہاتا 47

شروع کر دیتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان بھی اسی طرح پیدا ہوتا ہے پھر مرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔“
وہ آوازوں کی بات سن رہی تھی۔ اور گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آوازوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بلکے سے ملاتے ہوئے کہا۔ ”کہاں تم ہو؟“
وہ خیالات سے چونک کر بولی ”میرے اور عدنان کے ستارے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو زندگی بھر ساتھ رہنا ہے اور چونکہ ساری بن کر رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس بچے کو جنم دوں گی وہ عدنان کا ہوگا۔ یعنی عدنان ہمارے ادولپ کوف کا باپ بنے گا؟“

”کیسے ہی وہ منہ دبا کر بننے لگی۔ پھر بولی ”بھائی سوچتے ہو کیا لگتا ہے۔“
آوازوں نے بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا ”نقدیر کے کھیل ہیں قدر ہم سب کو اسی طرح ناچ نچاتا ہے اور ہم ناچتے رہتے ہیں۔ تاشا ہنستے رہتے ہیں۔“

وہ بھائی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی ”میرا عدنان سے ملنے کوئی چاہتا ہے۔ کیا ابھی جا سکتی ہوں؟“
”نہیں..... ماما نے تمہیں منتر پڑھتے رہنے کو کہا ہے اور اب کافی وقفہ ہو چکا ہے تمہیں پڑھنا چاہیے۔ جب دھن اسے تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے ہار جائیں گے۔ مابوس ہو کر وہاں چلے جائیں گے تو پھر تم عدنان سے جا کر مل سکو گی۔“

ایسے وقت ارنا کوف نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں غائب کیا۔ ”یہ تم دونوں بھائی بہن کیا کر رہے ہو؟ تاشا!..... میں نے تمہیں منٹروں کا جاب کرنے کو کہا تھا۔“

”ماما! میں کر رہی ہوں۔ ذرا آرام کرنے کے لیے بیٹھی فہم۔ بھائی نے کہا تھا کہ میں چندرہ منٹ تک محکم اتار سکتی ہوں۔“

”بہت محکم اتر چکی چلو منٹروں کا جاب کرو میرے بیٹے کی تفریق ہو چکی ہے میں دو گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔“

تاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں آکر بیٹھ گئی۔ جہاں وہ محروں کا جاب کر رہی تھی۔ وہاں ایک بوڑھے سے قہال میں مہارنگ کی ڈوری بندھی رکھی تھی۔ کالے عمل میں جن لازماً کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب وہاں موجود تھے۔ تاشا اپنی بائیں مارک بیٹھ گئی پھر منٹروں کا جاب کرنے لگی۔

منتر پڑھتے ہی وہ ایک دم سے رگ گئی۔ آوازوں نے گنگرانی سے اس قہال کی طرف دیکھا جس پر وہ سیاہ ڈوری

دہاتا 47

بندھی ہوئی رکھی اچھلتے لگی تھی۔ تاشا خاموش ہوئی تو وہ ڈوری بھی اپنی جگہ رگ گئی۔
آوازوں نے کہا ”تاشا! تم پھر پڑھو ہم دیکھنا چاہتے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے؟“
تاشا پھر پڑھنے لگی وہ ڈوری پھر سے اچھل کر قہال کے کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے سے نکلنے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ قہال کے باہر جانا چاہتی ہو اور اسے راستہ نہ مل رہا ہو۔
آوازوں نے حیرانی سے پوچھا۔ ”ماما! کیا تم تاشا کے اندر موجود ہو؟“

”ہاں..... بیٹے! میں موجود ہوں۔ اور دیکھ رہی ہوں کہ عدنان اپنے کمرے میں ادھر ادھر اچھل رہا ہے۔ بھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے بھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے یہ اسے کیا ہو گیا ہے؟“

وہ سیاہ ڈوری کا عمل کے ذریعے اس سیاہ ڈوری سے وابستہ تھی جو عدنان کے بازو میں باندھی گئی تھی۔ ارنا کوف تاشا اور آوازوں نے نہیں جانتے تھے کہ اب وہ ڈوری عدنان کے بازو سے کھول کر خرگوش کی گردن میں باندھ دی گئی ہے اور وہ خرگوش بند کرے میں ادھر سے ادھر اچھلتا پھر رہا تھا۔ اور باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔

تاشا نے پریشان ہو کر کہا ”ماما! معلوم ہوتا ہے عدنان کسی تکلیف میں مبتلا ہے شاید اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔“

آوازوں نے کہا ”نہیں..... اس پر کوئی جادو کر رہا ہے۔ ولاڈی میرا سے جادو کا توڑ کر رہا ہوگا۔ اسی لیے یہ بچہ تکلیف میں مبتلا ہے۔“

ارنا نے کہا ”میں نہیں مانتی۔ میں نے اس مکان کے چاروں طرف جادو کا ایسا احصار یا غدا ہے کہ ولاڈی میرا اس کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اس حصار کے اندر داخل ہو کر اس مکان تک پہنچ نہیں سکے گا۔“

آوازوں نے کہا۔ ”ماما! وہ خود نہیں پہنچ سکے گا لیکن اپنے منٹروں کو تو پچھتا سکتا؟“

”میں کیسے مانتی ہوں کہ وہ میرے کالے عمل کو توڑ دے گا میں کامیاب ہو رہا ہے۔ فوراً وہاں جاؤ اور عدنان کو سنبھالو۔ اگر واقعی ہمارے جادو کا توڑ کیا جا رہا ہے تو ہم پھر جو باہس پر کالام عمل کریں گے۔“

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلے ہوئے اس دیدہ مکان کے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو

کتابیات پبلی کیشنز

کرتے ہوئے اس نادیدہ مکان کی طرف جانے لگے۔ وہ مکان ان دونوں کے لیے نادیدہ نہیں تھا وہ کار کے ذریعے پہاڑی کے نیچے پہنچے پھر اس پر چڑھتے ہوئے مکان کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے اور اس کمرے کی طرف بڑھے جہاں عدنان کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

آوازوں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹا۔ خرگوش اچھل کر باہر آیا تھا اور بھاگ رہا تھا انہوں نے حیرانی سے دیکھا تو اس خرگوش کی گردن سے وہ ڈوری بندھی ہوئی تھی جو عدنان کے بازو سے باندھی گئی تھی۔

دونوں نے تیزی سے پلٹ کر کمرے کے اندر آ کر دیکھا تو وہ کراخانہ تھا۔ آوازوں نے غصے سے چیخ کر کہا ”ماما! یہ کیا ہو گیا؟ وہ دلاڑی میرے عدنان کو لے گیا ہے۔“

تاشا نادل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ بولی ”مائی گاڈ! اگر اس نے عدنان کو حاصل کیا ہے تو اسے فوراً ہی جان سے مار ڈالے گا۔“

ان تینوں نے بیک وقت خیال خرابی کی پرواز کی پھر عدنان کے دماغ میں پہنچنے تو اطمینان ہوا۔ وہ زندہ تھا لیکن اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس لیے اس کے خیالات بڑھے نہیں جاسکتے تھے اور یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟

تاشا نے دلبرداشتہ ہو کر پوچھا ”ماما! کیا وہ دلاڑی میرے لیے جا رہا ہے؟“

ارتانے کہا ”اگر دلاڑی میرے حاصل کر لیتا تو کہیں نہ لے جاتا فوراً ہی اسے ہلاک کر دیتا۔ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات حاصل کر لیتا۔“

آوازوں نے کہا ”پھر تو اسے سونپا لے جا رہی ہے۔“
ماں نے بیٹے سے کہا ”آوازوں تمہاری کسی آلے کے ذریعے معلوم کر دو کہ وہ کس سمت میں ہے اور ہم سے کتنے فاصلے پر ہے؟“

عدنان کو حاصل کرنے کے بعد ارتانہ کو ف نے صبح سے اس طلسمی آلے کو نہیں دیکھا تھا۔ آوازوں اس آلے کو لے کر بیٹھ گیا۔ اور منتظر بننے لگا۔ اس پر کچھ وقت صرف ہوا۔ جب اس آلے کی سوئی حرکت کرنے لگی تو پتا چلا کہ عدنان ماسکو ایئر پورٹ کی طرف ہے۔ یہ اندازہ ہو گیا کہ سونپا کی طیارے کے ذریعے اسے واپس پیرس لے جا رہی تھی۔

ارتانہ کو ف نے کہا۔ ”فوراً یہاں سے نکل پڑتے رہو

۱۱ اور اس آلے کی رہنمائی حاصل کرتے رہو۔ ایئر پورٹ پہنچے اور اسے جانے سے روکو۔“

آوازوں نے تیزی سے چلا ہوا پیرس آیا۔ تاشا پیچھے بچے دوڑتے ہوئے بولی ”میں بھی جاؤں گی میں عدنان کو واپس لے کر آؤں گی۔“

آوازوں نے کہا ”نہیں تاشا! تم یہاں رہو۔ ماما جی کہتی ہیں ویسا ہی کرو۔ ان تینوں کے والے منتظر ہوں گے رہو۔ جس کے اثر سے وہ اپنی دادی کے ساتھ جانے سے انکار کر دے گا۔“

وہ کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ایئر پورٹ کی طرف جانے لگا۔ ماسکو شہر وہاں سے ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس آلے کی سوئی تار رہی تھی کہ عدنان اب تک وہیں ایئر پورٹ میں ہے لیکن جب وہ ماسکو پہنچا اور ایئر پورٹ کی طرف جانے لگا تو پتا چلا کہ وہ سوئی اپنا رخ بدل رہی ہے۔

اس کے ایئر پورٹ پہنچنے تک سونپا اور عدنان ایک طیارے میں بیٹھ چکے تھے۔ اور وہ طیارہ پرواز کرتا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ اس لیے اس آلے کی سوئی بھی اپنا رخ بدل رہی تھی۔

ارتانہ خیال خرابی کے ذریعے آوازوں کے اندر تھی۔ اور پریشان ہو کر کہہ رہی تھی کہ وہ کم بخت بھینسا اپنے پوتے کو پیرس کی طرف لے جا رہی ہوگی۔

آوازوں نے سمجھنا کر کہا ”اس بچے کا دماغ بھی ایک عجوبہ ہے۔ اچانک خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اس کا کوئی ایک خیال پڑھ کر معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟“

”یہ بچہ ابھی تک زندہ ہے اس سے یقین ہو گیا ہے کہ یہ دلاڑی میرے ہتھے نہیں چڑھا ہے اسی لیے زندہ ہے اور اپنی دادی کے ساتھ جا رہا ہے۔“

وہ تھک ہار کر بولا ”ماما!..... اب تو ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ انتظار کرنا ہوگا۔ وہ طیارہ جہاں پہنچے گا ہم وہاں کے لوگوں کو آلہ کار بنا کر عدنان کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں گے اور ہو سکتا ہے اس وقت تک اس کے گڈمڈ خیالات صبح ہو جائیں۔ اور ہم اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکیں کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہاں سے پھر کہاں جانے والا ہے؟“

تاشا اپنے اسی خفیہ مکان میں آگئی تھی۔ اور اس کمرے میں بیٹھ کر تینوں کے والے منتظر بننے لگی اس کے تصور میں عدنان تھا۔ وہ اسے تینوں کے لیے اسے اپنی طرف

دلیوتا 47

اپنی کرنے کے لیے روانہ ہوئی اسے ان متروک کاجاپ کر رہی تھی۔ عدنان کا دل و دماغ کسی حد تک اس کی طرف مائل ہو رہا تھا انہیں یہ تو بعد میں معلوم ہوئے وہ اتنا دلچسپ ابھی اس منتر دینے والی کا دل اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ شدت سے سوچ رہی تھی کہ عدنان کہیں دور نہ جائے۔ جہاں بھی جائے اپنی دادی سے ضد کرتا رہے کہ وہ واپس تاشا کے پاس جائے۔ اس کے دماغ میں عدنان کے بارے میں خوش کن خیالات پیدا ہو رہے تھے اور وہ بڑی محبت و لگن سے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

انایلا جوانی کی دلہیز پر قدم رکھنے ہی اپنے آئینہ میں خواب دیکھنے لگی تھی۔ خوابوں خیالوں میں وہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر چہرہ دھندلا سا ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اسے چہرے سے پچان نہیں سکتی تھی۔ پھر کئی برس کے انتظار کے بعد کبریا اسے ایک آئینہ میں کی حیثیت سے مل گیا تھا۔

ان دونوں نے ملے ہی ایک دوسرے کو بھرپور محبتیں دیں۔ جلد ہی بے تکلف ہو گئے۔ ایک ہی صحت کے نیچے کئی گھنٹے گزارے۔ عدنان کو دلاڑی میرے کھینچنے سے بچانے کے لیے دونوں نے خیال خرابی کے ذریعے جدوجہد کی۔ سونپا کا ماتھ دیا۔ پھر اچانک ہی حالات ایک دم سے پلٹ گئے۔ وہ ہارے نہیں کھینچنے بھی ساتھ نہ رہ پائے۔ ایک دوسرے سے ہٹا ہو گئے۔

ایک یہی بات آئی کہ وہ یہودی ہے اور کبریا مسلمان پھر دونوں میں کیسے نیچے کی؟ مذہبی اختلافات پیدا ہونے لگے۔ عدنان کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بات ان کے انہوں میں پیدا ہو رہی تھی کہ ان سے جو اولاد دیں ہوں گی۔ تو ان کے سلسلے میں بھی یہی جھگڑا پیدا ہوگا۔ اولاد کو یہودی ہونا چاہئے یا مسلمان؟

باپ کے حوالے سے تو مسلمان ہونا چاہئے لیکن ماں کا لالچیں مانتا۔ وہ اپنے طور پر بھی اولاد کی پرورش کرنا چاہتی ہے وہ دونوں کی نیچے پر نہیں کھینچ سکے۔

انایلا نے کہا ”میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آئندہ لاڈ کے جھگڑے سے محفوظ رہنے کے لیے میں ماں بننے کی راہیں نہیں کروں گی۔“
کبریا نے کہا ”تم اولاد پیدا نہیں کرو گی۔ تو مجھے اولاد کے لیے دوسری شادی کرنی ہوگی میرے ماں باپ اپنی گود میں اپنی پاپتے کی خواہش کریں گے۔ اور ہماری آئندہ نسل کو یہاں چڑھانے کی ضد کریں گے؟“

47

انایلا کسی سوکن کو برداشت کرنے کے لیے راضی نہیں تھی اس نے کہا ”میں اولاد پیدا کروں گی ان میں سے ایک اولاد میری ہوگی۔ دوسری تمہاری تیسری میری ہوگی چوتھی تمہاری.....“

کبریا نے کہا ”یہ حماقت ہے اولاد کو آپس میں بانٹنا نہیں جائے گا۔ آخری فیصلہ یہی ہوگا کہ اولاد جب بھی ہوگی تو وہ باپ کے نام اور حوالے سے پرورش پائے گی۔ اور باپ کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرے گی اور باپ کے ہی مذہب کے مطابق ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارے گی۔“

یہ بات انایلا کو منظور نہیں تھی۔ ابھی کبریا سے اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد تو ابھی دور کی بات تھی لیکن اولاد کے مسئلے پر جھگڑا ایسا پیدا ہوا۔ کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

انایلا نے کچھ اس بدتمیزی سے غصہ دکھایا کہ کبریا اس کے غرور اور ہٹ دھرمی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کے بیٹھے سے نکل آیا۔ چند گھنٹے پہلے ہی اس نے انایلا سے کہا تھا۔ کہ اس کرائے کے بیٹھے کو چھوڑ دو۔ میرا بیٹا بنگلہ ہے وہ اب تمہارا ہے وہاں اپنی ماں کے ساتھ آ کر رہو۔ لیکن آئندہ ساتھ رہنے سے پہلے ہی ساتھ چھوٹ چکا تھا۔

اس نے کبریا کو کوجاتے ہوئے نہ روکا۔ اسے اس بات پر ناز تھا۔ کہ وہ پلٹ کر آئے گا بھی ایک بار دسٹروان برآ کر بیٹھ جائے۔ تو پھر اسے بھاگتے رہیں بھاگتی۔ پلٹ کر پھر آجالی ہے۔

کبریا نے اس کے حسن و شباب کی بڑی تعریفیں کی تھیں اور دیوانہ وار کہتا رہا تھا کہ وہ اس کے حسن کی سوغات کو بھی بھول نہیں پائے گا۔ جہاں بھی جائے گا پلٹ کر اس کے پاس آئے گا۔

وہ تمام رات اس کا انتظار کرتی رہی۔ اور سوچتی رہی کہ جب وہ آئے گا تو کس طرح اس سے کھڑے گی۔ اسے قریب نہیں آنے دے گی۔ اپنے بدن کو کاتھ لگائے گی بھی اجازت نہیں دے گی، اسے خوب تڑپائے گی جب وہ اس کے لیے ترسے لگے گا۔ تب وہ اپنی شرانگنائی کی۔

پہلی شرط یہ ہوگی کہ شادی کے چند برس تک اولاد نہیں ہوگی۔ اور جب ہوگی تو ان میں سے ایک بچہ مسلمان ہوگا تو دوسرا یہودی تیسرا مسلمان ہوگا تو چوتھا یہودی۔ اس طرح سے انصاف کیا جائے گا۔ تب وہ بھی کو دسٹروان پر بیٹھنے کی اجازت دے گی۔

47

کتابیات پہلی کیشنر

وہ لمبی رات انتظار کرتے کرتے گزر گئی۔ وہ نہیں آیا۔ دوسرا دن بھی انتظار میں گزر گیا۔ دوسری شام تک یہ خوش بھی ختم ہو گئی کہ وہ پلٹ کر آنے والوں میں سے ہے۔ وہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایسا بھورا ہے جو ایک ہی بار پھول کی خوبصورتی بچھڑا لیتا ہے۔ اگر چاہتا ہے تو پھر پلٹ کر نہیں آتا۔

بیار بھائی! اونوپ کوف کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ کر نہیں۔
اے حیرانی ہوئی۔ وہ بھگتی کہ اونوپ کوف کا دماغ درود ہو چکا ہے حیرانی اسی بات کی بھی کردہ اچانک سے مر گیا؟
اگر چہ وہ بیار تھا۔ لیکن ایسا بھی بیار نہیں تھا کہ اچانک ہی موت آ جاتی؟

وہ دے یا دیا کہ سوچ لی کہ میں انامیریہ کے اندر پہنچ کر
 پہنچا ہوا ہوں۔ ایک جگہ ٹھہر نہیں پاتیں۔ کوئی اس کے
 لئے اندر نہ رہ سکتا ہے نہ اس کے خیالات بڑھ سکتا ہے۔
 وہ پورے کے ذریعے انامیریہ سے باتیں کر سکتی تھی۔ اور
 نہ ذریعے والا ڈی میر اور اراکوف تک پہنچ سکتی تھی۔ اور
 باتیں کرنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

”ہوں.....“

.....ہاں سمجھ رہا ہوں۔ پتا نہیں تم دونوں کی محبت کی؟ ویسے میں تم دونوں کے حق میں دعا کرتا

ہوتی تو وہ ٹیلی بیسی کے ذریعے تمام اسرائیلی کاربین اور آدمی
افران کے دامنوں پر حاوی ہو جاتا۔ انہیں اپنا معمول اور فرائض
بردار بننا پڑتا۔ پھر اسے حکومت کرنے سے کوئی روک نہیں
سکتا۔“

اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے اسرار علی کا مہینہ سے رابطہ کرنا چاہئے اور یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہاں الپا کے لاف کیا سمجھڑی پک رہی ہے؟ اور آوازوں کیا کر رہا ہے؟ اس کا ذہن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ الپا اور پارس کی جگہ

اصلی بی بی چند گھنٹوں میں ہی یہ معلوم کر چکے تھے کہ شائستہ بائی کو کہاں لے جا کر چھپایا گیا ہے پھر ہم وہاں سے اسے لے آئے تھے۔

”کوئی دشمن تمہارے اندر آ کر تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ مہادیو بھاشیا بن کر اور چنڈال بن کر بھی تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔“

اسے بھائی سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔

وہ گھر آکر اپنے دونوں بیٹوں ریش اور جیش چندر سے جھگڑا کرنے لگا۔ ”تم لوگ میرے بھائی سے کیا دشمنی کر رہے ہو؟ وہ صرف میرا بھائی نہیں تمہارا باپ بھی ہے۔ تم نے اس کے خون سے جہنم لیا ہے۔“

ریش نے کہا: ”لیکن جس ماں نے ہمیں جنم دیا اس ماں کو اس نے قتل کیا ہے۔ وہ ہماری ماں کا قاتل ہے۔“

جیش نے کہا: ”وہ بہت ہی بدینیت اور شیطان ہے اس نے اپنی ہونے والی بوبو بری نظر ڈالی تھی۔“

”اگر تمہارے باپ نے ایسی غلطیاں کی ہیں تو تم اسے معاف کر سکتے ہو۔ اسے توبہ کرنے اور سنبھلنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن تم نے اسے پاگل خانے بھیج دیا ہے یہ کیسا انتقام لے رہے ہو؟“

”اس کی سزا بھی ہے۔ اب وہ مرتے دم تک پاگل خانے میں رہے گا میرا اسے باپ نہیں آنے دیں گے۔“

وہ غصے سے بولا: ”میرا نام بھی جگدیش چندر ہے میں اپنے بھائی کو اس پاگل خانے سے نکال کر لاؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تم اس کے خلاف کیا سازشیں کرو گے۔ میں تمہاری ہر سازش کا منہ توڑ جواب دوں گا۔“

وہ غصے سے پاؤں پٹپٹا ہوا چلا گیا۔ وہ تمہا کیا کر سکتا تھا وہ تو بچی بھڑا تھا کہ صرف دونوں بیٹے باپ سے بدن ہو گئے ہیں۔ اور خواہ وہ خواہ دشمنی کر رہے ہیں۔ اس نے سوچ لیا کہ اپنے بھائی ہریش چندر کے وکیل سے ملاقات کرے گا۔ اور قانونی طور پر اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد پاگل خانے جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے گا۔ وہاں اس کے حالات معلوم ہونے کے بعد اس کے لیے مقدمہ لڑے گا۔ اس بات کو عدالت میں لائے گا کہ اس کا بھائی ہریش چندر پاگل نہیں ہے۔ اس کے بیٹے اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ٹیلی فنی جیسٹ جانے والا بھی اس کے بھائی یعنی چندر کے خلاف ہے اور وہ خیال خروانی کے ذریعے اسے پاگل بنائے رکھتا ہے۔ اب اسے وہاں سے کوئی رہائی نہیں دلائیے گا۔

دوسری صبح جنس راج جو گیا ناگ پور کے قریب پاگل خانے پہنچنے والا تھا۔ اور وہاں اپنے باپ سے ملاقات کرنے والا تھا۔ اس وقت تک ٹوٹی بے انتہا کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے پہلی اور آخری بار انتہا کو شہر سلطانہ کی حیثیت سے ممبئی انٹر پورٹ پر دیکھا تھا۔ وہ وہیں گم ہوئی تھی۔ کسی نے اسے اس طرح انکار کیا تھا کہ پھر وہ اور چندر ال خیال خروانی کے

ذریعے انتہا تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ پھر انہیں اتنی فرصت نہیں ملی کہ وہ بار بار انتہا کو تلاش کرتے انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اہم معاملات سے فارغ ہو کر اسے تلاش کریں گے۔

وہ اب پاگل خانے میں تھا۔ اور یہ انتہا کی کارروائی کے لیے انتہا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

انتہا ممبئی انٹر پورٹ سے گم ہوئی تھی۔ اسے گم کرنے والا بھیٹا ٹیلی فنی جیسٹ جانتا ہوگا۔ تب ہی اس نے تو بچی گم کے ذریعے دماغ کو لاگ کر دیا تھا۔ تاکہ اس کا باپ یا دوسرا کوئی خیال خروانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ سکے۔

ٹوٹی بے اسے تلاش کرنے کے لیے ممبئی جاسکتا تھا بھی کلکتہ شہر پہنچا ہوا۔ وہاں سے وہ ممبئی جانے سے پہلے ناگ پور جانا چاہتا تھا۔ اپنی آنکھوں سے چندر ال کی حالت زار دیکھنا چاہتا تھا۔

اگر انتہا اسے مل جاتی تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بھی پاگل خانے میں لے جاتا۔ اور دونوں باپ بنی کا سامنا کرواتا جس طرح دوسری صبح جنس راج کا سامنا چندر ال سے کرانے والا تھا۔ وہ بیٹا اپنے پاگل باپ سے ملنے کے لیے ناگ پور پہنچنے والا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ انتہا ملے گی تو پہلے اس کے حسن و شہاب کی دجیاں اڑائے گا پھر اس کے باپ کے سامنے اسے لے جا کر موت کے گھاٹ اتارے گا۔ اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ بڑی شدت سے اسے تلاش کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ محنت اور لگن سے تلاش کیا جائے تو گھاس کے اندر سے چھپی ہوئی سوئی بھی مل جاتی ہے۔

کلکتہ شہر میں انتہا تو نہ ملی لیکن اس کے ملنے کے آثار پیدا ہو گئے۔ وہ ناگ پور جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ ادا کر دیا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ایئر پورٹ پہنچا۔ تو وہاں اسے ایک خوبصورت عورت دکھائی دی۔ وہ دہلی جانے کے لیے ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن جگہ نہیں مل رہی تھی۔ کاؤنٹر گرل سے التجا کر رہی تھی کہ کسی طرح اسے ایک سیٹ دے دی جائے۔

لیکن وہ کاؤنٹر گرل مجبور تھی کیوں نہ تھا کہ ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ ٹوٹی بے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس حینہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

پتا چلا کہ اس کا نام ارچنا ہے۔ یہ وہی ارچنا تھی جو کسی کالیا اسرائیلی کے زیر اثر رہ کر اسٹیکنگ کر رہی تھی۔ وہ امریکا سے تین کروڑ کے ہیرے لے کر آئی تھی۔ ہندوستان پہنچ کر اس نے کالیا کو دھوکا دیا۔ اور وہ ہیرے لے کر فرار ہوئی تھی۔

دیوتا 47

یہ ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

فرمان اور شہر سلطانہ نے اسے فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ وہ وہاں سے کلکتہ چلی گئی تھی۔

ارچنا دل کی بہت اچھی تھی۔ اس نے کالیا کو مجبور ہو کر دھوکا دیا تھا، کیونکہ وہ اسے اپنی داشت بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اور اپنے اسٹیکنگ کے دھندے میں حصے دار بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔

پھر اس نے دیکھا تھا کہ اس دھندے میں خطرہ ہے کالیا اسے ایسے وقت آگے کر دیتا تھا۔ جب وہ پولیس اور کسٹم والوں سے بچ کر نکل آتی تھی۔ تب آکر اس سے ملتا تھا۔ اور اگر وہ بھی پھنس جاتی تو اسے پولیس والوں سے نجات دلانے کے لیے بھی آگے نہ آتا۔ اگر آتا تو خود بھی پکڑا جاتا۔

وہ اس کی مکاری کو خوب جانتی تھی۔ اس لیے اسے دھوکا دے کر ان ہیروں کو دہلی میں فروخت کر کے کلکتہ چلی آئی تھی۔

ٹوٹی نے ارچنا سے پوچھا: ”کیا دہلی بہت ضروری جانا ہے؟ میں تمہارے لیے پکڑ کر سکتا ہوں؟“

وہ خوش ہو کر بولی: ”کیا میرے لیے ایک سیٹ ادا کے کر سکتے ہو؟“

”بے شک کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔“

اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا: ”دیکھیں دہلی جانے والی فلائٹ اب سے چھ گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ ان چھ گھنٹوں میں کوئی نہ کوئی مسافر اپنی سیٹ کینسل کر سکتا ہے کیا اس وقت آپ وہ سیٹ ان میں سے کوئی دے سکتیں؟“

کاؤنٹر گرل نے کہا: ”ایسے امید دار کہتے ہی ہیں سب اپنے نام اور بچے لکھوا کر گئے ہیں یہ بھی اپنا نام پتا لکھوادیں۔ جس کی باری ہوگی اسے انعام کیا جائے گا۔ اور اسے ہی پہلے سیٹ دی جائے گی۔“

ارچنا نے ٹوٹی بے کے مشورے کے مطابق اپنا نام لکھوایا۔ ”یہاں میرا کوئی مستقل پتا نہیں ہے۔ میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا۔ میں نے وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا ہے۔ میرا موبائل فون نمبر نوٹ کریں۔ اور اس پر مجھے اطلاع دیں۔“

وہ اپنا فون نمبر اور پتا نوٹ کرانے کے بعد ٹوٹی بے کا شکر یہ ادا کر کے جانے لگی۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا: ”کیا یہاں تم بائیں تھا؟ اگلے چھ گھنٹے کہاں گزاردی؟ کیا یہ وقت میرے ساتھ نہیں گزرا سکتیں۔“

وہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی: ”تم ہنڈم ہو اچھے خاصے صحت مند جوان ہو۔ لیکن میں دودھ کی چلی ہوں۔ اس لیے مجھ سے لطف لینے کی کوشش نہ کرو۔“

دیوتا 47

ممبئی میں ارچنا کو ایک جوان نے اسی طرح دھوکا دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کالیا سے دھوکا کھا چکی تھی۔ اس لیے کسی پر بھروسہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

ٹوٹی نے کہا: ”میں جانتا ہوں کہ تم پہلے بھی دھوکے کھا چکی ہو۔ کسی مرد پر بھروسہ کرنا نہیں چاہتی لیکن میں تمہیں اعتماد دلاؤں گا اور تم میرے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”کیا تم مجھے مجبور کرو گے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ سیدی انگلی سے بھی نہیں نکلے تو انگلی کو ٹیڑھا کرنا ہی پڑے گا۔ کالیا اسرائیلی ممبئی میں ہے۔“

وہ کالیا اسرائیلی کا نام سن ایک دم سے چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی وہ بولا: ”میں ابھی ایک فون کروں گا تو وہ صبح تک کسی بھی فلائٹ سے یہاں آجائے گا تم نے اس کے تین کروڑ کے ہیروں کو دہلی میں فروخت کیا ہے۔ وہ بھاگتے چوری لنگوٹی سمجھ کر وہی دہلی روڈ روپے تم سے چھین لے گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی: ”تم کون ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہو اکر میں نے یہ سب کچھ کیا ہے؟“

”میرے بارے میں تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارا ایک بہت اچھا ساتھی ثابت ہوں گا۔ تم اتنی بڑی دنیا میں بائیں تھا ہو تمہیں ایک قابل اعتماد دوست اور محبوب کی ضرورت ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی تمہیں ضرورت ہے۔“

اس نے سوچتے ہوئے ٹوٹی کو دیکھا۔ پھر مجبور ہو کر سوچنے لگی کہ اس سے دوستی کرنی ہی ہوگی۔ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ سوچ دیکھ کر میں اسے دھوکا دوں گی اور کہیں جا کر چھپ جاؤں گی۔

وہ مجبور ہو کر بولی: ”میرے پاس چھ گھنٹے ہیں میں چھ گھنٹے تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد دہلی چلی جاؤں گی۔“

وہ مسکرا کر اس کے بازو کو تھام کر بولا: ”چھ گھنٹے بہت ہوتے ہیں آؤ چلیں کسی فائینا سٹار ہوٹل میں کرا لے کر وقت گزارتے ہیں۔“

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی: ”میں چھ گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہوں گی اس کے بعد تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔ مجھے بلک میل نہیں کرو گے؟“

”یہ ساری باتیں ہوٹل میں چل کر ہوں گی۔“

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ اس نے پہلے تو ارچنا کے مختصر سے خیالات پڑھے تھے پھر تفصیل سے خیالات پڑھنے لگا۔ تو پتا چلا کہ کالیا اسرائیلی ممبئی میں کہاں رہتا ہے اور

کتابیات پبلی کیشنز

75

دیوتا 47

74

کتابیات پبلی کیشنز

اس کے ساتھ جوئی لڑکی ہے اس کا شہر سلطانہ ہے اور وہ شہر سلطانہ وہی ہے جسے کالیا ایئر پورٹ سے انوا کر کے لے گیا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ارچنا نے اپنے تین کروڑ کے میرے شہر سلطانہ کے حوالے کیے ہیں۔

اس حد تک خیالات پڑھنے کے بعد ٹوٹی سمجھ گیا کہ ارچنا جسے شہر سلطانہ کہہ رہی ہے وہی دراصل انیتا ہے اور چندال نے شہر سلطانہ کے نام میں انیتا کو پہنچا دیا تھا۔

ٹوٹی نے کو اطمینان ہو گیا کہ وہ تقریباً انیتا کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے اتنا تو معلوم ہو ہی گیا کہ انیتا شہر سلطانہ کے اندر چھپی ہوئی ہے دوسرے دن مہنی جا کر اسے کالیا کے چنگل سے چمڑا سلاکھا تھا۔ پھر خیال خونی کے ذریعے اسے ناگ پور شہر بلا کر اس کے باپ سے اس کا سامنا کرا سکتا ہے اور اس کے سامنے ہی اتفاقی کارروائی کر سکتا تھا۔

ارچنا کے دل میں طرح طرح کے دوسے پیدا ہو رہے تھے لیکن ہونٹ بچھ کر ٹوٹی بے اتنی محبت سے پیش آتا رہا اور اسے یقین دلانا رہا کہ وہی اس کا بہترین ساتھی ہے اور وہی آئندہ اسے ہر طرح کا تحفظ دیتا رہے گا۔

ہونٹ بچھنے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر ہی ارچنا اس سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ اس نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی دیوانی ہوئی۔ اس کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر بولی "اب میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میرے پاس جو اتنی بڑی رقم رہی ہوئی ہے یہ بھی تم ہی رکھ لو لیکن مجھے مہر پور احاطہ اور نہیں دیتے رہو۔"

"تمہیں محبت بھی ملے گی۔ میرا اعتماد بھی ملے گا۔ اور دو کروڑ سے زیادہ رقم بھی ملے گی میں کوئی کنگال نہیں ہوں۔ دنیا کا سب سے امیر ترین شخص ہوں۔ یہ بات تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گی۔"

اس نے ارچنا سے شہر سلطانہ اور کالیا اسرائی کے فون نمبر معلوم کیے تھے۔ پھر ایک بی بی ایو کے ذریعے اس نے کالیا سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف اس کی آواز سنائی دی "چلو..... میں کالیا اسرائی بول رہی ہوں تم کون ہو؟"

"مجھے یہ حال دوست ہی سمجھو بعد میں دشمن بھی بن سکتا ہوں۔"

پتا چلا کہ اس نے تو ہی محل کے ذریعے اس کے دماغ کو اس کا خیال خونی بنے کے خیال خونی کے ذریعے اس کے اندر چھپا دیا کیا کہ وہ کسی بہانے سے شہر سلطانہ کو بل پر سلائے گا۔ اور پھر اس پر تو ہی محل کر کے اس کے دماغ کے دروازے کھولے گا۔

اسرائی کی سوچ نے بتایا کہ وہ پچھلے دو دنوں سے بھی سوچ رہا ہے کہ شہر سلطانہ پر تو ہی محل کرے گا لیکن کہ نہیں پتا رہا ہے بھی تو بہت زیادہ مصروف ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے کہ وہ تو ہی محل بھول گیا ہے محل کرتے کرتے وہ رک جاتا ہے۔

ٹوٹی نے اس کے اندر یہ مضبوط ارادہ پیدا کیا کہ اس بار وہ تو ہی محل کرنا نہیں بھولے گا۔ اور اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کے دماغ کے دروازے کھول دے گا۔

ادھر ٹوٹی اپنے طور پر کالیا کو تو ہی محل کے لیے تیار کر رہا تھا۔ ادھر ٹوٹی نے موبائل فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "تم میرے دماغ میں اچانک کیوں آ رہے تھے؟ جب کہ ہمارے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ پہلے فون پر بات ہوگی پھر تم میرے اندر آؤ گے۔"

فرمان نے حیرانی سے کہا "میں تمہارے اندر نہیں آیا تھا۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "ابھی تم وقفے وقفے سے دو بار میرے اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں نے سانس روک لی تھی۔"

"شہر سلطانہ! پھر تو کوئی کڑ بڑ ہے کوئی دوسرا خیال خونی کرنے والا تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔"

ایسے ہی وقت کالیا نے اس کے پاس آ کر کہا "شہر سلطانہ! ابھی اپنے روم میں چلاؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کوئی محل کا وقت نہیں ہے اور تم مجھ پر خواہ مخواہ عمل کرنا کیوں چاہتے ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم پر تو ہی محل کرنے کے دوران مجھے ناکا کیوں ہوئی ہے؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے کوئی تلخی پہنچی کرنے والا تمہارے اندر چھپا ہوا اور وہ مجھے اکام بتاتا رہا ہے۔"

"اگر میرے اندر کوئی چھپا ہوا ہے تو کیا تم اسے باہر نکال سکو گے۔"

"ہاں..... ابھی میں چٹانوں کے ذریعے اسے یہاں سے نکال دوں گا تم کسی دشمن کو میرے گھر میں پناہ دے رہی ہو۔"

"تم فضول باتیں کر رہے ہو۔"

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں، جب سے ارچنا میرے ہیرے بچ کر یہاں سے فرار ہوئی ہے اس دن سے میں تم پر تو ہی محل کرنا چاہتا ہوں اور ہمیشہ ناکام رہتا ہوں۔ آخر بات کیا ہے آج یہ میں معلوم کر کے ہی رہوں گا۔"

پھر اس کی توجہ موبائل فون کی طرف مگی اس نے چوک کر پوچھا "یہ تم فون پر کس سے بات کر رہی ہو؟"

"یہ میرا پرنسپل معاملہ ہے میں تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتی ہوں تم بھی میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔"

"شہر سلطانہ! تم بہت سر چڑھتی جا رہی ہو۔ میں نے تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار پوری طرح نہیں پایا۔ یہ میری غلطی تھی۔ تمہاری شرائط مان کر میں نے زندگی میں پہلی بار بہت بڑی بھول کی ہے۔ اب میں پوری طرح تمہیں اپنے تو ہی محل کے قصبے میں جکڑ لوں گا۔ وہ موبائل مجھے دو جس سے بات کر رہی ہو۔ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بات کرے۔ تم سے اس کا تعلق کیا ہے؟"

وہ فون لینے کے لیے آگے بڑھا۔ شہر سلطانہ پیچھے ہٹ کر بولی "میں فون نہیں دوں گی۔"

"مجھے مجبور نہ کرذیہ فون سیدی طرح میرے حوالے کر دو۔"

"کیا تم زبردستی کرو گے؟ یہ فون مجھ سے جھین لو گے؟"

"میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے دے دو ورنہ جھین لوں گا اور معلوم کروں گا کہ تم اپنے کس پار سے باتیں کر رہی ہو؟"

وہ آگے بڑھا تو وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی اور بولی "دیکھو..... میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔"

وہ ٹھوہر انداز میں بولا "کیا برا ہوگا؟ کیا تم کسی سپر مین کی بیٹی ہو کہ میرے قریب آتے ہی مجھے اٹھا کر باہر پھینک دو؟"

"ہاں..... میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ اس لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں جب تک دوستی ہے دوستی رکھو ورنہ بچھاؤ گے۔"

"تمہارے بچھانے کی ایسی کی تھی۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر آیا پھر اس کے موبائل فون والے ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا چاہا۔ ایسے ہی وقت وہ وہاں سے اچھل کر دور جا کر۔

ٹوٹی بے کالیا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اسے یہاں اسرائی نے پوچھا تھا کہ کیا تم سپر مین کی بیٹی ہو کہ میں تمہیں ہاتھ لگاؤں گا تو تم مجھے یہاں سے باہر پھینک دو؟

اور یہی ہوا تھا۔ وہ اسے ہاتھ لگانے گیا تو اچھل کر بہت دور جا کر گر پڑا تھا۔ اس طرح صاف سمجھ میں آ گیا تھا کہ شمر سلطانہ کے پیچھے کوئی ٹیلی پیچی جانے والا چھپا ہوا ہے۔

کالیا فرس پر پڑا دیدے بھاڑے شمر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "مرد کے بچے ہو تو آؤ آگے بڑھو۔۔۔۔۔ اور مجھے ہاتھ لگاؤ۔"

وہ فرس پر سے اٹھنے ہوئے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا "یہ۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟ میں اتنی دور جا کر کیسے گر پڑا؟"

وہ فرسے بولی "اگر تم تو یہی عمل جانتے ہو تو میں بھی کچھ جانتی ہوں اور جو کچھ جانتی ہوں۔ اس کا نتیجہ ابھی تمہارے سامنے آیا ہے۔"

ٹوٹی کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ شمر سلطانہ کے اندر ایسا ہے اس لیے اس کا عاشق ٹیلی پیچی جانے والا فرمان وہاں موجود ہے اور وہی شمر سلطانہ کو کالیا کی زور بدستی سے بچارا ہے۔

اب ٹوٹی کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہئے؟ کیا خاموش تماشا بن کر رہنا چاہئے؟ یا پھر خود کو ظاہر کر دینا چاہئے؟

شمر سلطانہ کے تصور تیار ہے کہ وہ کالیا کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ اگر وہ چلی تو پھر ٹوٹی بے کے پاس ایسا کوئی آلہ کار نہیں رہے گا کہ جس کے ذریعے وہ شمر سلطانہ پر نظر رکھ سکے۔ اور کسی طرح اس کے اندر ایسا تک پہنچ سکے۔

اس وقت محفل نے سمجھا یا کہ شمر سلطانہ اور فرمان سے دوستانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ تب ہی وہ ایسا تک پہنچ سکے گا۔

اس نے کالیا کی زبان سے کہا "شمر سلطانہ! میں اس وقت کالیا اسرائیلی نہیں ہوں۔ میرا نام مہادیو بھائی ہے اور میں چنڈال جو گیا کا دست راست ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچانتی ہو لیکن ایسا میری آواز سن رہی ہو گی وہ مجھے پہچان رہی ہو گی۔"

یہ بات سنتے ہی شمر سلطانہ کے اندر ایسا چلنے لگی کہنے لگی "ہاں۔۔۔۔۔ ہاں میں جانتی ہوں کہ یہ مہادیو بھائی ہے۔ یہ امریکا سے یہاں آیا تھا ایئر پورٹ پر اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں اس سے چھڑ گئی تھی۔"

شمر سلطانہ حیرانی سے کچھ سمجھتے سمجھتے ہوئے یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے موبائل فون پر کہا "فرمان! میرے اندر آ جاؤ یہاں معاملہ کچھ ہے کچھ ہو رہا ہے۔"

فرمان نے اس کے اندر آ کر کہا "شمر! میں یوں بھی

ملاقات دو بار نہیں ہو سکتی؟"

"ملاقاتیں ہوتی رہیں گی پہلے یہ بتاؤ کہ میرے پتا کی کہاں ہیں؟"

"وہ بہت بری حالت میں ہیں۔ ان کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے اور اس وقت وہ پاگل خانے میں ایک قیدی بنے ہوئے ہیں۔"

اینتا بے پریشان ہو کر کہا "نہیں۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے پتا کی فولا دی دماغ رکھتے ہیں۔ بہت بڑے مہا کیانی ہیں۔ ان کا دماغ کمزور نہیں ہو سکتا۔ وہ پاگل نہیں ہو سکتے؟"

"وہ اس وقت ناگ پور کے قریب ایک پاگل خانے میں ہیں تم جب جاؤ پتا آگھوں سے جا کر وہاں دیکھ سکتی ہو۔"

"وہ آج کل کل روپ میں ہیں؟"

"فرمان! تلویور نے ان کی زندگی حرام کر دی تھی۔ انہیں مرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی آتما نے ان کا جسم چھوڑ دیا ہے اور اب ایک نئے جسم میں ہیں۔ وہ جسم ہریش چندر نامی ایک بیٹھ کا ہے اور وہ ناگ پور کا بہت بڑا بزنس میں ہے۔"

اینتا نے تڑپ کر کہا "فرمان! میں اپنے پتا کی سے ملنے جاؤ گی پلینز مجھے وہاں لے چلو۔"

فرمان نے کہا "یہ شمر سلطانہ کی مرضی پر ہے۔"

وہ بولی "شمر سلطانہ! میں تمہارے اندر قیدی بن کر رہتی ہوں۔ اور ہمیشہ اسی طرح تمہارے زیر اثر رہوں گی۔ بھگوان کے لیے اپنے خدا کے لیے۔ مجھے میرے پتا کی کے پاس لے چلو۔ ایک ماہ مجھے ان سے مل لینے دو۔"

فرمان نے کہا "اینتا۔۔۔۔۔ اگر تمہارے دماغ میں ایسا کوئی خیال ہے کہ وہاں جا کر تمہارے پتا کی شمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلا دیں گے تو اس خیال کو دماغ سے نکال دو۔ یہ میرے جیتے جی بھی نہیں ہو سکے گا۔ میں شمر سلطانہ کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ پتا کی سے یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے اس جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں۔ میری قسم پر مجھ دسا کرو۔"

"تم اتنی زیادہ بھولی بھالی اور سیدھی سادی نہیں ہو ضرور کوئی چالاکی دکھانا چاہو گی۔"

"میں تمہیں ایسے یقین دلاؤں۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ پاگل خانے میں ہیں۔ اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ ایسی حالت میں تم مجھے ان سے ملنے نہیں دو گے تو یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔"

شمر سلطانہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ "مسٹر

ٹیلی بیس جانیے والے ہیں۔ اگر وہ سر سلطانہ کو نقصان پہنچائے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔
لہذا وہ پستی مار کر پوجا کرنے والے انداز میں فرش پر بٹھا رہا۔ سر جکا ہوا تھا وہ "ادبہ" کہہ کر اس کے سامنے سے چلی گئی۔

☆☆☆

انا بیلا نے الپا سے ایک طویل گفتگو کی تھی۔ اس کے مزاج اور ارادوں کو سمجھا تھا کہ وہ خدا علی تھور کی بیٹی بن کر مسلمانوں کی حمایت کرتی رہے گی یا یہودیوں کے مفادات کا بھی خیال رکھے گی؟ اور انہیں بھی فائدہ پہنچائے گی؟
الپا نے میانہ روی اختیار کی تھی۔ اور انصاف کی باتیں کرتی رہی تھی کہ اگر وہ مسلمانوں کی حمایت کرتی ہے تو یہودیوں کی بھی اسی طرح حمایت کرے گی کہ اس کی حمایت سے مسلمانوں کی نقصان نہ پہنچے۔ اسی لیے وہ اسرائیل جاکر وہاں کے اکابرین کی مرضی کے مطابق فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی ان کو اپنی ٹیلی بیس کی سہارا دینا چاہتی ہے۔

انا بیلا اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ الپا مرتے دم تک یہودی رہنا چاہتی ہے لیکن مسلمانوں کی حمایت سے باز نہیں آئے گی۔ وہ میری اور سونیا کی بیٹی بن کر رہے گی اور ہمارے لیے کام کرتی رہے گی۔
چونکہ ہماری ہدایت پر عمل کرتی آ رہی تھی۔ اس لیے اسرائیلی اکابرین اور اس کی یہودی قوم اسے مجبور کرتی کہ وہ ان کا بھی ساتھ دے لہذا وہ ان سے دور رہی رہنا چاہتی تھی۔
الپا اس بات کو بھی نہیں مان رہی تھی کہ اگر وہ انا بیلا اور انا میر یا مسلمانوں سے محبت کرتی ہے اور ان سے شادی کرتی ہے تو پھر وہ اپنی بیٹی کو ایک یہودی آوازوں سے منسوب کیوں نہیں کر رہی ہے؟

صرف اس لیے کہ اس کی باپ مسلمان ہے اور پاس بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی کسی یہودی سے بیاہ جائے۔ باپ کے فیصلے کے مطابق اولاد کی پرورش ہوتی ہے اور مستقبل سنوارا جاتا ہے لہذا الپا نے اپنی بیٹی کے مستقبل کو اس کے باپ پر اور اس کے دادا دادی پر چھوڑ دیا ہے۔
یہ بات انا بیلا کو ناگوار کر رہی تھی۔ اس کے فکریہ نظر سے جب یہودی لڑکیاں مسلمانوں سے شادی کر سکتی ہیں تو مسلمان لڑکی کو بھی یہودی سے شادی کرنا چاہیے اور اس بات کو الپا نہیں مان رہی تھی۔ مسلمانوں کی بے جا حمایت کر رہی تھی۔ انا بیلا کو ضد ہو گئی کہ مسلمان لڑکی کو بھی یہودی کے پاس جانا

چاہیے۔ اور اگر الپا نہیں مان رہی ہے تو نہ مانے سیدھی طرح سمجھانے سے جب بات نہیں بنتی تو چور راستوں سے کام نکالا جاتا ہے۔

وہ ٹی وی پر اسرائیلی اکابرین کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے سیاسی بیان سن رہی تھی۔ اور اس طرح ان کی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے کسی کے دماغ میں بکھج سکتی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ جب اس نے اپنا جسم ایک مسلمان کو دیا ہے تو الپا کی بیٹی اپنا جسم ایک یہودی کو کیوں نہیں دے گی؟ ضرور دے گی وہ الپا کی بیٹی کو آوازوں تک ضرور پہنچائے گی۔

پہلے وہ آوازوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بارے میں جو معلومات ایسے تھے وہ کافی تھیں مگر وہ اس سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتی تھی اور جب اسے معلوم ہوتا کہ انا بیلا سے اسے فائدہ پہنچ سکتا ہے تو وہ اس سے ضرور دوستی کرتا۔

انا بیلا نے اسرائیلی آرمی کے افسر سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں بکھج کر کہا "ہیلو..... میں نے تمہیں ٹی وی پر دیکھا ہے تمہاری سیاسی باتیں سنیں ہیں۔ اس طرح تمہارے اندر بکھج گئی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم کون ہو.....؟"
"میرا نام انا بیلا ہے کیا تم نے یہ نام سنا ہے؟"
اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں..... مجھے پتا چلا ہے کہ تم راسیوین سوم کی بیٹی ہو۔ اور دروس چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو ٹیلی بیس اور براہ راست معلوم چاہتی ہو۔"
"تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"
"یہ نہ پوچھو بہتر ہے۔ میں بتانا نہیں چاہتا۔"
"کوئی بات نہیں..... خاموش رہو میں خود ہی تمہارے چور خیالات سے معلوم کر لوں گی۔"

وہ پریشان ہو گیا۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی پھر بولی "ارنا کوف اور اس کا بیٹا تم سے اور تمہارے دوسرے یہودی اکابرین سے رابطہ رکھتے ہیں۔ تم لوگوں میں بڑی دوستی ہے۔"

اس افسر نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے کہا "میں بھول گیا تھا کہ تم میرے چور خیالات پڑھ کر سارے مجید معلوم کر لو گی۔ کیا تم ارنا کوف اور آوازوں کے خلاف محاذ بنانے آئی ہو؟"

"نہیں..... دوستی کرنے آئی ہوں یہ تو جانتے ہی ہو کہ میں یہودی ہوں اور یہودیوں کے مفادات کے خلاف بھی

کوئی کام نہیں کروں گی۔"
"تمہاری بات سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم اپنی ٹیلی بیس کے ذریعے یہودی قوم کو فائدہ پہنچاؤ گی، اس سے بڑی خوشی کی بات کوئی ہو نہیں سکتی۔ تم بتاؤ کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟ اور تم ہمارے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟"
"سب سے پہلے تو میں الپا کو کسی نہ کسی طرح اسرائیل پہنچانا چاہتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم تو ہمارے دل کی بات بول رہی ہو ہم سب یہی چاہیں گے۔"
"لیکن ایسا چاہنے کے لیے اور الپا پر قابو پانے کے لیے اس کی کسی کمزوری سے فائدہ لینا ہوگا۔"

"یہی تم ہمارے دل کی بات کہہ رہی ہو۔"
"میں تمہارے دلوں کی باتیں چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں آوازوں سے بات کرنا چاہوں گی۔"

"آوازوں فرما دہی کے پونے کے معاملے میں بہت مصروف ہے۔ تقریباً بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے ہم میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں کیا۔ وہاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی وہ ہم سے رابطہ کرے گا۔"

"تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ امیر جنسی کے وقت اس کے آلہ کار سے رابطہ کرتے ہو۔ وہ آلہ کار تمہارا پیغام آوازوں تک پہنچاتا ہے۔ پھر وہ تمہارے پاس آکر باتیں کرتا ہے۔"

"ہاں..... ایسا بھی کبھی ہوتا ہے۔"

"میں تمہارے دماغ سے اس آلہ کار کا فون نمبر بھی معلوم کر چکی ہوں۔ اس سے رابطہ کر کے اس کے خیالات پڑھ کر اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہوں لیکن یہ چاہتی ہوں کہ مجھے یہ نہ کرنا پڑے۔ تم اس آلہ کار سے بولو کہ وہ آوازوں کو تمہارے پاس پہنچ دے۔ پھر میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس سے بات کر دوں گی۔"

"میں اپنے تمام یہودی اکابرین سے پہلے اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں تمہارے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ تم ہماری دوست بن رہی ہو ہمارا ساتھ دینا چاہتی ہو۔"

"یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ ابھی جو کہہ رہی ہوں تمہیں وہ کرنا چاہیے نہیں کہ وہ تو میں خود ہی اس سے رابطہ کر لوں گی۔"

"نیک ہے..... میں ابھی رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے آوازوں کے آلہ کار کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "آوازوں سے کہو کہ بہت امیر جنسی سے وہ فوراً

زندگی کے نشیب و فراز
گستاخ و ثواب

اندھیروں اور انجالیوں

وقت اور صلا کے بھنوں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام ارویں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ و انجنت میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آبی سلاخوں کے پیچھے جھپک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سامنے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ دکھ تھا۔ انتقام کے شعلے اسے کے وجود کو کھٹکا رہے تھے۔ لیکن ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مرد کمال کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کھریڑ کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی ٹھن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور مہرمت انگیز داستان۔

کتابیات پبلی کیشنز
فون: 5802551-5804300-5802551
کراچی 74200

ایڈیٹر: انیس ٹینکس ڈی ایچ اے مین کو ریکی روڈ
(انٹر کالونی سٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

پائلٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے ذریعے وہ اس پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ اس طرح وہ اس طیارے میں آگیا جس میں سونیا اپنے پوتے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔

اس نے پائلٹ کے ذریعے کو پائلٹ اور ایئر ہوسٹس کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ اس کے بعد پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر مائیکروفون میں قہقہہ لگا کر بولنے لگا۔

”ہیلو سونیا!..... میں ولاڈی کی تم سے بول رہا ہوں۔“

سونیا ایک دم سے چونک گئی۔ صرف سونیا ہی نہیں وہاں آوازوں اور اناپلا بھی چونک کر اس کی باتیں سننے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا ”تم نے اپنے پوتے کی سلامتی کے لیے واقعی ذہانت اور مکاری کی انتہا کر دی۔ مجھ جیسے شخص کو دو بار زبردست شکست دی لیکن میں ہار مانتے دالوں میں سے نہیں ہوں۔ اب بتاؤ اپنے پوتے کو لے کر کہاں جاؤ گی؟ اس وقت آسمان اور زمین کے درمیان میں لگی ہوئی ہو۔ اور اس طیارے کا پائلٹ میری مٹی میں ہے۔ میں نے اتنی سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے کہ تمہارے ٹیلی بیٹھی جاننے والے اسے میرے قبضے سے نہیں چھڑا سکیں گے۔“

ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے اس پائلٹ کے

دلوں میں جھگڑا ہوا ہے؟“

”میں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے آپ کے بیٹے صاحب کو بڑی جلدی غصہ آتا ہے ناراض ہو جاتے ہیں۔“

”ایسی بات تو نہ کہو میرے بیٹے کو غصہ نہیں آتا بات کیا ہو گئی ہے؟“

”بات کوئی خاص نہیں تھی، ہم مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کبریائے کہا کہ شادی ہوگی میں نے کہا کہ بیٹے ہوں گے تو میں انہیں انا میرا کو دے دوں گی۔ بے چاری عدنان سے محروم رہے گی عدنان تو ہاں صاحب کے ادارے میں رہے گا۔ وہ میرے بیٹے پالے گی۔ بس اس بات پر کبریا نے کہا کہ ہرگز نہیں میرے بیٹے بھی بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائیں گے میں نے انہیں چھیننے اور ستانے کے لیے کہا کہ نہیں میں یہودی ماں ہوں۔ میرے بیٹے میری مرضی کے مطابق پرورش پائیں گے۔ بس اسی بات پر وہ ناراض ہو گئے ہیں۔“

”بیٹی! تم دیکھ رہی ہو کہ انا میرا اور شیوانی نے عدنان کو ایک مسئلہ بنالیا ہے۔ ایسے میں تم اس قسم کی بات چھیڑو گی تو بیٹھنا کسی کو بھی غصہ آئے گا۔ اسے مذاق نہ بنائو یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ بیٹے ہمیشہ اپنی باپ کی مرضی کے مطابق پرورش پاتے ہیں۔“

”میں کب ضد کر رہی ہوں جو آپ کی اور کبریا کی مرضی ہوگی اسی کے مطابق میں عمل کروں گی میں انا میرا یا شیوانی نہیں کروں خواہ جھگڑا کروں گی۔“

سونیا نے خوش ہو کر کہا ”بیٹی! مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے اور ہمارے بیٹے کے لیے مسئلہ نہیں بنو گی۔“

اناپلا سونیا کو اپنی باتوں میں الجھا رہی تھی۔ اور آوازوں اس کے اندر رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ عدنان سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہ دونوں جہاز کے اندر ہیں۔ اور وہ جہاز تاشقند سے گزرنے کے بعد دشا بنے کی طرف جا رہا ہے۔

عدنان نے ایک ایئر ہوسٹس کو مخاطب کر کے اپنے لیے جوں کا آرزو دیا تھا اور ایئر ہوسٹس نے مسکرا کر کہا تھا کہ ابھی لائی ہوں۔

اس طرح آوازوں اس ایئر ہوسٹس کے اندر بھی پہنچ گیا۔ پھر اس کے ذریعے جہاز کے دوسرے اہم افراد کے اندر بھی پہنچ گیا۔

ولاڈی میر بھی کچھ ایسا ہی طریقہ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے ماسکو ایئر پورٹ کے کنٹرول ٹاور دالوں کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ ان میں سے جوڈ پوٹی انچارج طیارے کے

”تم نہیں پہنچ سکتے میں تو پہنچ سکتی ہوں۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے تم میرے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن سکتے ہو۔ اور اس کے ارادے معلوم کر سکتے ہو؟“

وہ خوش ہو کر بولا ”انا پیلا..... کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟ اور اپنے ذریعے سونیا کے اندر پہنچاؤ گی؟ تو بہت بڑی بات کہہ رہی ہو۔ اس کے بعد تو تم پر اتنا اعتماد قائم ہو جائے گا کہ میں آنکھیں بند کر کے تم پر اندھا اعتماد کیا کروں گا۔“

”میں تم سے ہر حال میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہوں اس لیے ابھی میرے اندر چلے آؤ میں تمہیں سونیا کے اندر لے جاؤں گی۔“

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آگیا۔ پھر بولا۔

”انا پیلا! میں تمہارا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے میری ماتم سے نفرت کرتی ہیں سو تیلی جتنی تھیں۔ اب میں ان کے دل سے نفرتیں ختم کروں گا۔“

”ارنا کوف کو اپنی ماما کہہ رہے ہو؟ وہ کس رشتے سے تمہاری بی بی؟ ان کا ایک ہی بیٹا اونٹن کوف ہے؟“

”تم نہیں جانتی بری مانا نے راسچوئین سوم سے پہلے میرے باپ آوازوں سوم سے شادی کی تھی۔ میں آوازوں سوم کا ہی بیٹا ہوں۔ لیکن مجھے میری ماما ارنا کوف نے ہی جنم دیا ہے۔ یہ بات ولاڈی میر بھی نہیں جانتا ہے۔ یہ بات راسچوئین سوم نے نہیں اسے اور تمہاری ماں کو بھی نہیں بتائی تھی۔ آج میں بتا رہا ہوں بہر حال یہ خاندانی رشتے داری کی باتیں بعد میں ہوں گی پہلے کام ہونا چاہئے۔ مجھے فوراً سونیا کے اندر لے چلو۔“

گھر کا بھیدی اسی طرح لٹکا دکھاتا ہے۔ سونیا نے اپنے بیٹے کبریا کے حوالے سے انا پیلا پر بھروسہ کیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا اور انا پیلا کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اور اب وہ دو ٹوٹ کر تھیں کر رہی ہے۔

ایک طرف وہ کبریا کے ساتھ محبت کرنا اور زندگی گزارنا چاہتی ہے اور دوسری طرف آوازوں سے اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سے دوستی کر رہی ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سونیا کے اندر پہنچ کر کہا ”مما! میں انا پیلا ہوں۔“

اس نے کہا ”ہاں بیٹی! بولو کیسے آئی ہو؟ کبریا کہاں ہے؟“

”میں آپ سے کبریا کی ہی شکایت کرنے آئی ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولی ”اچھا..... اس کا مطلب یہ ہے کہ تم

مجھ سے رابطہ کرے۔“

آلکار نے کہا ”ٹھیک ہے..... آپ انتظار کریں۔ میں ابھی آپ کو کال بیک کروں گا۔“

انا پیلا اس کے دماغ میں پہنچ گئی اس نے دوسرے نمبر شیخ کے ’تھوڑی دیر بعد آوازوں سے رابطہ کیا اس نے کہا۔ اسرائیلی آدی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ہے کہ آپ ان سے فوراً رابطہ کریں۔“

آوازوں نے کہا ”میں نے کہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں تک کسی سے بات نہیں کروں گا۔ ایک جگہ بہت مصروف ہوں ان سے کہہ دو کہ وہ کچھ دیر انتظار کریں۔“

انا پیلا نے اس آلکار کی زبان سے کہا ”آوازوں! میں تمہارے اس آلکار کی زبان سے انا پیلا بولی رہی ہوں تم نے میرا نام سنا ہے؟ اور میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟“

”کیوں نہیں جانوں گا؟ تمہارا حلق ہمارے ہی خاندان سے ہے۔“

”میں تم سے ارنا کوف سے اور یہودی اکابرین سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اپنی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کچھ فائدہ بھی پہنچانا چاہتی ہوں۔“

”تو نہایت ہی خوش کی بات ہے اور میں تم کو دیکھ کر کہتا ہوں لیکن تم جانتی ہو کہ ہم سب فریڈلینڈ کے پوتے عدنان کے معاملے میں ابھی بہت ڈسڑب ہیں۔ اس وقت بھی یہی افسر ہے کیا تم ’تھوڑی دیر بعد مجھ سے بات نہیں کر سکتیں؟“

”مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان کو ولاڈی میر نے اغوا کیا ہے اور کہیں چھپا دیا ہے۔“

”تمہیں غلط اطلاع ملی تھی عدنان کو ہم نے حاصل کیا تھا۔ میری مٹی ارنا کوف نے اسے ایک جگہ چھپایا تھا لیکن پتا نہیں سونیا کیا بلا ہے کہ وہ ہمارے جادوئی حصار کو توڑ کر اپنے پوتے کو لے گئی ہے۔ ہم اسی سلسلے میں پریشان ہیں اور معلوم کر رہے ہیں کہ کس طرح عدنان تک پہنچا جا سکتا ہے۔“

”اگر عدنان کو اس کی دادی نے لے لی ہے تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“

آوازوں نے بے چینی سے پوچھا ”تم کیسے میری مدد کر سکتی ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ؟“

”تم سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا چاہتی ہے؟“

”تم یہ ناقابل یقین باتیں کر رہی ہو۔ میں بھلا سونیا کے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہوں؟“

ایک نوجوان کی اڑانگیر سرگزشت جو آکا ہوئے تھے بھی قیدی تھا

گمراہ

مصنف: جبار توقیر

مجموعہ ناول

جلد 1: 60 روپے

جلد 2: 23 روپے

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 021-5804300

kitabiat1970@yahoo.com

11/263-C

دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو پتا چلا کہ اس کا دماغ پتھر جیسا ہو گیا ہے۔ ان کی خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر نہیں کر رہی تھیں۔ آوازوں اور چوسونا کا دھن تھان تھان عدنان کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ بھی نہ جانتا کہ دلاؤ ایسی میرا سے مار ڈالے۔ اس لیے وہ کسی بھی طرح پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے بلکا سا نزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پائلٹ کے کہیں میں جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت دلاؤ ایسی میرا نے کہا "میں جانتا ہوں کہ تم کچھ کر گزرنے کے لیے پائلٹ کے قریب آنا چاہو گی لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اس کہیں کی طرف رخ کیا تو میں تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس جہاز کو نیچے گرا دوں گا۔"

پورے جہاز میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ عورتیں بے حد پریشان تھیں۔ کچھ رو رہے تھے کچھ چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ سونیا کون ہے؟ کس کی وجہ سے یہ دشمنی کی جا رہی ہے؟

آوازوں کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس بھیاں تھا وہ چاہتا تھا کہ پائلٹ پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دے۔ تاکہ اس کا دماغ کمزور ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی دلاؤ ایسی میرا کی گرفت بھی کمزور ہو جائے۔ تب وہ پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر جوابی کارروائی کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ پائلٹ کہیں کی طرف آئے کی تو وہ جہاز گرا دے گا۔ لیکن وہ نادان نہیں تھی۔ اتنا جانتی تھی کہ جب وہ مائیک کے سامنے بول رہا ہے پائلٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے ہے ایسے وقت وہ پائلٹ کو چھوڑ کر دیے کیونکہ نہیں آئے گا کہ سونیا اپنی جگہ بیٹھی ہوئی ہے یا کچھ کر رہی ہے۔

دلاؤ ایسی میرا کی مجبوری یہی تھی کہ وہ تنہا تھا۔ اور پائلٹ کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ہمارے کسی ٹیلی بیٹھی جانے والے اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع ڈھونڈ رہے ہیں۔ اگر وہ اس کے دماغ کو ذرا سی بھی ڈھیل دے گا تو کوئی بھی اس پر قبضہ جملے گا کہ مجھ کو اس جہاز میں اپنی سہیلی مانی نہیں کر سکے گا۔

سونیا نے ایک دھڑا کے سے پائلٹ کہیں کا دروازہ کھولا۔ اچھل کر اس کی سیٹ پر پہنچی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اور اسے بھی ہتھیار کی ضرورت ہوئی ہی نہیں تھی۔ اس نے وہاں پہنچ کر پائلٹ کے سر کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔ پھر اس کی گردن کو ایسا زبردست جھکا دیا کہ

اس کے حلق سے "اوسہ" کی آواز نکلی۔ اس کے بعد وہ بولنے کے قابل نہیں رہا اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے پائلٹ کے بے جان جسم کو کھینچ کر ایک طرف پھینکا۔ پھر فوراً ہی اس کی سیٹ پر پہنچ کر جہاز کو کنٹرول کرنے لگی۔ پھر اس نے اپنے ٹیلی بیٹھی جانے والوں سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے جہاز کے اسٹاف کو اپنے قبضے میں رکھا ہے؟

ایک نے کہا "لیس میڈم! سب ہی ہمارے قبضے میں ہیں۔"

"عدنان کے پاس کون ہے؟"

"میڈم! عبداللہ وہاں موجود ہے آپ فکر نہ کریں۔"

وہ مائیک میں بولی "دلاؤ ایسی میرا! کتنے تو بار بار اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لے کر آئے گا۔ تب بھی میرے پوتے کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ یہ حیرا تیرا اور آخری حملہ تھا۔ اس کے بعد اب میں حملہ کروں گی۔ پہنچنے کے راستے ڈھونڈ لے۔"

وہ بول رہی تھی اور دلاؤ ایسی میرا ایک آلہ کار کے دماغ میں رہ کر اس کی بات سن رہا تھا، مجبور تھا کسی کے ذریعے حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ سب کے دماغوں پر ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے قبضہ کرنا رکھا تھا۔

دوسری طرف آوازوں کو پائلٹ کے دماغ میں زہر کر حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اتنی حیران طراپ دین اور حاضر دماغی اس نے اب سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس خطرناک عورت کے قریب تھا۔ لیکن اس پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے اس پاس موجود ہیں۔ اس کے حملے کو ناکام بنا دیں گے۔ دلاؤ ایسی میرا اگر چاہتا تو مائیک لے کر سونیا کو پہنچ نہ کرتا لیکن وہ چاہتا تھا کہ اس دادی ماں کو مجبور اور بے بس کر کے اس سے یہ شرط منوائے کہ وہ طیارے کو کہیں اتارے گا۔ اور وہ اپنے پوتے کے ساتھ وہاں اتر جائے گی۔ مجھ وہ اپنے کی آلہ کاروں کے ساتھ وہاں پہنچ کر منظم ہو کر اس پر حملہ کرے گا۔ دادی اور پوتے کو وہاں ختم کرے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدنان کو کیا رہی تھا تو اس نے جہاز کو نیچے کیوں نہیں گرا دیا۔ جہاز تباہ ہوتا۔ تو دادی اور پوتا دونوں ہی مر جاتے لیکن مجبوری تھی۔ بہت مجبوری تھی۔ اس بچے کو ہلاک کرنے کی ایک ہی شرط تھی کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مارے گا کسی کے ذریعے اسے ہلاک نہیں کرے گا۔

نقد برے خوب چکر چلایا تھا اور وہ ایک ننھے سے بچے کو ہلاک کرنے کے لیے جکراتا جا رہا تھا۔



جہاز کی پرواز بھر معمول پر آگئی۔ تمام مسافر اطمینان کی سانس لینے لگے۔ ایئر ہوسٹس نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا "خواتین و حضرات! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو کچھ دیر ناگوار حالات سے گزرنا پڑا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اب حالات قابو میں آگئے ہیں۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم آپ کو بخیریت آپ کی منزل تک پہنچائیں گے۔"

سونیا پائلٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔ اس کے قریب ایئر ہوسٹس کھڑی ہوئی مسافروں کو مطمئن کر رہی تھی کہ اب انہیں ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے انہیں جہاز کے عملے سے اب کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

وہاں کو پائلٹ اور ایک اسٹیوارڈ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں پریشان ہو کر جہاز کے پائلٹ کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ اور لاش کو ایک طرف پھینک دیا تھا۔ ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والے جہاز کے تمام عملے کو کنٹرول کر رہے تھے۔ ہر طرف سے محتاط تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ کو پائلٹ اور اسٹیوارڈ وغیرہ اپنے پائلٹ کی موت پر انتقامی رد عمل ظاہر کر سکتے ہیں۔

آوازوں میں وہاں اتنا بیلا کی مدد سے پہنچا ہوا تھا اور اس وقت وہ کو پائلٹ کے دماغ میں تھا۔ حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ اس نے آتے ہی آؤ دیکھا نہ آؤ۔ پائلٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آوازوں میں بھی یہی کر سکتا تھا مجھ کو نہیں چاہتا تھا کہ جہاز تباہ ہو اور عدنان کو نقصان پہنچے۔ وہ عدنان کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔

جب دلاؤ ایسی میرا کے پہنچنے کے مطابق سونیا اس سے سمجھوتا نہ کرتی اور اس جہاز سے اپنے پوتے کے ساتھ اتر جانے پر راضی نہ ہوتی۔ تب وہ جہاز کو گرانے والا تھا۔ ایسے وقت آوازوں نے سوچا تھا کہ وہ پائلٹ کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں جگہ بنائے گا۔ اور اس کے اندر وہ کہ دلاؤ ایسی میرا سے فائدہ کرے گا اس جہاز کو بجا سکے گا۔

لیکن یہ سب اسی وقت ہوتا جب سونیا دلاؤ ایسی میرا کو کوئی جواب دیتی کہ وہ سمجھوتا کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟

دلاؤ ایسی میرا اس کے جواب کا انتظار ہی کرتا رہا۔ اس سے پہلے ہی وہ پائلٹ کہیں میں گھس کر اپنا کام دکھا چکی تھی۔ اس نے ان کی آن میں بازی لٹ دی تھی۔ پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے اٹھا کر مردہ بنا کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ اور اب جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ آوازوں کو سننا ہی رہ گیا

جس کے لیے ہمیں افسوس ہے۔“
 دوسری طرف سے کہا گیا ”یہ طیارہ اب تمہارے کنٹرول میں رہنا چاہئے۔ کیا تم اسے دشمنے تک نہیں لے سکتے؟“
 ”لیس سر! لے جا سکتا ہوں۔ لیکن اب میڈم سونیا کی پر بھی مجبور دیکھنا نہیں کریں گی۔ اس لیے وہ خود ہی لے جا رہی ہیں۔ اور پرواز بہت ہی نازل ہے۔ مسافر مطمئن ہیں، ایسے میں اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔“
 سونیا سے پوچھا گیا ”میڈم! کیا آپ طیارے کو صبح و سلامت دشمنے تک لے جا سکتی ہیں؟“

”ہم بابا صاحب کے ادارے والوں نے ایسی بہت سی ٹریننگ حاصل کی ہیں۔ طیارہ کیا چیز ہے ہم راکٹ بھی اڑا سکتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں سب مچھریں کو بھی کنٹرول کر سکتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ طیارہ صبح سلامت دشمنے پہنچے گا۔ آپ کا ایک ایک مسافر اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے ان سب کی جان بچائی ہے۔“

”میڈم! آپ کا بہت بہت شکریہ..... آپ سے دشمنے ایئر پورٹ پر ملاقات ہوگی۔“

کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ ختم ہوا۔ تو سونیا نے اپنے ٹیلی فنی جاننے والوں سے کہا ”دشمنے ایئر پورٹ پر یہ میرے لیے براہمن بن سکتے ہیں۔ جب کہ میں قانون کی گرفت میں نہیں آسکوں گی۔ میں نے دو سو سے زیادہ مسافروں کی جانیں بچانے کے لیے ایک کو ہلاک کیا ہے۔ مجھے کسی بھی قانون کے تحت مجرم نہیں گردانا جا سکتا۔ لیکن وہاں دلاؤ کی میری کچھڑی پکار رہا ہوگا۔ وہ میرے خلاف بہت کچھ کر سکتا ہے۔ لہذا ہمارے کچھ ٹیلی فنی جاننے والوں کو ابھی دشمنے ایئر پورٹ کے محلے کے اندر جانا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ وہ دکن کیا کرنا چاہ رہا ہے؟“

جیلے دلاؤ کی میر نے دوبارہ اس طیارے کے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ ایئر ہوش اور پائلٹ کے دماغ کے اندر آکر بولنا چاہا تو ہمارے ٹیلی فنی جاننے والوں نے اسے ہلکا دیا۔ صاف صاف کہہ دیا کہ تم سے کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہاں جس کے بھی دماغ میں آؤ گے وہ اپنی سانس روک لے گا۔ اور جیسں بھاگنا پڑے گا۔

سونیا نے کہا ”عبداللہ میرے پوتے عدنان کے پاس ہے اس کی خبر لیتے رہو۔ کہ وہ خیریت سے ہے یا نہیں؟“

انا بیلا نے کہا ”مما! میں اس کے پاس آتی جاتی رہتی ہوں وہاں اس کے اندر عبداللہ ہے اور میں بھی ہوں۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ نہ ہم اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں اور نہ

تو وہ سخت لہجے میں بولی ”انا بیلا! وہاں نہ جانا میرے اندر رہو اور میری باتیں سنو۔“

وہ اور آوازوں کو فوراً ہی اس کے دماغ سے کھل گئے۔ اس نے کہا ”آوازوں! مجھے عدنان کے دماغ میں جا کر رہنا چاہئے۔ وہ میرے بارے میں تحقیقات کرے گی۔“

یہ کہتے ہی وہ عدنان کے دماغ میں پہنچی۔ اسی وقت ایک خیال خوانی کرنے والے نے عدنان کے اندر پوچھا ”انا بیلا! کیا تم یہاں موجود ہو؟“

”ہاں..... میں عدنان بابا کی گھرانی کر رہی ہوں۔“
 ”عبداللہ اس کی گھرانی کر رہا ہے۔ تم میڈم کے پاس جاؤ وہ جیسں یاد کرتی ہیں۔“

وہ پریشان ہو گئی۔ آوازوں کے پاس جا کر بولی ”میڈم نے مجھے بلایا ہے۔ میرا تودل فوراً رہا ہے پتا نہیں وہ کیا کہنے والی ہے؟“

”تم چلو..... میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اور اس کی باتیں سنوں گا۔“

وہ میڈم کے پاس آکر بولی ”لیس ممما! میں آگئی ہوں؟“
 اسی وقت صارف بن طالبی کی آواز سنائی دی ”میڈم! میں بھی آگئی ہوں۔ آپ نے جو کہا تھا میں اس اشارے کو سمجھ گیا تھا“ سید حاضر ہا صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے وہ خالص بات بتا دی اب میں جا رہا ہوں۔ ان کی اس خاص ہدایت پر عمل کروں گا۔“

سونیا نے کہا ”ٹھیک ہے جاؤ..... اور تقریباً دس گھنٹے تک میرے اندر نہ آنا۔ تمام ٹیلی فنی جاننے والوں کو کہہ دو کہ کوئی داخلہ نہ کرے۔“

وہ لیس میڈم کہہ کر چلا گیا۔ پھر سونیا نے انا بیلا سے پوچھا ”تم کیا کھیل کھیل رہی ہو؟“

وہ ہنسنے لگی ”مما! یہ آپ کیسا سوال کر رہی ہیں! میں بھلا کیا کھیل کھیلوں گی؟“

”میں نے سوچا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ پھر تم کیوں آئی تھیں؟“

”مما! میں سچ کہتی ہوں میں نہیں آئی تھی وہ کم بخت دلاؤ میرا آیا ہوگا۔“

”دوسری بار بھی تم آئیں تو میں نے کہا کہ میرے دماغ سے نہ جاؤ تو تم فوراً ہی بھاگ گئیں؟“

”میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں ایک بار بھی آپ کا اندر نہیں آئی۔ میں تو عدنان بابا کے پاس تھی۔ آپ کے لئے ہر ایک آئی ہوں۔“

”تم جھوٹ مت بولو۔ جیسے ہی تم یہاں آئی تھیں دے دیے ہی میرے ٹیلی فنی جاننے والے نے تمہیں عدنان کے دماغ میں پکارا تھا۔ وہاں تم نہیں تھیں اگر ہو تیں تو جواب دیتیں؟“
 ”آپ کا ٹیلی فنی جاننے والا درست کہہ رہا ہے، میں تھوڑی دیر کے لیے عدنان بابا کے دماغ سے بھی جلی گئی تھی۔ ہاتھ روم جانے کی ضرورت تھی اس لیے میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی۔“

”انا بیلا!..... ابھی تم میرے سامنے دودھ پیتی ہو۔ میرا ایک ٹیلی فنی جاننے والا تمہاری ماں کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے بیڑوم میں بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ تم ہاتھ روم نہیں گئی تھیں۔ اب کوئی اور بات بتاؤ کوئی اور بہانہ نہ کرو۔“

”مما! میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ آپ کو ماں کی طرح سمجھتی ہوں اور آپ مجھ پر شہ کر رہی ہیں۔“

”جذبانی باتیں نہ کرو۔ دواؤں دو جا رہے ہیں، نہ پانچ ہوتے ہیں نہ ساڑھے چار ہوتے ہیں تم نے اب تک کبھی باتیں کیں وہ سب جھوٹی تھیں۔ اب تم اپنی سچائی کے لیے کیا کہنا چاہو گی؟“

”ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنی سچائی کو ثابت کروں۔ سارے شکوک و شبہات کو مٹا دوں۔“

”یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا کہ اپنی سچائی ثابت کر دو۔ ورنہ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں دھوکا برداشت نہیں کرتی۔ اب جاؤ تقریباً دس گھنٹے تک میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ کوئی آئے گا تو میں اسے سانس روک کر بھگا دوں گی۔“

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اور آوازوں اس کے اندر سے گلے گلے۔ اس نے آوازوں سے کہا ”یہ بہت برا ہو گیا! اس مکار عورت نے ہماری چوری پکڑ لی ہے۔ تم پر تو کسی قسم کا شبہ نہیں ہے لیکن میں مشکوک ہو گئی ہوں، بلکہ اب قابل اعتماد نہیں رہی۔ اس نے بڑے خوبصورت انداز میں میرے خلاف تحقیقات کروائی ہیں اور یہ سمجھ لیا کہ میں ہی دوبار چوری جیسے اس کے اندر آتی رہی تھی۔“

آوازوں نے کہا ”اگر جہم سونیا کے دماغ سے کھل آئے ہیں پھر بھی دشمنے پہنچنے تک اس پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ ہم ایئر ہوش اسٹیوارڈ اور کاپائلٹ وغیرہ کے دماغوں میں رہ کر اس کی گھرانی کر سکتے ہیں۔“

انا بیلا نے کہا ”جب وہ دشمنے پہنچ جائیں تو پھر اس

جہاز کا عملہ ہمارے لیے بیکار ہو جائے گا ہمیں نئے آلہ کار بنانے ہوں گے۔

”عدنان ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں ایسی کوئی تدبیر کرتا ہوں کہ اس کے دشمنے پہنچنے ہی میں اسے اس کی دادی سے الگ کر دوں۔“

”ولاڈی میر بھی عدنان کا دلشاد ہے میں انتظار کر رہا ہوں وہ بھی یہی کرنا چاہے گا۔“

”یہ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ ولاڈی میر عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں ابھی اپنی اماں سے بات کرتا ہوں۔“

”کیا میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری اماں سے مل سکتی ہوں۔“

”ہاں..... ہاں..... ضرور میں اپنی اماں سے تمہاری ملاقات کروں گا اب وہ جہیں سوئی ہیں جہیں کی۔ تم ہمارے ساتھ ہماری سنگین کر رہو گی۔“

وہ دونوں ارنکوف کے دماغ میں پہنچے آوازوں نے کہا ”اماں! میں انا پیلا کے ساتھ آیا ہوں۔“

وہ چونک کر بولی ”تم اس سوئی کو میرے دماغ میں لے کر آئے ہو؟“

”آپ اسے سوئی نہ کہیں۔ اس نے میرا ساتھ دیا ہے اور ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ آپ بھی نہیں کی تو اس پر اعتماد کرنے لگیں گی۔ وہ ولاڈی میر کے خلاف ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ پھر اس نے سونیا کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر مجھے اس کے دماغ میں پہنچایا ہے۔“

ارنکوف نے حیرانی سے پوچھا ”کیا واقعی اس نے جہیں سونیا کے اندر پہنچا دیا تھا؟“

”ہاں..... ہم اب تک سونیا کے دماغ میں تھے اور وہاں طیارے میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ تمہارا دلچسپ رہے تھے۔“

ارنکوف نے طیارے کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا ”اس بار بھی سونیا نے بڑی مکاری اور بڑی دلیری سے ولاڈی میر کو شکست دی ہے۔ اسے طیارے سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ اماں! واقعی وہ بہت ہی خطرناک بلا ہے۔ ایسی زبردست مکار ہے کہ اس نے انا پیلا کی چوری پکڑ لی ہے۔ تاہم اسے کیسے شہید ہو گیا کہ یہ اس کے خلاف کوئی کھیل کھیل رہی ہے؟“

آوازوں نے ارنکوف کو بتایا کہ سونیا نے کتنی مکاری سے صارفین ملال کو اپنے دماغ سے باہر بھیج دیا تھا۔ اور ان دونوں کے اندر آنے کا راستہ کھلا رکھا تھا۔ وہ اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ سکے۔ پہلے گئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ کوئی دماغ میں

چوری چھپے آیا ہے۔ جب دوبارہ گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ انا پیلا ہے۔ اور انا پیلا کی سازش کیسے پکڑی اس کی بھی تفصیل بتائی۔

ارنکوف نے حیرانی سے کہا ”واقعی اس مکار عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس نے کتنی دور تک چال چلی کہ انا پیلا کی ماں کے دماغ میں اپنے ٹیلی پتھی جانے والے کو پہنچا دیا۔ اور وہاں سے اس کی چوری پکڑ لی۔“

آوازوں نے کہا ”اس نے کہہ دیا ہے کہ دس گھنٹے تک اس کے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا، دس گھنٹے بعد بھی جب انا پیلا جائے گی تو وہ اس پر بھروسہ نہیں کرے گی۔ شاید اسے اپنے اندر آنے سے بھرپور روک دے۔“

ارنکوف نے کہا ”انا پیلا اپنا اعتماد وہاں کھو چکی ہے۔ اب ہم سے دوستی رکھنا چاہتی ہے تو یہی بہتر ہوگا کہ ہمارے ساتھ مل کر رہے اور یہاں ہمارے پاس آجائے۔“

انا پیلا نے کہا ”اماں! میں ابھی واپس نہیں ہوئی ہوں۔ میں سونیا کا اعتماد بھر حاصل کر دوں گی۔ ابھی کیریا میری سنگی میں ہے۔ وہ مجھ سے صرف ناراض ہو کر گیا ہے۔ میں ابھی جا کر اسے منالوں گی۔“

”تم پھر سونیا کو ایک نادان بچی سمجھ رہی ہو۔ بیٹا ہو باب ہو کوئی ہو وہ کسی بھی رشتے کو خاطر میں نہیں لاتی ہے جب اس نے شہید کیا ہے تو وہ مرے دم تک تم پر شبہ کرتی رہے گی۔ یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ تم اس کا اعتماد حاصل کر سکو گی۔“

”میں اس کا اعتماد حاصل نہ کر سکتی تب بھی اس کے بیٹے کو حاصل کر دوں گی۔ اور اس کے ذریعے مجھے اس کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔“

آوازوں نے کہا ”اماں! یہ درست کہہ رہی ہے۔ اسے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہیے۔ یہ کیریا کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرتی رہے گی اس طرح ہم ان کی طرف سے غافل نہیں رہا کریں گے۔“

”میں یقینی ہوں کہ انا پیلا کو وہاں رہ کر ہمارے لیے کام کرنا چاہے۔ لیکن میں انا پیلا پر اس وقت اعتماد نہ کر دوں گی جب یہ ہمارے پاس آئے گی اور ہماری رشتہ دار بن جائے گی۔“

”اماں! میں تو دیے بھی رشتے دار ہوں آپ کی سوئی کی بیٹی ہی صبح تک نہیں بنی تو ہوں۔“

ارنکوف نے کہا ”میں نے جہیں جنم نہیں دیا اور نہ ہی اپنا دودھ پلایا ہے۔ اسی طرح میرا بیٹا آوازوں سے اسے میں نے جنم دیا ہے لیکن اس کے اندر تمہارے باپ راجپوت نہیں کا خون

نہیں دوڑ رہا ہے۔ یہ اس کا بیٹا نہیں ہے لہذا تم میری بیوی بن جاؤ تو میں تم پر اعتماد کرتی رہوں گی۔“

آوازوں نے کہا ”اماں!..... آپ ابھی تک نہیں سمجھ رہی ہیں۔ یہ کیریا کو پھانسل کر اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس سے شادی کرے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔“

”شادی کرنا ضروری نہیں ہے انا پیلا اسے شادی کا جانا دیتی رہے، محبت کے سبز باغ رکھانی رہے اور ادھر چپ چاپ تم سے شادی کر لے۔ میری بیوی بن جائے گی بھی ہم سے ملتی رہے۔ تو میں اس پر اعتماد کر کے لگوں گی۔“

آوازوں نے پوچھا ”انا پیلا!..... تم کیا کہتی ہو؟“

”مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکوں گی۔ میں نے کسی لالچ اور خود غرضی کے بغیر تم سے دوستی کا آغاز کیا ہے۔ اور پھر پورا انداز میں اپنی دوستی ثابت بھی کی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی دوستی کا ثبوت دیتی رہوں گی۔ لیکن شادی صرف کیریا سے کر دوں گی۔“

ارنکوف نے ناگواری سے پوچھا ”یہ تم لڑکیوں کو مسلمانوں میں کیا نظر آتا ہے؟ ایک بار انہیں پیچھے لگانی ہو تو بارہا ان کے پیچھے پڑ جاتی ہو؟“

آوازوں نے کہا ”اماں! اس مسئلے پر پھر کسی دن باتیں ہوں گی ابھی انا پیلا کو اپنا کام کرنے دیں۔ وہ صبح رات سے جا رہی ہے۔“

انا پیلا نے کہا ”اماں! آپ کہتی ہیں کہ ہم یہودی لڑکیاں مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑ جاتی ہیں؟ اب میں ثابت کر دوں گی کہ ایک مسلمان لڑکی بھی یہودی لڑکے سے متاثر ہو سکتی ہے۔ اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ یہودی آپ کا چاہا آوازوں نے۔ میں اپنی بیٹی کو آپ کے بیٹے کے پاس بچھا کر ہوں گی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”انا پیلا! تم واقعی دوستی اور محبت کا ٹوٹ دے رہی ہو..... اگر تم نے ایسا کیا تو مجھ کو تم نے میرا دل دماغ سب کچھ جیت لیا۔ کیا تم نے میری بیٹی تاشا سے ملاقات کی ہے؟“

آوازوں نے کہا ”نہیں میں ابھی اسے تاشا کے پاس لے جا رہا ہوں۔“

وہ دونوں تاشا کے پاس آئے، وہ ایک کمرے میں بیٹھی تاشا خاص منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ جن کے اثر سے عدنان کی طرف مائل ہوتا جا رہا تھا۔ آوازوں نے اسے مخاطب کیا۔ پھر اسے بتایا کہ اس کے ساتھ انا پیلا آئی ہے۔ پہلے تاشا کو بھی حیرانی ہوئی کہ ایک سوئی کی ان کے پاس

کیوں آئی ہے؟ پھر آوازوں نے وضاحت کی۔ اور اسے بتایا کہ ان کی اماں بھی اب انا پیلا پر بھروسہ کرنے لگی ہیں۔ اور اب یہ ہماری بیٹی میری حیثیت رکھتی ہے۔

تاشا نے اس سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ انا پیلا نے پوچھا ”یہ تم کن منتروں کا جاپ کر رہی ہو؟“

”میں عدنان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے یہ منتروں پر مبنی رہتی ہوں۔ کیا بھائی آوازوں نے تمہیں بتایا ہے کہ عدنان میرے لیے کیوں ضروری ہے؟“

آوازوں نے کہا ”مجھے ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔ ہم دوسرے معاملات میں الجھے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ انا پیلا سے کوئی بات چھپائی جائے۔ لہذا اسے بھی بتا دینا چاہئے کہ تمہارے اور عدنان کے زائچے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار دو گے۔ وہ اب سے چندہ برس کے بعد تمہارا شوہر ہوگا اور تم اس کی بیوی بن کر رہا کرو گی۔“

انا پیلا نے حیرانی سے کہا ”عدنان تو ابھی پورے چار برس کا بھی نہیں ہوا ہے۔ اور تاشا میرا خیال ہے کہ اس سے کافی بڑی ہے؟“

”ہاں..... میں چودہ برس کی ہوں یعنی عدنان سے تقریباً دس برس بڑی ہوں۔ پھر بھی اماں اور بھائی کہتے ہیں کہ چندہ برس کے بعد عدنان ایک کبرو جوان ہوگا۔ اور میں اس کے سامنے چھوٹی پڑ جاؤں گی۔ صرف اتنا ہی نہیں میں اس کے ایک بیٹے کو جنم دوں گی۔ اور وہ بیٹا دونوں کو فوجی ہوگا۔ جو مر چکا ہے۔ وہ میرے بیٹے کی صورت میں دوبارہ جنم لے گا۔“

انا پیلا حیران ہو رہی تھی۔ یہ باتیں منہمکہ خیر تھیں۔ حیران کن تھیں اس کے باوجود علم نجوم کے حساب سے ان دونوں کے زائچوں کے مطابق درست تھیں۔

وہ تھوڑی دیر تک تاشا سے باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا ”آوازوں! او گھنٹے بعد وہ طیارہ دشمنے پہنچنے والا ہے اس سے پہلے میں ذرا کیریا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ تاکہ اس کے دل میں اتنی جگہ بنالوں کہ جب سونیا میرے خلاف اس سے کچھ کہے تو اس پر زیادہ اثر نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کیریا میری حمایت میں ہی بولے گا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔“

وہ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کیریا کے پاس پہنچی پھر کہا ”سائنس نہ روکنا میں ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولا ”زہ نصیب۔ کہ آپ آئی گئے۔ خدا خیر کرے۔ کیا تم نے تیر چلائے آئی ہو؟“

مسلمان لڑکی کسی یہودی کی خاطر اپنا مذہب کیوں تبدیل نہیں کر سکتی؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی اور ہم اسے روکنے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ اور خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔“

وہ خوشی سے نہال ہو کر بولی ”اودہ کبریا! تم تو میری امی اور تو قے سے بھی زیادہ مجھے عاشق ثابت ہو رہے ہو۔“

”جب تم سے میرا جھگڑا ہوا اور میں تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تب سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم اپنی جگہ درست تھیں۔ میری اپنی جگہ درست ہوں۔ یہ سچ میں جو مذہب ہے یہ ہمارا درمیان دیوار بننا ہوا ہے۔ کیوں نہ اس دیوار کو گرا دیا جائے۔ اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ تم اپنے مذہب کی دیوار گرا کر میرے پاس آ کر مسلمان بن جاؤ۔ اسی طرح مسلمان لڑکی بھی کسی یہودی کے گھر جا کر یہودی بن جائے گی۔“

انا بیلا نے انجان بن کر پوچھا ”تم اپنے کس گھر کی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟“

”شاید تمہیں پتا نہیں ہے کہ آواز دن نے سسر (اپنا) کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا ہے۔ بھائی پارس اور الیا دونوں ہی نکاح کر رہے ہیں میں اس سلسلے میں ان سے بحث کر رہا ہوں۔ اور انہیں مثالیں دے رہا ہوں کہ سسر خود یہودی ہیں۔ لیکن میرے بھائی سے منسوب تو رہی ہیں۔ ان کے لیے ایک بیٹی بھی پیدا کی ہے۔ انا میرا بھی یہودی ہے اور وہ پورس بھائی سے محبت کر رہی ہیں۔ اسی طرح تم بھی یہودی ہو کر مجھ سے جان سے جا ہتی ہو۔ پھر ایک مسلمان لڑکی کسی یہودی سے محبت کیوں نہیں کر سکتی؟“

وہ خوشی سے کل گئی۔ کہنے لگی ”اتنا پیار کرو گی کہ تم

دیوانے ہو جاؤ گے۔ تم واقعی میرے آئیڈل ہو ہم مزاج ہو

اور انصاف پسند ہو۔ میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تم خود ہی اپنے دل و دماغ سے سوچ کر انصاف کی باتیں کر رہے ہو۔“

وہ خوشی کے مارے بولتی جاری تھی۔ کبریا نے کہا ”میں

چاہتا ہوں کہ ہم ایک مثالی زندگی گزاریں۔ ایک دوسرے

کے مزاج کو سمجھتے رہیں اور کبھی کسی سے کوئی بات نہ چھپائیں۔

ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ایک دوسرے کے راز دار بننا

کر زندگی گزارتے رہیں۔“

”ہائے کبریا! جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تمہاری

زبان پر آ رہا ہے۔ تم میرے دل کی زبان بولنے لگے ہو۔“

”محبت اسی کو کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے اندر ڈوب

کر ایک دوسرے کے دل کی باتیں کہیں جائیں۔ ہم ایک کا

بڑی رازداری سے کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟“

”طے نہ دو۔ مجھے غصہ آ رہا ہے۔ میں نے جھگڑا کیا تو تمہیں بھی غصہ آ گیا۔ تم نے بھی جھگڑا کیا، کیا ایک گرم ہوتو دوسرے کو نرم نہیں ہوتا چاہئے؟ کیا ایسے میں انہیں جھگڑا کرنا اور الگ ہو جانا چاہئے؟“

”عجب ہے تم خالص یہویوں والی زبان استعمال کر رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا سوچ کر آئی ہو؟“

”محبت میں سوچ کچھ کر قدم نہیں اٹھائے جاتے۔ میں بے اختیار چلی آئی ہوں۔“

”کیا تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو گیا ہے؟“

”دل صاف ہو گیا ہے اسی لیے آئی ہوں۔“

”کیا تمہیں یہ یاد ہے کہ تم یہودی ہو اور میں مسلمان

ہوں ایسا نہ ہو کہ بعد میں پھر یاد آئے پھر تم جھگڑا کر دو؟“

”پلیز..... مجھے طے نہ دو میں ایسے کسی موضوع پر آئندہ

بحث نہیں کروں گی جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔“

”محبت میں بھی کبھی اختلافات پیدا ہونے چاہئیں کبھی

کبھی ضد بحث ہوتی رہے تو محبت بڑھتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے

کہ دونوں طرف سے دلوں میں سچائی ہو اور ہمارے تمہارے

دلوں میں اس وقت تک سچائی نہیں ہو سکتی جب کہ مذہب اور

خدا ایک نہ ہو۔“

”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے محبت بھی کروں تمہیں اپنا

دل و جسم بھی دیتی رہوں۔ اور اپنا مذہب بھی تبدیل کر لوں؟“

”محبت ہم کر رہے ہیں۔ تم نے اپنا دل بھی دیا ہے اور

اپنا جسم بھی میرے حوالے کیا ہے۔ اب مجھے دینے کے لیے

تمہارے پاس کچھ نہیں رہا ہے لیکن میں تمہیں بہت کچھ دے

سکتا ہوں۔“

”میں سننا چاہوں گی کہ تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟“

”اگر تم اپنا مذہب تبدیل کر لو۔ دین اسلام کو قبول کر لو تو

ہمارے درمیان پھر کبھی جھگڑے فساد نہیں ہوں گے۔ پہلی

بات تو یہ دوسری بات یہ کہ میں اس کے عوض میں تمہیں ایسی

خوشی دوں گا۔ جس کی تم تو قے بھی نہیں کر سکتیں۔ تم مان لو گی کہ

میں انصاف پسند ہوں۔ اگر کسی یہودی لڑکی کو اپنے دین میں

لے کر آتا ہوں تو اپنے گھر کی کسی مسلمان لڑکی کو بھی اجازت

دے سکتا ہوں کہ وہ کسی یہودی سے شادی کرے اور اپنا مذہب

تبدیل کر کے اس کے ساتھ یہودی بن کر زندگی گزارے۔“

وہ یکبارہ حیرت اور مسرت سے بولی ”کبریا! یہ تم کیا

کہہ رہے ہو؟“

”میں انصاف کے تقاضے پورے کرنا چاہتا ہوں۔ جب

تم ایک مسلمان کی خاطر اپنا مذہب تبدیل کر سکتی ہو تو پھر

”دیکھی باتیں کرتے ہو۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی تو اور کون دے گا؟ بولو کیا کام ہے؟“

”ہم بڑی خاموشی سے کسی نہ کسی طرح آوازوں سے رابطہ کریں۔ انوشے (الپا کی بیٹی) ابھی سات برس کی ہے جب تک وہ بالغ اور مجھدار ہوگی۔ اس وقت تک ہم آوازوں کے مزاج کو سمجھیں گے۔ اس سے دوستی کریں گے۔ اس سے دوستی اور محبت بڑھتی رہے گی، ہم پارس بھائی اور سسر الپا کو اس رشتے کے لیے قائل کرتے رہیں گے۔ اگر وہ قائل نہیں ہوئے تب بھی انوشے اور آوازوں میں اتنی اندر اسٹینڈنگ پیدا ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کو اس طرح چاہنے لگیں گے کہ خود اپنی زندگی کا فیصلہ کریں گے۔“

وہ خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی ”یہ تو بہت ہی اچھی تدبیر ہے۔ ہم ابھی سے ان دونوں کے لیے راستے ہموار کرتے جائیں گے۔“

”اس کے لیے لازمی ہے کہ کسی طرح ہم آوازوں سے رابطہ کریں۔ تم اس پہلی سے قطع رکھتی ہو۔ تم تو یقیناً ان میں سے کسی ایک سے رابطہ کر سکتی ہو۔“

وہ چپک کر بولی ”میرا ان کے ساتھ رابطہ ہے میں نے جھپٹیں یہ بات اس لیے نہیں بتائی تھی کہ تم نے انہاں کو مل کر میرے سامنے نہیں رکھا تھا۔ آج تمہارے دل و دماغ کلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہیں۔ اب میں تم پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کروں گی۔ آوازوں سے تمہاری ملاقات کراؤں گی۔“

”انا بیلا..... میں نے آوازوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف اور تمہارے سوتیلے بھائی ولاڈی میرا دشمن ہے؟ بلکہ اس کی دشمنی خاندانی ہے جو ایک طویل عرصے سے چلی آ رہی ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میری سوتیلی ماں ارنا کوف پہلے آوازوں سوم کی بیوی تھی۔ اس نے اس کے بیٹے چیوف آوازوں کو جنم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ راسپوشین سوم سے منسوب ہو گئی تھی۔ یہ ایک طویل روداد ہے میں پھر بھی بتاؤں گی۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ آوازوں تمہاری موجودہ ماں ارنا کوف کا بیٹا ہے۔“

”ہاں..... ارنا کوف نے پہلے ایک بیٹے کو جنم دیا اس کا نام چیوف آوازوں ہے۔ پھر راسپوشین سوم کی شادی کرنے کے بعد اس کے ایک بیٹے انوپ کوف کو جنم دیا تو وہ پیدائشی بیمار تھا۔ ابھی ایک دن پہلے وہ مر چکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ

بچیوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک شادی شدہ مرد اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ دوسری بیٹی تاشا چھ برس کی ہے۔ تین سال کی عمر میں اس نے ٹیلی ویژن کی ایک سیریس لکھ لے اور سیکھتی جا رہی ہے۔“

”یہ اچھا ہے کہ تم ان کے بارے میں مکمل معلومات ہو لیکن ایک بات ٹھنک رہی ہے۔“

”وہ کیا بات ہے؟ میں تمہارے دل سے ہر شے اپنے حناؤں کی اور ان کے بارے میں پوری تفصیلات بیان کر گی۔“

”بات یہ ہے کہ ارنا کوف اور اس کی اولاد سبھی تمہارے سوتیلے ہیں۔ کیا ان سے ہماری دوستی اور رشتہ دار ہو سکتے ہیں؟“

”کیسی باتیں کرتے ہو؟ یوں سمجھو کہ دوستی ہو سکتی ہے رشتے داری بھی ہو جائے گی۔“

کبریائے حیرانی ظاہر کی ”دوستی کیسے ہوگی؟“

”میں نے ان کا ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ اب وہ اندھا اعتماد کرتے رہیں گے۔“

”تم نے آخر ایسا کیا کیا ہے؟“

”چونکہ تم اپنا دل و دماغ کھول کر میرے سامنے رکھو ہو۔ اپنے منصوبے ظاہر کر چکے ہو۔ اور صدقہ دل سے اس عمل کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے میں تمہیں بتاؤں کہ ارنا کوف آوازوں اور تاشا نے بھی نہیں چاہتے کہ عدنان کو ولاڈی نقصان پہنچائے۔ وہ اسے ولاڈی میرے بھارے ہیں۔ ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی وہ لوگ پریشان نا کر ممانعتان کو لے کر جا رہی ہیں۔ تو وہ راستے میں گھبرا کر عدنان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تب میں نے ان سے کہا تھا کہ میں آوازوں کو اس طیارے میں پہنچا سکتی ہوں۔ جس کا عدنان سزا کر رہا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ عدنان کی حفاظت کرے گا۔ اگرچہ ہمارے ٹیلی ویژن جانیے والے الپا کی حفاظت کر رہے ہیں۔ لیکن حفاظت کرنے والوں کا آوازوں کا بھی اضافہ ہو جائے تو اچھی بات ہے۔“

پھر اس نے کبریائے پوچھا ”تم میری بات سمجھ رہے؟ کیا یہ میں نے اچھا نہیں کیا کہ عدنان کی حفاظت کے آوازوں کو بھی طیارے میں پہنچا دیا؟“

”یہ تو تم نے بہت ہی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ میری سبھی کی حفاظت کے لیے ایسی تدبیر پر عمل کر رہی ہو۔ تو میں کیوں مانوں گا؟“

وہ خوش ہو کر بولی ”کبریائے! تم بہت ذہین ہو۔“

ذہانت ہے ہر بات کو سمجھتے ہو، یہی بات اگر میں کسی اور سے کہتی تو وہ بھی اس بات سے قائل نہ ہوتا کہ آوازوں جیسے دشمن کو عدنان کی حفاظت کے لیے جہاز میں پہنچایا جائے۔ جب کہ میں ابھی طرح جانتی ہوں کہ آوازوں دشمن نہیں ہے بلکہ عدنان کا محافظ ہے۔ پندرہ برس بعد یہی عدنان اس کا بہنوئی بنے والا ہے۔“

کبریائے شہید حیرانی سے پوچھا ”اس کا مطلب کیا ہوا؟ پندرہ برس کے بعد ہمارا عدنان اس کا بہنوئی کیسے بنے گا؟ اس کی ایسی اور کون سی بات ہے؟“

”میں نے ابھی کہا تھا کہ تاشا چودہ برس کی ہے ان کے پاسر اطلوم نے بتایا ہے کہ تاشا اور عدنان کا زچہ اس قدر ملتا ہے کہ ان دونوں کو زودادگی زندگی گزارنی چاہیے۔ ان کے ایک ہو جانے سے اس خاندان کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ اور تاشا عدنان کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے پوری دنیا پر حکومت کرے گی۔ تمام ٹیلی ویژن جانیے والوں کو اپنے زیر اثر رکھے گی۔“

”پھر تو ہمارا عدنان ان کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے؟“

”اتنا ضروری ہو گیا ہے کہ سانس لینے کے بعد ان کی دوسری اہم ضرورت صرف عدنان ہے۔ ایک اور حیرانی کی بات بتاؤں؟“

”ہاں..... بولو آج تو تم حیران پر حیران کیے جا رہی ہو۔“

”ان کے پاسر اطلوم نے یہ بھی بتایا ہے کہ چوٹیں گھٹنے پہلے ان کا جو بیٹا انوپ کوف مر چکا ہے وہ پندرہ برس بعد پھر پیدا ہوگا۔ اور اسے تاشا جنم دے گی۔ وہ انوپ کوف مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں آئے گا۔“

”یہ بہت ہی حیران کرنے والی اور ناقابل یقین بات ہے ان کے پاسر اطلوم یہ کہتے ہیں تو شاید یہی ہوگا۔“

”ایسا ضرور ہوگا۔ میرے اس خاندان سے تعلقات ہیں۔ میں نے بھی بچپن سے سارے پاسر اطلوم سمجھے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ جو معلومات ان اطلوم کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں وہ غلط نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے صحیح وقت پر ضرور ثابت ہوتی ہیں۔“

کبریائے غمخیز ہوئے لہجے میں الفاظ کو چباتے ہوئے کہا ”انا بیلا! تمہارے اور ہمارے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔“

”کسی رکاوٹ؟“

”وہ..... رکاوٹ ہے خیر و شر کی! خیر کہاں ہے اور شر کہاں ہے؟“

وہ پریشان ہو کر بولی ”یہ تم خیر و شر کی بات درمیان میں کیوں لے آئے ہو؟“

”اس لیے کہ ہمیں زندگی گزارنے کے لیے کوئی ایک راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ خیر کا یا شر کا؟ شر تمہارے ساتھ بچپن سے لگا ہوا ہے۔ تم اسی راستے پر چلتی آئی ہو اور میں بچپن سے خیر کے راستے پر چلتا ہوا آیا ہوں۔ میںیں سے ہمارے اور تمہارے مذہبی معاملات شروع ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اختلافات بھی شروع ہو جاتے ہیں۔“

”یہ..... یہ تم پھر اختلافات کی باتیں شروع کر رہے ہو؟“

”میں یہ بات شروع نہیں کروں گا، تم صرف ایک بات کا جواب دو کہ روحانیت اور کالا جادو یکساں کیسے ہوتے ہیں؟ ایمان اور شیطان خیر و شر ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ ایک جگہ کیسے رہ سکتے ہیں؟“

”ابھی تو تم نے کہا تھا کہ آوازوں سے الپا کی بیٹی یعنی تمہاری بیٹی انوشے کا رشتہ ہو سکتا ہے۔“

”یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ تمہارے اندر کی بدبختی اور خباثت کو کھرچ کھرچ کر نکال سکوں۔ اگر میں یہ حکمت عملی اختیار نہ کرتا تو تم بھی اعتراض نہ کر سکتی کہ تم نے ماما کو بہت زبردست دھوکا دیا اور آوازوں کو بھی اس طیارے میں پہنچایا۔“

”یہ دھوکا نہیں تھا تم اس بات کو تسلیم کر چکے ہو کہ میں عدنان کی حفاظت کے لیے آوازوں کو وہاں لے گئی تھی۔“

”دیکھو انا بیلا! جب عدنان کی حفاظت کے لیے میری ماما جیسی ناقابل شکست عورت موجود تھیں اور ہمارے تمام ٹیلی ویژن جانیے والے وہاں موجود تھے تو کیا ہم ان کی موجودگی میں کسی آوازوں کو مدد چاہیں گے؟ تم ہماری مدد کرنا چاہتی ہو؟ ہمارے ساتھ ٹھیک کرنا چاہتی ہو۔ اگر یہ ٹھیک بھی تو تم نے صاف طور پر ماما کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم آوازوں کو وہاں لے کر آئی ہو۔ تم نے یہ بات ان سے چھپائی؟ جانتی تھیں کہ وہ آوازوں کی موجودگی کو وہاں پسند نہیں کریں گی۔ اور تمہارے اس عمل سے اختلاف کریں گی۔ تم یہ سب کچھ جانتی تھیں۔ اسی لیے تم نے ماما سے جھوٹ کہا، دھوکا دیا اور آوازوں کو وہاں پہنچا دیا۔“

”تم بھی اب تک مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے دھوکا دے رہے تھے۔ باتیں بنا کر میری اندر کی باتیں نکال رہے

تھے۔

”ہاں..... میری ممانے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے رابطہ کروں۔ اور حقیقت معلوم کروں کہ تم دوسری چالیس کیوں چل رہی ہو؟ ممانے سے جھوٹی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ تمہاری یہ چوری پکڑی گئی تھی۔ تم نے ممانے سے کچھ جھوٹی باتیں کی تھیں۔ ان کی تصدیق ہو گئی اور تمہارا جھوٹ سامنے آ گیا۔ اب تمہارے اندر سے اور بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔“

وہ غصے سے چیخنے لگی ”آئی ہیٹ یو..... یو آر لائر..... تم بہت جھوٹے ہو، مدحاشا! ہو، فریبی ہو، تم نے مجھ سے چیٹنگ کی ہے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آئی ہیٹ..... یو..... آئی ہیٹ یو.....“

وہ غصے سے چیختی ہوئی اس کے دماغ سے چلی گئی۔
☆☆☆
کالیا اسرائیلی دہشت زدہ تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ شمر سلطانہ کی کلائی پکڑنے جائے گا تو ایک دم سے اچھل کر یوں دور جا کر گئے گا جیسے کسی نے اٹھا کر پھینک دیا ہو۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد وہیں پڑا رہ گیا تھا اس نے پھر وہاں سے اٹھنے کی جرات نہیں کی تھی۔

فرمان نے شمر سلطانہ سے آکر کہا ”میں کالیا کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ تم سے بری طرح خوفزدہ ہے۔ اب تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا پھر بھی اس سے محتاط رہو۔ میں خیال خواتی کے ذریعے چنڈال کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ دیکھتا ہوں کہ واقعی وہ پاگل خانے میں ہے یا کوئی نیا ڈراما لے کیا جا رہا ہے؟“

”ہاں..... یہ سب ہی فراڈ ہے۔ خدا کے لیے اچھی طرح معلوم کرو کہ یہ جو نیلی جیسی جاننے والا مہادیو بھائی آیا تھا۔ یہ چنڈال کا آدمی ہے۔ انتہائی اس سے بہت متاثر ہے۔ ان سب کی ملی بھگت سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”تم بالکل گنہگار نہ کرو۔ تم میں پر آج بھی نہیں آئے دوں گا۔ ابھی ٹھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ کیا تم مجھے دماغ میں آنے دو گی؟“

”ہاں..... اب تو حالات ایسے ہیں کہ میں تمہیں آنے سے نہیں روکوں گی یہ دھڑکا لگا رہا ہے کہ کہیں وہ مہادیو بھائی مجھے ہیرا پھیری سے نقصان نہ پہنچا دے۔“

”وہ کچھ بھی نہیں کرے گا۔ اطمینان رکھو میں ابھی ٹھوڑی دیر بعد آ رہا ہوں۔“

خانے کے ڈاکٹر سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا ”بیلو۔ کون ہو؟“

فرمان نے فون بند کر دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر غلام ہوا کہ بیٹھ کر تیزی سے ایک شخص پاگل ہو گیا ہے۔ اسے سلاخوں والی ایک کوفٹری میں جتا رہا گیا ہے۔ اور یہ اتنا خطرناک ہے کہ اس کا چاک کسی پر بھی جان لیوا حملہ کرنا ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی دوسرے پاگل کو نہیں رکھا گیا ہے۔ وہ ڈاکٹر فرمان کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے پیچھے سے نکل کر تیزی سے چلا ہوا ایک کمرہ بڑے گزرتا ہوا پاگل خانے کے اس حصے میں پہنچا جہاں وہ سلاخوں والی کوفٹری تھی۔ اس کوفٹری کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ فرمان نے اس کے ذریعے دیکھا چنڈال جو کیا سر جھکا کر غصے سے فریادیں پڑھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلا گیا۔ سلاخوں کے پاس آکر روئے لگا۔ گزرتا ہوا ”ڈاکٹر! بھگوان کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے بزدلی پاگل بنا کر رکھے ہوئے ہو۔ تم یوں تمہیں کتنی دولت چاہئے؟ یہاں سے آزاد ہو کر میں تمہیں اتنا خزانہ لا کر دوں گا کہ تمہاری سات سائیں میل کرتی رہیں گی۔“

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا ”تمہاری یہی باتیں تمہیں پاگل ثابت کر رہی ہیں۔ تم بڑبڑاتے رہو مجھ جا رہا ہوں۔“

وہ جانے لگا چنڈال نے چیخ کر اسے آواز دی۔ ”اب پلٹ کر نہیں آیا تو وہ اسے گالیاں دینے لگا۔ سلاخوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر ان پر اپنا سارے لگا۔ اسے قیامت وقت فرمان نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”بیلو..... چنڈال! تم کتنے طاقتور تھے۔ نیلی جیسی جاننے والے کا لے جاؤ کے ذریعے دوسروں کی کھوپڑیاں بھانپنے تھے۔ اب تو تم حقیر بنی کے کیزے سے بھی گئے زورے ہو۔“

وہ چونک کر اس کی باتیں سننے لگا پھر بولا ”تم..... کیا؟“

”ہاں..... تمہاری بیٹی کا پار ہوں۔ بھلا تم مجھے کیا بھلا سکو گے؟“

وہ گزرتا ہوا لگا۔ ”دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا ”فرمان! مجھ پر رحم کرو میں نے تم سے دشمنی کی نہیں غلام بنا کر رکھا۔ تمہیں مار ڈالنا چاہا جس کا نتیجہ مجھ لے رہا ہے۔ میں مٹی کی کیزے سے بھی بدتر ہو گیا ہوں۔ مٹی کے کیزے کو تو دیس میں پاؤں کے نیچے چل کر گزر جاتا ہے۔ مجھے تو کوئی ٹھکانہ

گرنے والا بھی نہیں ہے۔ نہ مرنا ہوں نہ جیتا ہوں۔ میں نہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بار مجھے بچالو۔ ان پاگل خانے سے نکالو۔ مجھے اتنا موقع دو کہ میں اپنی جسمانی اور دماغی توانائی دوبارہ حاصل کر سکوں۔ پھر میں ماری زندگی تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔“

”پھر تو تم ذرا زیادہ شیطان کے باپ بن جاؤ گے۔ جب تم نے مجھے غلام بنایا تو میں تمہارے سامنے نہ رویا نہ ٹوڑا یا۔ مردوں کی طرح خاموش رہا۔ اور اپنے موقع کا انتظار کرتا رہا۔ تم بھی یہ ذہنی برداشت کرتے رہو۔ اور اپنی موت کا انتظار کرتے رہو۔ اگر تمہاری تقدیر اچھی ہوگی تو یہاں سے نکل پاؤ گے ورنہ یہیں مرو گے اور اس طرح مرو گے کہ تمہاری کتنی بھی تمہیں یاد نہیں رہیں گے۔ تم کوئی دوسرا جسم بھی بدل نہیں سکو گے۔ تمہاری موت یقینی ہے اور یہ تمہارا آخری جسم ہوگا۔“

اسی وقت ٹوٹی جے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ”سزفرمان! تم نے درست کہا“ اس کا یہی انجام ہوگا اور میں اسے یہاں سے نکل نہیں دوں گا۔“

فرمان نے کہا ”سزفرمان! تم اس کے دست راست ہو کر اس کے خلاف بول رہے ہو؟“

”میں کبھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ لیکن اب نہیں۔ اب میرا نام بھی مہادیو بھائی نہیں ہے۔ میرا نام ٹوٹی جے ہے۔ میں امریکن ہوں میں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس غیبت نے مجھ پر کتنے ظلم کیے ہیں؟ تمہیں اپنی کہانی سناؤں گا۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ میں اس کا دوست نہیں جانی دشمن ہوں اس سے کہ طرح انتقام لے رہا ہوں۔“

وہ اپنی روداد سناتے لگا۔ فرمان بڑی حیرانی اور بڑے غصے سے کچھ سنتا رہا۔ واقعی ٹوٹی جے کے ساتھ ظلم کی انتہا کتنی تھی۔ جب اس کی روداد سن ہو گئی تو فرمان نے کہا ”یہ ذرا! یہ کتنا.....“

یہی شیطان کی اولاد ہے۔ اس نے تمہاری موت کرنے والی بیوی بلیا کو اس وقت مار ڈالا جب اس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بے چاری ماں بننے والی تھی۔ اس سے غلام اور کیا ہو سکتا ہے؟“

ٹوٹی جے نے کہا ”میرا تو جی چاہتا ہے کہ چاقو کی نوک سے مائے کرم پر چڑھ کے لگا رہوں۔ اور اس میں سرخ مرچ ملا دوں۔ یہ جیتنا ہے تو پھر ہرے موت مائے کرم سے فرمان نے کہا ”سزفرمان! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ تم مجھے اپنا دوست سمجھو۔ یہاں ہندوستان آئے ہو اور

اپنے آپ کو بچیان سمجھو کہ تم ہندو نہیں کر چکے ہو۔ مہادیو بھائی نہیں ٹوٹی جے ہو۔ تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے تم جب تک ہندوستان میں رہو گے میں تم سے رابطہ کرتا رہوں گا۔ تم مجھے آج رات کو کبھی مدد کے لیے پکارو گے تو میں چلا آؤں گا۔“

ٹوٹی جے نے کہا ”تمہارا بہت بہت شکریہ..... اس شیطان سے نمٹنے کے لیے میں تمہارا کافی ہوں۔ پھر بھی جب تک ہندوستان میں رہوں گا۔ کسی کو دشمن نہیں بنائوں گا۔ دوست بنائوں گا اور تم سے بھی دوستی قائم رکھوں گا۔“

”میں تمہیں پورا موقع دوں گا کہ تم اس سے پھر پورا انتقام لیتے رہو۔ اور میں خاموشی سے اس کے اندر آکر اس کی حالت زار دیکھتا رہوں گا۔“

”میری ایک بات مانو گے؟“

”ضرور مانوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟“

”تم اس کی بیٹی کو یہاں ضرور لاؤ، میں چاہتا ہوں کہ باپ بیٹی کا سامنا ہو۔ اور وہ اپنے باپ کے برے انجام کو دیکھے۔“

”اب تورات ہونے والی ہے۔ میں کل کی فلائیٹ سے اسے لے کر یہاں آؤں گا۔ کیا صرف اس کی بیٹی کو اس سے ملانا چاہتے ہو؟ بیٹے کو نہیں ملاؤ گے؟“

”اسے بھی ملانے والا ہوں۔ وہ کل صبح کی فلائیٹ سے یہاں آئے گا۔ دس گیارہ بجے تک اس پاگل خانے میں پہنچ جائے گا۔ تم چلو تو یہاں چلے آنا۔ ان باپ بیٹے کا تماشا دیکھ سکو گے۔“

چنڈال اتنی سلاخوں سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے اندر ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسا بے بس اور مجبور ہو چکا تھا کہ اپنے اندر سے انہیں نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ان کی سازشوں کو سن کر ان کے خلاف کچھ کر سکتا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا کہ کمزوری انسان کو کس قدر ذلت کی پستیوں میں لے جاتی ہے۔

فرمان نے شمر سلطانہ کے پاس آکر کہا ”میں ابھی چنڈال کے پاس گیا تھا۔“

انتانے سنتے ہی پوچھا ”میرے چاہی کیسے ہیں؟ کیا وہ سچ پاگل خانے میں ہیں؟“

وہ بولا ”ہاں..... تمہارے ذلیل اور کینے باپ کو تو کسی گٹر میں بند کر کے رکھنا چاہئے۔ اتنا کینہ شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے ایک عورت کو مار ڈالا جس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بچاری ماں بننے والی تھی۔ اس نے ٹوٹی جے سے

اس کا نام اس کی شخصیت اس کا مذہب سب کچھ چھن لیا۔ اسے مہادیو بھائی کا نام دے کر ہندو بنادیا۔ اور اس کے وطن سے دور یہاں لے آیا۔ اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ ہندوستانی ہے۔ لیکن حقیقت کب تک چھپ سکتی ہے آخر اسے اپنی اصلیت معلوم ہوئی۔ اور اب وہ تمہارے باپ سے بری طرح انتقام لے رہا ہے۔“

انتبا سب سن رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی۔ رونے کے انداز میں بولی ”میرے پتا جی کو ایک بار معاف کر دو۔ وہ دماغی طور پر کمزور ہو گئے ہیں۔ پاگل ہو گئے ہیں۔ تو تم انہیں اپنا غلام بنا لو۔ غلام بنا کر انہیں سیدھے راستے پر لے آؤ تو وہ پھر کوئی شیطانی حرکت نہیں کریں گے۔ میں اس بات کی ضمانت لیتی ہوں ہم دونوں مل کر انہیں راہِ راست پر چلایا کریں گے۔“

بھلا شیطان بھی کبھی راہِ راست پر آیا ہے۔ میں اسے سیدھے راستے پر چلانے کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔“

”فرمان! تم کہتے بدل گئے ہو؟ کیا تمہیں اپنی انتبا سے محبت نہیں ہے؟ تم تو میری ہر بات مان لیا کرتے تھے؟“

”میں تمہاری ہر جائز بات مان لیا کرتا تھا۔ اور آئندہ بھی ماننا رہوں گا۔ تمہارا باپ میرا جرم ہے اس نے مجھے اپنا غلام بنایا پھر مجھے جان سے مار ڈالنا چاہا۔ پھر بھی میں نے تمہاری خاطر اسے معاف کر دیا، لیکن اب وہ ٹوٹی ہے کا جرم ہے۔ میں ٹوٹی سے ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اسے معاف کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر ہے۔ وہ جیسا چاہے گا ویسا اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔“

”تم چاہو تو میرے پتا جی کو جسمانی اور ذہنی توانائی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے تم شہر سلطانہ کے پاس آئے ہو۔ اس سے باتیں کرنے لگے ہو۔ اس کے حسن و شباب کو دیکھ رہے ہو۔ تب سے تم نے مجھے اپنی نظروں سے گرا دیا ہے۔ مجھے بالکل ہی صفر بنا کر اس کے اندر چھپا دیا ہے۔ دبا کر رکھ دیا ہے۔ جیسے مٹی میں دفن کر دیا ہو۔“

”تم کچھ بھی کہو۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اب بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ اور تم سے محبت کرتا رہوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تمہارا جسم نہیں ہے صرف آتما ہے۔ اس لیے میں صرف زبانی محبت کر سکتا ہوں۔ اور جسمانی محبت تو اسی سے ہوگی جس سے آئندہ مجھے محبت ہوگی۔ وہ جو آئندہ میری جیون ساتھی ہوگی۔“

”میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ اس شہر سلطانہ کو ہی جیون ساتھی بنانے والے ہو۔“

”تم کچھ بھی سمجھ لو۔ بہر حال میں ٹوٹی ہے اور تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ چپ چاپ تمہارے بن کر دیکھتا ہوں گا۔ کہ تمہارے باپ کا انجام کیا ہوگا اور یہ تو ابھی سے کہہ دوں کہ بہت برا انجام ہونے والا ہے۔ وہ تڑپ کر بولی ”بھگوان کے لیے مجھے ایک بار میری پتا جی کے پاس لے چلو۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔“ فرمان نے کہا ”شہر سلطانہ اس کی یہ التجا مان لو۔ ایک بار اس کے باپ کے سامنے لے چلو۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں چاہوں گی کہ یہ شیطان باپ کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کب چاہے ہو۔“

”میں کل صبح کسی بھی فلائیٹ میں تمہارے لیے سیٹ اوکے کرادوں گا۔ تم ناگ پور چلی جانا۔“

”کیا تم نہیں جاؤ گے؟ میں اکیلی جاؤں گی؟“

تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں ہر لمحہ تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ اور جسمانی طور پر بھی تم سے دور نہیں رہوں گا۔ آنکھوں کے سامنے ہی رکھوں گا اور دوری دور سے حفاظت کرتا رہوں گا۔“

اس کی یہ باتیں شہر سلطانہ کو چھوڑی تھیں۔ اور اسے بار بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کی زندگی میں کوئی اپنا ہے۔ جو اسے اپنا سمجھ کر اس کی اتنی حفاظت کرتا چاہتا ہے۔ ہر لمحہ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ باڈی کا مطلب بدن ہوتا ہے اور گارڈ کا مطلب محافظ یعنی وہ اس کے بدن کا محافظ بن جانا چاہتا ہے۔ اور یہ بات اسے بہت اچھی لگتی تھی۔

اچانک وہ خیال سے چونک گئی۔ اس کے اندر اچانک ناگواری سے پوچھا ”اے..... تم یہ فرمان کے بارے میں سوچ رہی ہو؟ کیا اندر ہی اندر پھول کی طرح گل رہی ہو؟ صرف میرا ہے۔“

اسے ایسا لگا جیسے چوری پکڑی گئی ہو زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کے لیے ایسے نرم و کرم جذبے سے سوچا تھا۔ سوچتے ہی اس کے اندر چھپی ہوئی سوکنے لے اسے طرف مائل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

وہ جلدی سے سنبھل کر بولی ”تم مجھے غلام سمجھ رہی ہو؟ تمہارا ہے تو ہوا کہ مجھے اس سے کیا لینا ہے؟ مجھے اس سے باتیں نہ کیا کرو۔“

”دیکھو..... ہم بدن کے ایک ہی قید خانے میں ہیں۔ ہم میں کسی کی بھی بات چھپی نہیں رہے گی۔ اس لیے مجھ سے یہاں نہ کرو۔ تمہارا دل اس کی طرف مائل ہونے لگا ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں تم کو اس کرتی رہو۔ اور میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ تم نے آئندہ بھی اس قسم کی بات کی اور میرے کسی معاملے میں مداخلت کی تو میں کل ناگ پور نہیں جاؤں گی۔ تم میرے بدن کی قید میں پڑی رہنا۔ اپنے باپ سے ملنے کے لیے تڑپ رہنا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”پلیز! ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں آئندہ تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔ کل تم ضرور ناگ پور جاؤ گی۔ میں کل کے انتظار میں بہت بے چین ہو رہی ہوں۔“

فرمان نے واپس آکر بتایا کہ کل دن کے ایک بجے والی فلائیٹ سے ناگ پور جانا ہے۔ سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ اس نے فون کے ذریعے پاگل خانے والوں سے اجازت بھی لے لی ہے۔ وہاں شہر سلطانہ کا نام نوٹ کر دوا دیا گیا ہے۔ پہلے تو وہ راضی نہیں تھے۔ لیکن اس نے خیال خوانی کے ذریعے اجازت حاصل کر لی ہے۔ ٹوٹی بے ٹیلی فنی کے ذریعے چنڈال سے دشمنی کر رہا تھا۔ اور ایسی ہی دشمنی ریش ایک بننا ہو کر رہا تھا۔ وہ دونوں ہی چاہتے تھے کہ چنڈال ہمیشہ اس پاگل خانے میں رہے۔ اور ذات کی زندگی گزارا رہے۔ اسے نارچہ کیا جائے۔ دواؤں اور انکشن وغیرہ کے ذریعے اسے اذیتیں پہنچائی جائیں۔ اس طرح وہ تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر موت کی طرف جا رہا ہے۔

دوسری طرف چنڈال یعنی سینٹھ ہریش چندر کا بھائی جگدیش چندر اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کی فکر میں تھا۔ اس نے ایک وکیل کے ذریعے اس سے ملنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ وہ دوسرے دن صبح آٹھ بجے ہی پاگل خانے پہنچ گیا۔

چنڈال اسے دیکھتے ہی سلاخوں کے پاس آکر بولا ”میرے بھائی تم کہاں تھے۔ تم بھی ریش اور ریش کے ساتھ میرے خلاف سازش کر رہے ہو؟“

جگدیش چندر نے کہا ”بھیا! مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں آپ کے وکیل کے ذریعے یہ مقدمہ لڑنے والا ہوں۔ آپ کا کیس عدالت میں لے جا رہا ہوں۔ ریش کے خلاف مقدمہ بازی ہوگی اور میں یقیناً یہ کیس جیت کر آپ کو رہائی دلا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔“

”میرے بھائی..... تم مجھے یہاں سے رہائی نہیں دلا سکو

گے۔ تم نہیں جانتے صرف ریش ہی نہیں میرے اور بھی دشمن ہیں جو ٹیلی فنی جانتے ہیں اور میرے اندر آکر مجھے پاگل بناتے رہتے ہیں۔ وہ مجھے بھی اس پاگل خانے سے باہر نہیں آنے دیں گے۔“

جگدیش نے پریشان ہو کر کہا ”بھیا! تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ بھلا کون مانے گا کہ کوئی آپ کے اندر آتا ہے اور آپ کو پاگل بناتا ہے؟“

”تم میرے بھائی ہو۔ تم مجھ پر ہر دوسرا کر سکتے ہو۔ میں اس وقت پاگل نہیں ہوں۔ اور ہوش میں رہ کر بات کر رہا ہوں۔ تم ٹیلی فنی کے بارے میں کچھ جانتے ہو نا؟“

”ہاں..... میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے جو یہ علم جانتے ہیں۔ وہ کسی کے بھی دماغ میں رہ کر باتیں کرتے ہیں۔“

”بالکل بھی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میرا دشمن میرے دماغ میں گھس کر مجھے کمزور کر رہا ہے۔ مجھے جان سے نہیں مار رہا ہے لیکن اس طرح پاگل بنا کر ذلیل و خوار کر رہا ہے۔“

”بھیا! میں آپ کی بات کا یقین کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ضرور ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ورنہ آپ تو بہت ذہین ہیں بہت سوچ سمجھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اتنا بڑا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ پھر اچانک پاگل کیسے ہو جاتے ہیں؟ میں سمجھ گیا آپ کو ضرور پاگل بنایا جا رہا ہے۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ”جگدیش! میرا آخری وقت آگیا ہے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ وہ ظالم ٹیلی فنی جانتے والا میری جان لے کر ہی رہے گا۔“

”بھیا! آپ فکر نہ کریں۔ ابھی مجھے اچانک یاد آیا ہے کہ ہمارے شہر میں ایک بہت بڑے تانترک مہاراج آئے ہوئے ہیں۔ وہ مہا گیانی ہیں۔ جو جی ان کے سامنے جاتا ہے وہ اس کے اندر کا بھید بتا دیتے ہیں۔ ایک بوڑھی مائی کا بیٹا پچھلے ایک ہفتے سے کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ نہیں چل رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے اس بوڑھی مائی سے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کی تصویر لے کر آئے۔ جب وہ تصویر لے کر آئی تو انہوں نے وہ تصویر دیکھی۔ پھر کچھ پڑھتے رہے اس کے بعد بولے کہ تیرا بیٹا بچے پور گیا ہوا تھا۔ اسے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ بہت چوٹیں آئی ہیں ابھی وہ اسپتال میں ہے۔ اس کے دماغ پر حادثے کا برا اثر ہوا ہے وہ بہت ہی باتیں بھول گیا ہے۔ تمہیں بھی بھولا ہوا ہے جب اسے سب کچھ یاد آئے گا تو وہ جلدی ہی تمہارے پاس واپس آجائے گا۔ اس کی چٹانہ کرو۔“

چنڈال نے سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ نکال کر

جلد لیش کے ہاتھ کو تمام کر گزرتا ہے ہوئے کہا ”مگر تو وہ تاترک مہاراج میری شکل بھی آسان کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس میری تصویر لے جاؤ۔ انہیں میری چٹناؤ۔ اور ان سے کہو کہ کسی طرح مجھے ان ٹیلی بیٹھی جانے والوں سے نجات دلا دیں۔ پھر میں جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کر کے خود ہی اس پاگل خانے سے رہائی حاصل کر لوں گا۔“

”بھلا! اگر ایسے آپ کو ان ٹیلی بیٹھی جانے والوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو میں ابھی جا رہا ہوں۔ ان مہاراج سے ملوں گا۔ انہیں ہزاروں لاکھوں روپے کی دکھشا (نذرانہ) دوں گا۔ تو وہ ضرور آپ کو دشمنوں سے نجات دلائیں گے۔“

وہ اسی وقت وعدہ کر کے تیزی سے چلتا ہوا دال سے چلا گیا اس وقت ٹوٹی ہے اس کے اندر نہیں تھا۔ اس نے ان دونوں بھائیوں کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ رات کے وقت اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بڑی گہری نیند سو رہا تھا۔ مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کا بھائی جلد لیش اس مہاراج سے مل کر اس کی مشکل کو ضرور آسان کرے گا۔

اس نے نیند کی حالت میں خواب کی اسکرین پر ٹوٹی ہے کو دیکھا وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”تمہارے دیش کا کوئی تاترک مہاراج مجھے تمہارے دماغ سے نہیں نکال سکے گا اور نہ ہی مجھ سے بچا سکے گا۔ تم بہت دیر سے دیر سے میرے ہاتھوں مرتے رہو گے۔“

چنڈال نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا ”مہادیو! تم میرے دوست اور ہم راز ہو۔ اور تم مجھ سے دشمنی کر رہے ہو؟“

”تم بہت ذلیل اور کہنے ہو کیا تم نے مجھ سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر چھوڑی ہے؟“

”نہیں..... نہیں..... میں نے تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے میں سمجھ گیا تھا کہ تمہارے دشمنوں نے تمہارے دماغ پر قبضہ کر لیا ہے، بتوئی میں مل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابتادار بنالیا ہے۔“

”اسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا میں خود فریاد علی تیور بن کر تمہارے دماغ میں بولتا رہا تھا۔ تمہیں دہشت میں جلا کر رہا تھا۔ لیکن اب صاف طور پر کہتا ہوں کہ میں تم سے خود ہی انتقام لے رہا ہوں۔ تم نے میری بیوی بھلیا کو اس وقت ہلاک کیا جب وہ میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ لہذا سب سے پہلے تو میں تمہارے بچے کو ماروں گا اس کے بعد بھلیا کا انتقام لینے کے لیے تمہاری بیوی کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ تمہارے سامنے یہ سب حرام موت

میں گے اور تم انہیں بچائیں سکوں گے بلکہ ان کی موت کا شاد دیکھتے رہو گے۔“

چنڈال نے گھٹکت خوردہ لہجے میں کہا ”میں سمجھ گیا میرے دماغ کو زور دیا ہو چکا ہے۔ اور تم میرے خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر چکے ہو۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چاہا سکوں گا۔ جھوٹ بولوں گا۔ تب بھی تمہیں یقین نہیں آئے گا کچھ دہی ہے۔ جو تم سمجھ چکے ہو۔“

”اور کچھ سمجھنے کے بعد میں اندر ہی اندر دلا دے کی طرح پک رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہیں کئی اذیتیں دے کر ماروں؟ اور تمہیں مرنے بھی نہ دوں۔ زندہ رکھوں لے رہے رہا ہوں لے رہے زندہ کرتا رہوں۔ پھر زندہ کروں ہر ہلے مارتا رہوں۔“

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا ”اب تو میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم میرے ساتھ جیسا چاہو گے ویسا ہی سلوک کرو گے۔ اور میں فریاد بھی کرتا رہوں گا۔ چنڈال رہوں گا۔ ترپتا رہوں تمہارے گاؤ کا واسطہ تمہیں دیتا رہوں گا۔ تب بھی تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔ تم تو ہی کرو گے جو اس وقت تمہارا انتقامی جذبہ کہہ رہا ہے۔“

”کیا تم آخری بار اپنے جینے نبی سے ملاقات نہیں کرو گے۔“

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولا ”ہاں..... پلیز فارگ ڈسک میرے بچوں کو ایک بار مجھ سے ملا دو۔“

”میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔ کل صبح تمہارا بیٹا اس راج جو کیا تم سے یہاں لے آ رہا ہے۔“

اس کے دل میں خوشی کی ایک لہری پیدا ہوئی۔ وہ بولا۔ ”کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم میرے بچے کو مجھ سے ملاؤ گے؟“

”ہاں..... کل تمہاری اس سے آخری ملاقات ہوگی۔“ وہ ذرا پریشان ہو کر بولا ”آخری کیوں.....؟“

”اس لیے کہ اس کے بعد تمہارا بیٹا اس دنیا میں نہیں رہے گا۔“

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا وہ تڑپ کر بولا ”نہیں ایسا باتیں نہ کرو کیا تم میرے بچے کو مار ڈالنا چاہتے ہو؟“

”تم نے بھی تو میرے ہونے والے بچے کو مار ڈالا تھا؟“

”ہاں..... میں نے بہت بڑا جرم کیا تھا۔ اس کے بدلے تم مجھے مار ڈالو اگر میرے بچے کو نقصان نہ پہنچاؤ۔“

”تمہیں بھی یہی کرنا چاہیے تھا؟ تم مجھے مار ڈالنے کو میری بیوی بھلیا کو اور ہونے والے بچے کو تو محفوظ رہنے

دیتے؟ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر میں ایسا کیوں کروں؟“ ٹوٹی بے تحقیر لگنے لگا۔ پھر خواب میں اسے ایسا لگا جیسے اس کی جگہ فریاد علی تیور کھڑا تھا۔ یہ بھی اسے میری آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہی ٹوٹی ہے کی وہ پریشان ہو رہا تھا۔ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے بالوں کو منہ میں بٹک کر انہیں نوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”میرے بچوں کو چھوڑ دو۔ ان سے انتقام نہ لو۔ ان کے بدلے مجھے مار ڈالو۔ میں اب زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی تو موت سے بدتر ہے۔ مجھے موت چاہیے۔“

وہ بول رہا تھا۔ لیکن تحقیر اس کی آواز پر حاوی ہو رہے تھے۔ تھار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح تمہیں اس کی آواز میں اس کی فریاد دہتی جا رہی تھی۔

یہ بات یقینی ہوئی تھی کہ چنڈال کا آخری وقت آ گیا ہے۔ ٹوٹی جے کسی حال میں بھی اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اسے اس کی آخری سانس تک پیچھا کر ہی دم لینے والا تھا۔

دوسری طرف اس کے بیٹے ہیٹش چندر اور میٹش چندر بھی اس کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ اسے جان سے مارنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن اس کی موت تک اسے پاگل خانے میں رکھنا چاہتے تھے۔ ایسے میں ایک ہلکی سی کمزوری کرن تھی کہ اس کا بھائی جلد ہی چندر اس کے لیے کچھ کر سکے گا۔ اور وہ پتلا روہنی اسی چنڈال کو اپنا بھائی پریش چندر سمجھ کر جان توڑ کوشش کر رہا تھا کہ اس طرح اسے پاگل خانے سے رہائی دلا نا چاہتا تھا۔

اس نے پاگل خانے میں آ کر بھائی کی حالت دیکھی تو تڑپ گیا۔ واپسی پر پاگل خانے سے نکل کر تاترک مہاراج کے پاس گیا۔ پہلے تو اسے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ جب اس نے کہا کہ وہ غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دکھشا کے طور پر دے گا۔ تب اسے تاترک مہاراج نے اپنے سامنے طلب کیا۔

وہ ایک اونچے چوڑے پر پتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ جلد لیش دونوں ہاتھ جوڑے سر کو جھکائے تیزی سے چلتا ہوا آکر ان کے قدموں میں جگمگایا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ”جاؤ..... ادھر بیٹھ جاؤ۔“

وہ ایک جگہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا ”میری طرف دیکھو مجھے آسمانیں ملاؤ۔“

وہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ گھبراہٹ لگا آنکھوں میں اتار دے وہ دب دے تھا، اتنی شش شش ہی ایسا لگتا تھا جیسے وہ

آنکھیں اس کی روح قبض کر رہی ہیں۔ اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

وہ تقریباً ایک منٹ تک ان غصہ ناک اور خنخوار آنکھوں سے چپکا رہا۔ وہاں سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس کا دل گھبراتا رہا۔ ڈھونڈتا رہا جیسے وہ مرنے ہی والا ہو۔ پھر ایک تاترک مہاراج نے آنکھیں بند نہیں۔ تو اس کی آنکھوں کو نجات ملی۔ وہ فوراً نظریں جھکا کر گہری گہری سانس لینے لگا۔ مہاراج نے اپنی ہماری بھرم آواز میں کہا ”ہوں..... تیرا بڑا بھائی پاگل خانے میں ہے؟“

جلد لیش نے چونک کر مہاراج کو دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”آپ بہت بڑے گیانی ہیں میں نے کچھ نہیں کہا اور آپ نے معلوم کر لیا، یہی بات ہے اسے بے قصور پاگل خانے میں رکھا گیا ہے۔ اور اس سے دشمنی کی جا رہی ہے۔“

مہاراج نے کہا ”دشمنی غلط تو نہیں ہے؟ تیرے بڑے بھائی نے پہلے اپنی ہونے والی بیوی بہو پر بری نظر ڈالی۔ اس کی عزت سے کھٹنا چاہا پھر اس نے اپنی دھرم بچی کو بھی مار ڈالا۔ اگر اس کے دونوں جوان بیٹے باقی ہو چکے ہیں تو وہ غلطی نہیں کر رہے ہیں؟“

”وہ دونوں غصے میں ہیں۔ اپنے باپ کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے اور میں بچپن سے اس سے محبت کرتا رہا ہوں۔ آپ سے التجا کرنے آیا ہوں۔ بھگوان کے لیے اسے معافی دلائیں۔ اس کے بیٹوں کو سمجھائیں کہ وہ اسے معاف کر دیں۔ آپ مہا گیانی ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا بھائی بہت ہی نیک انسان تھا۔ اس نے بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ پتا نہیں ایک ہفتے پہلے اس کا مزاج کس طرح بدل گیا تھا۔ اور وہ ایسا برا آدمی بن گیا تھا۔ آپ چاہیں تو اسے پھر بھلا آدمی بنا سکتے ہیں۔“

”ہوں..... ہم نے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بھائی پریش چندر بہت دیا لو ہے۔ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت بھی تم نے غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ غریبوں کی سہاگنا کرتا ہے ہم اس کی سہاگنا کریں گے تم جاؤ اور اس کی ایک تصویر لے آؤ۔ ہم اس کی تصویر دیکھ کر اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔“

جلد لیش اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”میں ابھی ایک گھنٹے میں وہ تصویر لے آؤں گا۔“

مہاراج نے کہا ”رات بہت ہو چکی ہے۔ کل صبح دس بجے تصویر لے کر آنا۔“

کتابیات جلی کیشنز

وہ اسی طرح ہاتھ جوڑ کر اٹھے قدموں چل ہوا کرے سے باہر آگیا۔

اس تاثرک مہاراج کا نام جگل بھٹا چارہ تھا۔ اس کا انداز تباہ تھا کہ وہ کالے جادو کے علاوہ کبھی بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ اس نے جگدیش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک منٹ تک خاموشی اختیار کی تھی۔ پھر اسے سینہ ہریش چندر اور اس کے دونوں بیٹوں کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے دماغ میں گھر کر اس کے خیالات پر دستار ہاتا تھا۔ ان تاثرک مہاراج جگل بھٹا چارہ کو یہ بات عجیب سی لگ رہی تھی کہ سینہ ہریش چندر تو بہت ہی نیک تھا، دیا تو تھا، غریبوں کا ہمدرد تھا اور کسی بڑے کام نہیں کرتا تھا۔ پھر اس نے اپنی ہونے والی بھوپری بری نظر کیوں ڈالی تھی؟ اور اپنی دھرم جی کو توکل کیوں کیا تھا؟ یہ اچانک تبدیلی اس میں کیوں آئی تھی؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ سینہ ہریش چندر کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔

جگدیش کے بیان اور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔ اب وہ پاگل خانے میں جا کر اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کو یہاں بلا سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ اس کی تصویر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے ہریش کی تصویر لے کر جگدیش اس کے سامنے حاضر ہوا۔ مہاراج نے تصویر لے کر اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسرے ہی لمحے سینہ ہریش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پر دھننے لگا، حیران ہونے لگا، کبھی تصویر کو کبھی اپنے سامنے بیٹھے جگدیش کو دیکھنے لگا۔ پھر بہت کچھ سوچنے لگا۔

وہ کیا سوچ رہا تھا؟ کیسے خیالات پر دھڑ رہا تھا؟ اور کبھی معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کیا جائے گا پہلے چنڈال کے بیٹے ہنس راج جو کیا کا ذکر ہو جائے کیونکہ وہ ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اور اپنے باپ سے ملنے کے لیے پاگل خانے کی طرف آ رہا تھا۔

ٹوٹی بے نے اس کے اندر پہنچ کر کہا ”میں ٹھیک وقت پر تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ جانتا تھا کہ تم باپ سے ملنے ضرور آؤ گے۔“

لیکن مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا ہو سکتا ہے وہ کوئی دوسرا آدمی ہو

اور تم اسے میرا باپ بنا کر پیش کر رہے ہو۔“

”وہ یہاں کے بہت بڑے بڑے بزنس مین سینہ ہریش چندر کے جسم میں ہے۔ اس لیے تم اسے چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا۔ اس کے بعد بھی تمہیں یقین نہ ہو کہ وہ تمہارا باپ ہے تو تم وہاں رک جاؤ۔ کیونکہ ایک بچے کی غلا بیٹ میں تمہاری بہن انیتا بھی وہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ دو باتیں بچے تک پاگل خانے میں پہنچے گی۔ وہاں تم دونوں بھائی بہن اپنے باپ کو پہچان سکو گے۔“

اس نے پاگل خانے پہنچ کر وہاں کے انچارج سے بات کی پھر اس سے اپنا تعارف کروایا اور کہا ”میں نے فون کے ذریعے آپ سے رابطہ کیا تھا اور سینہ ہریش چندر سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ آپ نے کہا تھا اجازت مل جائے گی لہذا میں دہلی سے آگئی یہاں پہنچا ہوں۔“

انچارج نے پوچھا ”مسٹر ہریش چندر آپ کے کون ہیں؟ آپ کس تعلق سے ملنا چاہتے ہیں؟“

یہ ناگ پور کے بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ اور میں دہلی کا بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارے درمیان کاروباری تعلقات ہیں۔ اس لیے میں ملنے آیا ہوں۔“

وہ جتنے ہوئے بولا ”تجربہ ہے آپ ایک پاگل سے کاروباری معاملات میں بات کرنے آئے ہیں؟“

”میں کاروباری معاملات پر باتیں نہیں کروں گا۔ لیکن ان سے تعلقات رہ چکے ہیں۔ اس لیے ان سے ہمدردی تو کر سکتا ہوں؟“

”ایک پاگل کیا جانے کہ ہمدردی اور محبت کیا ہوتی ہے؟“

”ایک پاگل ہمیشہ پاگل نہیں رہتا۔ کبھی کبھی نارمل بھی ہو جاتا ہے میں دیکھا چاہتا ہوں کہ ان کی حالت کیا ہے؟“

انچارج نے ایک سنتری کو بلا کر کہا ”انہیں سینہ ہریش چندر کے سیل کے پاس لے جاؤ۔ لیکن جلد اس سیل کا آگئی دروازہ نہ کھولنا۔“

ہنس راج نے کہا ”اگر وہ نارمل ہوں گے؟ مجھے پہچان کر مجھ سے باتیں کریں گے تو کیا میں ان سلاخوں کے اندر جا کر ان سے مل نہیں سکتا؟“

”سوری اوہ بہت خطرناک پاگل ہے۔ اچانک ہی اس پر دروازہ پڑتا ہے اور وہ جان لیوا حملے کرتا ہے آپ اسے ہی بہت سمجھیں کہ اس سیل کے باہر سے آپ کو ملنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔“

ہنس راج نے اس سے بحث نہیں کی۔ سنتری کے ساتھ چل ہوا پاگل خانے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک کھنی ملاخوں والی کوٹھری کے پاس پہنچا۔ ٹوٹی بے چنڈال کو بتا چکا تھا کہ اس کا بیٹا آ رہا ہے۔ وہ بے چینی سے سلاخوں کو دونوں طرف سے تمام کرکھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا ”بیٹے ہنس راج! میں..... میں تمہارا باپ ہوں..... میں چنڈال جو گیا ہوں.....“

ہنس راج نے اسے ٹوٹی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر آہستہ آہستہ چل ہوا سلاخوں کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھوں کو پھڑکایا ”پتا جی! میں نے پہلے اس سے روپ میں آپ کو نہیں دیکھا تھا لیکن آپ کا دلچہ اور انداز کھڑا ہے کہ آپ میرے پتا جی ہیں اور میں یقین کروں گا کہ آپ کے ہاتھ دھکی ہو رہی ہے۔ آپ کو جان بوجھ کر پاگل بنایا جا رہا ہے۔“

اس نے اپنے بیٹے کے ایک ہاتھ کو تھام کر کہا ”میں جانتا تھا کہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے میرا بیٹا مجھ پر یقین کرے گا۔ مجھے پاگل نہیں سمجھے گا۔ مجھ سے ہمدردی کرے گا۔ اور میری نجات کے لیے کوشش کرے گا۔“

ٹوٹی بے اس کے اندر قہقہے لگانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر بولا ”بیٹے! اس وقت وہ ٹوٹی بے میرے اندر ہے۔ جو اصل میں مہادیو بھائیہ ہے وہ قہقہے لگا رہا ہے۔ میری حالت پر ہنس رہا ہے۔“

فرمان نے ہنس راج کے اندر کہا ”اپنے باپ سے کہو کہ ال کے اندر صرف ٹوٹی بے نہیں ہے تمہارے اندر میں بھی موجود ہوں۔ اور میں فرمان ہوں۔ تمہارے باپ نے مجھے راز بتایا۔ تم نے مجھے بھڑائی بتایا۔ تم دونوں اسے ذلیل اور کینے ہو کر دشتے داری کر کے دشمنی کرتے رہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”پتا جی! میرے اندر فرمان موجود ہے وہ دشمنی کے لہجے میں بول رہا ہے۔“

فرمان نے پریشان ہو کر بیٹے کا منہ دیکھا پھر کہا ”اب تو میں بڑی بڑی پیدا ہوتے رہیں گے۔ میرے نصیب خراب ہیں میرا آخری وقت آگیا ہے بیٹے..... میں ان دشمنوں سے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا کہ وہ تمہیں اور انیتا کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔“

فرمان نے اپنے بیٹے کو بھڑائی دے کر کہا ”میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گے۔ زندہ رکھیں گے۔ انیتا کو اپنے بچوں کی موت کا نشانہ دیکھو گے۔ جس طرح میں اپنے بچوں سے محروم ہونے والے بیٹے سے محروم ہو گیا۔ اسی طرح تم اپنے بچوں سے محروم رہو گے۔“

47

چنڈال نے پریشان ہو کر بیٹے سے کہا ”بیٹے! تم یہاں کیوں آ گئے؟ یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ ٹوٹی بے کی دشمنی سے مجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ کیا نہیں کر سکتا۔ اور جو کرے گا ہم اس کے خلاف اپنا بچاؤ نہیں کر سکیں گے تم بھی نہیں کر سکو گے۔ تم کیوں آئے ہو؟ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ابھی چلے جاؤ۔“

”پتا جی! میں سمجھ رہا تھا کہ دشمن ضرور میرے خلاف بھی کچھ کریں گے۔ لیکن میں آپ کی محبت میں چلا آیا ہوں۔ بلا سے میری جان جائے لیکن میں نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ مجھے اطمینان ہے۔“

”اطمینان ہو گیا ہے تو بس یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے بھی یہاں نہ رہو۔ چلے جاؤ! بھاگ جاؤ۔“

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا۔ پھر رک گیا جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا ”پتا جی! میرے اندر فرمان گھسا ہوا ہے۔ یہ مجھے جانے نہیں دے رہا ہے۔“

چنڈال نے سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام کر کہا ”فرمان! انہیں تمہارے خدا کا واسطہ میرے بیٹے سے دشمنی نہ کرو۔ اسے ٹوٹی بے کے حوالے نہ کرو۔ اسے جانے دو۔“

ٹوٹی بے نے کہا ”چنڈال! اسے مر جانے دو۔ اپنے سامنے بیٹے کی موت کا نشانہ دیکھو۔ پھر جب یہ مر جائے تو اس کی آتما کو کسی اور جسم میں پہنچا دینا۔ اور قہقہے لگانا۔ تم شیطان کی اولاد ہو خود کو اور اپنے بچوں کو مر نہیں دیتے۔ موت کے بعد بھی انہیں دوسرے جسموں میں زندہ رکھتے ہو۔“

وہ التجا امیر لہجے میں بولا ”کیوں میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میری آتما کبھی ختم ہو چکی ہے۔ میں سنتر پڑنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکتا۔ یہ میرا جانے کا تو اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں نہیں پہنچا سکتا۔ جھکوان کے لیے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔“

ہنس راج نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک ریوڑ لور نکالا۔ چنڈال اسے دیکھتے ہی گھبرا کر بولا ”تم یہ ریوڑ لور کیوں لاتے ہو؟“

وہ پریشان ہو کر بولا ”پتا نہیں میں نے کیوں اسے لباس میں چھپا کر رکھ لیا تھا۔ جیسے مجھے جان کا خطرہ ہو؟“

ٹوٹی بے نے کہا ”جب یہ دہلی سے چل رہا تھا تب ہی اس نے میری مرضی کے مطابق یہ ریوڑ لور اپنے لباس میں رکھ لیا تھا۔ اب یہ اس کے کام آئے گا۔“

ٹیلی بیٹھی کی جدید تحقیقات

(باتصویر)

مصنف: اسلام حسین

ٹیلی بیٹھی کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب
جو طبع ہوئی ہے

کتاب کے چند عنوانات

- ٹیلی بیٹھی ایک علم، ایک سائنس
- ٹیلی بیٹھی کا ماضی اور حال
- ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی
- مختلف مشقیں
- ٹیلی بیٹھی میں یوگا کا استعمال
- غیر معمولی حس اور ادراک روحانی قوتیں
- مستقبل کی پیش گوئی

قیمت: 45/- روپے ڈاک خرچ: 23/- روپے

کتابیات پبلشنگ کمپنی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802551-5895313
kitabiat1970@yahoo.com

رابطہ کیلئے: C-63، 111، کشمیر ڈسٹرکٹ، لاہور

اور سب سے خطرناک جادوگر اور مہارگیا کی کوتاہی کہتے ہیں۔ ایسے تانتروک مہاراج ایسے کم تر جادوگروں کو متنبہ نہیں کرتے۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ چھوٹے، موٹے جادوگران کا بھی کیس نہیں بن سکتے۔

اب چنڈال کے خیالات پڑھ کر پتا چل رہا تھا کہ وہ بڑے لمبے لمبے ہاتھ مارتا رہا ہے۔ اور یہاں سے امریکا تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے انڈیا کے چھ یوگا جاننے والے افسران کو بھی مار ڈالا تھا۔ بہت ہی خطرناک مہارگیا بن کر رہا تھا۔

اس کے خیالات پڑھنے کے دوران میں ہی ہنس راج اپنے باپ سے ملنے پاگل خانے آیا تھا۔ پھر تانتروک مہاراج جگل بھاجا چارہ نے وہ سارا منظر دیکھا تھا کہ کس طرح ٹوٹی جے چنڈال کے اندر تھا۔ اور فرما ہنس راج کے اندر پایا ہوا تھا۔ اور وہ دونوں مل کر باپ بیٹے سے انتقام لے رہے تھے۔ آخر ٹوٹی جے نے باپ کے ہاتھوں سے بیٹے کو گولی مار دی تھی۔ انتقام کا ایک حصہ پورا ہو چکا تھا۔ اور وہ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اگلی دوسرا انتقام باقی ہے۔ اس کی بیٹی انیتا دو بیٹے تک اس پاگل خانے میں آنے والی ہے۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ جگدیش چندر اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کے لیے اس کے پاس آیا ہوا تھا۔ اور اس کی رہائی کی خاطر ایک لاکھ روپے دکھانا کے طور پر دے کر لیا تھا۔

تانتروک مہاراج جگل بھاجا چارہ کے لیے لاکھوں روپے کچھ بھی نہیں تھے۔ چنڈال جو گیا اس کے لیے اہم ہو گیا تھا۔ اس نے اب تک جتنی شیطانی حرکتیں کی تھیں۔ ان سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ چنڈال اس کے لیے بہت کام کا آدمی ہے اور وہ اس کا غلام بن کر اس کے بہت کام آسکتا تھا۔

جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا ”مہاراج! اگر باپ کس کسی طرح میرے بھائی کو اس پاگل خانے سے باہر نکال لیں۔ میں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔ اس سے دشمنی کی جاری ہے۔“

مہاراج نے اسے ایک اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا مگر ”تمہارا بھائی ہریش چندر ایک ہفتے پہلے مر چکا ہے۔“ اس نے چونک کر مہاراج کو دیکھا مگر پوچھا ”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج! وہ زندہ ہے۔ میں پاگل خانے میں اس سے مل کر آیا ہوں۔“

”تم جس سے مل کر آئے ہو۔ وہ جسمانی طور پر ہریش چندر ہے اس کا چہرہ بھی وہی ہے جسم بھی وہی ہے۔ لیکن آتما وہ

چندرا تم پر یو اور پھینک دو، پھینک دو گولی نہ چلاؤ۔“ اس کی بات ختم ہوتے ہی چنڈال نے ٹھانسی کے ساتھ ایک گولی چلائی۔ وہ گولی اس کے اپنے سینے میں لگی، وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر غنڈا ہو گیا۔ ٹوٹی نے اس کے اندر کہا ”یہ ہے مکافات عمل! اس طرح میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔ آج اپنے بچے کو مار دیا۔ پھر بھی حساب برابر نہیں ہوا ہے۔ اس کا حساب باقی ہے۔ آج دوپہر دو بجے تک تمہاری بیٹی جلا

چنڈال کے ہاتھ سے ریو اور جھوٹ کر سلاخوں سے فرش پر گر پڑا تھا۔ وہ دیدے پھاڑے اپنے بیٹے کی لاش کو رہا تھا۔ انچارج اور سنتریوں نے فوراً ہی ایک کراس کر لیا۔ اٹھالیا۔ انچارج نے ایک سنتری سے کہا ”فوراً ڈاکٹر کو بلا کر مریض خطرناک حد تک جتنی ہو گیا ہے۔ اسے فوراً انکشن لگا جائے۔“

ان لمحات میں چنڈال کو چیخ چیخ کر تڑپ تڑپ کر چاہے تھا۔ سامنے بیٹے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اور اسے گرتا چاہتے تھا لیکن اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ ہاتھوں سے سلاخوں کو تمام کر فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اب روئے اور گزرنے سے کچھ نہیں ہوگا پہلے تو صرف ایک دشمن ٹوٹی ہے تھا۔ اب لا

فرمان بھی آگیا ہے اور وہ اس کی بیٹی انیتا کو آج یہاں لا والا ہے۔ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی تماشا کیا جائے گا۔ اور وہ مجبور ہو کر دیکھا رہتا۔ لیکن اپنے دشمنوں کا کچھ نہیں سکتا تھا۔ تمام کالا جادو تمام ٹیلی بیٹھی اور تمام آتما شکتی کے اندر مرکب تھی۔ اب اس کی موت باقی تھی، اور موت آ رہی تھی۔

دشمن اسے مرنے نہیں دے رہے تھے۔ اور جیسے جیسے دے رہے تھے۔

تانتروک مہاراج جگل بھاجا چارہ اپنے استھان پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہریش چندر کی تصویر تھی۔ وہ آتما شکتی میں دیکھتا ہوا چنڈال کے اندر پہنچا تھا۔ اور اس کے خیالات پڑھتے ہی حیران رہ گیا تھا۔ فوراً سمجھ گیا تھا کہ چندر تو کب کا مر گیا ہے۔ اب اس کے اندر چنڈال جلا آتما سانی ہوئی ہے۔

تانتروک مہاراج کے لیے یہ کیس نہایت ہی دلچسپ اس نے چنڈال کا نام سنا تھا۔ لیکن اس کی طرف زیادہ دلچسپی دی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے سے کتر سمجھتا تھا۔ سب سے

ادھر ہنس راج نے فرمان کی مرضی کے مطابق ریو اور کا رخ چنڈال کی طرف کیا۔ اس نے کہا ”ہاں..... بیٹے! تم ریو اور سے مجھے مار ڈالو۔ مگر خبردار اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچانا۔ مجھے مارنے کے بعد یہاں سے چلے جانا۔“

ہنس راج نے ریو اور کا رخ اپنی طرف کر لیا۔ ٹوٹی قہقہے لگانے لگا چنڈال نے کہا ”ہنس راج..... بیٹے نہیں..... ایسا نہ کرو۔ آتما بھیا نہ کرنا۔ اپنے آپ کو گولی نہ مارنا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھانسی کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور ہنس راج نے اپنے بائیں بازو کو زخمی کر لیا۔ اور تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کے بازو سے خون کی دھار بہنے لگی۔ لباس لہو سے بھیگنے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا ”پتا ہی! مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔“

ٹوٹی نے کہا ”میری ہلپنا کو بھی ایسی تکلیف پہنچی ہوگی ناں؟ جب تم نے اسے حادثے سے دوچار کیا تھا؟“

چنڈال انہماک سے سلاخوں پر مارنے لگا۔ بیٹے نے دوسری گولی چلائی۔ وہ گولی اس کی ٹانگ پر لگی وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ پھر کراہتے ہوئے بولا ”پتا ہی! بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ مجھے بچالو پتا ہی! اپنی آتما شکتی سے..... اپنے کالے جادو سے..... اپنی ٹیلی بیٹھی سے کسی طرح اپنے بچے کو بچالو۔“

”چنڈال!..... میں بھی ٹیلی بیٹھی جانتا تھا لیکن اس طرح تمہارے گلے میں تھا کہ اپنے ہونے والے بچے کو نہ بچا سکا۔ اگر اسے بچانا چاہتا تو تم بھی ایسا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح میں بھی ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے بچے کو نہیں بچا سکو گے۔ بچا سکتے ہو تو چنڈو چلاؤ، دھدکے لیے جس کو پکار سکتے ہو پکارو۔“

وہ چیخنے چلانے لگا۔ مدد کے لیے پکارنے لگا۔ ایسے وقت ہنس راج نے انار یو اور سلاخوں کے اندر پھینک دیا تھا۔ دو بار فائرنگ کی آواز سن کر اسپتال کا انچارج اور وہاں کے سیکسٹری دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔

ادھر چنڈال نے ٹوٹی جے کی مرضی کے مطابق اس ریو اور کو اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔ اور اس کے ذریعے اپنے بیٹے کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ گولی نہیں چلانا چاہتا تھا۔ لیکن مجبور تھا اس کے ہاتھ کا پب رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا ”نہیں..... نہیں..... اپنے بیٹے پر گولی نہیں چلاؤ گا۔“ ٹوٹی سے کہہ رہا تھا ”اس طرح اسے مار دو جس طرح تم نے میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔“

ادھر انچارج دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا ”ہریش

نہیں ہے۔ ایک ہفتہ پہلے کیا اس کی موت واقع نہیں ہوئی تھی؟“

اس نے ہاں..... کے انداز میں سر ہلا کر کہا ”ہاں.....“
بھیا ہمارے تھے۔ ان کا علاج ہوتا رہا تھا۔ پھر بھی موت آگئی تھی۔
ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ پھر یہ تصدیق کی تھی کہ وہ مر چکے
ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں
اور باتیں کرنے لگے تھے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ غلط ثابت ہوئی
تھی۔ وہ مرے نہیں تھے زندہ تھے۔“

”ڈاکٹر کی رپورٹ درست تھی۔ وہ مر چکے تھے ان کے
مرے ہی ان کے اندر ایک دوسری آتما آکر سامنے تھی۔“
وہ بے یقینی سے مہاراج کا منہ دیکھنے لگا ”جگدیش! تمہیں
یقین نہیں آتا رہا ہے؟ ذرا سوچو غور کرو جب سے ہریش کو وہ نئی
زندگی ملی ہے تب سے وہ کس طرح شیطانی حرکیں کر رہا ہے۔
کیا اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر نہیں ڈالی تھی؟“

جگدیش نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے
پوچھا ”کیا اس نے اپنی دھرم تہی کو ہلاک نہیں کیا تھا؟“
اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے کہا۔
”اگر اس کا چھوٹا بیٹا ریش اسے زخمی نہ کرتا تو قیوں نہ کرتا تو وہ
شیطان تم سب کے قابو سے باہر ہو جا کر ریش اور ہمیش کو بھی
مار ڈالتا۔“

جگدیش رونے لگا کہنے لگا ”مہاراج! ایسی بات نہ
کریں۔ میرا بھائی شیطان نہیں بن سکا۔ آپ تانتراک
مہاراج ہیں۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میرے بھیا کو زندہ
رہنے دیں۔ اس پاگل خانے سے نکال دیں آپ اس کے
بدلے جو چاہیں گے میں وہ دود گا۔“

”مجھے دھن دولت کا لالچ نہیں ہے۔ مگر میں بھائی کے
لیے تمہاری عبت کو سمجھ رہا ہوں میں کوشش کروں گا کہ دشمن
تمہارے بھائی کو ہلاک نہ کرے۔ اور وہ پاگل خانے سے نکل
آئے۔“

جگدیش نے اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہا ”میں آپ کا
یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں
گا۔ بھیا سے بھی کہوں گا وہ بھی آپ کے غلام بن کر رہیں۔“
وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا ”میں یہی چاہتا ہوں
کہ وہ شیطان چنڑاں جو گیا میرا غلام بن کر رہے۔ اور تمہارا
بھائی بھی تمہیں مل جائے اس کے لیے میں جو کہوں وہ تمہیں
کرنا ہوگا۔“

”آپ میری جان بھی لینا چاہیں گے تو میں دود گا۔
میں بھیا کے لیے آگ اور خون کے دریا سے بھی گزر

سکتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے تو پھر اب جو میں کہوں گا وہ تم
رہو گے۔ اور یہ مجھ کی کوئی بات نہ ہے کہ ایک شیطان
بھیا کے شیر پر (جسم) میں گھسا ہوا ہے۔“

وہ پھر اس کے قدموں میں سر رکھ کر بولا ”میں
داس ہوں۔ غلام ہوں وہی کروں گا جو آپ کہتے رہیں۔
اس نے کہا ”سراٹھاؤ۔ اور یہاں سے جاؤ جہاں
ضروری سمجھوں گا تو تمہیں بلاؤں گا اب مجھے اپنا کام
دو۔ کوئی بات نہ کرو چلے جاؤ یہاں سے۔“

وہ سر جھکا کر اس کمرے سے چلا گیا، مہاراج
آنکھیں بند کر لیں۔ چنڑاں کو تصور میں دیکھنے لگا۔
اندرونی کر زرباب کچھ پڑھنے لگا۔

☆☆☆

انوشے اسرائیل کے شہر تل ابیب میں پیدا ہوئے
اسے الپا نے جنم دیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب الپا مسلمانوں
بدترین دشمن تھی۔ اور خود ایسے بدترین حالات سے گزر رہا
کہ زہلی کے وقت کتنے ہی دشمن اس کے دماغ میں آکر
ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔

ایسے وقت کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا کیونکہ زہلی
دوران عورت ایسی ناقابل برداشت تکلیف سے گزر رہی
کہ اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ ذہنی طور پر بہت

ہوجاتی ہے اس وقت وہ کسی بھی دشمن کو اپنے دماغ میں
سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے کا
تھے۔ جو اس تاک میں تھے کہ زہلی کے دوران اس کے
آنکھیں گے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائیں گے
برسوں سے اسرائیل پر حکمرانی کرتی آرہی تھی۔ اب
دشمن اس کے دماغ پر قبضہ چھالتا۔ اور اسے اپنی معمولہ
تابعدار بنانے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے ذہن پر
اسرائیل پر حکومت کر سکتا تھا۔

وہ بہت پریشان تھی بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا
سے جھڑا کر بھی گئی۔ وہ اس کے اندر جھانکنے بھی نہیں
اس لیے اس سے کسی مدد کی توقع نہیں تھی۔ جب بھی
وقت آتا تو وہ اپنے خدا سے پہلے جناب تمیزی سے
تھی اس سے پہلے بھی وہ اس کے برے وقتوں میں

تھے۔
اس نے جناب تمیزی کو مخاطب کیا۔ ان سے
اسے مصیبت سے بچایا جائے۔ وہ کسی دشمن کے زہلی
زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ پارس کو سمجھائیں کہ وہ اس

کر دے، اور اس کی مدد کرے۔

اگر وہ مدد کے لیے نہ بکارتی تب بھی وہ اس کے کام
آنے والے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پارس کی جنم لینے والی
بنی یہودیوں کے درمیان رہے۔ اور اس کی ماں دشمنوں کے
چنگل میں رہ کر ان کی مرضی کے مطابق اپنی بیٹی کی پرورش
کرے۔

آمنہ (رسولتی) نے بھی جناب تمیزی سے اچھی تھی کہ
میرا بیٹا ایک بنی کا باپ بننے والا ہے۔ وہ میری پوتی ہوگی۔
اسے دشمنوں میں نہیں رہنا چاہیے۔ خدا کے لیے آپ اسے کسی
طرح میرے پاس یہاں پہنچا دیں۔

جناب تمیزی نے روحانی عمل کے ذریعے الپا کے
اطراف ایسا حصار باندھا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی ویژن جیسے
والے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ زہلی کے مرحلے
سے گزر رہی۔ اس نے ایک بنی کو جنم دیا۔ اس کا دماغ کمزور
رہا۔ وہ نہ خیال خواہی کر سکتی تھی نہ کسی کو دماغ میں آنے سے
روک سکتی تھی۔ لیکن کوئی اس کے اندر نہیں آ رہا تھا۔ سب ہی
دشمنوں کے راستے روک دیئے گئے تھے۔

جب الپا ہوش میں آئی اور رفتہ رفتہ جسمانی اور دماغی
توانائی حاصل کرنے لگی تب اس نے پوچھا ”میری بیٹی کہاں
ہے؟“

جناب تمیزی نے کہا ”اپنی بیٹی کو بھول جاؤ۔ وہ ہماری
امانت کے طور پر تمہارے جسم میں پرورش پا رہی تھی۔ ہم نے
وہ امانت واپس لے لی تمہاری جان بچ گئی۔ دشمنوں نے تمہیں
زیر نہیں کیا۔ تم پہلے کی طرح سرخرو ہو اور اسرائیل پر حکومت
کرتی رہو گی، کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟“

الپا نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ کبھی دشمن کے
زیر اثر نہ آئے۔ اور جناب تمیزی نے اسے کمزور اور کسی کا
تابعدار بننے سے بچا لیا تھا۔ ابھی اس کے لیے بہت بڑی بات
تھی۔ اس نے ذہنی طور پر اپنی بیٹی کو بھلا دیا۔ یہ سمجھ لیا کہ بیٹی کی
قربانی دے کر وہ ایک نئی زندگی حاصل کر چکی ہے۔

اس بنی کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا۔
آمنہ نے لپک کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔ اپنی دھڑکنوں سے
لگایا۔ اسے خوب چوما پھر جناب تمیزی سے کہا۔ آپ
اجازت دیں کہ میں اپنی آغوش میں اس کی پرورش کروں۔“

انہوں نے فرمایا ”یہ اسی ادارے میں رہے گی۔ اور تعلیم
دربارےت حاصل کرے گی تم روحانیت کے ابتدائی مراحل
سے گزر رہی ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ تمہیں اس دنیا
کے تمام جذباتی معاملات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ صرف اللہ

دلونا 47

جاسوسی انجمن کا مقبول ترین سلسلہ

(9 حصے تالیف میں دستیاب ہیں)

آتش فشاں

راوی: وجدان علی
تحریر: حسام ث

10 ماں حصہ
شائع ہو چکا ہے

ایک نوجوان کی اثر انگیز سرگزشت جو آٹا دھو تہ ہو تہی قیدی تھا

تنت کے سوداگر

13 ماں اور 14 ماں
مصنف: اقلیم علم

قیمت فی حصہ: 60/- روپے
ڈاک خرچ فی حصہ: 23/- روپے

ایک نوجوان کی اثر انگیز سرگزشت جو آٹا دھو تہ ہو تہی قیدی تھا

جاسوسی انجمن کا مقبول ترین سلسلہ

کمر

مصنف
جبار توقیر

کتابیات پبلیکیشنز

فون: 021-5804300
کتابیات1970@yahoo.com

263C (ایکریٹن ڈی ایچ سنٹر لگ سٹریٹ) (نورنگا لہری محلہ کے سامنے)

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

تعالیٰ کی طرف دھیان رکھنا چاہیے۔ اور اس کی عبادت کرتے رہنا چاہیے۔ جب یہ بولنے لگے گی۔ پڑھنے لکھنے لگے تو پھر تمہارے پاس اسے تعلیم کے لیے بھیج دیا جائے گا۔ تم اسے دینی تعلیم دو گی۔ باقی تعلیم اس ادارے کی درس گاہوں سے حاصل کرنی رہے گی۔“

جناب تہریزی کی مرضی کے مطابق وہاں اس بچی کی تعلیم و تربیت ہونے لگی۔ اس کا نام انوشے رکھا گیا۔ جب وہ کچھ پڑھنے لکھنے لگی۔ تو اسے آئندہ کے پاس جانے کی بھی اجازت دی گئی۔ وہ اس کے پاس چند کھٹے گزارا کرتی تھی۔ وہ اپنی پوتی کو بھرپور پیار دیتی تھی۔ اور بڑی توجہ سے تعلیم بھی دیتی رہتی تھی۔

انوشے اپنے باپ پارس کی طرح تیز و طاقتور تھی۔ اور اپنی ماں الپا کی طرح ذہین اور چالاک تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں اسے سلیقے سے تعلیم دی جاتی تھی کہ بچوں کی ذہنی چھٹی ذہانت واضح ہونے لگی تھی اور وہ بھرپور ذہانت اور حاضر دماغی سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔

انوشے بھی بچی بچی کرتی رہی۔ وہ ایسی غیر معمولی ذہانت کی حامل تھی کہ جولوگ کیاں بارہ چہرہ برس کی عمر میں تعلیم و تربیت حاصل کرتی ہیں وہ اس نے سات برس کی عمر میں حاصل کی تھی۔

وہ اپنی دادی آئندہ سے متاثر تھی۔ اس لحاظ سے اس پر روحانیت کا زیادہ اثر تھا۔ اس نے پانچ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ اسے طوطے کی طرح روتا نہیں تھا بلکہ اپنی مقدس کتاب کی ایک ایک آیت کو ایک ایک لفظ کو پورے معنی و مفہوم کے ساتھ پڑھا اور سمجھا تھا۔

ہماری دنیا میں کتنے ہی غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بچے جنم لیتے رہتے ہیں، ان میں ایک انوشے بھی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کا چرچا پورے ادارے میں ہوتا رہتا تھا۔

اس کی اس ذہانت کے پیش نظر جناب تہریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ مزید دو برس بعد یعنی جب وہ آٹھ برس کی ہوگی تو اسے ٹیلی بیٹھی کا علم سکھایا جائے گا۔ وہ صرف ذہین نہیں تھی۔ مستقل مزاج بھی تھی اور بوڑھے ہی مبرا آزمائش کلمات سے گزرنا جانتی تھی۔

تربیت کے دوران میں اسے مشکل حالات سے گزرنے کے سلسلے میں آزمایا گیا۔ کئی ہی دماغی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا گیا تھا۔ لیکن وہ بڑی قوت ارادی کے ساتھ ہر مشکل کو چیلنجی رہی تھی۔ اس کی ہر کسر رپورٹ دیکھنے کے بعد ہی

جناب تہریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ٹیلی بیٹھی کا علم سکھایا جاسکتا ہے۔ یہ اس علم کے دشوار گزار مراحل سے گزرنے کے لیے۔

جب وہ چھ برس کی ہوگئی۔ اور ساتویں برس میں داخل ہوئی تو یہ دور الپا کی زندگی میں انقلاب لے آیا تھا۔ وہ ڈپٹی طور پر تبدیل ہو رہی تھی۔ اسرائیلی اکابرین سے مدد پر ہو کر اس نے اپنی قوم اور ملک کو چھوڑ دیا تھا۔ اور دپوشی کی زندگی گزارنے لگی تھی۔

ایسے ہی وقت کبریا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ نے اس سے دوبارہ دوستی کی تھی۔ تعلقات بڑھائے تھے۔ پھر اس کا دل چیت لیا تھا۔ اور وہ سچے دل سے میری اور سونیا کی بیٹی بن گئی تھی۔ جناب تہریزی کی جیسے بزرگ دلوں کے عہد جاتے ہیں۔ وہ بھی پورے یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ الپا تبدیل ہوگئی ہے۔ اب وہ بھی کراہی کے راستے پر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہمارے اہم و کدو صو کا ہے۔

جب اس کا ذہن اور مزاج تبدیل ہو چکا تو اس نے ایک دن جناب تہریزی سے کہا ”اگر آپ لوگوں نے مجھے صاف کر دیا ہے۔ اور مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو میری بیٹی سے مجھے بات کرنے دیں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کی ماں ہوں۔ اور میں اس کے لیے بہت بے چین رہتی ہوں۔“

جناب تہریزی نے کہا ”تم ماں ہو اس سے ملنے کا اور اس سے بات کرنے کا حق رکھتی ہو۔ پھر تمہاری ملاقات ابھی ممکن نہیں ہے۔ اسے سات برس کی ہو جانے دو۔ پھر تمہاری ملاقات ہو سکے گی۔ فی الحال اس کے دماغ میں کچھ کراس سے گھٹکو کر سکتی ہو۔“

اس طرح پہلی بار الپا نے بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ ماں کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ خوش ہو کر بولے ”مئی! میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”میری بیٹی! میں تم سے اتنے عرصے تک دور رہی ہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے تمہاری طرف دھیان نہیں دیا۔ ایک ماں ہونے کا فرض ادا نہیں کیا۔“

”مئی! پلیز آپ شرمندہ نہ ہوں۔ مجھے آپ کے حالات کا علم ہے۔ مجھے میری گریڈ ماما (آئندہ) نے سب کچھ بتا دیا ہے میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے۔ آئی کیو ٹیسٹ میں جب میں سات برس کی ہو جاؤں گی تو آپ سے ملنے کے لیے ضرور آؤں گی۔“

اب وہ سات برس کی ہو چکی تھی۔ پارس بابا صاحب کے ادارے میں آگیا تھا۔ اس نے پہلے جناب تہریزی کے حجرے

میں پہنچ کر حاضری دی۔ ان سے کہا ”میں آپ کی ہدایت کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ سفر کے دوران مجھے پتا چلا کہ آواز دن نے اپنے ایک آلہ کار کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ وہ جس تک میرے ساتھ آیا تھا۔ پھر کہیں چلا گیا۔“

جناب تہریزی نے کہا ”وہ ایک بوڑھا مہاراجہ نجی قلاس نے تمہاری بیٹی انوشے اور آواز دن کے زائچے بنائے ہیں۔ آواز دن کو یہ بتایا ہے کہ انوشے اسے ضرور ملے گی۔ لیکن بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ اگر وہ دشوار گزار مراحل سے گزرنے کے دوران میں کامیاب رہے گا، تو پھر انوشے کو پائے گا۔“

پارس نے پوچھا ”جناب! آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا ہم انوشے کی حفاظت نہیں کر سکیں گے؟“

”ضرور کر سکو گے۔ تمہارے اور آواز دن کے درمیان زبردست رسوا شی رہے گی۔ یہ تو آنے والے حالات ہی بتائیں گے کہ اس میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہوگی۔“

”آپ انوشے کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ کیا وہ کسی یہودی کی طرف مائل ہو سکے گی؟“

”تمہاری بیٹی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ ایک عجوبہ ہے۔ باہر سے کچھ اندر سے کچھ ہے۔ اس کا بولنا ہوا مزاج اور بدلتے ہوئے ارادے کبھی کسی کے سمجھ میں نہیں آئیں گے کہ وہ چاہتی کیا ہے؟ اور کرتی کیا ہے؟ اور جب کچھ گزرے گی تو وہ سب ہی کی توقع کے خلاف ہوگا۔“

پارس نے کہا ”یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آواز دن اور اس کی ماں کو ہماری بیٹی کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے وہ بھی اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

انہوں نے جواب دیا ”ہاں..... انوشے اور عدنان کے حالات تقریباً یک جیسے ہی رہا کریں گے۔ آواز دن اور اس کی بیٹی والے عدنان کو بھی زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس ولاڈی میر عدنان کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اسی طرح آواز دن اور اس کی بیٹی والے انوشے کو بھی زندہ و سلامت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے لیکن اس کے برعکس اسرائیلی اکابرین انوشے کے جانی دشمن بنے رہیں گے۔ ایک ماہر یوڈی نے تمہارا الپا کا اور انوشے کا زائچہ بنانے کے بعد یہ پیش گوئی کی ہے کہ انوشے اسرائیلی حکام کے لیے زوال کا باعث بنے گی۔ اگر الپا کو دوبارہ اسرائیل لانے کی سازشیں کی جارہی ہیں تو یہ خاص خیال رکھا جائے کہ اس کے ساتھ اس کی بیٹی انوشے نہ آئے۔ وہ آئے گی تو اس کا باپ بھی

آئے گا۔ یعنی الپا کے پیچھے تم بھی رہو گے۔ انوشے بھی رہے گی اور وہ لوگ تم دونوں کو بدریں دشمن سمجھتے ہیں۔“

”جناب عالی! میں سمجھ گیا، ابھی میری بیٹی اس ادارے سے باہر نہیں لگی ہے لیکن اس کے خلاف سازشیں شروع ہو چکی ہیں اسرائیلی حکمران چاہیں گے کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ یہ نہیں رہے گی تو میں بھی اسرائیل کا رخ نہیں کروں گا۔ کیونکہ الپا سے میرا اب کوئی رشتہ نہیں رہا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک جناب تہریزی سے اس موضوع پر گفتگو کرتا رہا۔ گفتگو اس نتیجے پر پہنچی کہ انوشے کے لیے ادارے سے باہر جان کا خطرہ ہے ایک طرف اس کے دشمن ایسے ہیں جو اس کی سلامتی چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی ہلاکت چاہنے والے اسرائیلی یہودی ہیں۔ اس کی سلامتی چاہنے والے بھی نیک نیت نہیں ہیں۔ اسے اپنے خاص مقاصد کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ طے تھا کہ ادارے سے باہر نکل کر دونوں طرح کے دشمنوں سے ٹھٹھا ہوگا۔

پارس جناب تہریزی سے رخصت ہو کر اپنی والدہ آئندہ کے پاس پہنچا۔ اسے سلام کر کے اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ آئندہ نے اس کے سر پر ہاتھ بھیر کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا ”بٹے! بوڑھے دلوں بعد آئے ہو؟ جناب تہریزی نے بتایا تھا کہ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو؟“

”جی ہاں..... اس کی ماں اس سے ملنے کے لیے بے تاب ہے وہ صرف دس چہرہ دن کے لیے جائے گی پھر وہیں آجائے گی۔“

”تمہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ میری پوتی انوشے یہاں سے باہر جاتی ہی جانے انجانے دشمنوں کے لیے پہنچ بن جائے گی؟“

”جی ہاں..... ہم دشمنوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اور ابھی سے بہت محتاط ہیں۔“

ایسے وقت انوشے کمرے میں آئی۔ پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی ”ہائے پاپا! آپ کب آئے؟“

وہ اسے چوم کر بولا ”بہت دیر ہوگئی میں جناب تہریزی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان سے گفتگو کرتا رہا۔ اب یہاں آیا ہوں تم کیسی ہو؟“

وہ اچھل کر پیچھے گئی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر چاروں طرف گھومتے ہوئے بولی ”آپ دیکھیں میں کیسی ہوں؟“

اس نے یکبارہ بلندی کی طرف اچھل کر اپنی قلابازی

کھائی۔ پھر فرش پر آکر کھڑی ہوئی پھر بولی ”میں بالکل آپ کی طرح اور اپنی گریڈ ماما (سونا) کی طرح ہوں۔“
وہ خوش ہو کر بولا ”تمہاری عمر کا حساب کیا جائے تو تم ہم سے بھی آگے نکل چکی ہو۔“

پھر وہ آگے بڑھ کر آندہ سے گلے لگ گئی۔ اسے چوم کر بولی ”صرف اتنا ہی نہیں میں اپنی گریڈ ماما کی طرح دن رات عبادت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتی ہوں۔ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اتنی سی عمر میں اس قابل بنایا ہے میری گریڈ ماما کہتی ہیں کہ میں بارہ پندرہ برس کی عمر میں روحانیت کے کتنے ہی مراحل سے گزر جاؤں گے۔“

آندہ نے اس کے سر پر ہاتھ بچھ کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا ”ہاں بیٹی.....! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم دین و دنیا میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل کر دو گی۔“
اس نے پارس سے پوچھا ”پاپا! ہم یہاں سے کب جائیں گے؟“

”جناب تمہری بیٹی نے کہا ہے کہ ہم سفر کے لیے بالکل تیار رہیں آج رات بالکل صبح کسی وقت بھی ان کی طرف سے روانگی کی ہدایت ملے گی۔“

الپا اپنی بیٹی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ دشمنوں کے معاملے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتی جاری تھی۔ پارس نے اس کی ممتا کی بے پناہی کو سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ اتنی ہی بے چین ہو تو ہر برس میں چلی آؤ۔ میں انوشے کو لے کر سیدھا وہیں پہنچاؤں گا۔

اب الپا کو انتظار تھا کہ پارس ادارے میں جائے گا۔

جناب تمہری بیٹی اور آندہ وغیرہ سے ملاقات کرے گا تب اسے معلوم ہوگا کہ وہ انوشے کو لے کر کب وہاں سے نکلے والا ہے؟ اس نے ایک طویل عرصے تک اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکمرانی کی تھی۔ وہ ان کے مزاج اور دماغی سیاست کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔ وہ خود ان کی ایسی دماغی سیاست میں ملوث رہی تھی۔ اب اسے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اس کی بیٹی انوشے کے سلسلے میں کسی طرح سازش کریں گے۔

وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ اسرائیلی اکابرین اس پر جتنا بھروسہ کرتے ہیں۔ اتنا انوشے پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ اسے ایک مسلمان کی بیٹی سمجھتے رہیں گے۔ ان کی موجودہ سازش صرف یہی ہوگی کہ الپا وہاں آئے مگر اس کی بیٹی نہ آئے۔ بیٹی کے پیچھے اس کا باپ بھی آئے گا۔

کتابیات پبلی کیشنز

الپا اسرائیلی اکابرین سے بے زار تھی۔ وہاں کسی بھی قیمت پر جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ اسے وہاں بلائے کے سلسلے میں سازشیں کی جارہی ہیں۔ اور ان سازشوں میں آوازوں اور اس کی ماں ارناکوف وغیرہ بھی شامل ہیں۔
الپا خیال خرابی کے ذریعے وہاں کے اکابرین کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سب کے دماغوں میں باری باری جاری تھی۔ اسرائیلی آری کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہاں تین یوگا جاننے والے ماہر سیاست دان ہیں۔ وہ تینوں آوازوں اور ارناکوف کو بھی اپنے دماغوں میں آنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر منصوبے بناتے ہیں۔ اور بڑی رازداری سے ان منصوبوں پر عمل کرتے ہیں۔

آوازوں اس بات پر ناراض تھا کہ جب اس کی ماں اور وہ اس کی بہن تا شاخیال خرابی کے ذریعے ان سے تعاون کر رہے ہیں۔ تو پھر ان سے ان تین یوگا جاننے والے سیاست دانوں کو کیوں چھپایا جا رہا ہے؟

تمام اکابرین نے اور آری کے افسران نے قسمیں کھا کر کہا کہ وہ ان تینوں کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ وہ روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ صرف موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ ہدایت دیتے ہیں کہ انہیں ان کے فلاں منصوبے پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر نہ کیا تو پھر وہ جوانی کا روائی ایسی کرتے ہیں۔ جن سے ان کے ملک کی سیاست کو اچھا خاصا نقصان پہنچتا ہے۔

ان تینوں کے منصوبے پر عمل کرنے سے ان کے ملک و قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے وہ ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔

جناب تمہری بیٹی اور آندہ فواد کو روحانی علوم کے ذریعے جو کچھ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس کا ذکر ہمیں سے کسی سے نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس بار جناب تمہری بیٹی نے پارس کو اور الپا کو یہ بتا دیا تھا کہ وہاں اسرائیلی اکابرین انوشے کے خلاف کسی طرح سازش کر رہے ہیں۔ وہ انوشے کو ہر حال میں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

چونکہ یہ بات آوازوں کے مزاج کے خلاف ہے۔ انوشے کو آندہ اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہے اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس سے انوشے کو ہلاک کرنے والی پلاننگ چھپائی جا رہی ہے۔

وہاں اکابرین دوہری چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف آوازوں اور ارناکوف کو اپنا دوست بنادے تھے اور

دیوتا 47

دوسری طرف انوشے کے خلاف سازش کر کے انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔

الپا نے وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا ”میں الپا بول رہی ہوں۔ تم سب سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آدھے گھنٹے کا وقت دے رہی ہوں۔ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر مجھ سے بات کریں۔“

آدھے گھنٹے کے اندر تمام اسرائیلی اکابرین اور آری کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے۔ الپا نے وہاں ایک لیڈی سیکرٹری کو اپنی آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے پوچھا ”تم سب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“

”ہم سب اپنی گمشدہ الپا کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ہم ایک بار نہیں بار بار اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور ان غلطیوں کے بدلے تم سے سزا بھی پانا چاہتے ہیں۔ لیکن تم واپس آ جاؤ جب تک ہم تم پر ہیں ہمارا سر بلند رہا۔ ہم سینڈتان کر لیں بیٹی جاننے والے دشمنوں سے منہ زور دہی کرتے تھے۔ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ آج ان سب کے دباؤ میں رہنا پڑتا ہے۔ تم اپنے ملک و قوم کو اس طرح ذلیل نہ ہونے دو۔“

الپا نے کہا ”تم سب ذلت کی راہ پر خود ہی چل پڑے ہو۔ اور اب یہ دکھنا اچھے نہ سناؤ۔ کیا میں نہیں جانتی کہ تم ٹیلی بیٹی جاننے والے آوازوں، ارناکوف اور تا شا سے دوستی کر چکے ہو؟ ان سے بڑے بڑے معاہدے ہو چکے ہیں اور وہ تمہارے بڑے بڑے مسائل حل کر رہے ہیں؟“

”بے شک..... ہمیں ٹیلی بیٹی کے ذریعے امداد حاصل ہو رہی ہے لیکن یہ بیرونی ٹیلی بیٹی جاننے والوں کی امداد ہے۔ تم تو ہماری اپنی ہو، جب تم ہمارے پاس رہو گی تو ہمیں کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

وہ تا گوری سے بولی ”مجھے یہ دوہری باتیں کر دے اور دوہری چالیں چلو۔ تو بہت پہچانتاؤ گے۔ تم سب سے اقتدار کی کرسیاں چھین جائیں گی۔“

ایک حاکم نے کہا ”ہم جانتے ہیں تم ایسا کر سکتی ہو۔ ہم سے اقتدار چھین کر اپنی مرضی کے لوگوں کو دے سکتی ہو۔“

”اسی لیے تم نے آوازوں وغیرہ سے دوستی کی ہے تاکہ میں ایسا کروں تو وہ تمہارے لیے ڈھال بن جائے؟ مجھے تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے باز رکھے؟“

”تم ہمیں غلط نہ سمجھو ہمارے پاس چلی آؤ پھر ہم آوازوں وغیرہ سے دوستی نہیں کریں گے؟“

”نہرے اسرائیلی آنے کی دھڑکیں ہیں۔ کیا پوری کر دو

دیوتا 47

109

”ہاں..... ہم ضرور پوری کریں گے یو کیا چاہتی ہو؟“
”ٹیلی شرط یہ کہ آوازوں، ارناکوف اور تا شا سے تعلقات بالکل ختم کر دو۔ ان سے خیال خرابی کے ذریعے بھی رابطہ نہ رہے۔“

”جب تم یہاں آ جاؤ گی تو ہم ان سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دیں گے۔“

”نہیں..... میرے آنے سے پہلے اس سے دوستی سے ختم کی جائے وہ میرے دشمن ہیں اور میں وہاں آ کر دشمنوں کو برداشت نہیں کروں گی۔ میری دوسری شرط اس سے بھی زیادہ سختی ہے۔“

وہ سب آلہ کار سیکرٹری کو دیکھنے لگے جیسے الپا کو والیہ نظروں سے دیکھ رہے ہوں۔ الپا نے کہا ”وہ یوگا کے ماہر تین سیاست دان کون ہیں؟ کہاں روپوش ہیں؟ میں ان کے بارے میں جانتا چاہتی ہوں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔“

ایک حاکم نے کہا ”یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ تینوں بہت ضدی ہیں۔ اپنے دماغوں میں کسی کو آنے نہیں دیں گے۔“

”جب میں پہلے کی طرح اسرائیلی کی تنہا ٹیلی بیٹی جاننے والی کہلاؤں گی۔ اور وہاں میری مرضی چلی گی تو میری مرضی کے مطابق ان تینوں کو مجھ سے رابطہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ تینوں مجھ سے چھپ کر رہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم سب مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہے ہو۔ ان تین یوگا کے ماہر سیاست دانوں کو میرے خلاف جاسوس بنا کر کر میری نگرانی کر رہے ہو۔“

”ہم یقین دلاتے ہیں کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان تمہارے خلاف کسی کوئی سازش نہیں کریں گے۔“

”یقین دلائے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر خود ہی یقین کر سکتی ہوں۔ تم میں سے کسی کی بات پر یقین نہیں کروں گی۔“

آری کے اعلیٰ افسر نے کہا ”آوازوں، ارناکوف اور تا شا تینوں یہودی ٹیلی بیٹی جاننے والے ہیں۔ اور ہمارے بہترین دوست ہیں۔ تم ان دوستوں سے ہمیں جدا کرنا چاہتی ہو؟ تم مسلمانوں کی دوستی سے باز نہیں آؤ گی۔ اس پر ہم سے کہتی ہو کہ ہم تم پر بھروسہ کریں۔ تو کیسے کریں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”یہ ناممکن ہے کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان خود کو مظہر عام پر لے آئیں یا اپنا دماغ تمہارے حوالے کر دیں۔ ان تینوں کے سلسلے میں آوازوں بھی

کتابیات پبلی کیشنز

معروف ہیں۔ وہ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے سکتے ہیں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”الپا! ہم مانتے ہیں کہ تم جلد سے زمین اور چالاک رہی ہو۔ تمہارے آگے بڑے ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے بھی شکست کھاتے رہے ہیں۔ جب مسلمانوں کے خلاف تھیں تو فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی ویژن جاننے والے سے ٹکرانی رہی تھیں۔ تم زبردست ہو۔ ہم اس جگہ سے انکار نہیں کریں گے۔ اگر تم ہماری بیٹی جاؤ گی۔ یہاں آ جاؤ گی تو ہم تمہاری بیٹی انوشے سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔“

”مجھے بھلا داندو۔ میں کوئی نادان بیٹی نہیں ہوں۔ میں نے اس حد تک معلومات تمہارے سامنے پیش کی ہیں۔ آٹھ بھی میرے خلاف جو سازش ہوگی میں پہلے ہی جھپٹیں پانا کروں گی کہ تم سب میرے اور میری بیٹی کے خلاف کیا کام کرنے والے ہو۔ اور کس طرح میں منہ توڑ جواب دے دلا ہوں۔“

ایک نے کہا ”پلیز الپا! سمجھوتے کا کوئی راستہ نکالو۔“

”تم لوگوں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔ اب تو تم سب کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کسی طرح مجھے اٹھا کر کے اسرائیل پہنچاؤ وہاں مجھے قیدی بنا کر رکھو۔ اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کراتے رہو۔ لیکن انفس تمہارا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ میں جاری ہوں خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔“

وہ وہاں سے چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بزرگی آہٹ سنائی دی۔ اس نے موبائل کو آن کر کے کان سے لگا یا بھرکھا۔ ”بیٹو۔“

”ممی! میں انوشے بول رہی ہوں۔“

”ہاں..... میری جان بولو۔ جب بھی تم سے بات کرنا ہوں۔ تو تمہاری آواز دن رات میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ کیا تمہارے پاپا ادارے میں پہنچ گئے؟“

”جی ہاں..... انہوں نے جناب تمہریزی سے اور میرا گریڈ ماس ملاقات کی ہے، ابھی ان سے باتیں کر رہے ہیں۔“

”تم کب تک ادارے سے باہر آؤ گی؟“

”ابھی جناب تمہریزی نے بتایا ہے کہ ایک مہینے کے بعد گریڈ ماس (سویا) جہاز کو دشمنی پہنچائیں گی۔ ایسے وقت وہاں بڑا ہنگامہ برپا ہوگا۔ تمام دشمنوں کی توجہ عدنان کی طرف ہوگی۔ ایسے ہی وقت ہم یہاں سے نکلیں گے۔ پھر یہ سب دیکھنا پڑے گا۔“

ہم پر ناراض ہے لیکن ہم نے اسے اپنی مجبوریاں سمجھا دی ہیں۔ تمہیں بھی ہماری مجبوریوں کو سمجھ لینا چاہئے۔“

”ان مجبوریوں کے پیچھے تمہاری مکاریاں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ ابھی طرح سمجھ لو کہ الپا جیسی خیال خوانی کرنے والی اب تمہیں کوئی نہیں ملے گی میں وہ ہوں جو پاتال میں بھی پہنچ کر اپنے دشمنوں کی گردنیں دبوچ لیتی ہوں۔ اور انہیں وہاں سے نکال لاتی ہوں۔ تمہاری معلومات کے لیے کہہ دینا چاہتی ہوں کہ تمہارے وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان میری نظروں میں آچکے ہیں۔“

آری کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”یہ ممکن نہیں ہے۔ تم بھلا ان کے دماغوں تک کیسے پہنچ سکتی ہو؟“

”دنیا میں کوئی بات نہ ممکن نہیں ہے۔ اتفاقاً کچھ بھی ہو سکتا ہے ان تینوں میں سے ایک تیار ہو گیا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے ان کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل گیا۔ پھر میں نے اس کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی ہے۔ اور اب ان کے تمام منصوبے میرے سامنے کھلی کتاب کی طرح پڑے رہتے ہیں۔“

ان سب کو چپ لگ گئی وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ الپا نے کہا ”تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے تو میں یہ بھی بتا دوں کہ ان کی پہلی اور بنیادی تدبیر یہ ہے کہ سب سے پہلے میری بیٹی انوشے کو ہلاک کیا جائے۔ تم سب کو انتظار ہے کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالے گی؟“

ان سب کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے اس نے معلومات حاصل کی ہیں اور ایسی معلومات کو جھٹلایا نہیں جاسکے گا۔ الپا نے کہا ”میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے جاسوس انوشے کی تاک میں رہنے کے لیے کہاں کہاں پہنچے ہوئے ہیں پیرس میں جمیل کے کنارے بابا صاحب کے ادارے کے چھ کانچ ہیں۔ وہاں تمہارے جاسوس چھپے ہوئے ہیں۔ پیرس کے ہر چھوٹے بڑے ہوٹل میں اور ایسے ہر گھر میں جہاں پے ایک گیسٹ رہا کرتے ہیں۔ ان تمام مقامات کی نگرانی ہو رہی ہے۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ”ابھی تمہاری ایک بہت بڑی مجبوری ہے۔ اور وہ یہ کہ آواز دن اور رات کو ف سے تمہیں ٹیلی ویژن کی مدد حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے لوگوں کو آلہ کار بنا کر میری بیٹی کا تعاقب نہیں کرا سکو گے۔ آواز دن اور رات کو ف عدنان کے سلسلے میں بری طرح

آپ کے پاس آئیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میری جان ایک گھنٹے کے بعد میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ اور پھر مشعل تمہارے اندر بہوں گی۔ اور تمہاری حفاظت کرتی رہوں۔“

فون کارابلٹ ہم گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ یہ بڑی اچھی تدبیر ہے کہ آوازوں اور ارنائکوف وغیرہ سب یہ عدنان کی طرف متوجہ رہیں گے۔ سب ہی اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے میں کوئی بھی ان دشمن اسرائیلی اکابرین کا ساتھ نہیں دے گا۔ اور نہ ہی ان کے سراغ رسالوں اور آلہ کاروں کے اندر پہنچ کر انوشے کا تعاقب کر سکے گا۔ یا انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکے گا۔“

الپائے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسرائیلی اکابرین کو بھی اسی طرح کی ہنگامہ آرائی میں الجھنا چاہیے۔ ایسے وقت جب انوشے اس ادارے سے نکل رہی ہو۔ تو اسرائیل کے چند بڑے شہروں میں ایسا ہنگامہ برپا ہونا چاہئے کہ سب کی توجہ ان ہنگاموں کی طرف رہے۔ اور جب خود پر مصیبتیں آتی ہیں تو وہ دوسروں پر مصیبتیں لانا بھول جاتے ہیں۔ اسرائیلی اکابرین کے ساتھ یہی ہوگا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اسرائیلی آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئی۔ وہاں ان افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ جو اسلحہ گوداموں کے انبارج تھے۔ پھر یروشلم اور دوسرے بڑے آرمی کمپوں میں پہنچتی رہی۔ اس نے وہاں کے افسران کو بھی اپنے زیر اثر رکھا۔

دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس ۱۰۰ خیال خوانی کرنے والے ہیروں کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ مشکوک افراد جیل کے کنارے والے کالج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں ایئر پورٹ اور ہائی وے کی چوکیوں میں کس طرح تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ سب ان کی نظروں میں آچکے تھے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ دشمنوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ اور ان کی جوانی کارروائیوں کا بھی عمل انتظام ہوتا جا رہا تھا۔ آدھا گھنٹہ اور گزر چکا تھا۔ اب وہ جہاز اگلے آرمے کھنڈے کے بعد دشمنے ایئر پورٹ پہنچنے والا تھا۔ انا بیلا نے آوازوں کے پاس آکر کہا ”میں کبریٰ سے بری طرح مایوس ہو کر آئی ہوں۔ اس نے مجھے ٹھکرادیا ہے۔ انہیں میرے جھوٹ اور فریب کا پتا چل چکا ہے۔ اب وہ مجھ پر بھی اعتماد نہیں کریں گے۔“

کتابیات جلی کیشنز

آوازوں نے کہا ”انا بیلا امیری بات کا برا نہ مانا۔ ابھی عدنان کے معاملے میں بہت معروف ہوں۔ پوری قوم اس کی طرف ہے اور میں ایسا جال بچھا رہا ہوں کہ دلاؤں گی اسے افواہ کرنے میں ناکام ہو جائے۔ سوچنا بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جائے، اس وقت مجھ سے کوئی دوسری بات نہ کرو۔ اگر بہت ضروری ہے تو میری اما کے پاس جاؤ۔ وہ مجھ اس سلسلے میں مشورے دیں گے۔“

”وہ خیال خوانی کے ذریعے ارنائکوف کے پاس آئی ہو یوں“ میں انا بیلا ہوں۔“

اس وقت ارنائکوف ایک کمرے میں بیٹھی کالے گل میں مصروف تھی۔ اس وقت اس کے سامنے ایک بڑا سا قتل تھا۔ اس قتل میں ایک چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس پر چڑھ رہی تھی۔ وہیں ایک لمبی آلہ بھی رکھا ہوا تھا۔ جس کی سوئی تپاؤ تھی کہ عدنان کو کس سمت میں لے جایا جا رہا ہے۔ ابھی یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ سب ہی دوست اور دشمن سمجھ گئے تھے کہ عدنان اب سیدھا دشمنے کے ایئر پورٹ پہ پہنچنے والا ہے۔

ارنائکوف نے کہا ”انا بیلا اتم دیکھ رہی ہو میں کالے گل میں مصروف ہوں۔ یہ جو بڑے سے قتل میں غصا سا پتلا لگا ہوا ہے اسے میں نے انوشے کے نام سے منسوب کیا ہے۔ منتر میں اس پر چڑھ رہی ہوں۔ اس کا اثر انوشے پر ہوگا۔ جب یہ تلا حرکت کرتا ہوا قتل سے باہر آکر گئے گا تو میں سمجھ لوں گی کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل آئی ہے۔“

انا بیلا نے سمجھ لیا کہ آوازوں اور ارنائکوف وغیرہ کے سامنے وہ اپنا دکھانے نہیں سنا سکے گی۔ اس پر جو گزر رہی تھی۔ صرف وہی سمجھ رہی تھی۔ نہ ادھر کی رہی تھی نہ ادھر کی رہی تھی۔ ایسے وقت ذہن کے کسی گوشے سے یہ سوال ابھر رہا تھا کہ کیا میں نے غلطی کی ہے کبریٰ کے اعتماد کو دھوکا دے کر اور آوازوں وغیرہ پر اعتماد کر کے نادانی کی ہے؟

اب اس کی عقل ایک بات ٹھہر رہی تھی کہ اس نے کہا کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس کی خلتانی تو شاید کسی ہو سکے گی اسے اپنے سوتیلوں پر بھروسہ کر کے جو نادانی کر رہی ہے۔ اس نادانی کے نتیجے میں ایک دن وہ ان کے زیر اثر آجائے گی۔ سوتیلی ہے۔ اس سے سوتیلیا سلوک ہی کیا جائے گا۔ اسے قتل بنا کر اس پر پابندیاں عائد کی جائیں گی کہ وہ برسرِ اعرام کئی اپنے بچاؤ کے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔ خیال خوانی نے ذریعے کسی کو دھوکے کے لیے پکار نہیں سکے گی۔

47

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی ”میں خواہواہ کیوں کسی سے دوستی کر رہی ہوں؟ یا کیوں کبریٰ کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی؟ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی کا سہارا کیوں دھونڈ رہی ہوں؟“

اس نے سوچا ”دلاؤں میرا ارنائکوف اور آوازوں وغیرہ کے پاس بھی دبی دبی پراسرار عظم ہیں اور ٹیلی بیٹھی ہے جو میرے پاس ہے تو پھر میں ان سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ ملکی میدان میں مجھ سے زیادہ جھلے چکے ہیں اور میں ٹیلی بار عملاً دوستوں اور دشمنوں سے رابطہ کر رہی ہوں۔ بہرحال میں نے اب تک جو بھی کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں میں نے کچھ اچھے برے تجربات حاصل کیے ہیں۔ اب مجھے فیصلہ کرنا چاہئے کہ آئندہ زندگی کیسے کرادوں گی؟“

اس کے سامنے الپائے کی بہت بڑی مثال تھی۔ اس نے کئی برس تک اسرائیل پر تنہا حکمرانی کی تھی اور بڑے بڑے ٹیلی بیٹھی جانے والے دشمنوں سے مقابلہ کیا تھا۔ سب کو پساکرتی رہی تھی اور ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرتی آئی تھی۔

”کیا میں ایسا نہیں کر سکتی؟ ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں ہوں اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ ہو تو انسان ناممکن کو ممکن بنادیتا ہے۔ اسرائیل پر حکمرانی کرنا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ میں وہاں اپنی حکمت عملی سے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔“

اس نے اسرائیلی آرمی کے ایک افسر سے رابطہ کیا۔ اسے قلاب کیا تو اس نے چونک کر اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر پوچھا ”تم کون ہو؟“

میں انیس دہائی زید۔ کوئی بھی ہوں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ یوں سمجھو دوستی کرنے آئی ہوں۔“

یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ تمہارے جیسی کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والی مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہے، لیکن میری دوست کا نام تو معلوم ہونا چاہئے؟“

”انکی جلدی بھی کیا ہے؟ رفتہ رفتہ ہمیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ملک دھوکہ دہی کی خدمت کرتی رہوں۔ تو مجھے یہاں کیا مقام حاصل ہوگا؟“

”ہم تمام اکابرین جنہیں اپنے سر پر بٹھا کر رکھیں گے ایک طرح سے تم ہمارے ذریعے یہاں حکومت کرتی رہو گی۔ جیسا کہ ہمیں تک اپنا نے حکومت کی تھی۔“

47

”جب تک الپائے اسرائیل پر حکومت کرتی رہی۔ جب تک اس نے کسی بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو اپنے مقابلے پر وہاں قدم بھانے کا موقع نہیں دیا۔ یہی میں بھی کروں گی۔ کیا تمہارے اکابرین کو یہ منظور ہوگا؟“

”مجھے منظور ہوگا۔ بشرطیکہ تم ہمارے لیے نمایاں کارنامے سر انجام دے کر ثابت کرو کہ تم ہمارے لیے بہت کچھ کر سکتی ہو۔“

”آوازوں اور ارنائکوف نے ایسا کون سا کارنامہ سر انجام دیا ہے کہ تم لوگ ان پر بھروسہ کر رہے ہو؟“

”ہم ان پر مکمل بھروسہ نہیں کر رہے ہیں۔ صرف دوستی کی حد تک ہے۔ اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا معاہدہ ہے۔ اس بار ارنائکوف نے کہا ہے کہ وہ انوشے کو ٹریپ کرنے کے سلسلے میں ہماری بھرپور مدد کرے گی۔ ہمیں بتانے کی کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ رہی ہے۔ اور کہاں جا رہی ہے؟“

انا بیلا نے کہا ”یہ کون سی بڑی بات ہے؟ یہ تو میں بھی بتا سکتی ہوں۔ بلکہ یہ دعویٰ کرتی ہوں کہ ارنائکوف جنہیں نہیں بتا سکے گی اس سے پہلے میں بتا دوں گی۔“

”اگر تمہاری یہ بات درست ہوگی یعنی تم بتا دو گی۔ اور ارنائکوف یہ بتانے میں ناکام رہی تو ہم تمہاری صلاحیتوں کو مان لیں گے۔ تمہیں ارنائکوف اور آوازوں پر ترجیح دیں گے۔“

”تم اپنے تمام اکابرین سے کہہ دو کہ میں بہت معروف ہوں بعد میں ان سے باتیں کروں گی۔ اور ہم ایک دوسرے سے ہر متعارف ہوں گے اس سے پہلے میں بتا دوں کہ ارنائکوف دھوکا کھارہی ہے اور جنہیں بچی دھوکا دے رہی ہے۔“

”تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟“

”میں ان کے اندر کی بہت سی باتیں جانتی ہوں۔ صرف ان ہی کے نہیں فرہاد علی تیمور کی ٹیلی کے اندر بھی مٹی ہوئی ہوں۔ اور ان کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس وقت ارنائکوف کالے گل کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے کس وقت نکلنے والی ہے؟ اور میں جنہیں بتا دوں کہ وہ بہت پہلے نکل چکی ہے۔ اب جو بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو وہ انوشے کی ڈی ہوگی۔ اور اس طرح وہ اس ڈی کے ذریعے تم سب کو بیوقوف بناتے رہیں گے۔ میں ابھی جارہی ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گی۔ اور یہ ثابت کرنی رہوں گی کہ میں

کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ جا رہا ہے؟

اس وقت سونیا کے ساتھ تقریباً ایک درجن بچے تھے۔ عبداللہ اور صانع بن طالبی نے طیارے کی پرواز کے دوران میں ان بچوں کے ماں باپ کو ٹریپ کیا تھا۔ ان پر مختصر سا تھوڑی سی لڑائی ہوئی تھی کہ دشمنے ایئر پورٹ پہنچنے کے بعد وہ اپنے تمام بچوں کو جہاز چلانے والی سونیا کے حوالے کر دیں گے۔ سونیا انہیں عمارت کے باہر تک لے جائے گی پھر ان بچوں کو ان کے والدین کے حوالے کر دے گی۔

ولاڈی میر آوازوں، ارنائوف اور تاشا اپنے اپنے آلہ کار کے ذریعے سونیا کو ان بچوں کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اگر وہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کو چھپا کر لے جا رہی ہے تو اتنے سارے بچوں کو کہاں تک لے جائے گی؟ کہیں نہ کہیں تو عدنان کے ساتھ اتنے سارے بچوں سے جدا ہو جائے گی۔

تاشا بڑی بے چین تھی۔ عدنان کو واپس حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مسلسل منتر پڑھتی رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ان منتروں سے متاثر ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی طرف اسی وقت مائل ہو سکتا ہے جب اس کے رویہ پچھنے کا اور وہ اسے اپنے رویہ دلانا چاہتی تھی۔

اس نے آوازوں سے کہا ”بھائی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اس کے دماغ میں جانے سے بھی کچھ پتا نہیں چل رہا ہے؟“

”تاشا! یہ تمہارے تجربات سے گزرنے کے دن ہیں یہ دیکھو کہ سونیا کتنی مکار ہے اور کتنی چالاک! اسے عدنان کو چھپا کر لے جانا چاہتی ہے لیکن ہم اسے اس کے ارادوں میں کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ کہیں تو وہ عدنان کو لے کر ان بچوں سے جدا ہوگی۔ اور اپنے راستے پر جائے گی۔ ایسے ہی وقت ہمیں عدنان کو حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔“

ارنائوف نے کہا ”ابھی صرف ایک ہی رکاوٹ ہے کہ ہمیں عدنان کے دماغ کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی وہاں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی وہاں ہوتا تو عدنان کو اپنے چہرے سے پہچان لیتا۔ ہم تو اپنے آلہ کاروں کے محتاج بن کر رہ گئے ہیں۔ عدنان کو اسی وقت پہچان سکیں گے جب سونیا ان تمام بچوں سے الگ ہو جائے گی اور صرف اپنے پوتے کو لے کر جائے گی۔ بہر حال ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ بس ذرا سی دیر

کی بات ہے۔“

واقعی ذرا سی دیر کی بات تھی۔ سونیا ان بچوں کے ہاتھ میں کادتر سے گزر کر بیچ ہال میں آئی۔ وہاں سے سامان لے کر وزیر لابی میں پہنچی۔ تمام بچے اس کے ہاتھ تھے اور اس کی سامان والی ٹرائی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ان بچوں کے والدین بھی ان کے آس پاس موجود تھے۔

جب وہ عمارت کے باہر آئی تو بچوں کے والدین بھی آکر اپنے بچے کو ساتھ لے جانے لگے۔

ایسے وقت تمام نیلی بیٹھی جانے والے دشمن اپنے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ آخری ایک پچرہ گیا دشمنوں کے دلوں کی دھڑکیں تیز ہو گئیں۔

لیکن باپوسی ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک عورت آکر اس آخری بچے کو لے گئی۔ سونیا تنہا رہ گئی۔ ایسے وقت ایک اس کے سامنے آکر کمری۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گئی۔ کار تیز رفتاری سے چلتے ہوئے وہاں سے ہوتی چلی گئی۔

وہ تمام آلہ کار اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ولاڈی میر آوازوں، ارنائوف، تاشا سب ہی اپنے اپنے آلہ کاروں سے کھڑے تھے کہ سب ہی کو سونیا کے پیچھے نہیں چاہئے۔ ان میں سے دو چار کو ایئر پورٹ پر رہ کر تلاش کیا جائے۔ عدنان کو وہیں کہیں چھپایا گیا ہوگا۔

ان سب کے کئی آلہ کار تھے۔ اور وہ سب ایئر پورٹ کی عمارت میں ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ اور عدنان تلاش کر رہے تھے۔ ولاڈی میر نے غصے سے سوجھنا ارنائوف کوئی چال چل رہی ہے؟ کیا عدنان کو وہ لے رہا ہے؟

دوسری طرف ارنائوف نے سوجھا ”کیا ولاڈی میر عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ لیکن سونیا مطمئن کیوں تھی؟ وہ تنہا ایک کار میں بیٹھ کر کیوں چلی گئی؟ کہاں چلی گئی؟“

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ کیا ہے کیا ہے وہ وہ مکار زمانہ سونیا پھر قیامت کی چال چل رہی تھی۔ بار اس نے خود ہی اپنے پوتے کو اغوا کر لیا تھا اور اغوا کر کے والا اس کا دادا تھا۔ یعنی کہیں.....

کیا دوست اور کیا دشمن وہ چار برس کا بچہ سب کے ہی ہاتھوں سے چھلکا جا رہا تھا۔ جب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہی نہیں رہتا تھا اور ہم دھوکا کھا جاتے تھے اور وہ کسی وقت بھی ہماری گرفت سے نکل جاتا تھا تو پھر دشمن کیا چیز ہے؟

سب ہی اسے پیچھے سمجھ کر قبول کر رہے تھے اور اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں جا رہے تھے۔ عدنان کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ ہو چکی تھی۔ ہم لمبی پریشان ہو گئے تھے۔ صاف کہا جا چے کہ تھک گئے تھے۔ اس بچے کے سامنے ہار گئے تھے۔ تب ہی سونیا نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ایسی قید میں رکھا جائے کہ دشمنوں کو تو کیا دوستوں کو بھی اس کا سراغ نہ ملے۔

وہ کہاں ہے؟ یہ صرف میں جانتا تھا یا پھر سونیا۔ ہمارے بعد پارس پورس کبریا اور علی بی بی وغیرہ جو بالکل اپنے تھے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ ہی وہ پوچھنا ضروری سمجھتے تھے کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے؟

ولاڈی میر سمجھ رہا تھا کہ اس کی دشمن سوتیلی ماں ارنائوف اور آوازوں وغیرہ عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری طرف ارنائوف اور آوازوں سوچ رہے تھے کہ شاید ولاڈی میر اپنے اغوا کر کے لے گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ اس بچے کو اب تک نکل کر چکا ہوگا۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ولاڈی میر اس بچے کو ہلاک کر دے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر بھی کر دیکھا تو وہ زندہ تھا۔ اس کے خیالات گڈ نہ ہو رہے تھے۔ لہذا وہ اس کے کسی ایک خیال پر مرکوز رہ کر معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ کہاں ہے؟ پھر بھی اتنا اطمینان ہو گیا کہ وہ زندہ ہے۔

ارنائوف نے اپنے بیٹے سے کہا ”اگرچہ عدنان ابھی زندہ ہے۔ وہ ولاڈی میر اسے اپنے ہاتھوں سے نکل کرنے سے پہلے ضروری منتروں کا چاب کر رہا ہوگا۔“

”لیس! ما! اس بچے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک اس پر کالام عمل کرتا رہے اور منتروں کا چاب کرتا رہے۔ ہمیں اسے ابھی ڈسٹرب کرنا چاہیے تاکہ وہ منتر نہ پڑھ سکے۔“

”ہاں! کچھ تو ایسا کرنا ہوگا۔ اس بچے کو اس کی گرفت سے نکالنا ہوگا۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پھر کہا ”میں ارنائوف بول رہی ہوں۔“

وہ غصے سے جھنجھلا کر بولا ”بوزمی چیل! میں بھی تجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن تجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ میں ایک فون نمبر بتا رہا ہوں اس پر رابطہ کر اور میرے آلہ کار کے دماغ میں پہنچ۔ وہاں باتیں ہو سکیں۔“

اس نے ایک فون نمبر بتانے کے بعد سانس روک لی۔ ارنائوف اس کے دماغ سے نکل آئی۔ غصے اور حقارت سے بولی ”وہ سوتیلہ کتا ہے کتا۔ مجھے بوزمی چیل کہہ رہا تھا۔“

آوازوں نے غصے سے کہا ”ماما تم مجھے اس سے بات بھی کرنے نہیں دیتیں۔ اس سے نکلوانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ورنہ میں اس کے ہوش اڑا دیتا۔“

”جب تک میں زندہ ہوں۔ اس وقت تک تمہیں کچھ کہنے اور سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کروں گی۔“

”تم تو مجھے بالکل بچہ ہی سمجھتی ہو۔ تم کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید میں اس کے مقابلے میں گھٹت کھا جاؤں گا اور تمہیں شرمندگی ہوگی۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ تم اس پر بھاری پڑو گے لیکن تمہیں فی الحال یہ سوچنا چاہیے کہ وہ تمہاری ماں کے ساتھ کس طرح جنگ جاری رکھتا ہے۔ تمہیں پس پردہ رہ کر مجھ سے تعاون کرنا چاہیے اور تجربات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ بہر حال میں اس سے فون کے ذریعے رابطہ کر رہی ہوں۔ یہ نمبر اس کے کسی آلہ کار کا ہے۔ تم بھی آوازوں کو اس آلہ کار کے اندر جاؤ گے۔“

اس نے ان نمبروں کو بیچ کیا۔ پھر فون کوکان سے لگا کر انتظار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی ”اپنے آقا سے بولو کہ اس کی سوتیلی ماں اسے بلاری ہے۔“

ولاڈی میر نے اس کی زبان سے کہا ”میں آچکا ہوں اور تمہاری آوازوں میں ہا ہوں فون بند کر دو۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے بیٹے آوازوں کے ساتھ اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچی گئی۔ وہاں پہنچنے ہی ولاڈی میر نے غصے سے کہا ”بوزمی چیل! تو خود کو سمجھتی کیا ہے؟ جب تک میری سانس چلتی رہے گی تو عدنان کو نہ حاصل کر سکے گی اور نہ تو بوس رکھ سکے گی۔“

وہ بولی ”میں پہلے ہی سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو تو نے ہی حاصل کیا ہے اور اپنی کامیابی کے غرور میں مجھ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔“

”مجھ اس مت کر۔ عدنان کو تو سونیا سے چھین کر لے گی

ہے۔ ”میں نہیں تو لے گیا ہے اور باتیں بتا رہا ہے۔ دیکھ میں جانتی ہوں کہ اسے ہلاک کرنے سے پہلے تجھے ایک گھنٹے تک کالا کرنا ہوگا اور متروں کا جاپ بھی کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تو اسے ہلاک کرے گا تو تجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی اور تیری زندگی سے خوشی ختم ہو جائیگی کی یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔“

”جب اچھی طرح جانتی ہے تو اس بچے کو ہرے حوالے کر دے۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے؟ وہ بچہ میرے پاس نہیں تیرے پاس ہے۔ تو کیوں باتیں بتا رہا ہے؟ کیوں ہم سے جھبا رہا ہے؟ کیا اس لیے کہ ہم کو یقین ہو جائے گا کہ وہ تیرے پاس ہے تو ہم تیرے خلاف متروں کا توڑ کریں گے اھو ہم ایسا کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے تیرے سے معاملات لے کرنا چاہتے ہیں۔“

”میں کہہ رہا ہوں کہ وہ بچہ میرے پاس نہیں ہے۔ تو کسی بھی طرح معلوم کر لے اور اپنی تسلی کر لے۔“

”میں اپنی تسلی کرنے والی ہوں۔ میری بیٹی تاشا تیرے خلاف متروں کا توڑ کر رہی ہے۔ ابھی اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدنان تیرے پاس ہے یا نہیں؟ اگر تیرے پاس ہوگا تو اس پر مترو پڑھ رہا ہوگا۔“

”باگلی کی بیٹی! میں ابھی مترو پڑھ رہا ہوتا تو تجھ سے باتیں کیسے کرتا؟“

”متروں کے درمیان وقفہ رکھ کر تو باتیں کر سکتا ہے۔ ہمیں دھوکا دے سکتا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بولا ”اچھی بات ہے تیری بیٹی تاشا جب یقین کر لے گی کہ عدنان میرے پاس نہیں ہے تو پھر تجھے اعتراف کرنا ہوگا کہ وہ تیرے پاس ہے۔“

”گدھے کے بچے! اگر وہ میرے پاس ہوتا تو کیا میں تجھ جیسے کہنے سے بات کرتی؟“

”میں بھی تجھ جیسی ذلیل اور کمین عورت سے باتیں کرنا گوارا نہیں کرتا۔ فی الحال مجبوری ہے۔ میں اس شیطان کے بچے کی خاطر تجھ سے بات کر رہا ہوں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کہاں ہے؟ اگر تیرے پاس نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے ہم دونوں خواتین ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہیں اور یوں لڑنے جھگڑنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ وہ بچہ انر پورٹ سے اچانک کہاں گم ہو گیا ہے۔“

کتابیات پبلی کیشنز

آوازوں نے اپنی ماں کے دماغ میں چپکے سے کہا ”اما اس کی باتوں سے سچائی ظاہر ہو رہی ہے۔ عدنان اس کے قلعے میں نہیں ہے اور یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ چکی ہے کہ سونا عدنان کے انخوا ہونے کے باوجود مطمئن بھی اور وہ بڑے اطمینان سے کار میں بیٹھ کر عدنان کے بغیر چلی گئی تھی۔ اسے انر پورٹ پر تلاش بھی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟“

ارنا کوف نے دلاؤ ڈی میر سے کہا ”تم اس انر پورٹ پر اپنے آلہ کار کے ذریعے ضرور موجود رہے ہو گے؟ اور تم نے دیکھا ہوگا کہ ہم سب عدنان کو تلاش کر رہے تھے۔ لیکن سونا نے تلاش نہیں کیا۔ وہ کی بجوں کے ساتھ انر پورٹ کی عمارت سے باہر آئی تھی۔ پھر وہ اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ چلے گئے تھے اور وہ تمہارہ گئی تھی۔ اس کے بعد بھی اس نے فکر مندی سے اپنے پوتے کو تلاش نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک کار اس کے پاس آئی تو وہ اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟“

دلاؤ ڈی میر نے کہا ”میں بھی اسی پہلو پر غور کر رہا ہوں۔ اس طرح سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ سونا نے خواہ مخواہ پوتے کو انخوا کر دیا ہے اور اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ سب کو انخوا کر رہی ہے۔“

آوازوں نے پھر چپکے سے ماں سے کہا ”سونا ہلاک مکار عورت ہے۔ وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے اطمینان کا اظہار کر سکتی ہے۔ اسے یہ اطمینان ہوگا کہ اس کے تمام خیال خواتی کرنے والے عدنان کو انر پورٹ میں تلاش کر رہے ہیں اور وہ انہیں جلد ہی مل جائے گا۔ اسے خیال خواتی کے ذریعے عدنان کے بارے میں رپورٹ مل رہی ہوں گی۔ اس لیے وہ ذرا خاموش نظر آ رہی تھی اور ہم اس کی خاموشی کو اطمینان سمجھ رہے ہیں۔“

ارنا کوف نے یہی بات دلاؤ ڈی میر سے کہی تو وہ سوچنے لگا پھر بولا ”یہ بات درست ہے کہ سونا بھی بڑی خاموشی سے اپنے پوتے کو تلاش کر رہی ہے۔ وہ ہم پر شبہ کر رہی ہوگی۔ انا میر یا سے بھی اس کے اختلافات ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے انا میر یا ہی عدنان کو کہیں لے گئی ہو۔“

ارنا کوف نے کہا ”صرف انا میر یا سے نہیں بلکہ اناجلا سے بھی سونا کے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ عدنان سے تعلق رکھنے والے کسی مرد کی عورت پر بھروسہ نہیں کر رہی ہے۔ سب سے عداوتیں مول لے رہی ہے۔“

”ہو سکتا ہے اناجلا نے عدنان کو انخوا کیا ہو؟“

دیوتا 47

اس کا جواب ارنا کوف نے نہیں دیا اور اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ اناجلا سے اس کی دوستی ہو رہی ہے۔ اگر وہ عدنان کو انخوا کرتی تو یہ بات ان سے بھی نہیں رہتی۔

بہر حال یوں رابطہ کرنے سے ارنا کوف کو یہ معلوم ہو گیا کہ عدنان دلاؤ ڈی میر کے پاس نہیں ہے اور دلاؤ ڈی میر کو بھی یہ اطمینان ہوا کہ ارنا کوف نے عدنان کو انخوا نہیں کیا ہے۔

اب وہ انا میر یا اور اناجلا پر شبہ کر رہا تھا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ سونا مکاری سے کوئی ٹیم کیمل رہی ہوگی۔

یہ بات تو سب ہی نے تسلیم کر لی کہ عدنان لوہے کا چٹا ہے اور وہ سب اسے چارہ ہے ہیں۔ جڑے دکھ رہے ہیں۔ دانت ٹوٹ رہے ہیں لیکن وہ چٹا ہے کہ چبانے میں نہیں آ رہا ہے۔

دوسری طرف انا میر یا اس کے لیے بے چین تھی۔ عجیب مان تھی کہ اس نے عدنان کو ختم نہیں دیا تھا لیکن اس کے لیے متنا سے بھر پور تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ شیوانی کی مدد سے دشانے میں عدنان کو حاصل کر لے گی۔ اگر وہ اس کے قابو میں آ جائے گا تو وہ اسے ایسے جگہ لے جا کر چھپائے گی کہ سونا اور اس کے ٹیلی پیٹی جانے والے کسی بھی اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔

سب ہی عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی سوچتے رہتے تھے کہ نیک بار وہ ہاتھ آ جائے تو اسے سمندر کی گہرائیوں میں یا یا تال میں لے جا کر چھپا دیں گے۔ کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گے لیکن وہ تو خود ہی ہوتا بن گیا تھا۔ کسی کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا تو یہ حقیقت ہے کہ ہوا کو کوئی اپنی منہی میں قید نہیں کر سکتا۔

وہ بار بار گریبان سے اچھا چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھتی تھی۔ شیوانی کا عکس نظر آتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوب جاتی تھی اور پریشان ہو کر پوچھتی تھی ”میں کیا کروں؟ اپنے بچے کو کہاں تلاش کروں؟“

شیوانی کہتی تھی ”میں بھی تو اس کے لیے پریشان ہوں۔ ہم دونوں نے اسے جنم دیا ہے اس پر ہمارا حق ہے لیکن وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اسے کیسے حاصل کروں؟“

انا میر یا نے تعجب سے پوچھا ”شیوانی! تم تو ناقابلی شکست ہو ہمیشہ عدنان کو اپنی گرفت میں رکھتی آئی ہو پھر اب ناکام کیوں ہو رہی ہو؟“

وہ بولی ”جب عدنان دشانے پہنچنے والا تھا تب سے میں محسوس کر رہی ہوں کہ اس بچے پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسے دشمنوں کے کالے عمل سے اور ہماری متنا سے دور کیا

دیوتا 47

جار رہا ہے۔“

”یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ ہم کس طرح اپنے بچے تک پہنچ جائیں گے؟ میں جب بھی عدنان کے اندر پہنچتی ہوں تو اس کے خیالات گنڈھ رہتے ہیں۔ پہلے ایسا مسلسل نہیں ہوا کرتا تھا؟“

شیوانی نے کہا ”یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔ اب روحانی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مکمل ناقابل فہم بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ کوئی ٹیلی پیٹی جانے والا اور مجھ جیسی براسر رکھتی رکھنے والی بھی اس بچے کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ وہ ابھی کہاں ہے؟ اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے لیے کئی راستوں سے لے جایا جا رہا ہے؟“

انا میر یا نے کہا ”ابھی سونا چاہتی تو اپنے پوتے کے ساتھ مغرب کی طرف سفر کر سکتی تھی۔ جرمنی اور فرانس سے ہو کر بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ سکتی تھی لیکن اس نے بالکل مخالف سمت سفر کیا ہے اور دشانے پہنچ گئی ہوگی۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟“

”یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اب وہ اسے ازبکستان سے افغانستان اور پھر پاکستان لے جائے گی۔ پھر وہاں سے وہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف پرواز کرے گی۔“

وہ بولی ”میرا جہاز دشانے پہنچنے والا ہے۔ وہاں پہنچنے ہی میں اسے پورے شہر میں تلاش کروں گی۔ وہاں نہ ملا تو پھر افغانستان اور پاکستان جاؤں گی لیکن اتنی بھاگ دوڑ کے بعد کچھ تو حاصل ہونا چاہیے۔ وہ مل نہیں رہا ہے لیکن اس سے رابطہ تو رہنا چاہیے۔ میں تھی آسانی سے تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کے دماغ میں رہ کر ساری معلومات حاصل کر لیتی تھی۔“

”یہی تو مجبوری پیدا ہو گئی ہے۔ ہاں نہیں وہ کس طرح کا روحانی عمل کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہو گی تو بھی نہ بھی اس کے خیالات ایک مرکز پر آئیں گے اور تم اس کی سوچ کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکو گی۔“

”اسی امید پر تو میں بار بار جہیں آئیے میں دیکھتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچتی رہتی ہوں۔“

”یہ بہت برا ہوا کہ پورس سے تمہاری علیحدگی ہو گئی ہے۔ اگر تمہاری محبت کا جادو اس پر چلا رہتا اور وہ تمہارے ساتھ رہتا تو اس کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جاتا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کسی بھی طرح اس روٹھے ہوئے

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

یار کو مٹالو۔“

”کیسے مٹاؤں؟ وہ تو پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے کئی بار اس کے موبائل فون پر رابطہ کرنا چاہا تو اس نے فون بند کر دیا۔“

اس کی بات فحتم ہوتے ہی فون کا بزرگستانی دیا۔ اس نے کہا ”جسٹ آمنت شیوائی! میں ذرا دیکھ لوں کہ کون مجھے کال کر رہا ہے؟“

اس نے آئینے پر سے نظریں ہٹائیں! اسے اپنے گریبان میں رکھا پھر اپنے موبائل فون کی اسکرین پر دیکھا تو وہاں پورس کے موبائل کا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اسے پورس مخاطب کر رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اسے آن کر کے کان سے لگا کر کہا ”ہیلو پورس! کیا تم ہو؟“

”ہاں..... میں یہی ہوں۔“ تمہیں کامیابی کی مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔“

وہ حیرانی سے بولی ”کیسی کامیابی؟“

”میری کرم نے شیوائی کی مدد سے عدنان کو حاصل کر لیا ہے۔“

”تمہیں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ عدنان میرے پاس نہیں ہے۔ میں اس کے لیے بہت پریشان ہو رہی ہوں۔“

”مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔ میں جانتا ہوں کہ شیوائی بہت مکار ہے۔ وہ تمہیں مشورے دے رہی ہے کہ اس بار مجھے راز دارانہ بنایا جائے اور تم بڑی رازداری سے اسے لکھیں بہت دور لے جا کر اس کی پرورش کرنا چاہتی ہو۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں تمہیں یہ بات ضرور بتاتی۔“

”مجھے کیا نادان بچہ سمجھ رہی ہو؟ تم یہ دیکھ چکی ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ تعاون نہیں کیا تھا۔ اس بات پر راضی نہیں ہوا تھا کہ تم عدنان کو لے جا کر کہیں چھپاؤ گی اور اس کی پرورش کرو گی۔ تو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار تھا لیکن اچانک مجھے پتا چلا کہ تم شیوائی سے مل کر مجھے دھوکا دے رہی ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آ گیا اور میں تمہیں چھوڑ کر تم سے دور ہو گیا ہوں۔“

”پلیز! مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ ایک تو میرا بچہ مجھ سے دور ہو گیا ہے اور دوسرے تم بھی مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے ہو۔ میرے پاس کوئی تو سہارا ہونا چاہیے۔“

اس نے پوچھا ”تم کہاں ہو؟“

کتابیات پبلی کیشنز

”میں اس وقت ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں اور ایک گھنٹے میں دشانے پہنچنے والی ہوں۔“

پورس نے حیرانی کا ہر کی ”کیا تم میری بوسہ لگتی ہو؟ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں دشانے میں ہوں؟“

وہ خوش ہو کر بولی ”کیا واقعی تم دشانے میں ہو؟“

”انجان نہ بنو۔ تم بڑی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ شیوائی نے تمہیں اپنے پراسرار عمل سے بتایا ہوگا کہ میں تمہیں کہاں مل سکتا ہوں؟ اس لیے سیدھی ادھر چلی آ رہی ہوں۔“

”تم مجھ پر بہت زیادہ شبہ کرنے لگے ہو؟ جب کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں اور اگر میں نے تمہیں دھوکا دیا تھا تو صرف تمہارے بچے کی خاطر ایسا کیا تھا؟“

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ”انا میرا! میں تم سے ناراض ہو کر چلا آیا لیکن میرا دل جانتا ہے کہ میں تمہیں بھلا نہ سکتا۔“

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی ”میں جانتی ہوں کہ تم میرے بچے نہیں رہ سکو گے۔ کیونکہ تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔“

”میں عدنان کے لیے بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ اتنے سارے ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے اسے اپنی گرفت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو رہا ہے۔ اگر وہ لاڈلی میرا اور ارنائوف کے ہاتھوں میں چلا گیا تو بہت برا ہوگا۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ ہم اپنے بچے کو تمام دوستوں اور دشمنوں سے دور امریکا کے کسی علاقے میں لے جاتے اور وہاں خاموشی سے اس کی پرورش کرتے۔“

”میں نے بھی دشمنوں سے پریشان ہو کر یہی سوچا تھا کہ ہمارے بچے کو ان سب سے بہت دور ہونا چاہیے لیکن اس وقت تم نے میری متا اور دیانت داری کو نہیں سمجھا۔“

”کوئی بات نہیں! صبح کا بھولا شام کو گھر آ گیا ہے۔ اب میں مان رہا ہوں کہ تمہاری وہ دھانک بہت اچھی تھی۔“

”پورس! تمہاری باتیں مجھے حوصلہ دے رہی ہیں۔ میں خوشی سے بے حال ہو رہی ہوں۔ ابھی دشانے پہنچنے والی ہوں۔ کیا تم اتر پورٹ آؤ گے؟“

”ضرور آؤں گا۔ جہاز کی آمد میں آدھا گھنٹہ لگے گا۔ مجھے اتر پورٹ پہنچنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ تم میرا انتظار کرنا رہنا۔“

”میں ساری زندگی تمہارا ہاں انتظار کر سکتی ہوں۔ آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

”آئی دیکھو! 47

گزر کر وزیر لابی میں آئی۔ دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ اس نے چندرہ منٹ کے بعد سوچا کہ فون کے ذریعے اسے اطلاع دینی چاہیے کہ وہ یہاں پہنچ چکی ہے۔“

اس نے پرس میں سے موبائل فون نکالا۔ ایسے ہی وقت پورس دور سے آنظر آیا وہ دونوں بازو پھیلا کر تیزی سے چلا ہوا آیا۔ وہ ہاتھیں پھیلا کر اس سے لپٹ گئی۔ خوش ہو کر بولی ”تم مجھے مل گئے ہو تو اب ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے بیٹا بھی مل جائے گا۔“

وہ ممتی خیر انداز میں بولا ”ضرور ملے گا۔ مگر اس سے پہلے دشمنوں کا محاسبہ کرنا ہوگا آؤ چلیں۔“

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی ”ہم کہاں جائیں گے؟ کیا تم کسی ہوٹل میں ہو؟“

”نہیں..... ہم مزہ کی پہاڑی پر جائیں گے۔ وہاں میں نے ایک چھوٹا سا لنگا کر کے پر لیا ہے۔“

”کیا پہاڑی پر بگلا ہے؟ تو پھر بڑی روناٹک جگہ ہوگی؟“

وہ اس کے ساتھ آ کر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے اشارت کر کے ڈرائیو کرنا دھڑکا دیا۔ وہ بولی ”کبیرا! اعلیٰ لی لی اور تمہارے دوسرے ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے عدنان کے دماغ میں چارہ ہوں گے۔ کچھ تو اس کے بارے میں معلوم ہو رہا ہوگا۔“

”اس کے دماغ میں خیالات گنڈھ ہو رہے ہیں۔ ابھی اس کے خیالات ناقابل فہم ہیں۔ اس کے اندر دھڑک رہی ہے۔ کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے قبضے میں ہے؟“

”ولاڈی میرا اور ارنائوف وغیرہ اس پر کال کنٹرول کر رہے ہوں گے۔ اس کے توڑ کے لیے تھینا جناب تجریزی روحانی عمل کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے دوست اور دشمن سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو رہے ہیں۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے۔“

”مجھے کیا معلوم ہونا چاہیے؟“

”میری کہ اس کی حفاظت کے لیے اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہو جاتا۔“

”ہوسکتا ہے کہ تمہیں نہ بتایا گیا ہو۔ میں اس بات سے اندازہ کر رہی ہوں کہ مکمل کئی گھنٹوں سے اس کا دماغ ناقابل فہم ہے اور خیالات گنڈھ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

پہلے کسی نہیں ہوا۔ میں جب بھی شیوانی کی آنکھوں میں دیکھتی تھی تو اس کے اندر کچھ جانی تھی اور اس کے خیالات بڑھ لیتی تھی اور وہ میری آواز بھی سنتا تھا۔ میری بات مانتا تھا لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔

”اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے تو کیا تمہیں اعتراض ہے؟“

”ہرگز نہیں، بھلا مجھے کیوں اعتراض ہوگا؟ یہ عمل تو اس کی حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے۔ لیکن کم سے کم مجھے تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملنا چاہیے۔“

”تم نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔ لہذا اب اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے تو یہ جھوٹے تمام اعتراضات کرنے والوں کے خلاف ایسا کیا جا رہا ہے اور انہیں عدنان کے دماغ میں پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔“

وہ خاموش رہی چپ چاپ سوچتی رہی۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ دونوں حمزہ کی پہاڑی پر پہنچ گئے۔ راستہ اچھا خاصا کشادہ تھا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا بلندی کی طرف جاتا رہا۔

آخر ایک وسیع و عریض جگہ پہنچ کر اس نے گاڑی روک دی۔ اتنا میرا بے پوجھا ”یہاں کیوں رک گئے؟“

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا ”بابر آؤ۔ یہاں ہم ضروری باتیں کر سگے۔“

وہ کار سے نکل کر چاروں طرف دیکھنے لگی، کہنے لگی ”یہاں تو بہت دیرانی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟“

”یہاں میں تم سے نہیں شیوانی سے ملنے اور باتیں کرنے آیا ہوں۔“

”شیوانی سے باتیں کرو گے، مگر کیسے؟“

”تم آئینہ نکالو اور شیوانی کو دیکھو اس سے کہو کہ مجھ سے ملاقات کرے۔“

”تمہیں تو پتا ہے کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی، صرف مجھ سے بولتی ہے۔“

”وہ صرف تم سے کیوں بولتی ہے؟ مجھ سے کیوں نہیں بولتی جبکہ مجھ سے اس کا گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ میری شریک حیات تھی۔ اس نے اپنی جان و جسم سب کچھ مجھے دیا تھا۔ میرے لیے ایک بیٹا پیدا کیا تھا۔ پھر مجھ سے کیوں چھپ رہی ہے؟“

”میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ شیوانی ہی

جانتی ہے کہ صرف مجھ سے کیوں بولتی ہے اور تم سے کیوں بولتی ہے؟“

”تم ابھی پوچھو اس سے اور کہو کہ مجھ سے باتیں کرنا آج اس بات کا فیصلہ ہوگا کہ وہ مجھ سے کیوں نہیں بولتی؟“

آخر اس کا راز کیا ہے؟

اتنا میرا بے پوجھا ”اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوئے۔ آئینے کو نکالو پھر اسے رو پر رکھ کر اس کی سطح پر دیکھنے لگی۔“

مجھے اس سے باتیں ہوتی تھیں تو اس کی آنکھوں میں لالہ جانی تھی۔ زبان سے کچھ نہیں بولتی تھی اور نہ ہی شیوانی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان دماغی رابطہ ایسا ہوا

کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی سوچ کی لہروں کو چرچا رہے تھیں۔ اس طرح سے ان کے درمیان گفتگو جاری رہتی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں میں ڈوبتے ہی وہ بولی ”اتنا میر

تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم یہاں سے فوراً واپس جاؤ۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”تم نے سفر کے دوران میں مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہیں آئینہ دیکھنا چاہیے۔“

دشائے پیچھے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تمہارے لیے خطر ہے۔ میں تمہیں وہیں از رو پرٹ کر خطرے سے آگاہ کر رہی تھی۔ غلطی کی مجھ سے کوئی مشورہ کیے بغیر پورس کے ساتھ یہاں آ گئیں۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ مجھے یہاں لاکر ڈھک رہا ہے؟“

”ہاں یہی بات ہے۔“

”لیکن میں ایسا کچھ محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ وہ ایک بات پوچھ رہا ہے کہ تم مجھ سے رابطہ کرتی ہو پھر اس سے کیا نہیں ہو سکتا؟“

”میں زندہ نہیں ہوں، میرا رابطہ صرف تم سے ہو سکتا ہے۔“

”کیا تم نے اس سے پورس سے کہا؟“

”یہ کبہ رہی ہو؟“

”نہ شے میرا جواب سناؤ۔“

اس نے پورس سے کہا ”یہ کبہ رہی ہو؟“

اس نے کہا ”میں تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف تم سے ہی کیوں بات کر سکتی ہے؟ کسی اور سے کیوں نہیں

وہ شیوانی سے بولی ”یہ پوچھ رہا ہے کہ تم اس سے بات کیوں نہیں کر سکتی؟ اپنی کوئی مجبوری بتاؤ۔“

”میں نہیں جانتی۔ میں جو کہتی ہوں، وہ کرو۔ اسے کسی طرح پہلا پھلکار یہاں سے واپس جاؤ۔ میں تمہاری سلامتی

پاؤں میں رکھ رہی ہوں۔ تمہاری زندگی میرے لیے بہت اہم ہے۔“

”میری زندگی تمہارے لیے اہم کیوں ہے؟“

”مجھ سے سوال نہ کرو۔ کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتی؟“

وہ پارس سے بولی ”یہ مجھے بار بار وارننگ دے رہی ہے کہ یہاں میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیے۔“

”وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ آج تمہاری جان کو نقصان پہنچے گا تو وہ اس کا اپنا نقصان ہوگا کیونکہ تم جو

ہو، وہ تم نہیں ہو۔ تم جب پیدا ہوئیں تو اتنا میرا نہیں تھیں، جو اب ہو۔ اتنا میرا نہیں لیکن اب سے چار برس پہلے اچانک تمہارے اندر تبدیلی آ گئی۔ پچھلے چار برسوں سے تم

نہیں رہیں بلکہ شیوانی بن گئیں۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”جو کہہ رہی ہوں اسے تم سمجھ نہیں پاؤ گی کیونکہ تمہارے دل دماغ پر اور جسم پر شیوانی چھائی ہوئی ہے۔ یہ میں نہیں

میری نما کہہ رہی ہیں کہ تمہارے اندر شیوانی کی آتما سانی ہوئی ہے اور جو کہہ رہی ہیں غلط نہیں کہیں۔ ہم سب بہت سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ چار برس پہلے کوئی ایسی بات ہوئی تھی کہ ادھر اسپتال میں زچگی کے بعد شیوانی کی موت ہوئی تھی اور ادھر تمہارے اندر اس کی آتما سانی ہو گئی۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”نہیں۔ میں نہیں جانتی۔ میں

اتنا میرا ہوں۔ اگر شیوانی ہوتی تو خود کو شیوانی کہتی خاص طور پر تم سے کہتی تاکہ تم مجھے اپنی شیوانی سمجھ کر اور زیادہ بھرپور پیار

دیتے رہو۔“

”اتنا میرا! شیوانی کے چہرے کوئی براسرا قوت ہے جو

کاملاً عمل کرتی ہے اور کسی کے جسم سے نکلی ہوئی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتی ہے۔ اسی عامل نے شیوانی کی آتما کو تمہارے اندر پہنچایا ہے اور تم پر یہ عمل کیا ہے کہ تم خود کو

اتنا میرا سمجھ رہی ہو لیکن تمہارے دماغ میں یہ بات نقش رہے کہ تم شیوانی کا دوسرا روپ ہو۔ تم نے مجھی مجھ سے ملاقات کی تھی مجھ سے بات کی تھی اور میرے بچے کی ماں بنی تھیں۔ یہ سب تم

انہی احوال سے کہتی آ رہی ہو جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا۔ نہ تم مجھی

ہے اور تم یہ شیوانی کے ساتھ شیزوفرسی ہو۔ مان رہی ہو کہ اس نے اور تم نے دونوں کے دل کر عدنان کو جنم دیا ہے۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ دو دادوں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے؟“

وہ الجھ رہی تھی اس نے پوچھا ”میرے اندر اگر شیوانی سانی ہوئی ہے تو پھر میرے اندر کیوں نہیں بولتی؟ وہ آئینے کے

عکس میں کیوں بولتی ہے؟“

”یہ تو وہ کامل لالہ کرنے والا ہی جانتا ہوگا۔ شاید وہ مکمل

عالم نہیں ہے۔ اس کے عمل میں کوئی خالی یا خرابی رہی ہے۔ اس وجہ سے وہ آتما تمہارے اندر رہنے کے باوجود تم سے نہیں

بولتی ہے۔ جب بولنا ہوتا ہے تو وہ آئینے کے عکس میں رہ کر تم سے رابطہ کرتی ہے۔ تم یہ باتیں شیوانی سے کہو کہ میری ممانے

انداز سے جو کہا ہے اس میں حقیقت بہت زیادہ ہے۔ شیوانی کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔“

اتنا میرا بے پوجھا ”آئینے کے عکس میں دیکھتے ہوئے شیوانی سے کہا ”کیا تم سن رہی ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا تم میرے

اندر رہ کر یہ باتیں سمجھ رہی ہو کہ میرے اندر رہنے کے باوجود مجھ سے بولتی نہیں ہو؟ بہر حال مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کیا تمہاری

آتما میرے اندر سانی ہوئی ہے؟“

”ہاں۔ میں تمہارے اندر رہ کر سب کی باتیں سن رہی ہوں لیکن بولتی نہیں ہوں۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میری

آتما کمزور ہے جس عامل نے مجھے تمہارے اندر پہنچایا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی کنٹرین کر رہوں۔ اس کے علم کی مکمل

گروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس لیے اس نے احوال مکمل کیا ہے۔ میری آتما کو تمہارے اندر پہنچا تو دیا لیکن مجھے

تمہارے اندر بولنے کے قابل نہیں رکھا۔ میں سب کچھ سن رہی ہوں لیکن بول نہیں پاتی ہوں۔ تب میں نے تمہیں آئینے کے

عکس میں بلایا تاکہ آنکھوں میں ڈوب کر تم سوچ کے ذریعے میری باتیں سن سکو۔ اس لیے میں آئینے کے عکس میں بھی گوئی

رہی ہوں صرف میری آنکھیں بولتی رہتی ہیں۔“

”تمہاری آتما میرے اندر کب سے سانی ہوئی ہے؟“

”اب سے چار برس پہلے جب میں نے عدنان کو جنم دیا تھا اور وہ عامل مجھ سے سودے بازی کر رہا تھا کہ اس کی تابع

رہوں تو وہ مجھے کسی دوسرے کے جسم میں زندہ رکھے گا۔ میں اپنے بچے کی خاطر زندگی پانے کے لیے اس کی بات مان گئی لیکن تمہارے جسم میں جگہ ملنے ہی میں نے بغاوت کی اور اس کی کنٹرین کر رہے تھے انکار کر دیا تب اس نے کہا کہ میں

بیشب تمہارے اندر ہی قید رہوں گی اور اپنی مرضی سے مجھی بول نہیں پاؤں گی اور نہ ہی اپنی مرضی کے مطابق تم سے کوئی کام

کتابیات پبلی کیشنز

اس کے بیٹے کو قتل کرے گا اور باپ کے ہاتھ سے ہی اسے قتل کرائے گا لہذا اس نے یہی کیا تھا۔ ایسے میں فرمان بھی اس کے ساتھ تھا۔

بہر حال یہ واقعہ بیان کیا جا چکا ہے۔ چنڈال نے ٹوٹی جے کے زیر اثر رہ کر ایک ریوالور سے اپنے بیٹے پر گولیاں چلائی تھیں اور اسے مار ڈالا تھا۔

اس طرح یہ مزید خطرناک پاگل ثابت ہو گیا تھا۔ اسے زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ اب دو باتیں بچے تک اس کی بچی انیتا اس سے ملنے آنے والی تھی۔ پاگل خانے کے ڈاکٹروں نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ کسی کو اس پاگل کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

پچھلی اقساط میں انیتا کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اس کی آتما شمر سلطانہ کے جسم میں سائی ہوئی تھی۔ اور شمر سلطانہ فرمان سے متاثر ہو رہی تھی۔ اس سے دوستی کر رہی تھی اور آٹا راہے تھے کہ یہ دوستی محبت میں بدلنے والی تھی۔ انیتا فرمان کی پہلے سے محبوبہ تھی۔ بنی بنی تھی۔ اور وہ شمر سلطانہ کو سون کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن وہ اس کے جسم میں قید رہ کر مجبور ہو گئی تھی۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح اسے شمر سلطانہ کے جسم سے رہائی ملے اور یہ اسی وقت ممکن ہوتا جب اس کا باپ چنڈال پاگل خانے میں نہ رہتا۔ اپنے طور پر آزادانہ زندگی گزارتا تو بچی کی آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

اب انیتا کو امید کی ایک کرن نظر آرہی تھی۔ فرمان راضی ہو گیا تھا کہ شمر سلطانہ کو چنڈال سے ملانے کے لیے لے جائے گا یعنی وہ انیتا کو باپ سے ملانے کے لیے لے جانا چاہتا ہے۔ ادھر ٹوٹی جے نے فرمان سے کہا تھا کہ بچی کو بھی باپ سے ایک بار ملا دو کیونکہ اس کے بعد پھر بھی باپ بنی مل نہیں پائیں گے۔

فرمان شمر سلطانہ کے ساتھ ایک عیار کے ذریعے ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اس شہر کے قریب ہی وہ پاگل خانہ تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ وہ دو پہر دوپہر دوپہر تین بجے تک شمر سلطانہ کو لے کر پاگل خانے میں پہنچے گا اور اب دوپہر دوپہر دے دے۔

ٹوٹی جے چنڈال کے اندر رہ کر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ چنڈال زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اور ایسی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہو۔ جب کہ ٹوٹی جے یہ طے کر چکا تھا کہ اسے آسانی سے مرے نہیں دے گا۔ اسے روز توڑ آٹھواڑ کے مارتا رہے گا۔ مگر ایک دم سے مرے نہیں دے گا۔ ایسے ہی وقت تاثرک مہاراج جنگل بھنا

چار یہ چنڈال کے اندر پہنچ گیا۔

پچھلے باب میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ چنڈال کی آتما نے ہریش چندر ناہی ایک بہت بڑے برٹش میں کے جسم میں جگہ پائی تھی۔ ہریش چندر کے دو بیٹے تھے جو چنڈال کے دکن سے ہوئے تھے اور انہوں نے ہی اسے پاگل خانے پہنچایا تھا۔ جگدیش چندر اپنے بھائی ہریش چندر کو دل و جان سے چاہتا تھا اور کسی بھی طرح اسے پاگل خانے کی دیواریوں کے پیچھے سے نکال لانے میں مصروف تھا۔ انہی کوششوں کے دوران میں وہ تاترک مہاراج جنگل بھنا چار یہ تک پہنچ گیا تھا۔

تاترک مہاراج جنگل بھنا چار یہ نے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کیا تھا کہ ہریش چندر پہلے ہی مر چکا ہے لیکن زندہ اس لیے ہے کہ اس کے اندر چنڈال جو گیا کی آتما سائی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم کیا تھا کہ ٹوٹی جے جانے والے ٹوٹی جے اور فرمان اس سے دوستی کر رہے ہیں۔

جنگل بھنا چار یہ نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے بھائی کو دوسری زندگی دے گا۔ اسے پاگل خانے سے نکالے گا لیکن اس سلسلے میں وہ جو بھی کہے گا جگدیش اس پر عمل کرتا رہے گا۔

اور جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ وہ جان دے کر بھی اپنے بھائی کو پاگل خانے سے نکال لانے کے لیے تیار ہے۔

تب جنگل بھنا چار یہ اس سے کہا تھا کہ آج تمہارے بھائی ہریش چندر کی موت ہو جائے گی۔ وہ پاگل خانے میں مر جائے گا۔ تمہارا کام صرف یہ ہوگا کہ تم اس کے مردہ جسم کو اسپتال کے انکرنڈیشنز مردہ خانے میں لے جا کر رکھو گے۔ وہ مردہ جسم چند گھنٹوں تک وہاں رہے گا پھر زندہ ہو کر تمہارے پاس چلا آئے گا۔

جنگل بھنا چار یہ نے خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جو گیا کے تمام خیالات تفصیل سے پڑھے تھے۔ اس کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی۔ پھر اسے اس کا نام سن چکا تھا لیکن اس کی طرف پہلے کسی توجہ نہیں کی تھی۔ اب اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اسے اپنے غلام بنانے رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے پاگل خانے سے نکال کر ایک نئی زندگی ضرور دے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ چنڈال جو گیا کے اندر آیا۔ پھر اس سے بولا "چنڈال! کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ میں نے سنا تھا کہ تم بہت ہی خطرناک جادوگر ہو کلا جادو بھی جانتے ہو اور خیال خوانی بھی کرتے ہو۔

دیوتا 47

کیا مجھے جانتے ہو؟"

وہ ہنسنے فرش پر پڑا چھت کی طرف تک رہا تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں تمہیں نہیں جانتا۔ تم کون ہو تمہاری آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہا ہوں۔"

اس وقت ٹوٹی جے بھی وہاں موجود تھا اور جنگل بھنا چار یہ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میرا نام جنگل بھنا چار یہ ہے اور بڑے بڑے جادوگر مجھے تاترک مہاراج سمجھتے ہیں۔"

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا "اے بھگوان! تو مجھے کئی سزا دے گا؟ ایک وہ دشمن ٹیٹی جی جانتے والا میری زندگی عذاب بتا رہا ہے۔ اس نے میرے سامنے بٹنے کو ہلاک کر دیا اور میرے ہاتھوں سے ہلاک کر دیا۔ میں کچھ نہیں کر سکا اور اب یہ تاترک مہاراج میرے اندر آیا ہے میں تو پاگل ہی مجبور ہوں۔ حالات مجھے جدھر لے جائیں گے۔ ادھر ہی چلا جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں کہ یہ تاترک مہاراج مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

جنگل بھنا چار یہ نے کہا "میں تمہارے خیالات سن رہا ہوں۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ کیا اس طرح سے اس ٹیٹی جی جانتے والے دشمن کے زیر اثر رہ کر اپنی زندگی عذاب بناتے رہو گے۔ ازیتیں برداشت کرتے رہو گے۔ روز مرو گے روز چیو گے" کیا میری غلامی پسند کرو گے؟"

اس نے پوچھا "کیا تم مجھے اس پاگل خانے سے اور اس ٹیٹی جی جانتے والے سے نجات دلوا سکتے ہو؟"

"بے شک..... نجات دلوا سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ تم میرے زیر اثر رہو گے اور میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

"اگر میں راضی نہ ہوا تب بھی تم ایسا کر سکتے ہو۔ تو بھی عمل کے ذریعے اور کئی پراسرار علوم کے ذریعے تم مجھے اپنا غلام بنا کر رکھ سکتے ہو۔ بہر حال میں راضی ہوں۔ تمہارا تاجدار بن کر رہوں گا۔ جتنی جلدی ہو سکے مجھے یہاں سے نجات دلادو۔"

ٹوٹی جے اس کے اندر کئی اچھٹی کی "واؤ سننے ہی فرمان کو بلا کر لے آیا تھا۔ وہ دونوں جنگل بھنا چار یہ کی باتیں سن رہے تھے پھر ٹوٹی جے نے ٹوک کر پوچھا۔ "اے اتم کون ہو؟ اور اس کی مدد کیوں کرنا چاہے ہو؟"

دیوتا 47



کتابیں شامل چند عنوانات

- ✧ پنٹائیزم کی ابتدائی تاریخ
- ✧ پنٹائیزم کیا ہے؟
- ✧ پنٹائیزم کے مزید طریقے
- ✧ پنٹائیزم اور ذہنی گہرائیاں
- ✧ طبی استعمال
- ✧ اثر کی شدت
- ✧ جذباتی الجھنوں کا علاج
- ✧ روحانی قوتیں
- ✧ پنٹائیزم کے ذریعے شخصی خامیاں دور

قیمت:- 50 روپے

ڈاک خرچ:- 23 روپے

کتابیات پہلی کیشور

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5802552-5895313

کیتابیٹ 1970@yahoo.com

رابطہ کیلئے:- C-63 نیو ایسٹن ڈی ایچ ایس روڈ کراچی

لے وہ کم بخت تمہارے اندر آ گیا تھا ورنہ میں نے تو تمہارے دماغ کو لاکھ کیا ہوا ہے۔ کوئی جلی جیتی جانے والا تمہارے دماغ کے اندر نہیں آ سکتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ اسے مٹر پڑھنے سے روکوں گا۔ مگر تمہارے اندر نہیں آؤں گا۔“ وہ گھبرا کر بولی ”ایسے نہ کہو۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔“

”جب وہ تمہارے اندر نہیں آ پائے گا۔ تو کیسے تمہیں نقصان پہنچائے گا؟“

”میں نہیں جانتی۔ میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔“

”دیکھو..... میں ان سنتریوں یا چنڈال کے دماغ میں آ کر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو میں فوراً ہی تمہارے اندر آ کر تمہاری خیریت معلوم کروں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ ابھی جا رہا ہوں پر چند سیکنڈ کے بعد ہی دوسروں کے اندر آ کر تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔“

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا۔ یکبارگی شمر سلطانہ نے چیخے ہوئے اپنی کمر زمین پر گرے ہوئے یہ بھایا کہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جگل بھٹا چار یہ فیضی لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

”فرمان! تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟ میں یہاں سے نہیں گیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کیسی مکاری دکھا سکتے ہو۔ اب بولو! اس کو کیسے بچاؤ گے؟“

فرمان نے ٹوٹی بے کو بلایا اور کہا ”دیکھو..... میری شمر سلطانہ کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ میں بہت مجبور ہوں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اس بھٹا چار یہ کو مٹر پڑھنے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں اپنی محبوبہ کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔“

شمر سلطانہ کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں جلی جیتی جانے والے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو ٹھیکنے لگے۔ آرام پہنچانے لگے۔ جب اس کی تکلیف ذرا کم ہونے لگی تو ٹوٹی نے چنڈال کے اندر پہنچ کر معلوم کیا تو وہاں جگل بھٹا چار یہ مٹر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کرے؟

وہ نہیں چاہتا تھا کہ چنڈال اتنی جلدی مر جائے اسے نجات حاصل ہو جائے۔ اور وہ دوسرا جسم حاصل کر کے اس سے دشمنی کرنے لگے۔ اس نے فرمان کے پاس آ کر کہا ”وہ کم بخت مٹر پڑھتا جا رہا ہے۔ اسے یہاں سے کھل کر لے جائے گا۔“

فرمان نے کہا ”لے جانے دو۔“

”کیا کہہ رہے ہو؟ وہ میرے ہاتھ سے کھل جائے گا۔ میں کبھی اس سے انتقام نہیں لے سکوں گا اور پھر دوسری مصیبت یہ ہوگی کہ وہ میرے پیچھے بھاڑ کر پڑ جائے گا۔ ہاں نہیں آئندہ کسی کا جسم حاصل کرنے کا اور چھپ کر چھ پھل کر رہے گا۔“

”کتنے ہی دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑتا رہا ہے۔ ایک دشمن یہ بھی سہی۔ فکر نہ کرو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔“

”نہیں..... اس سے پہلے کہ شیطان اور زیادہ شیطانہ پراثر آئے میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ اس جسم سے نجات حاصل کر کے پاگل خانے سے باہر جانے نہیں دوں گا۔“

”اگر تم نے اسے مٹر پڑھنے سے روکا تو وہ یہاں آ کر پھر شمر سلطانہ کے دماغ کو پھوڑا دیتا رہے گا۔“

”میں کیا کروں؟ کیا میں تمہاری ایک لمحہ بھی خاطر انتقام لینا چھوڑ دوں؟ اور اس دشمن کو آئندہ دشمنی کا موقع دوں؟“

”تم نے کہا تھا کہ دوستی قائم رکھو گے۔ اور ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔“

”مگر تم اس وقت میرے کام نہیں آ رہے ہو۔ چنڈال کو نجات حاصل کرنے کا موقع دے رہے ہو؟“

”اسی طرح میں شکایت کرتا ہوں کہ تم اسے مٹر پڑھنے سے روکو گے تو وہ یہاں آ کر زلزلے پیدا کرے گا اور میری محبوبہ کو مار ڈالے گا۔“

”تم ایک لڑکی کی جان بچانے کے لیے۔ اس شیطان کی رہائی کا راستہ کھول رہے ہو۔ جو کتنے ہی لوگوں کو شہ قی لڑکیوں کو اور مجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچاتا رہے گا؟ تم اس کا حساب نہیں کر رہے ہو؟“

”میں نے کہا ہے کہ مجھ پر بھروسہ کرو میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔ یہ چنڈال تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ہم دونوں مل کر ہی اس کا مقابلہ کریں گے۔“

”دیکھو فرمان! میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کی دوستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ اس کا ایک حل یہ ہے کہ تم شمر سلطانہ کو فوراً یہاں سے روانہ کر دو۔ اس کے ساتھ کوئی نہ رہے وہ جگل بھٹا چار یہ کسی کو آلہ کار بنا کر اس کے اندر پہنچ نہیں سکتا۔ گارنٹی ہے اس کے دماغ کو لاکھ کیا ہوا ہے۔ تم بھی اس کے اندر نہیں جاؤ گے تو اس بھٹا چار یہ کو اس کے اندر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔“

”اس کا دماغ زلزلے کی وجہ سے ابھی کمزور ہے۔ اسی لیے یہ سانس نہیں روک سکے گی۔ اس کے دماغ کو لاک ضرور کیا ہے مگر اسے ذرا نارمل تو ہونے دو۔“

”اسے دوبارہ دماغی توانائی حاصل کرنے میں کم از کم ایک گھنٹا تو ضرور لگے گا اور پتہ نہیں اس ایک گھنٹے میں وہ کم بخت کیا کر گزرے گا؟“

”میں ابھی جا کر دیکھا ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟“

وہ دونوں ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پنڈال کے دماغ میں پہنچے تو انہیں اس کا دماغ نہیں ملا۔ سوچ کی لہریں بھٹکتی لگیں۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ پنڈال جہائی طور پر مر چکا ہے۔ اب پتا نہیں اس کی آتما کہاں گئی ہوگی؟ اور وہ جنگل بھٹا چار یہ اسے کہاں پہنچا رہا ہوگا؟“

وہ دونوں شہر سلطانہ کے دماغ میں آئے تو فرمان نے کہا۔

”ہم اس بار تو شکست کھا چکے ہیں۔ پنڈال جو گیا جہائی طور پر مر چکا ہے۔ اس کی آتما یہاں سے رہائی حاصل کر چکی ہے۔“

انتبا خوشی سے کھل گئی، کہنے لگی ”میرے باپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا وہ مہا گیاتی ہیں اب دیکھا وہ کیسے انتقام لیں گے اور مجھے اس شہر سلطانہ کے جسم سے نکال کر لے جائیں گے۔“

ٹوٹی نے کہا ”فرمان! یہ بات یاد رکھنا کہ میں نے تمہاری محبوبہ کی خاطر اسے نجات حاصل کرنے کا موقع دیا اگر میں یہاں باتوں میں نہ الجھتا تو اسے منتر پڑھنے سے روکتا رہتا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔“

فرمان نے کہا ”فکر نہ کرو میں آخری وقت تک تم سے دوستی بھادوں گا دیکھتے ہیں کہ وہ نئی زندگی حاصل کر کے آئندہ کیا کرتا ہے۔“

انتبا نے کہا ”میرے پتا جب جوابی کاروائی کریں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔“

”تم کو اس کرتی رہو۔ اور یہ خواب دیکھتی رہو کہ تمہیں شہر سلطانہ کے جسم سے رہائی حاصل ہو سکے گی۔ ہم تمہیں کبھی یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔ شہر سلطانہ اپنے اس جسم کے ساتھ زندہ رہے گی۔“

تاہم مہاراج جنگل بھٹا چار یہ کتنا خطرناک ہستی مان تھا۔ آتما ہستی کے سلسلے میں مہارت رکھتا تھا وہ کسی بھی زندہ شخص کو لاکر اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر اپنی پسند کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیتا تھا۔

اس نے اس وقت بھی یہی کیا۔ ایک بہت ہی تندہ تو ان شخص ایک ہیٹھ کلب میں ورزش کر رہا تھا۔ اس نے اس وقت اسے دبوچ لیا اس کے جسم سے آتما کو نکال کر اس کے اندر پنڈال کی آتما کو پہنچا دیا۔

اس باڈی بلڈر کا نام دی ورا تھا۔ وہاں ورزش کرنے والے سب ہی لوگ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے کھل کر وہ اچانک ہی گر کر ترپے لگا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ جیسے مر چکا ہوں وہ سب اسے جھوک ٹھول کر دیکھ رہے تھے۔ نبض ٹھول رہے تھے۔ ایسے ہی وہ اس نے آنکھیں کھول دیں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا سب نے حیران سے پوچھا ”تمہیں کیا ہو گیا تھا؟“

وہ انجان بن کر بولا ”پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ بس ایک دم سے گریزا پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ ایسا لگا جیسے کہ میں مر گیا ہوں۔ لیکن میں تو زندہ ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ بیٹھنے لگا ایک نے کہا ”یاروکی! تیری زندہ دل نہیں پریشان کر دیتی ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔“

وہ سب ہستے بولتے اپنی اپنی جگہ جا کر ورزش کرنے لگے۔ وہ دی ورا اپنی ورا کرنے والی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جنگل بھٹا چار یہ نے ہستے ہوئے پوچھا ”بولو پنڈال! کہاں ہو تم؟“

پنڈال نے خوش ہو کر کہا ”میں آپ کا سیوک ہوں آپ کا داس ہوں۔ ساری زندگی آپ کی خدمت کرتا رہوں گا ان لوگوں نے مجھے جس قدر جہائی اور دماغی طور پر کمزور بنایا تھا۔ اب میں اسی قدر توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ایک باڈی بلڈر کے اندر پہنچا کر اچانک ہی پھر سے طاقتور بنالیا ہے۔“

”تم ایک مردہ دی ورا کے جسم و دماغ کے مالک ہو آرام سے اس کے خیالات پر مدھم مدھم کرو کہ اس نے اب تک کیسی زندگی گزاری ہے؟ اس کے کون کون سے رشتے دار اور دوست احباب ہیں۔ پوری تفصیل معلوم کرنے کے بعد یہاں سے اس کے گھر کی طرف جاؤ۔ کیوں کہ اب وہ گھر نہیں ہوگا۔“

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

”میں ہر وقت تمہارے پاس نہیں رہوں گا۔ جب میںہ ہریش چندر کے جسم میں قیدی بنے ہوئے تھے تب اب کا بھائی جگہ لیش چندر میرے پاس آیا تھا۔ اسی کی مہربانی سے تم نے رہائی حاصل کی ہے۔ وہ تمہیں پھر سے زندہ دیکھا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا بھائی اس زندہ واپس ملے گا۔ کیا تم دوبارہ اس میںہ ہریش چندر کے جسم

میں جانا جا رہے؟“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس باڈی بلڈر کے اندر طاقتور بن کر رہنے دیں۔“

”نیک ہے میں جگہ لیش کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ کر دوں گا۔“

اگر باگل خانے سے ان سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ہریش چندر مر چکا ہے۔ ایسے وقت جگہ لیش چندر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ میرے بھائی کو زندہ یہاں سے نکلے نہیں دیا اب یہ مر چکا ہے۔ اس کی لاش اب تو میرے حوالے کر دو۔“

ہسپتال کے ڈاکٹر نے فون کے ذریعے ہریش چندر کے روم میں بیٹوں کو اس کی موت سے آگاہ کیا اور کہا ”اس کا بھائی جگہ لیش لانے کے لیے آئے ہیں کیا اس کی تلاش اس کے حوالے کر دی جائے؟“

دونوں بیٹوں کو ہریش چندر یعنی اپنے باپ سے کوئی بات نہیں تھی، انہوں نے کہا ”ہمارے چاچا کو وہ لاش لے جائے۔“

اس باگل خانے کے ڈاکٹر نے وہ لاش جگہ لیش کے حوالے کی۔ وہ اسے لے کر ایک ہسپتال میں پہنچا۔ وہاں پہلے قیامت کر چکا تھا کہ ایک لاش باگل خانے سے لائی جائے گی اسے وہاں کے ایئر کنڈیشنز مردہ خانے میں رکھا جائے۔“

اس نے وہاں کے تمام چار چار ادا کیے تھے۔ لہذا ہریش چندر کی دلہا شہر مردہ خانے میں پہنچ گئی۔ پھر جگہ لیش نے تاہم مہاراج جنگل بھٹا چار یہ کے پاس آکر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”مہاراج! میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائی کی لاش کو ہسپتال کے مردہ خانے میں پہنچا دیا ہے۔“

جنگل بھٹا چار یہ نے کہا ”میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تمہارا بھائی نہیں زندہ واپس ملے گا آج رات بارہ بجے تم ہسپتال کے کھیلے حصے میں گاڑی لے کر پہنچ جاؤ وہ زندہ ہو کر اس مردہ خانے سے نکل کر تمہارے پاس آجائے گا۔“

”وہ اگلے قدموں وہاں سے جاتے ہوئے بولنے لگا ”مہاراج کی سبے ہو۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہ چکار کر رہے۔“

”مردہ کو زندہ کر کے میرا بھائی مجھے آدمی رات کے بعد زندہ ملے گا۔“

”وہ بولا ”وہاں سے چلا گیا۔ جنگل بھٹا چار یہ تھوڑی دیر تک یہاں کیان میں مصروف رہا۔ اس نے سوچا تھا کہ آدمی رات سے پہلے وہ کیسی بھی آتما کو اس کے جسم سے نکالے گا اور اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ ابھی شام ہونے والی تھی وہ رات

کو یہ سب کچھ کرنے والا تھا۔

ایسے ہی وقت شیوانی کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اس کی موجودگی کو سمجھنے ہی منتر پڑھنے لگا۔ ان منٹروں کے ذریعے پتا چلا کہ وہ شیوانی کی آتما ہے اس نے پوچھا ”شیوانی! تم۔۔۔۔۔؟“

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا ”اوہ۔۔۔۔۔ مجھے معلوم کرنا ہی ہوگا کہ تم کیسے پلٹ کر آئی ہو؟“

اس نے آنکھیں بند کیں پھر منتر پڑھنے لگا۔ پھر اپنے دھیان میں ان سے معلوم کرنے لگا کہ ایک جگہ ایک جوان عورت بہت پیار ہے اور لب دم ہے۔

اس نے فوراً ہی اس کا دم نکال دیا۔ اس کی آتما باہر نکل تو اس نے شیوانی کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیا۔ اس حسیہ کا نام الکا آگنی ہوئی تھا۔ اس کے رشتے دار اس کی بیماری سے پریشان تھے۔ انہیں چند سیکنڈ کے لیے یوں لگا کہ جیسے ان کا دم نکل گیا ہے وہ مر چکی ہے۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ سانس لینے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھا وہ خوش ہو رہے تھے۔ بھٹا چار یہ نے کہا ”ان رشتہ داروں سے کہو کہ وہ چلے جائیں اور تمہیں کچھ دیر تہا سونے دیں۔“

وہ بولی ”میں اب ٹھیک ہو، کوئی پریشانی نہیں ہے میں تنہا لی جاتی ہوں مجھے سونے دو۔“

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ رشتے دار مطمئن ہو گئے تھے۔ اس لیے کسی نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

بھٹا چار یہ نے پوچھا ”ہوں۔۔۔۔۔؟ اب بتاؤ تم پھر میرے پاس واپس کیوں آئی ہو؟ تم نے تو بغاوت کی تھی مجھے دھوکا دیا تھا میری نافرمانی کی تھی۔“

وہ بولی ”میں شرمندہ ہوں اور بارہا پچھتا کر تمہارے پاس آئی ہوں۔“

”میں جانتا تھا تمہاری آنکھیں بہت خطرناک ہیں میں جب تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا تھا تو خود ہی کھینچا چلا آتا تھا اس لیے سوچ لیا تھا کہ تم پر زیادہ بھروسہ نہیں کروں گا۔“

”تو پھر آپ نے کیوں بھروسہ کیا تھا؟“

”پورا اعتماد نہیں لیا تھا۔ اسی لیے تو تمہاری آتما کو انامیریا کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اور ایسا منتر پڑھا تھا کہ تم اس کے اندر بول نہیں پاتی تھیں۔ اپنی مرضی سے اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں۔ صرف اتنا تھا کہ تم نے اس کے دماغ میں اپنے بیٹے

عدنان کے لیے متا بھری تھی۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”عدنان کے باپ نے اتنا میرا کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس کا جسم فنا ہو چکا ہے اس لیے میں اس کے اندر سے نکل کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ اپنے بیٹے کو بارہری ہوں مگر ہارنا نہیں چاہتی۔ اب آپ ہی میرے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔“

”ہوں۔ تو میں تمہارے لیے کچھ کروں؟ مگر کیوں کروں؟ تم جیسی مکار اور دھوکے باز پر اب کیا میں بھروسہ کروں گا؟“

”آپ اپنے منتروں کے ذریعے مجھے جکڑ کر رکھیں۔ اور اپنی داسی بنا کر رکھیں لیکن اتنی آزادی دیں کہ اپنے بیٹے کے لیے کچھ کر سکیں۔ کیا آپ چاہیں گے کہ میرا بیٹا ان روحانی عمل کرنے والوں کے پاس جائے؟ کیا آپ اپنے کالے جادو کا زور نہیں دکھا سکتے؟ کیا آپ اس سے کمزور پڑ جانا چاہتے ہیں؟“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ میں کبھی کسی سے کمزور نہیں پڑتا۔ وہ روحانی عمل والے کیا بیچتے ہیں؟ میں تو ان کے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔“

”بس میں بھی چاہتی ہوں کہ آپ نے مجھے یہ نیا جسم دیا ہے میرے اندر بولنے کی قوت کو بحال رکھیں۔ مجھے اس جسم کے اندر بولنے کی طاقت دیں۔ اپنے منتروں سے مجھے گوئی نہ بتائیں۔ میں اپنے بیٹے کے لیے قائل کرنا چاہتی ہوں۔ اسے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔“

”اب تو تمہیں کوئی سزا دینی ہوگی۔ کوئی شرط لگانی ہوگی۔“

”میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کر کے میرے حوالے کر دو گی۔ وہ مسلمان اسے روحانیت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میں اس بیٹے کو کالے نکل کی طرف لاؤں گا۔ اسے اپنی طرف کالا عمل سکھاؤں گا۔ اور اپنا غلام بنا کر رکھوں گا۔“

”مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا ناں۔۔۔۔۔ کہ میں ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور ضرور حاصل کروں گی۔“

جایا کرتی تھی۔ کیا میری یہ صلاحیت قائم رہے گی؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ تم اپنے بیٹے کی دماغ میں جب چاہو چلا کر دو گی۔“

”میں اس وقت کس ملک کے شہر میں ہوں؟“

”ہندوستان میں یہ شہر دہلی ہے۔“

”میرا بیٹا دہلی میں ہے۔ اسے وہیں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ میں وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔“

”مجھے افسوس ہے کہ تمہیں وہاں تک نہیں پہنچا سکیں گی۔ تم یہ معلوم کر دو کہ جس کے جسم میں پہنچ چکی ہو وہ کوئی بالدارا ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ نہیں ہوگی تو میں ابھی خاموش رہ کر تمہارا مدد کروں گا۔ پھر تم یہاں سے کہیں بھی جاسکو گی۔“

”آپ خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں بہت سی باتیں جلد سے جلد معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے مل کر سننے میں بڑی دیر لگے گی۔ پھر سب مجھ پر شبہ کریں گے۔ میں خود کو کیوں نہیں پہچان رہی ہوں؟ ابھی تو مجھے اپنا موجود نام بھی نہیں معلوم ہے۔“

”تم خاموش رہو میں خیالات پڑھ کر بتاتا ہوں۔“

وہ اس لڑکی کا انگی ہوتی کے تمام قریبی رشتہ داروں کے خیالات پڑھنے لگا۔ شیوانی کو اس کے تمام رشتہ داروں کے خیالات بتانے لگا پھر کہا ”تمہارا باپ اربابی برکتیوں کا تھا۔ اس نے تمہارے نام پر ساری دولت و جائیداد چھوڑ دی ہے۔ وہ تمہاری ماں کے نام سے تم جانیو اور اور تقدیر چلا کر گیا ہے۔ اس لیے تمہاری ماں تم سے ملنے کی کوشش ہے۔ اب وہ دوسری شادی کرنا چاہتی تھی۔ تم ماں بنی میں تھی لہذا۔۔۔۔۔“

وہ بولی ”یہ ٹیلی پتھی بھی کتنا زبردست علم ہے۔ آپ نے چند لمحوں میں ان کے پورے خاندان کے حالات معلوم کر لیے۔ اب اگر میں اپنی جھلکا کرنے والی ماں سے دوسرے کینہ رکھنے والے رشتہ داروں سے باتیں کروں گی ان کے اندر کی باتیں معلوم نہیں کر سکیں گی۔ اور پھر اچھا ہے مجھے فریاد اور سونیا جیسے پہاڑوں سے ٹکرانے کے لیے آپ ٹیلی پتھی کی بہت سخت ضرورت پڑے گی۔ کیا آپ ہر وقت دو پہر شام کی میری مدد کر سکیں گے؟“

”یہ ممکن نہیں ہے۔ میں بہت مصروف رہتا ہوں۔“

”نہ کی طرح تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔“

پھر اس نے ایک دم سے چونک کر کہا ”ہاں۔۔۔۔۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ ایک ٹیلی پتھی جاننے والا ہوں۔“

”میں آج رات بارہ بجے تک بہت مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ تم پر کالا فل کروں گا۔ تمہارے دل و دماغ کو اپنے زیر اثر لوں گا۔ اور یہاں تک پہنچی جانے والے کے ساتھ بھی کروں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کو ایک ساتھ رہنے دوں گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ تم آج آدھی رات تک کسی طرح بھی اپنے ان موجودہ رشتہ داروں سے ملتی رہو۔ اس کے بعد ان رشتہ داروں سے اور تمام دشمنوں سے ٹھنڈا آسان ہو جائے گا۔“

اس نے شیوانی سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہاں آدھی رات تک دھیان مکیان میں مصروف رہا۔ رات بارہ بجے سے پہلے ہی جگہ میں اپنی گاڑی کے راجپال کے کچھلنے کی طرف پہنچ گیا۔ اور اپنے بھائی پریش چکر کا انتظار کرنے لگا۔ راجپال کے باہر اندر گہری خاموشی اور غبار کی تھی۔ راجپال کے اندر وارڈ بوائز اور نرسیں جاگ رہی تھیں۔ ان میں سے کچھ سو رہی تھیں۔ مریض بھی سو رہے تھے جو تکلیف میں مبتلا تھے وہ کونٹینر بدل رہے تھے۔

ہسپتال کے باہر بھی ضروری لائٹوں کو آن رکھا گیا تھا۔ اندر روٹک گہری تاریکی تھی اس ہسپتال کے وسیع و عریض دروازے میں بھی نیم تاریکی تھی۔ صرف ایک کم پور کا بلب روشن تھا۔ اور اس نیم تاریکی اور نیم روشنی میں تمام مردے لٹائے ہوئے تھے۔

ایسے ہی وقت اس مردہ خانے کا دروازہ کھلے کھلے کھلے لگا۔ اس ہسپتال کا ایک ڈاکٹر دوپٹے کے ساتھ دارڈ بوائز کے ساتھ اندر آیا تھا۔ انہوں نے ایک اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ وہ تینوں اس ہسپتال کے ایسے اہم افراد تھے جو درپردہ کالا دھندلا کرتے تھے۔ ان کا رنگ بہت بڑا گینگ تھا۔ اس گینگ کے افراد اچھے محنت مند لوگوں کو اغوا کرتے تھے اور دواؤں کے ذریعے انہیں ہلاک کر کے مردہ خانے میں پہنچا دیتے تھے۔ پھر آدھی رات کے بعد انہیں وہاں سے نکال کر آپریشن ٹیبلز لے جاتے تھے۔ ان کے دل گردے وغیرہ نکال کر ضرورت مندوں کے آپریشن فرسٹ کر کے لاکھوں روپے کاتے رہتے تھے۔

اس دوران کچھ ایک محنت مند مریض کو انکسشن کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا۔ اور وہاں مردہ خانے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ اسے آپریشن ٹیبلز میں نہیں لے جاسکتے تھے۔ ان کو کچھ کچھ ہسپتال میں۔ اب ایک گھنٹے بعد انہیں موقع ملا تھا۔ تو اس مردے کو وہاں سے لے جانے کے لیے آئے تھے۔

وہاں کچھ مردے بنگروں سے لٹکے ہوئے تھے اور کچھ کلڑی کے تختوں پر چاروں شانے جت لیے ہوئے تھے۔ دونوں دارڈ بوائز نے ایک مردے کے قریب اسٹریچر لا کر کھولا اور اسے نیچے بچھا دیا۔

ایسے ہی وقت ہریش چندر نے آنکھیں کھولیں۔ خود کو دیکھا سوچا کہاں ہے؟ اس کے اندر جگل بھٹا چارہ نے کہا ”اس وقت تم ایک ہسپتال کے مردہ خانے میں ہو۔“

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے بولا ”تمہارا راج! آپ مجھے کب تک سزا دیں گے؟ اب سے پہلے آپ نے مجھے ایک ہزار کے پوڑے شری (جسم) میں پہنچایا تھا۔ وہاں میں کھانا کھا رہا۔ پلٹ کر کھانا کھا رہا۔ اور بڑی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ اب آپ نے مجھے اس جسم میں پہنچایا ہے یہ کس کا ہے؟ یہ کیوں ہے؟“

”ابھی تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔ میں نے تمہیں چٹاؤنی دی تھی کہ کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ کوئی دھوکا نہ دینا۔ تم نے جھوٹ کہا دھوکا دیا۔ اس کی سزا میں تمہیں دینا رہا۔ اب اس سزا کی مدت ختم ہونے والی ہے۔ یہ آخری جسم ہے اس کے اندر تم کچھ دنوں تک رہو گے۔ پھر میں تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق کسی خیر و صحت مند نوجوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔“

وہ شام سے اب تک اس مردہ خانے میں پڑا ہوا تھا۔ مسلسل ایک کنڈیشن کرے میں رہنے کے باعث لباس اور جسم پر برف جمی ہوئی تھی وہ برف کو دونوں ہاتھوں سے جھانٹنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ ایسا کرتے وقت کچھ آہٹ کچھ سرسراہٹ ہی ہو رہی تھی۔ ادھر ڈاکٹر اور دارڈ بوائز نے آواز سنی پھر ادھر ادھر دیکھا۔ ایک نے پوچھا ”سرا! یہ آواز کبھی ہے؟“

ڈاکٹر نے کہا ”شاید کسی حصے سے برف ٹوٹ کر گر رہی ہے چلو چلو جلدی کرو۔ اس مردے کو اسٹریچر پڑاؤ۔“

دارڈ بوائز اسے اسٹریچر پر ڈالنے لگے دوسرے دارڈ بوائز نے کہا ”سرا! یہ بہت ڈرپوک ہے اتنے دنوں سے ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے لیکن مردہ خانے میں آنے سے ڈرتا ہے۔“

”یہ پاگل کا بچہ ہے مردہ تو مرد ہی ہوتا ہے۔ کیا وہ کبھی زندہ ہو کر اٹھ سکتا ہے؟ مردوں سے تو نادان بچے ہی ڈرتے ہیں۔“

تھا۔ اس وقت وہ وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازہ
ڈھونڈنے لگا کہ وہ کس طرف ہے؟ اس کے قدموں کے نیچے
برف ٹوٹ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ٹوٹ بھوٹ کی آواز سنائی دے
رہی تھی۔

وہ تینوں چونک کر سننے لگے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر
ایک دم سے چونک گئے۔ کوئی شخص چلتا ہوا ادھر آ رہا تھا اور
انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔ وہیں رک گیا تھا جو دروازے کے
ڈرپوک تھا وہ خوف سے قہر قہر کانپنے لگا۔ ڈاکٹر نے بھی حیرانی
سے اسے دیکھا۔ ذرا سہم کر پوچھا ”تم..... کون ہو.....؟“

دوسرے دروازے کے لیے ”سرااب سے چھ گھنٹے پہلے
اسے پاگل خانے سے لایا گیا تھا۔ یہ مرد تھا بالکل مردہ تھا یہ
..... یہ زندہ کیسے ہو گیا؟“

وہ بولا ”میں یہ دیکھنے کے لیے زندہ ہو گیا ہوں کہ تم لوگ
مردوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اس مردے کو اسٹرچ پر
کہاں لے جا رہے ہو؟ چلو اسے ہٹا دو اور مجھے اس اسٹرچ پر
ڈال کر لے جاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا
کر دو گے؟“

وہ تینوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہے تھے۔ پھر
ایک دم سے پلٹ کر بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف جانے
لگے وہ ان کے پیچھے آرام سے چل رہا تھا۔ انہوں نے دروازہ
کھول کر باہر جانے سے پہلے پلٹ کر دیکھا وہ آ رہا ہے یا نہیں
اور وہ آ رہا تھا۔

وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے گرتے پڑتے
دروازے سے باہر نکلے پھر وہاں سے بھاگنے لگے وہ آہستہ
آہستہ چلتا ہوا باہر آیا۔ وہاں اس نے ادھر ادھر سرگھا کر دیکھا
تو وہ ڈاکٹر اور وارڈ بوائے سہمے ہوئے ایک جگہ ٹھہر کر اسے دیکھ
رہے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ مردہ واپس جا کر اسی مردہ
خانے میں رہے گا یا اسپتال کے اندر آئے گا؟“

لیکن وہ جھل بھٹا چارہ کی ہدایت کے مطابق پھلتے گیٹ
کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سہمے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے چیخ
نہیں سکتے تھے۔ کسی کو بلا نہیں سکتے تھے۔ اور کسی سے یہ بھی نہیں
کہہ سکتے تھے کہ وہ چور دھندے کے لیے مردہ خانے میں گئے
تھے اور وہاں سے مردہ اٹھ کر کہیں جا رہا ہے۔

وہ گیٹ کے باہر چلا گیا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں آہستہ
آہستہ آگے بڑھ کر دیکھتے رہے۔ وہ مردہ چلتا ہوا ایک گاڑی
کے پاس گیا تھا۔ پھر اس کی آگلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ گاڑی
وہاں سے چل پڑی چونکہ نیم تاریکی تھی اس لیے اس گاڑی کی
نیم پلیٹ پڑی نہیں جاسکی۔ اگر روشنی ہوتی تب بھی وہ اسنے

سہمے ہوئے تھے کہ گاڑی کا نمبر پڑھنا بھول جاتے۔
وہ آٹھ گھنٹے پھاڑ پھاڑ کر ایک مردے کو جاتے ہوئے
رہے تھے۔ اور اب وہ جا چکا تھا۔

☆☆☆
الپا کی بیٹی انوشے تمام خائنوں کی توجہ کا مرکز بنی
تھی۔ پہلے مخالف تو اسرائیلی اکابرین تھے۔ وہ انوشے کو
کر کے اس کی ماں الپا کو اپنے سامنے جھکا نا چاہتے تھے۔
اس اسرائیل اپنے پاس بلا کر پہلے کی طرح اس کی نگاہیں
سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

دوسرا مخالف آوازوں تھا۔ وہ انوشے سے شادی کر
چاہتا تھا۔ جب کہ وہ سات برس کی تھی۔ وہ اس کے چہرے
ہونے کا انتظار کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے اپنی گرد
میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے ستارے کہہ رہے تھے کہ انوشے
اس کی زندگی کے لیے بہت اہم ہے۔ وہ اس کی شریک جہد
بن کر رہے گی تو وہ ہر قدم پر کامیابی حاصل کرنا رہ جائے گی
بھی کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔

ارنا کوف اور آوازوں نے اسرائیلی اکابرین سے کہا
کہ انوشے ان کی ضرورت ہے لہذا اسے کسی بھی قیمت پر
نہیں پہنچایا جائے اور اسرائیلی اکابرین نے ان سے وعدہ
تھا کیونکہ ارنا کوف اور آوازوں نے نیکی بیعتی کے ذریعے ان کی
کام آتے رہتے تھے۔

لیکن اسرائیل میں تین ایسے پراسرار سیاست دان تھے
جو ہمیشہ رو پوش رہ کر اسرائیلی اکابرین کو گائیڈ کرتے رہتے
تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ انوشے کو آوازوں کے حوالے
نہیں کیا جائے گا۔ خاموشی سے انوشے کو ٹریپ کر کے اسرائیل
لایا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے الپا کو اپنے قابو میں
جاسکے۔

لیکن اسرائیل کے یہودی دوہری چالیں چل رہے تھے
ایک طرف ارنا کوف اور آوازوں کی نیکی بیعتی کو اپنے کام
لارہے تھے۔ ان سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور دوسری طرف
انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی انوشے
ان ماں بیٹی کی ضرورت ہے اور وہ اسے خاموشی سے
کر لینا چاہتے تھے اور آوازوں کو ہمیشہ دھوکے میں رکھا جاتا
تھے۔

یہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ ارنا کوف نے انوشے
ٹریپ کرنے کے لیے کلائل کرنا شروع کیا تھا اس کے
پتلا ایک قہال میں رکھا تھا۔ اور اس منتر کی تاثیر سے بھی کہ
انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالنے کی بات

لے کے لیے جاتی تو وہ پتلا قہال سے باہر آ کر گر پڑتا۔
اس طرح پتلا چل جاتا کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے
باہر آ چکی ہے۔

اسی طرح اسرائیل میں وہ تین پراسرار سیاست دان تھے
ان میں سے ایک کا نالہ کاہر تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ جب
بھی انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے
اپنے علم سے معلوم ہو جائے گا۔ لہذا وہ بھی کالے مکمل میں
معروف رہا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ دوسری طرف بھی انوشے کو ٹریپ کرنے
کے انتظامات کیے جا چکے تھے۔ خائنوں کا خیال تھا کہ انوشے
بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ کر کار کے ذریعے سے
پہرے جانے گی یا پھر پہلی کا چہرے کے ذریعے وہاں پہنچے گی۔
بہر حال پیرس شہر ضرور جانے کی۔ تاکہ وہاں سے ہوائی جہاز
کے ذریعے ہائی وے کے راستے یا ٹرین کے ذریعے کہیں
جاسکے۔

یہ بھی خیال تھا کہ انوشے کو وہاں جمیل کے کنارے والے
کسی کالج میں چھپایا جائے گا۔ وہیں اس کے ماں باپ اس
سے ملنے وہیں گے یا پھر کسی بڑے ہوٹل میں یا کسی بڑے انگ
گیٹ والے مکان میں اسے رکھا جائے گا۔
لہذا ان تمام خائنوں نے اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے آلہ
کاروں کو ان تمام مقامات پر بکھرائے گئے بیٹھے دیا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار
جاسوس اس ادارے سے لے کر پیرس شہر کے ہر حصے میں پھیل
گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ دکن کہاں کہاں چھپے ہوئے
ہیں۔ اور انوشے کی تاک میں لگے ہوئے ہیں ہمارے جاسوس
آہستہ آہستہ ان تمام دشمنوں کو ہلاک کر رہے تھے اور انہیں اس
جگہ سے فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

انایلا نے پہلے آوازوں سے دوستی کرنا چاہی تھی لیکن
اسے مایوسی ہوئی تھی۔ اب اس نے انتقام کیا تھا کہ ارنا کوف
انوشے کے سلسلے میں جو منتر پڑھ رہی تھی وہ اس منتر کا توڑ
کرنے لگی۔ دوسرے منتر پڑھنے لگی۔ تاکہ وہ پتلا قہال سے
باہر آ کر نہ گرسے اور انوشے ادارے سے باہر آئے تب بھی
ارنا کوف کو معلوم نہ ہو سکے۔

اور یہی ہوا تھا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ انایلا نے جو اس کے
توڑ پھوٹ کر کیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ پتلا قہال میں ہی رہ گیا تھا
اور ارنا کوف کو خبر بھی نہ ہو سکی کہ انوشے ادارے سے باہر
بجھی ہے۔

ہمارا ایمان تھا کہ انوشے کے ساتھ اس کی دادی آمنہ

فرہاد آتیں پڑھتے ہوئے ادارے کے باہر آئی تھی اور انوشے
سے کہا تھا کہ بسم اللہ پڑھ کر باہر قدم رکھے۔

ادھر جناب تمیز بھی آتیں پڑھ رہے تھے۔ انوشے
نے بسم اللہ پڑھ کر ادارے کے باہر قدم رکھا تو بسم اللہ کی
برکت سے دکن اپنے ارادوں میں ناکام ہو گئے کسی کو یہ خبر نہ
ہو سکی کہ وہ باہر آ چکی ہے۔

انایلا کی دوغلی حرکتوں کے باعث کبریا سے ناراض
ہو گیا تھا۔ وہ اسے ٹھکرانچکا تھا۔ اور انایلا آوازوں اور ارنا
کوف کی طرف سے مایوسی ہو چکی تھی اور بے ملے کر رہی تھی کہ
اب اسے اسرائیل میں قدم بھانے چاہئیں۔ جس طرح الپا
برسوں تک اسرائیل میں رہ کر نیکی بیعتی کے ذریعے حکومت
کرتی رہی۔ اسی طرح اب الپا کی جگہ اسے لینا چاہئے اور وہ
جگہ اچھی خالی تھی۔

اس نے اسرائیلی آدمی کے ایک اعلیٰ افسر سے اس سلسلے
میں بات کی تھی۔ پھر اس کے ذریعے وہاں کے اکابرین سے
مکتفو کی تھی۔ وہ سب اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ لیکن
آوازوں اور ارنا کوف سے مخالفت لینے کے لیے تیار نہیں تھے
اور اب تک سب سے زیادہ الپا کو اہمیت دے رہے تھے۔ اور
اسے کسی طرح اسرائیل لے آنا چاہتے تھے۔

انایلا نے کہا ”میں ثابت کر سکتی ہوں کہ میں الپا سے
زیادہ ذہین اور چالاک ہوں۔ میں بھی اس کی طرح سونا اور
فرہادیہ پیٹاؤں سے ٹھکرا سکتی ہوں۔ میں جلد ہی یہ ثابت
کر دوں گی۔“

جب انوشے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے
باپ پارس کے ساتھ سفر کرتی ہوئی پیرس شہر پہنچی۔ اور وہاں الپا
سے ملاقات کی تو اس وقت تک کوئی اس کے بارے میں کچھ
نہیں جانتا تھا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے
ایئر پورٹ پہنچے تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے
والے جاسوس وہاں موجود تھے اور یہ جانتے تھے کہ دکن کہاں
کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے عین وقت پر ان سب کو
دبوج لیا تھا۔ کسی کو ہلاک اور کسی کو زخمی کیا تھا۔ ان میں سے
ایک وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔

اسی نے فون کے ذریعے آوازوں کو اطلاع دی تھی کہ
انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔ اور اپنے
ماں باپ کے ساتھ کہیں جا رہی ہے اسے ایئر پورٹ پر دیکھا
گیا ہے لیکن اس کا راستہ کوئی روک نہیں پایا۔ بابا صاحب کے
ادارے والوں نے بڑے سخت انتظامات کیے تھے۔

جب ارنا کوف نے یہ سنا کہ انوشے بابا صاحب کے

ادارے سے باہر آ چکی ہے تو وہ حیران رہ گئی۔ اس تھاں کی طرف دیکھنے لگی جہاں پتلا کھڑا تھا۔ اس نے حیران ہو کر آوازوں سے کہا: ”بیٹے! یہ کیا ماجرا ہے؟ میرا جادو مٹنے کا کام کیسے ہو گیا؟ وہ ادارے سے باہر نکل آئی اور یہ پتلا دجیں کھڑا ہوا۔“

آوازوں نے کہا ”نما! سید می سی بات سمجھ میں آتی ہے
کہ دلاڈی میر نے آپ کے منتروں کو توڑ کیا ہوگا۔ اسی لیے
آپ ناکام رہی ہیں۔“

اچھا انا بیلا نے اسرائیلی اکابرین سے کہا ”میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اربا کو ف آواز دن اور بالپا وغیرہ سے زیادہ شہ زور ہوں۔ ٹیلیجنسی کی دنیا ہو یا کالے جادو کی عمری مجھ سے آگے کوئی نہیں نکل سکتا۔ میں نے سب کو ناکام بنادیا ہے الوٹے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر جا چکی ہے اور اب تک وہ اپنے جادو مंत्र میں ہی لگے ہوئے ہیں۔“

اسرائیلی اکابرین کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان ایلا بھیجی جی
ٹیلی جیٹسی جانے والی لڑکی نے ارناکوف وغیرہ کو مات دی ہے
اور ان سب کو بیوقوف بنایا ہے۔ کسی کو انوشے کے باہر آنے کی
اطلاع بھی نہیں ہوئی۔

دہ اسرا نیکی تین برسرِ سیاست دان روپوش رہ کر ایسی تمام باتیں سنتے رہتے تھے۔ ارنائوف اور آواز نوں سے بھی جو باتیں ہوتی تھیں۔ وہ بھی وہ چھپ کر سنتے تھے انہوں نے تائید میں کہا ”یہ انا ہیلا درست کہتی ہے ہمارا ایک کالا محل کرنے والا بھی اس سلسلے میں ناکام رہا ہے۔ اسے بھی محظوم نہ ہو سکا کہ انوشے کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل کر گئی ہے۔“

وہ اکابرین ان تینوں سیاست دانوں کی باتیں مانتے تھے۔ اور ان کی رہنمائی کے مطابق ہی ملک کے اندر اور باہر سیاسی چالیں چلتے تھے۔

ان تخیلوں نے کہا "اٹا بیلا بہت ذہین اور مکار ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ آئندہ بھی دیکھو کہ وہ کیا کرتی ہے؟ وہ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہے گی۔ تو ہم اسے دوسروں کو ترجیح دیں گے۔ اور وہ یہاں آنا چاہے گی تو اسے خوش آمدید کہیں گے۔ اور اس کی شرط کے مطابق ارنائکوف اور آوازوں سے دوستی اختیار کر لیں گے۔"

اسرائیلی اکابرین بھی یہ دیکھ رہے تھے کہ اراکِ ناف
آوازِ دل اور دلاؤ کی مدد سے کون کون سے مسائل
کا کام ہو رہا ہے جن اور اب انوشے کو حاصل کرنے کی باری آئی
تھی تو اس میں بھی وہ ناکام ہو رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں

138

سونیا نے پوچھا ”اگر میں تمہیں اپنے دباؤ میں لے آؤں“

”ہو نہیں سکتا۔ آپ اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لیں۔“
 ”تم مجھے کیا دیکھنے کو کہہ رہی ہو۔ تمنا تو میں تمہیں
 دکاؤں گی۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ وہ
 خطرے میں ہے۔“

وہ ایک دم چونک گئی، پھر پوچھے بغیر وہاں سے خیال
خوابی کرتی اپنی ماں کے پاس پہنچی۔ پھر اسے مخاطب کرتے
ہوئے پوچھا ”ممی! میں آپ کی بیٹی انا بیلا بول رہی ہوں۔
آج خیریت ہے تو ہیں نا؟“

وہ مسکراتے ہوئے بولی ”ہاں ہاں بیٹا! میں بالکل خیریت سے ہوں تم پریشان کیوں ہو؟“

وہ اطمینان کی سانس لیے ہوئے بولی "بس یو کی ذرا ایک مکار عورت کی باتوں میں آگئی تھی۔ وہ خواہ خواہ اپنی برتری جتانے کے لیے دھونس دیتی رہتی ہے۔"

اسے اپنی ماں کے اندر صالح بن غلامی کی آواز سنائی دی "میڈم کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتیں۔ ابھی بچی ہو تمہیں فیڈر سے دودھ پینا چاہئے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی ”تم..... تم کون ہو؟“
 ”میری آواز میڈم کے دماغ میں سن چکی ہو۔ میں تم سے کچھ اور نہیں بولوں گا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میڈم کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے اندر نہ آنا ورنہ اسے زندہ نہیں پاؤ گی جاؤ..... میڈم کے پاس واپس جاؤ۔“

اس کی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“
میرے دماغ میں یہ دوسرا کون بول رہا ہے؟“

”مہی! آپ فکر نہ کریں، میں میڈم کے پاس جا رہی ہوں
ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے پاس
آؤں گا۔“

وہ پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی ”ہاں..... تو تم آگئی ہو؟ کیا میری دھوکا نہیں ہو؟ یاد دماغ میں آئی ہو؟“

مکئی تھی کہ میری کوئی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں آسکتی ہے۔“

”اب بتاؤ..... آوازوں اور ارنائوف سے تمہارے تعلقات کسے ہیں؟ اور سوتیلے ہونے کے باوجود تم لوگوں میں دوستی کسے ہو؟“

”ہولی“ کبریٰ نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا اور مجھے ٹھکرا دیا۔

47½

139

”تم اپنی طرح اسرائیلی اکابرین پر ٹیلی بیس کے
کتابیات پبلی کیشنز

ذریعے مکرانی کر سکو گے۔“

یہ تو ایسا بلا کا خواب تھا اور وہ اسی سلسلے میں کوششیں کر رہی تھی وہ خوش ہو کر بولی ”کیا آپ ایسی کوئی تدبیر کر سکتی ہیں کہ مجھے اسرائیل میں الپا کی جگہ مل جائے اور میں وہاں ٹیلی پیجی کے ذریعے مکران بن کر رہوں؟“

”ہاں..... ایسا ہو سکتا ہے۔“

”ایسا ہو جائے تو میڈم! میں آپ کے ہر وعدہ کو پھولوں کی اور کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔“

”تمہیں اسرائیلی اکابرین کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تم مجھ سے اور فرہاد سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتی ہو۔“

”میں ان کے سامنے یہ دعویٰ کر چکی ہوں اور وہ دیکھنا چاہیں گے کہ میں آپ کو لوگوں کے خلاف کیا کر سکتی ہوں؟“

”تم ہمارے خلاف بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتی ہو۔“

”وہ کیسے؟؟؟“

”تم اعلان کرو اور دعویٰ کرو کہ عدنان کو تم نے اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

وہ حیرانی سے چونک کر بولی ”کیا.....؟ عدنان بابا کو میں نے اغوا کیا ہے؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں اتنا بڑا الزام اپنے سر پر لوں گی اور اتنا بڑا دعویٰ کروں گی تو مجھے یہ ثابت بھی کرنا ہوگا کہ میں نے عدنان بابا کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

”تمہیں یہ ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ تم عدنان کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرو۔ کیوں کہ اسے چھپا کر رکھنا ہے اس لیے وہ تمہارا راز رہے گا اور وہ تم کسی کو نہیں بتاؤ گی۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا اور نا کوف ولا ڈی میر آواز دن اور شیوانی وغیرہ سب ہی تسلیم کریں گے کہ جب عدنان ان کے پاس نہیں ہے تو پھر تمہارے پاس ہی ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے رہیں گے کہ عدنان ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔“

”میڈم.....! میں سمجھ گئی یہ تو بہت ہی زبردست چال ہے آپ نے اپنے پوتے کو خود ہی نہیں چھپا رکھا ہے اور مجھے یہ دعویٰ کرنے کا موقع دے رہی ہیں کہ بچہ میرے پاس ہے۔ میں ضرور یہ دعویٰ کروں گی۔ اس طرح میری شہرت ٹیلی پیجی کی دنیا میں دور دور تک پھیل جائے گی۔ سب ہی حیران ہوں گے اور چاہیں گے کہ مجھ سے دوستی کریں اور کسی طرح عدنان کو حاصل کریں۔“

”اور اسرائیلی اکابرین تمہاری ذہانت اور صلاحیت کے قائل ہو جائیں گے کیونکہ سارے ہی ٹیلی پیجی جاننے والے

اور کالاطم جاننے والے تمہارے خلاف بولتے رہیں گے اور تم سے عدنان کو چھین لینے کی کوشش کریں گے۔“

”میڈم! آپ بہت چالاکی سے پلاننگ کرتی ہیں۔ میں آپ کی ذہانت کی قائل ہو گئی ہوں کیا میں جاؤں اور یہ اعلان کروں۔“

”بے شک..... تم ابھی یہ کام شروع کر دو۔“

”آپ مجھے میری می کے دماغ میں جانے کی اجازت دیں آپ کے ٹیلی پیجی جاننے والے مجھے روک رہے ہیں۔“

سو نیانے عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”چاؤ..... اور صالح بن طالبی سے کہو کہ اس کی می کے دماغ سے چلے جائیں اور آئندہ کوئی ان کے اندر نہ آئے۔ اور نہ ہی پریشان کرے۔“

اتنا بھلا سونا کا شکر یہ ادا کر کے اپنی ماں کے پاس آئی تو وہاں اب کوئی ٹیلی پیجی جاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ماں سے کہا ”اب آپ پریشان نہ ہوں میں نے سارے معاملات طے کر لیے ہیں کوئی آپ کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

ماں نے کہا ”بہن! تم میرے دماغ کو لاک کیوں نہیں کر دیتیں؟ پھر میرے اندر کوئی نہیں آسکے گا۔“

”می! میں نے آپ کو کئی بار سمجھا ہے کہ آپ شراب پنا جھوڑیں لیکن آپ اس لعنت کو چھوڑتی نہیں ہیں۔ پھر میں کیسے آپ کے دماغ کو لاک کروں؟ یہ وہی نہیں سکتا آپ فشر کریں گی تو آپ کے دماغ کے دروازے پھر سے کھل جائیں گے۔“

وہ جھوڑی دیر سوچتی رہی پھر بولی ”میں کوشش کروں گی کہ آج سے پنا چھوڑ دوں۔“

”آپ بھی جھوڑ نہیں سکتیں۔ یہ آپ کے ساتھ ایسا بات گئی ہے کہ آپ آخری سانس لیتے ہوئے بھی ایک ٹھونک طلب کریں گی۔ آپ جیسی ہیں ویسی ہی رہیں۔ اب آپ کو کوئی دوسرا ٹیلی پیجی جاننے والا آکر ٹنگ نہیں کرے گا۔“

اتنا بھلا بھرا انکار کر رہی تھی کہ ماں کے دماغ کا لاک نہیں کرے گی۔ ایسا اس لیے کہہ رہی تھی کہ اسے شبہ تھا سونا کا کوئی ٹیلی پیجی جاننے والا شاید ماں کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ اور ان کی ٹھنگوں رہا ہے۔ لہذا وہ اس وقت ماں کے دماغ سے چلی گئی۔ لیکن آدھی رات کے بعد اس نے ماں پر تنو میل کیا اور بہت مضبوطی سے کیا۔ یہ نیچے سے ہدایت کی کہ وہ شراب سے نفرت کرے گی۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کی کہ وہ اس کے لیے زہر ہے وہ اسے بھی ہاتھ نہیں لگائے گی۔

وہ اپنا کدھ کر بیٹی سے بولا ”دی لو پوٹو مانی کائلا!“

وہ بولی ”اگر آپ دونوں مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو پھر اس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا ”تم او..... کیا

وہ اپنا کدھ کر بیٹی سے بولا ”دی لو پوٹو مانی کائلا!“

وہ بولی ”اگر آپ دونوں مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو پھر اس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا ”تم او..... کیا

چند باتیں نقش کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گئی۔ ادھر تمام دھن انوشے کو ٹپ کرنے اور اغوا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ وہ الپا اور یارس کے ساتھ ایک خیارے میں سفر کر رہی تھی۔ پاکستان کے شہر لاہور جاری تھی۔ الپا کہہ رہی تھی ”بیٹی! جب تم پیدا ہوئیں تو اس کے بعد ہی مجھ سے جدا ہو گئیں۔ میں نہیں اپنا دودھ پلا سکی۔ اور نہ ہی اپنی گود میں کھلا سکی۔ اب تم قحطی بڑی ہو گئی ہو کہ صرف گلے لگ سکتی ہوں تمہیں دیکھ دیکھ کر دل خوش ہو رہا ہے۔ اور میں خدا کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ میں تمہاری جیسی ذہین اور خوبصورت بیٹی کی ماں ہوں۔“

وہ بولی ”میں بھی تو آپ پر فخر کر رہی ہوں آپ کیا کوئی معمولی ہستی ہیں؟ آپ نے ٹیلی پیجی کی دنیا میں بہت نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ میری گریڈ (ما سونیا) کے بعد چالاکی اور مکاری میں کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ کا ہے۔“

وہ الپا اور یارس کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ الپا نے سر جھکا کر یارس کی طرف دیکھا پھر کہا ”بیٹی! میں نے زندگی میں بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں اور تمہارے باپ کو بھی بہت نفیض پہنچائی ہیں۔ ساری دنیا نے معاف کر دیا۔ تمہارے دادا دادی نے بھی مجھے گلے لگایا لیکن تمہارے پاپا مجھ سے اب تک ناراض ہیں۔“

یارس نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا ”نہیں الپا! میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دل ہی دل میں بہت خوش ہوں کہ تم توجع کے خلاف بالکل ہی بدل گئی ہو۔ اور اس بات کی تصدیق جتا تجربہ بڑی نے کی ہے کہ تم واقعی بدل گئی ہو۔ اب بھی ہم سے فزائ نہیں کر دو گی۔ تمہارے جو بھی جذبات اور احساسات ہمارے لیے ہیں وہ سچے ہیں۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔“

اس نے الپا کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے کر کہا ”ہماری بیٹی گواہ کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ تم نے سچائی کو قیام لیا ہے میں ہمیشہ تمہیں تھا رہوں گا۔“

انوشے نے خوش ہو کر الپا کے رخسار کو چومتے ہوئے کہا ”میں آپ کو نئی زندگی اور نئی مسرتوں کی مبارکباد دیتی ہوں۔“

پھر اس نے یارس کو چوم کر کہا ”پاپا! پو آگر میٹ..... آئی لو پو۔“

وہ الپا کو دیکھ کر بیٹی سے بولا ”دی لو پوٹو مانی کائلا!“

وہ بولی ”اگر آپ دونوں مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو پھر اس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا ”تم او..... کیا

وہ الپا کو دیکھ کر بیٹی سے بولا ”دی لو پوٹو مانی کائلا!“

ثبوت چاہتی ہو۔“

”میں جو کہوں گی آپ وہ مانیں گے؟“

”کہہ کر دیکھو..... جان دے کر بھی تمہارے بات مان لوں گا۔“

پھر وہ الپا سے بولی ”می! آپ بھی میری بات مان لیں گی؟“

”بیٹی! اب یہ جان صرف تمہارے لیے ہے ساری زندگی تمہارے لیے جیسی رہوں گی سرنی رہوں گی۔“

”نہیں می! صرف میرے لیے نہیں آپ اپنی باقی زندگی میرے پاپا کے لیے جیتی رہیں گی۔“

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا وہ بولی ”میں چاہتی ہوں کہ پاپا آپ سے پھر کورٹ میرج کریں۔“

ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا الپا نے اپنا سر جھکا لیا۔ یارس اسے دیکھتا رہا پھر بولا ”بیٹی! تمہاری می کا جھکا ہوا سر کہہ رہا ہے کہ کہ انہیں تمہاری اس بات سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے ہم لاہور پہنچنے ہی کورٹ میرج کریں گے۔“

الپا نے ایک دم سر اٹھا کر خوش ہو کر یارس کو دیکھا۔ ان لمحات میں اس کے اندر سے آنسو ابل کر اس کی آنکھوں تک پہنچ گئے۔ آنکھوں بھوک گئیں وہ نہ چھپا کر رونے لگی۔

انوشے ماں کی گردن میں بائیں ڈال کر اسے پیار سے چومنے لگی۔

ان ماں باپ اور بیٹی کے لیے وہ سفر بڑا یادگار تھا۔ وہ بڑے جذباتی لمحات سے گزرتے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ دشمنوں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ فی الحال کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا۔ کھانے پینے کے بعد جب وہ ذرا آرام کرنے کے لیے اپنی اپنی سیٹوں پر ٹیم دراز ہوئے تو انوشے ذرا چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ یارس نے پوچھا ”کیا بات ہے بیٹی؟“

الپا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا ”کیا تم خطرہ محسوس کر رہی ہو؟“

”جی ہاں..... کوئی مجھ پر کالاعمل کر رہا ہے لیکن کامیاب نہیں ہو رہا ہے بار بار ناکام ہو کر واپس جا رہا ہے۔“

”یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کیا تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔“

”جی ہاں..... میں نے گریڈ (ما آمنت فرہاد) کے پاس کر رہو حالی علم سکھا ہے۔ ابھی میں بہت ہی ابتدائی مرحلے میں ہوں۔ پھر بھی میری گریڈ (ما آمنت فرہاد) نے اپنی تعلیمات سے اور

کتابیات چلی کیشنز

عبادت گزار ہی سے مجھے اس قابل بنادیا ہے کہ میں خطرے کو پہلے ہی محسوس کر لیتی ہوں ایک آیت کی تلاوت کرتی رہتی ہوں تو وہ خطرہ مجھ سے دور بھاگتا رہتا ہے۔
”تو بیٹی تمہیں اس آیت کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے۔“

”میں نے ابھی وہ آیت پڑھی تھی تو وہ مجھ سے دور ہو گیا ہے وہاں آگے ہالٹ کیبن کی طرف چلا گیا ہے۔“
”کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو؟“

”میں صاف طور سے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ ایک سایہ ہے لیکن کسی انسان کا سایہ نہیں ہے کالا مکمل ہے۔ ایک سیاہ دھواں دھواں سا ہے۔ جو میرے قریب آتا ہے پھر کھٹ کر چلا جاتا ہے۔ اب میں خاموش رہ کر بھرا آیت کی تلاوت کرتی رہوں گی۔“

وہ خاموش ہو گئی۔ پھر زربلہ کچھ پڑھنے لگی۔ الپا اور پارس سمجھ رہے تھے کہ اس کے علاوہ بہت دور بیٹھی ہوئی آمنہ خرباد بھی اس کے لیے دعا مانگ رہی ہوگی اور مخصوص آجوں کی تلاوت کر رہی ہوگی۔ اسی لیے وہ سایہ قریب آنے سے کھٹا رہا ہے۔

پارس نے کہا ”الپا... تم میری ماما سے رابطہ کرو اور انوشے کے بارے میں انہیں بتاؤ۔“
الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آمنہ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بولی ”میں جانتی ہوں۔ تم کیا کہنے آئی ہو؟ میں اس کے لیے دعا میں مانگ رہی ہوں اور تلاوت میں مصروف ہوں۔ غم نہ کرو۔ تم جلد میری پوتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گے۔“

”ماما! آپ صرف اتنا بتادیں کہ یہ دشمنی کون کر رہا ہے؟“

”بیٹی! ایسی باتیں ہم سے نہ پوچھا کرو۔ اپنی ذہانت سے معلوم کرو۔“

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ طیارے میں حاضر ہو گئی۔ پھر پارس سے بولی ”ہماری ماما اس کے لیے دعائیں مانگ رہی ہیں۔ مجھ سے کہا ہے کہ میں غم مند نہیں ہونا چاہیے۔“
وہ بولا ”ماما نے طے طور پر اپنی پوتی کی حفاظت کر رہی ہیں لیکن ہم بھی بہت کچھ کریں گے۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ ارناکوف ہماری بیٹی کے خلاف کالے مکمل میں مصروف ہے۔“

بے شک ارناکوف ان لمحات میں کالا مکمل کر رہی تھی لیکن ابھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسرائیل میں بھی ایک کالا مکمل

کرنے والا موجود ہے اور وہ ان تین سیاست دانوں میں سے ایک ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ انوشے جیسے ہی پاپا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے خبر ہو جائے گی اور پھر وہ اپنے منتر کے ذریعے اسے قہقہے میں لے لے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

اسے معلوم ہوتا کہ اسرائیلی جاسوس بیروس کی جھیل کے کنارے ان کا بچھڑ کے قریب مارے گئے ہیں جہاں ہم کبھی بھی رہائش اختیار کیا کرتے تھے۔ وہیں وہ تو قہقہے کر رہے تھے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ وہاں پہنچی۔ پھر وہاں سے کہیں جانے کے لیے ضرور ان پورٹ کی طرف جانے کی لہذا جھیل کے کنارے اور ان پورٹ وغیرہ کی طرف جتنے بھی اسرائیلی جاسوس تھے۔ ولاڈی میر اور ارناکوف وغیرہ کے آلہ کار تھے۔ وہ تقریباً سب ہی مارے گئے تھے۔ ذہنی ہو گئے تھے یا بھاگ گئے تھے۔

ان جاسوسوں اور آلہ کاروں کی ناکامی سے پتا چل گیا کہ انوشے ادارے سے باہر آ گئی ہے اور ان کی گرفت میں نہیں آ رہی ہے۔ پھر ایسے میں انا پیلا نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ارناکوف کے کالے مکمل کو ناکام بنایا ہے اور انوشے ادارے سے نکل کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جا چکی ہے۔

اسرائیل میں جو یہودی جاوہر تھا۔ اس کا نام ڈی کے بارلوسا تھا۔ اسے بھی یقین ہو گیا کہ انا پیلا نے اسے سٹروں کے ذریعے ان سب کے سٹروں کا توڑ دیا ہے اور انہیں ناکام بنادیا ہے۔ اس ناکامی کے بعد ڈی کے بارلوسا پھر تیزوہ رہا تھا اور طرح طرح سے کالے مکمل کے ذریعے انوشے تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن پتا چل رہا تھا کہ اس کی کالی قوت انوشے کے قریب پہنچ کر رک جاتی ہے اور وہاں ہو جاتی ہے۔

ایسے میں وہ باتیں ہی سمجھ میں آ رہی تھیں یا تو روحانی مکمل کے ذریعے انہیں ناکام بنایا جا رہا تھا یا انا پیلا پھر اپنے سٹروں کے ذریعے ان کے کالے مکمل کا توڑ کر رہی تھی اور انوشے کو تحفظ دے رہی تھی۔

آوازوں نے اس سے رابطہ کر کے پوچھا ”انا پیلا! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ کیا تم ہماری دشمن بن گئی ہو؟“

”کیا مجھے دشمن نہیں بننا چاہیے؟ میں نے دوست بن کر تمہارے لیے کیا کچھ نہیں کیا؟ تمہیں سونیا جیسی خطرناک عورت کے دماغ میں چھپنا پڑا اور تم میرا احسان بھول گئے۔“

”تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میری ماما بھی تمہیں جانتی ہیں۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں لیکن یقین کرو کہ عدنان کے لیے

میں ہم زیادہ مصروف رہے تھے اس لیے تمہاری طرف توجہ نہ دے سکے۔ تم ہم سے باتیں کرنے آئی تھیں لیکن ہم نے بات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تمہیں اس بات کا برا نہیں لگانا چاہیے۔“

”آوازوں! تم نے تمہاری ماں نے مجھے ایک معمولی سی بیجی بھجوا دی ہے۔ میں سوچتی ہوں اور تم لوگوں کی نظروں میں خیر ہوں۔ میں کچھ نہیں کر سکتی لیکن میں وہ کر رہی ہوں کہ سنو مجھے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔“

”نہیں انا پیلا! ہم جانتے ہیں کہ تم بہت ذہین ہو۔ چالاک بھی ہو۔ تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔ اس وقت بھی تم میری ماما کے جاوہر مکمل کا توڑ کر رہی ہو اور انہیں انوشے تک پہنچنے سے روک رہی ہو۔“

”یہ میری مجبوری ہے۔ مجھے ایسا ہی کرنا ہوا۔“
”مگر کیوں؟ تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟ کیا کبریا سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے؟ کیا تم پھر فرہاد کے خاندان میں جا چکی ہو؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو ان کی بدترین دشمن ہوں اور ان کے خلاف بہت کچھ کر رہی ہوں۔“

”تو پھر انوشے کی حمایت کیوں کر رہی ہو؟ اسے ہمارے پاس آنے سے کیوں روک رہی ہو؟“

”میں اسے تمہارے پاس آنے سے روکتی رہوں گی تو ملکی مکتبی کی دنیا میں میری ذہانت اور چالاکی کی دھماک بنے جائے گی۔ میں اسرائیلی اکابرین پر ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں ان تمام معاملات میں تم سے برتر ہوں۔“

وہ نگوارہ سے بولا ”تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم ہوئی جا رہی ہو۔ اگر ہم نے ایک ذرا بھی جوابی کارروائی کی تو تم چاروں شانے جت ہو جاؤ گی۔ ایسی ہتھی میں گرد کی تمہارے وجود کا پتا بھی نہیں چلے گا۔“

”تم مجھے مجھے نادان بیٹی سمجھ رہے ہو۔ اسی لیے اس طرح ڈرا رہے ہو۔ تمہیں کچھ کرنا ہے تو کر کر ڈرو۔ پھر دیکھو کہ میں کیا کرتی ہوں۔“

”تم کیا کر سکتی؟“

”میں نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی کوئی توقع بھی نہیں کر سکتا تم سب مجھے تمہارا ورے بارود دگر سمجھتے رہے۔ بے شک میں بے بارود دگر ہوں۔ کسی کی دوستی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ کبریا پر بھروسہ کیا تھا اسے بھی ٹھکرایا۔ اب میں تمہارا کام کر چکی ہوں کہ تم سب حیران ہو جاؤ گے۔“

”معلوم تو ہو کہ تم نے ایسا کیا کیا ہے؟“

”تم سب عدنان کو تلاش کر رہے ہو۔ سونیا فرہاد سب ہی پریشان ہیں لیکن وہ بچہ میرے پاس ہے۔“

وہ ایک دم سے چونک کر بولا ”کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شور ہے؟ تم بچے کو کیسے اغوا کر سکتی ہو؟“

”کیوں نہیں کر سکتی؟ کیا سارا کالا پراسرار علم ہی لوگوں کے پاس ہے؟ کیا نیلی جیسی صرف تم ہی لوگ جانتے ہو میں کچھ نہیں جانتی؟ کیا مکمل ذہانت اور چالاکی تم ہی لوگوں کے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے؟“

آوازوں سوچ میں پڑ گیا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا اس نے اپنی ماں سے کہا ”ماما یہ تم بخت انا پیلا کیا کہہ رہی ہے؟ یہ کہہ رہی ہے کہ عدنان کو اس نے اغوا کیا ہے اس بچے کو اس نے نہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

ارناکوف نے عقارت سے کہا ”بکواس کرتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے اتنا بڑا کام کر کے نکل جائے۔ کیا ہو فرہاد اور سونیا سے مگر لینے کی طاقت رکھتی ہے؟ کیا اس میں اتنا دم ہے؟“

”ماما! ہمیں انا پیلا کو تمہارا اور نادان نہیں سمجھنا چاہیے آپ نے دیکھا تھا کہ اس نے کتنی مکاری سے مجھے سونیا کے دماغ میں چھپنا دیا تھا۔ وہ بہت تیز طرار ہے۔ کسی وقت کچھ بھی کر کر رہی ہے۔ اسے بھی کوئی ایسا موقع مل گیا ہوگا۔ اور اس نے عدنان کو حاصل کر لیا ہوگا۔“

”بیٹے! یہ انا پیلا نہیں الجھا رہی ہے مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ اتنا بڑا کام کر کر رہی ہے اور عدنان اس کے پاس ہے۔“

”ماما! ہمیں اپنے طور پر معلومات حاصل کرنا چاہئے کہ وہ کس حد تک بچ بول رہی ہے۔“

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر اسے کہا ”انا پیلا یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ بچ بول رہی ہے؟“

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا ”انا پیلا یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ بچ بول رہی ہے؟“

وہ عقارت سے بولا ”وہ کل کی بیجی ہے میں عدنان کو تین بار سونیا سے چھین لانے میں شکست کھا چکا ہوں۔ اور وہ اتنی تیز طرار ہے اور ہم سے اتنی زیادہ ذہین اور چالاک ہے کہ سونیا کو دھوکا دے کہ عدنان کو لے جائے گی؟ نہیں یہ عقل جیسی تسلیم

نہیں کر سکتی۔“

”تو پھر عدنان کہاں ہے؟“

”سونیا کوئی مکاری دکھا رہی ہے۔ اس نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

”وہ اور اس کے تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے سب ہی اس بچے کو تلاش کر رہے ہیں۔ کیا یہ ان کی ڈارما بازی ہے؟“

”ہاں..... یہی ہو سکتا ہے۔“

”لیکن..... ذرا عقل سے سوچو کہ اگر یہ ان کی ڈارما بازی ہے تو انہیں کیسے دعویٰ کر رہی ہے؟ عدنان اپنی دادی کے پاس نہیں ہے تب ہی تو وہ ڈنکے کی چوٹ پر ہم سب کو چیلنج کر رہی ہے۔“

”ولا ڈی میرے کہا“ میں عدنان کا سراغ لگانے کے لیے انا میرا سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ عجیب سی بات معلوم ہوئی کہ وہ مر چکی ہے۔“

”ارنا کوف نے جب سے پوچھا“ وہ اچانک کیسے مر گئی؟ یا باردی گئی؟“

”میں ہر حال میں معلوم کرنا چاہنے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ان میرا اچانک مر گئی ہے۔ اور انا بیلا اس قدر ہی عروج حاصل کر رہی ہے کہ ہم سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکلتی جا رہی ہے اور ہمیں شک میں مبتلا کر رہی ہے کہ کل کی بچی کے سامنے ہم شکست خوردہ ہیں۔“

”آوازوں نے کہا“ میں ابھی میڈم سونیا سے رابطہ کرتا ہوں شاید وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دے اور کچھ باتیں کر سکے۔“

”ارنا کوف نے کہا“ تم اس کے پاس جاؤ تمہارے پیچھے میں اس کے اندر آؤں گی۔“

”ولا ڈی میرے کہا“ جب وہ تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دے گی تو میں بھی اس کے اندر پہنچ سکوں گا۔“

”آوازوں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے اندر پہنچا۔ اس نے پوچھا“ کون ہوتی؟“

”میں آوازوں ہوں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”سونیا نے ایک موبائل فون کا نمبر بتایا پھر کہا“ اب دماغ سے جاؤ۔“

”وہ سب دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ آوازوں نے فوراً اس کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر سونیا کی آواز سنائی دی“ ہیلو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا کر رکھا ہے؟ اور ہم سب کو اس کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں۔“

”ہیں؟ اور یہ کبہر ہی ہیں کہ پوتا آپ کے پاس نہیں ہے؟“

”تم یقین کر دیا نہ کرو ہم سب اس کے لیے پریشان ہیں۔ اسے دن رات تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن تم لوگوں کی طرح وادہ پٹیاں بچاتے خاموشی سے اس کی تلاش جاری ہے۔“

”آپ کو کسی پر شبہ ہے؟“

”میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ ولا ڈی میرا اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کر دیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔“

”کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟“

”یہ بات مجھ میں آجانی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔“

”کیا انا بیلا نے آپ کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے؟“

”سونیا نے فحاش سے کہا“ کیا بکواس ہے؟ ابھی جہ جہ آٹھ دن ہوئے ہیں کہ وہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں آئی ہے اور وہ ہم سے ٹکر لے گئی؟ میرے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جانے کی؟ نہیں۔ میں یہ نہیں مانتی۔“

”آوازوں نے کہا“ ہم بھی یہ نہیں مان رہے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت منوانے لگے گی۔ اس عدنان کے معاملے سے پہلے ہی وہ ہمیں ایک اور معاملے میں شکست دے چکی ہے۔“

”سونیا نے انجان بن کر پوچھا“ میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ اس نے کس معاملے میں شکست دی ہے؟“

”میں بتانا تو نہیں چاہتے لیکن اس کی اہمیت کا احساس آپ کو ہو جانا چاہئے۔ اس لیے بتا رہا ہوں۔ ہم انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسے کھل کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے کب باہر آئے گی لیکن انا بیلا ہمارے منتزوں کا توڑ کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں ناکام بننا پڑا تھا۔“

”سونیا نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا“ ہوں..... مجھے کسی کو کمرور نہیں سمجھتا چاہئے۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ انا بیلا نے جہیں میرے دماغ میں پہنچایا تھا وہ بہت ہی مکاری ہے۔ اس نے کبیرا کو بھی زبردست دھوکا دیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اب مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس نے عدنان کو کس طرح اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

”میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ ولا ڈی میرا اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کر دیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔“

”کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟“

”یہ بات مجھ میں آجانی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔“

”کیا انا بیلا نے آپ کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے؟“

”سونیا نے فحاش سے کہا“ کیا بکواس ہے؟ ابھی جہ جہ آٹھ دن ہوئے ہیں کہ وہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں آئی ہے اور وہ ہم سے ٹکر لے گئی؟ میرے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جانے کی؟ نہیں۔ میں یہ نہیں مانتی۔“

”آوازوں نے کہا“ ہم بھی یہ نہیں مان رہے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت منوانے لگے گی۔ اس عدنان کے معاملے سے پہلے ہی وہ ہمیں ایک اور معاملے میں شکست دے چکی ہے۔“

”سونیا نے انجان بن کر پوچھا“ میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ اس نے کس معاملے میں شکست دی ہے؟“

”میں بتانا تو نہیں چاہتے لیکن اس کی اہمیت کا احساس آپ کو ہو جانا چاہئے۔ اس لیے بتا رہا ہوں۔ ہم انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسے کھل کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے کب باہر آئے گی لیکن انا بیلا ہمارے منتزوں کا توڑ کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں ناکام بننا پڑا تھا۔“

”سونیا نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا“ ہوں..... مجھے کسی کو کمرور نہیں سمجھتا چاہئے۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ انا بیلا نے جہیں میرے دماغ میں پہنچایا تھا وہ بہت ہی مکاری ہے۔ اس نے کبیرا کو بھی زبردست دھوکا دیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اب مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس نے عدنان کو کس طرح اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

”میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ ولا ڈی میرا اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کر دیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔“

”کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟“

”یہ بات مجھ میں آجانی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔“

”کیا انا بیلا نے آپ کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے؟“

”سونیا نے فحاش سے کہا“ کیا بکواس ہے؟ ابھی جہ جہ آٹھ دن ہوئے ہیں کہ وہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں آئی ہے اور وہ ہم سے ٹکر لے گئی؟ میرے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جانے کی؟ نہیں۔ میں یہ نہیں مانتی۔“

”آوازوں نے کہا“ ہم بھی یہ نہیں مان رہے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت منوانے لگے گی۔ اس عدنان کے معاملے سے پہلے ہی وہ ہمیں ایک اور معاملے میں شکست دے چکی ہے۔“

”سونیا نے انجان بن کر پوچھا“ میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ اس نے کس معاملے میں شکست دی ہے؟“

”میں بتانا تو نہیں چاہتے لیکن اس کی اہمیت کا احساس آپ کو ہو جانا چاہئے۔ اس لیے بتا رہا ہوں۔ ہم انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسے کھل کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے کب باہر آئے گی لیکن انا بیلا ہمارے منتزوں کا توڑ کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں ناکام بننا پڑا تھا۔“

”سونیا نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا“ ہوں..... مجھے کسی کو کمرور نہیں سمجھتا چاہئے۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ انا بیلا نے جہیں میرے دماغ میں پہنچایا تھا وہ بہت ہی مکاری ہے۔ اس نے کبیرا کو بھی زبردست دھوکا دیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اب مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس نے عدنان کو کس طرح اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

”میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ ولا ڈی میرا اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کر دیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔“

”کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟“

”یہ بات مجھ میں آجانی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔“

اب میں رابطہ ختم کر رہی ہوں کوئی ضروری بات ہو تو اسی نمبر پر مجھ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔“

سونیا نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بزرگستانی دیا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگایا تو ولا ڈی میرا کی آواز سنائی دی۔ وہ بھی یہی پوچھ رہا تھا“ کیا انا بیلا نے عدنان کو اغوا کیا ہے؟“

سونیا نے اس کے سامنے بھی انجان بن کر وہی جواب دیا جو آوازوں کو دے چکی تھی۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سکرانے لگی۔ اس کی پلاننگ کا میاب ہو رہی تھی۔ اب وہ سب کے بل انا بیلا کی طرف جانے والے تھے۔ اور اس سے دشمنی کرنے والے تھے۔ ادھر انا بیلا نے بڑے دعوے سے کہا تھا کہ وہ ان سب سے دشمنی کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اور اسرائیل میں الیہا کی جگہ حاصل کرنے اور حکومت کرنے کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اسی لیے سونیا نے یہ پلاننگ کی تھی۔ اور اب دیکھنا چاہتی تھی کہ کیسے نتائج سامنے آنے والے ہیں۔

نتیجہ تو بڑی تیزی سے سامنے آ رہے تھے۔ انا بیلا بڑی تیزی دکھا رہی تھی۔ اس نے اسرائیلی اکابرین کو مخاطب کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے سونیا اور فادی جیسے پہاڑوں سے ٹکرائی ہے اور ان کے پوتے عدنان کو اغوا کر کے اپنے پاس چھپا رکھا ہے۔

وہ اسرائیلی اکابرین بھی اس بات پر اتنی جلدی یقین کرنے والے نہیں تھے۔ اس نے کہا“ میں جانتی ہوں ابھی میری بات کا یقین کسی کو نہیں ہوگا۔ آپ لوگ اپنے طور پر تصدیق کریں۔ بہت جلد یہ بات سامنے آئے گی کہ میں نے انوشے کے معاملے میں ارنائو کوف اور آوازوں کو شکست دی اور عدنان کے معاملے میں صرف ارنائو کوف اور آوازوں ہی نہیں ولا ڈی میرا اور انا میرا باغیرہ کو بھی شکست دی ہے۔ میرا نام انا بیلا ہے میں ٹیلی بیٹھی کا بڑھتا ہوا سلاطین ہوں۔ اب مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ تم سب نے اگر میری پذیرائی نہ کی اور مجھے الپا کی جگہ نہ دی تو بہت پچھتاؤ گے۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔ تم تمام ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو اپنے پاس بلا کر رکھو۔ میں ان سب کے سامنے دعویٰ کروں گی اور کوئی یہ انکار نہیں کرے گا کہ میں نے عدنان کو حاصل کر لیا ہے اور اب کوئی اسے مجھ سے چھین کر نہیں لے جاسکے گا۔“

اس نے ایک گھنٹے بعد آنے کی بات بھی اور رابطہ ختم کر دیا۔ ان یہودی اکابرین کے اندر ہچل پیدا کر دی۔ سب ہی ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے اور یہ تسلیم کرنے لگے

کہ وہ پہلے ہی انوشے کے معاملے میں بڑے بڑے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں اور پراسرار علوم جاننے والوں کو شکست دی چکی ہے۔ ان کے اپنے تین پراسرار سیاست دانوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ انوشے کو حاصل کر لیں گے۔ وہ بھی ناکام رہے تھے۔ اس معاملے میں انا بیلا سب پر بھاری پڑ چکی ہے اور اب عدنان کے بارے میں چیلنج کر چکی تھی۔ بھینا فرہاد اور سونیا تو اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔

انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک انچارج سے رابطہ کیا پھر کہا“ ہم فرہاد یا سونیا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ انچارج نے انہیں سونیا کے موبائل کا نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ انہوں نے اس موبائل کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی“ ہاں..... میں بولی رہی ہوں کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”انا بیلا دعویٰ کر رہی ہے کہ اس نے آپ کے پوتے کو اغوا کیا ہے کیا یہ سچ ہے؟“

”میں نہیں جانتی کہ کس نے اغوا کیا ہے؟ بے شک وہ دعویٰ کر رہی ہے تو پھر ہم اس سے منٹ لیں گے۔ اس کہنی کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔“

”کیا آپ جانتی ہیں کہ انا بیلا کہاں ہے؟ اور آپ کس طرح اس کی شدت رنگ کے قریب پہنچ کر اپنے پوتے کو حاصل کر سکتی ہیں؟“

”ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت پھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کھل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا تازہ ہوا کا جموٹکا ہے وہ تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہئے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بھاؤ کرتی ہے؟

آری کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا“ آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے کتا بیات پہلی کیشنر

کے ساتھ رہے۔ ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت پھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کھل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا تازہ ہوا کا جموٹکا ہے وہ تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہئے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بھاؤ کرتی ہے؟

آری کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا“ آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے کتا بیات پہلی کیشنر

کے ساتھ رہے۔ ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت پھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کھل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا تازہ ہوا کا جموٹکا ہے وہ تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہئے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بھاؤ کرتی ہے؟

آری کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا“ آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے کتا بیات پہلی کیشنر

کے ساتھ رہے۔ ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت پھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کھل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا تازہ ہوا کا جموٹکا ہے وہ تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہئے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بھاؤ کرتی ہے؟

آری کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا“ آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے کتا بیات پہلی کیشنر

کے ساتھ رہے۔ ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت پھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کھل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا تازہ ہوا کا جموٹکا ہے وہ تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

نہیں گھراتی رہی تھی؟ کیا انہوں نے الپا کو جان سے مار ڈالا تھا؟ کیا اسے ایسا نقصان پہنچایا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی تھی؟ نہیں..... الپا بات قدم رہی تھی اور یہ انایلا بھی ایسی ہی دکھائی دے رہی ہے۔“

ولاڈی میر آوازوں اور ارنائوف وغیرہ نے بھی اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا ان سے پوچھا ”کیا انایلا عدنان کے سلسلے میں آپ لوگوں سے کچھ کہہ رہی ہے؟“

اکابرین نے کہا ”وہ بہت کچھ کہہ رہی ہے۔ یہاں اسرائیل آکر الپا کی جگہ سنبھالنا چاہتی ہے لیکن اس کی شرط ہے کہ ہم تم سب سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہ رکھیں۔ کوئی تعلق نہ ہو کسی کوئی بات ٹیلی فون پر بھی نہ ہو اور نہ ہی تم میں سے کوئی ہمارے داموں میں آئے۔“

آوازوں نے پوچھا ”تو پھر تم نے اسے کیا جواب دیا ہے؟“

”ابھی ہم مکش میں ہیں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کا پلڑا ہماری ہوگا تم میں سے کون زبردست ہے؟ اور تم میں سے کون ہمارے لیے قابل اعتماد ہوگا؟ اور ہمیں پوری طرح تحفظ دے سکے گا، ٹیلی فون پر بھی کے ذریعے ہمارے مسائل حل کرنا رہے گا۔“

ارنائوف نے کہا ”ہم اب تک تمہارے چھوٹے بڑے مسائل حل کرتے آئے ہیں۔“

”یہ تو درست ہے چھوٹے بڑے مسائل تو انایلا بھی حل کر سکتی ہے۔ کوئی بھی حل کر سکتا ہے لیکن ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر انایلا اسی طرح میدان ماری رہی اور ہمارے ملک میں رہی تو پھر ہمارا نام ہوگا ہماری برتری ہوگی اور سونیافراہمگی ہم سے ٹکرانے سے پہلے دس بار سوچیں گے۔“

ارنائوف نے کہا ”انایلا نے وقتی طور پر ایک کامیابی حاصل کی ہے اور اس سے تم سب متاثر ہو رہے ہو۔ اس کی کامیابی بہت جلد ناکامی میں بدلنے والی ہے۔ ہم سب اسے سکون سے رہتے نہیں دیں گے۔ پھر سونیافراہمگی کب اس کا پیچھا چھوڑے گی۔ ابھی آج کل میں پتا چلے گا کہ انایلا حرام موت ماری گئی ہے۔“

آوازوں نے پوچھا ”کیا تمہیں پتا ہے کہ انامیریا پر بھی ہے؟ اسے بھینسا سونیا نے ہی ہلاک کر دیا ہوگا۔ وہ اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑتی ہے انایلا کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔“

یہودی اکابرین نے کہا ”جب اسے زندہ نہیں چھوڑے گی وہ مر جائے گی تو پھر ہم تم سے ہی دوستی اور رابطہ رکھیں گے۔“

گئے۔“

ولاڈی میر ارنائوف اور آوازوں کے سامنے اب بھی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے انایلا کو شکست دی جائے اور شکست دینے سے پہلے معلوم کیا جائے کہ وہ کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟ اور اس نے اپنی ماں کو بھی کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

اس کی کسی کمزوری کو اپنے ہاتھ میں لینا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی وہ اسے چل سکتے تھے۔

اسے تلاش کرنے کا کافی الحال ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم سے اور کالے منتروں سے اس کا سراغ لگا سکتے تھے لہذا وہ سب اپنی اپنی جگہ کالے عمل میں مصروف ہو گئے۔ اور مقررہ وقت پر انایلا نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ سب ایک کانفرنس ہال میں تھے۔ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی دلچسپی بڑھ گئی تھی کیونکہ میرا الپا اس کے قبضے میں تھا اور اسرائیلی اکابرین میرے پوتے کو کسی طرح حاصل کر کے انایلا کو میرے پوتے کے ساتھ اسرائیل بلا کر میری کمزوری سے فکیر سکتے تھے۔

ان سب نے انایلا کانفرنس ہال میں خوش آمد نہ ہادہ وہاں ایک لیدی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور اسے آگے بڑھ کر بول رہی تھی۔ ایسے وقت ولاڈی میر ارنائوف اور آوازوں وہاں موجود نہیں تھے وہ سب اپنے کالے منتروں کے ذریعے انایلا تک پہنچنا چاہتے تھے اس کا سراغ لگا کر اس پر قابو پانا چاہتے تھے۔

ان سب کے لیے یہ بات اہم نہیں تھی کہ انایلا ابھی اسرائیلی اکابرین سے کس قسم کی باتیں کرنے والی ہے؟ اور وہاں پراثر انداز ہونے کے لیے اور اپنا سکھ جانے کے لیے کیا کہنا چاہتی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے؟ فی الحال ان کے لیے سب سے اہم بات یہ تھی کہ جلد سے جلد اس کا سراغ لگایا جائے۔ وہ طرح طرح کے پراسرار علوم جانتے تھے پھر اس کے پاس ایک عظمی آگ تھا جس کے ذریعہ وہ اس کا سراغ لگا سکتے تھے۔

اس سے پہلے ہی انایلا اپنے بھاء کا راستہ نکال چکی تھی اور اب بڑے اطمینان سے اسرائیلی اکابرین سے مخاطب ہو رہی تھی وہ بولی ”مجھے معلوم ہے آپ سب اپنے اپنے طور پر میرے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر رہے تھے اور اس بات کی تصدیق کر رہے تھے کہ واقعی میں نے عدنان کو اغوا کیا ہے یا نہیں؟“

ایک آدمی افسر نے کہ بے شک ہم نے اپنے اپنے طور

معلومات حاصل کی ہیں واقعی سونیا وغیرہ پریشان ہیں وہ تمہارا سراغ لگا رہے ہیں سونیا تمہاری شہرگ تک پہنچنا چاہتی ہے۔“

”سب ہی میرا سراغ لگا رہے ہیں ولاڈی میر ارنائوف اور آوازوں وغیرہ پر اسرار علوم کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں لیکن کوئی مجھ سے تک نہ تو پراسرار علوم کے ذریعہ اور نہ ہی ٹیلی فون کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے یہ آپ سب آج بھی دیکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے۔“

”ہم تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو تمہاری ذہانت حاضر دماغی اور دلیری کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ملک میں آ جاؤ یہاں تمہیں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہوگا اور تم خود یہاں الپا کی طرح ٹیلی فون کے ذریعہ ہمارے ملک کی اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہو گی۔“

”میں خدمت کے جذبے سے ہی اسرائیلی آڈس کی لیکن ابھی نہیں پہلے میں دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں وہ مجھے تلاش کرتے رہیں گے اور ناکام ہوتے رہیں گے۔ پھر ایک دن میں اچانک ہی اسرائیلی ہتھیار کاڈس کی الپا کی محل نما گولی میری لیے خالی رہی جائے وہاں سیکورٹی کے لیے جدید انتظامات کیے جائیں میں ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھتی رہوں گی کہ میری حفاظت کے لیے کیسے انتظامات کیے جا رہے ہیں؟“

”ہم ایسے زبردست انتظامات کریں گے کہ تمہیں کسی طرح کی شکایت نہیں ہوگی۔“

”میں ابھی تمہارے ان تین پراسرار سیاستدانوں سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہم ان کے موبائل نمبرز بتا رہے ہیں۔ تم نوٹ کر لو اور ان نمبروں کے ذریعہ ان سے رابطہ کرو۔ وہ خود بھی تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

ایک حاکم نے ان کے فون نمبرز بتانے کے بعد کہا ”تم پہلے ان سے باتیں کر لو پھر ہم سے گفتگو ہوتی رہے گی۔“

انایلا نے نمبر بتیجے پھر موبائل کو کان سے لگا کر سننے لگی کچھ دیر بعد رابطہ ہوا تو ایک شخص کی آواز سنائی دی ”ہیلو..... میں اسے دن بول رہا ہوں تم کون ہو؟“

”میں انایلا ہوں مجھے اسرائیلی اکابرین نے تمہارے نمبر دیے ہیں کیا تم ان تین سیاستدانوں میں سے ایک ہو؟“

”ہاں میں ان میں سے ایک ہوں مجھے اسے دن کہتے ہیں دوسرے کو اسے نوادرتیرے کو اسے قہری کہا جاتا ہے۔“

انایلا کو دوسری آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا ”میں انایلا!

میں اسے نو بول رہا ہوں اور تمہیں خوش آمد یہ کہتا ہوں۔“

انایلا نے کہا ”شکر یہ کیا اب مجھے اسے قہری کی آواز سنائی دے گی؟“

”جی ہاں! لیکن اس سے بات کرو۔“

اسے قہری کی آواز سنائی دی ”ہیلو انایلا! میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہوں۔“

”شکر یہ ان رہی باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ میرے بارے میں تم تینوں کی کیا رائے ہے؟“

”ہم تینوں تم سے متاثر ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تم اسرائیل آکر یہاں الپا کی جگہ سنبھال کر اس سے بھی زیادہ کارنامے انجام دے سکو گے ہمارے ملک کا اور ہماری قوم کا وقار بلند کر سکتی رہو گی۔“

”تمہارے اعتماد کا شکر یہ..... میں اس سے بھی زیادہ کر کے دکھاؤں گی بشرطیکہ میرے دشمنوں سے دوستی نہ رکھی جائے۔“

”ہم بھی کوشش کر رہے ہیں۔ ارنائوف اور آوازوں سے اچانک دوستی ختم نہیں کی جاسکتی لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں رفتہ رفتہ ان سے دوستی ختم کر دی جائے گی۔“

اسے نو کی آواز سنائی دی ”جب تم الپا کی جگہ سنبھال لو گی اور یہاں ٹیلی فون کے ذریعہ حکومت کرتی ہو گی تو وہ خود ہی کھڑے نہیں لگیں گے اور تمہارے خلاف خاذراتی کرنے لگیں گے۔“

”وہ سب ابھی سے میرے خلاف محاذ آرائی شروع کر چکے ہیں، اب بھی نہ جانے میرے خلاف کیسے منتر پڑھ رہے ہوں گے؟ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔“

اسے دن کی آواز سنائی دی ”ہم میں سے اسے قہری کے کالے علم میں مہارت حاصل رکھتا ہے۔ تم نے ارنائوف کے کالے منتروں کا توڑ کیا تھا میرا خیال ہے کہ اسی طرح ہمارے اس ساتھی کے منتروں کا بھی توڑ ہو گیا تھا۔ اور اسے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ انوشے کب بابا صاحب کے ادارے سے نکلے گا اور کہاں گئی ہے؟“

”مجھے افسوس ہے کہ اسے قہری کو اس معاملے میں ناکامی ہوئی لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے کسی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔“

”بے شک تم زبردست ہو۔“

اسے نو کی آواز سنائی دی ”ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں ٹیلی فون پر بھی نہیں جانتے ہیں لیکن ہماری حکمت عملی اس قدر مستحکم ہے کہ کتابیات پہلی کیشنر

کہ بڑے بڑے ٹیلی پیسٹی جاننے والے اور پراسرار علوم جاننے والے ہمارے سامنے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔“

انا بیلا نے کہا ”یہ دعویٰ تو میں بھی کر رہی ہوں کہ کوئی میری خفیہ پناہ گاہ تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ آج سے میں اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں مداخلت کرنے والی ہوں۔ اس ملک کی اندرونی اور بیرونی سیاست کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے طور پر منصوبے بنانے والی ہوں۔“

اس وقت وہ تینوں کھانے پینے میں مصروف تھے ان کے بولنے کے دوران میں پتہ چل رہا تھا کہ وہ بھی کبھی لقمہ چناتے ہوئے بھی بول رہے ہیں ایک نے کہا ”نہیں انا بیلا! تم سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گی۔“

”کیا تم تینوں مجھے روک سکو گے؟“

”تم تو یہاں آنے سے پہلے ہی ہمیں چیلنج کر رہی ہو۔ ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت کرنے اور ہم پر حاوی ہونے کی باتیں کر رہی ہو۔“

اے قمری نے غصے سے اپنے ساتھیوں سے کہا ”تم دونوں بہت نرمی سے گفتگو کر رہے ہو یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے؟“

اس نے اپنے ساتھی سے فون لے کر گرجتے ہوئے کہا ”انا بیلا! ہم جنہیں دوست بنانا چاہتے ہیں اس لیے ہمیں خوش آمدید کہا تھا لیکن تم سر پر چڑھ رہی ہو تم نہیں جانتی کہ ہم کیا ہیں؟ اور تمہارے خلاف کیا کچھ کر سکتے ہیں؟“

وہ گرجتا ہوا زور سے بول رہا تھا چاک ہی اس کے حلق میں لپکتے کا کچھ حصہ پھنس گیا۔ غصا لگا تو وہ کھانے لگا۔ اس کے ساتھی نے اس سے فون لے لیا اور بولنے لگا۔ انا بیلا نے اس کے جواب میں ہوں ہاں کہا مگر اس کا دھیان کھانے والے کی طرف تھا۔ اسے اتنی زور کا ٹھکا لگا تھا کہ وہ دونوں ہاتھ میز پر ٹیک کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جھک کر کھانا جارہا تھا۔ اس کا ایک ساتھی پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ انا بیلا خیال خواتی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے دماغ کو کھانسی کے ایسے جھکے لگ رہے تھے کہ اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ انا بیلا نے اسے ذرا اور کھانے پرائل کیا وہ زیادہ کھانے لگا۔ وہ اسے مزید تکلیف میں مبتلا کرتی رہی۔ دوسری طرف فون کو کان سے لگائے اس کے ساتھی کی باتیں بھی سنتی رہی۔ اور وہاں میں اسے جواب دیتی رہی تاکہ انہیں یہ شہ نہ ہو کہ وہ خیال خواتی کے ذریعہ ان کے ایک ساتھی تک پہنچ چکی ہے۔

آخر اسے دن نے کہا ”انا بیلا! ہم پھر کسی وقت تم سے

بات کریں گے۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا انا بیلا نے اس کے اندر اتنی شدت کی کھانسی پیدا کر دی تھی کہ اسے آرام نہیں آ رہا تھا۔ وہ غدا حال سا ہو کر ایک صوفہ پر گر پڑا تھا۔ اس کے ساتھی نے اسے پانی کے چند گھونٹ پلانے تو اسے ذرا آرام آیا۔ وہ مہربی مہربی سانس لینے لگا لیکن اب انا بیلا کو اس کے اندر جگہ مل چکی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔

انا بیلا نے اس کی اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے آرام کرنا چاہئے اور لیٹ جانا چاہئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا ”میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔“

اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بیڈروم میں آئے ایک نے فگر مندی سے پوچھا ”تم اپنے اندر کسی کو محسوس تو نہیں کر رہے ہو؟“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا ”نہیں“ کھانسنے سے میرا دماغ کمزور نہیں ہوا تھا اور نہ ہی انا بیلا میرے اندر آئی ہے۔ میرے اندر کوئی بے چینی نہیں ہے میں پراڈ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔“

وہ اپنے بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ اسے دن کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اس سے کہہ کر۔۔۔ اسے باہر آکر اپنے لباس سے ریوالبور نکال کر اسے خالی کیا۔ پھر واپس کمرے میں آکر اپنے ساتھی اے قمری کی طرف اس ریوالبور کو اچھالتے ہوئے کہا ”یہ تمہارے پاس ہے تم فائزنگ کر کے ہم دونوں کو زخمی کر سکتے ہو۔ انا بیلا سے کہو وہ ہمیں اس طرح زخمی کر کے ہمارے دماغوں میں چلی آئے۔“

اے قمری اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے بولا ”یہ کیا بکواس کر رہے ہو میں کہہ چکا ہوں وہ میرے اندر نہیں ہے کیا تم لوگوں نے میرے دماغ کو اس قدر کمزور سمجھ لیا ہے؟“

اس نے ریوالبور کا اٹھا کر اسے دن کی طرف پھینک دیا۔ اسے دن نے اسے اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا ”یار ابرارہ! ماننا میں آزار مانا تھا کہ تم ہم پر فائزنگ کرو گے یا نہیں؟ اگر کرتے تو ہم سمجھ لیتے کہ انا بیلا تمہارے اندر خاموشی سے کھپ ہوئی ہے لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔“

اسے ٹوٹے کہا ”تم نے اتنا بڑا خطرہ مول کیوں لیا؟ فرض کرو انا بیلا اس کے اندر ہوئی تو وہ ہمیں ہلاک کر دیتی۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا ”میں اسحق نہیں ہوں میں نے ابھی کمرے سے باہر جا کر ریوالبور کو خالی کر دیا تھا۔ یہ بات انا بیلا نہیں جان سکتی تھی کیونکہ اے قمری انہیں بند کئے بیڈ پر پڑا ہوا تھا وہ ریوالبور حاصل کرتے ہی اس کے ذریعے ہم

مردوں چلا جاتا ہے تو اسے مایوسی ہوتی۔ بہر حال ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

اے قمری نے دوبارہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا ”ہم اتنے خطرہ رہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیسٹی جاننے والا ہم میں سے کسی کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اچھا اب مجھے ذرا آرام کر لینے دو۔“

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے دن اور اسے ٹو اس کمرے سے جانے لگے۔ اس وقت اچانک اے قمری نے آنکھیں کھول کر کہا ”رکنا! اس تو بھول گیا تھا کہ میرے بچکے کے نیچے میرا ریوالبور بھرا ہوا رکھا ہے۔“

اس نے بچکے کے نیچے سے ہٹا کر ریوالبور نکالا پھر ان دونوں کونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا ”بہت زیادہ خوش فہمی انسان کو لے ڈالتی ہے۔“

اس نے نزا زدہ دو گولیاں چلائیں دو فارغ ہوئے اور دونوں کی انگلیں زخمی ہو گئیں وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے تکلیف سے کراہنے لگے۔ اے قمری نے انا بیلا کی مرضی کے مطابق ریوالبور کو اپنے دوسرے بازو پر رکھا پھر فریگر دیا دیا۔ غنائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو کو زخمی کرتی چلی گئی وہ ایک دم سے چیخ پڑا۔ بسز پر گر کر رز پنے لگا کراہنے لگا۔

اب وہ تینوں زخمی حالت میں وہاں پڑے ہوئے تھے۔ انا بیلا خیال خواتی کے ذریعہ اسرائیلی اکابرین کے پاس آئی پھر بولی ”تم لوگوں کے لیے ایک بری خبر ہے۔“

وہ سب چونک گئے وہ بولی ”تم لوگوں کو اپنے تئیں۔۔۔ پراسرار سیاستدانوں پر ناز تھا اب تک ارنائووف اور آوازوں الپا اور ولاڈی میر کوئی بھی ان تینوں تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ان تک پہنچ چکی ہوں۔“

انہوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا ”ہم کیسے یقین کریں کہ تم ان تینوں تک پہنچ چکی ہو؟“

”ان سے فون پر رابطہ کرو میں ان کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا رہی ہوں نوٹ کرو ابھی وہاں پہنچو۔“

اس نے ایڈریس بتایا۔ دو آرمی افسران فوراً ہی کانفرنس ہال سے باہر نکل کر آئے ایک کار میں بیٹھ کر اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچے تو وہاں انہوں نے تین آدمیوں کو زخمی حالت میں پایا۔ ان سے پوچھا تو پتا چلا کہ وہ بھی پراسرار سیاستدان ہیں انہوں نے فون کے ذریعے اسرائیلی اکابرین سے کہا ”انا بیلا نے درست کہا تھا وہ ان تینوں تک پہنچ چکی ہے انہیں زخمی کر چکی ہے اب یہ چوہوں کی طرح یہاں فرش پر پڑے ہوئے

ہیں۔“

قسمت انا بیلا کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس نے یہ ایسا کارنامہ انجام دیا تھا کہ تمام اسرائیلی اکابرین پر اس کی صلاحیت کی اس کی چال بازی اور خطرناک ہنر کی دھاک بیٹھ گئی انہوں نے تسلیم کر لیا کہ انا بیلا زبردست ہے۔

ایک آرمی افسر نے کہا ”انا بیلا! ہم تمہیں پھر سے دیکھ کرتے ہیں۔ تم جب چاہو یہاں چلی آؤ الپا کا محل تمہارے لیے خالی رہے گا اور سیکورٹی کے سخت انتظامات کیے جائیں گے، آج سے تم ٹیلی پیسٹی کے ذریعے یہاں حکمرانی کرو گی۔“

وہ خوشی سے محل گئی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کوشش کی تھی لیکن امید نہیں تھی کہ واقعی اتنی بڑی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس نے سونپا کے پاس آکر کہا ”مہاشا! آپ کے پاس آئی ہوں کچھ بول سکتی ہوں؟“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھ مانہ کہو۔ تم سے رشتہ ختم ہو چکا ہے میں تو تمہیں سخت سزا میں دینے والی تھی لیکن انعام دے رہی ہوں۔“

”بے شک آپ نے اتنا بڑا انعام دیا ہے کہ کوئی مجھے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے ان تین سیاستدانوں کو بھی زیر کر لیا ہے اور اب اسرائیلی اکابرین اس بات پر رضامند ہیں کہ میں وہاں جا کر الپا کی جگہ سنبھال سکتی ہوں۔“

”تو کیا تم اسرائیل جانے کی حثیت کرو گی؟“

”ہرگز نہیں کچھ عرصے بعد میں اپنی ایک ڈی وہاں بھیج دوں گی تاکہ ان اکابرین کی تسلی ہوئی رہے۔“

”ٹھیک ہے تمہیں کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب کیا کہنے آئی ہو۔“

”میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ آپ سے گزرا کر عاجزی سے کہتی ہوں کہ میری غلطی معاف کر دیں مجھ سے ناراض نہ ہیں۔“

”جب تم اسرائیل پر حکمرانی کرتی رہو گی اور میرے خلاف محاذ نہیں بنائو گی میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو

پیشہ دانان کا دلچسپ ترین سلسلہ

طالوت

بیت نمبر 60
بیت نمبر 23

کتابیات پبلیکیشنز

پیشہ دانان کا دلچسپ ترین سلسلہ

”مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ آئندہ بھی اپنے پوتے کے لیے کچھ نہیں کر سکے گی۔ ہمیں قدرتی اشارے مل رہے ہیں ہم کچھ کرے تب تک عدنان سے لافٹ نہیں رہیں گے۔“

سونیا یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی اور یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ جو کرنا ہوگا وہی کرے گی اور دیکھے گی کہ دشمن کس طرح اس کے پوتے کو اس سے جھین کر لے جاتے ہیں؟ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی تو میں نے کہا ”فکر نہ کرو تم نے عدنان کے سلسلے میں بڑی پریشانیاں اٹھائی ہیں اسے یہاں میرے پاس لے آؤ ہم دونوں مل کر اس کی حفاظت کریں گے؟ میں ہندوستان میں تھا اور سونیا دشمنی میں تھی۔ اس نے صابر بن طاہری سے کہا تھا کہ دوسرے دن کی فلائٹ سے وہ اڑا دیا جائے گی اور اپنے پوتے کو بھی ساتھ لے جائے گی اس کے لیے وہ دو پیش ریز رو کرانی جائیں۔

خیال خروانی کے ذریعہ ایسا کرنا کچھ مشکل تھا۔ سٹیج ریزرو ہو گئیں اور وہ دوسری صبح اپنے پوتے کے ساتھ ہندوستان جانے والی تھی۔ صابر بن طاہری سے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو حفاظت سے ایئر پورٹ میں لے آئے۔ دوسرے تمام ٹیلی پیٹھی جانے والوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو الٹ کر دیا گیا تھا کہ وہ اب سے لے کر کل صبح تک بہت محتاط رہیں۔ جب تک عدنان سونیا کے ساتھ جہاز میں سوار نہ ہو جائے اور وہاں سے روانہ نہ ہو جائے تب تک سب اپنے اپنے طور پر مستعد رہیں۔

وہ اس رات آرام سے سوئی ہوئی تھی صبح جلدی اٹھنے والی تھی لیکن آدھی رات کو صابر بن طاہری نے اس کے دماغ میں کچھ کراہے مخاطب کیا وہ بولی ”کیا بات ہے؟“

وہ پریشانی سے بولا ”میڈم! میں بہت شرمندہ ہوں عدنان بابا یہاں نہیں ہیں۔“

وہ چیخ کر بولی ”یہ کیا کہہ رہے ہو؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ میں نے تو انہیں کمرے میں بند کیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے کیسے نکل کر چلے گئے؟ یہ میں نہیں جانتا آپ تو جانتی ہیں کہ عدنان بابا کیسی بھی بندشوں کو توڑ کر چلے جاتے ہیں اور ہم دیکھنے کے دیکھنے ہی رہ جاتے ہیں۔“

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا ”ہائے عدنان! میری جان! میری زندگی میں بڑے بڑے شہزاد اور خطرناک دشمن آئے انہوں نے مجھے پریشان نہیں کیا جتنا کہ تم کرو؟ ہو..... کہاں گئے ہو میری جان!.....؟“



میری ناراضگی دور ہو جائے گی۔ جب میں تمہیں ماما کہنے کا حق بھی دے دوں گی، تم جاؤ اب تمہیں پہاڑ جیسی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔“

وہ شکر یہ ادا کر کے چلی گئی۔ اس وقت صابر بن طاہری وہاں موجود تھا اس نے کہا ”میڈم! آپ نے اسے سزا دینے کے بجائے انعام دے دیا۔ اتنی بڑی کامیابی تو کبھی وہ زندگی بھر حاصل نہیں کر سکتی تھی۔“

”میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا کیا ہے اسے اپنا آلہ کار بننا کرنا کوف اور آوازوں کو اسرا اکیلے ہٹا دیا ہے۔ اب وہاں ان کی دال نہیں گھلے گی رہ گئی انا ہیلا تو وہاں حکمرانی کے دوران اگر میرے خلاف محاذ آرائی کرے گی تو پچھتاوے کی۔ میری ہدایات پر عمل کرے گی تو مجھے بھی فائدہ پہنچے گا اور میں اسے بھی فائدہ پہنچاؤں گی۔ ہم مجھے عدنان کے بارے میں بتاؤ۔“

”میں کیا بتاؤں میڈم؟ آپ کا پوتا بہت ہی پریشان کرنا ہے۔ آپ مجھے اس کی حفاظت کی ذمہ داری دے کر مجھے بڑے امتحان میں ڈالا ہوا ہے۔“

”اب کیا ہوا؟“

”پتا نہیں کیا بات ہے وہ بہت بے چین رہتا ہے، خیالوں میں گم رہتا ہے میں اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں تو خیالات پڑھ رہے نہیں جاتے۔“

”تم اس سے پوچھو کہ اس کے اندر بے چینی کیوں ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے۔“

”میں نے پوچھا تھا وہ کہتا ہے کہ اسے تاشا کی یاد آتی ہے۔“

سونیا نے پوچھا ”تاشا؟ کیا ارنکوف کی بیٹی؟“

”نہیں میڈم! وہ اسے بہت یاد کرتا ہے اور اسی کی باتیں کرتا رہتا ہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پوتے کے خلاف منتر پڑھے جا رہے ہیں اس کے دل و دماغ کو وہ تاشا کی لڑکی اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔“

اور یہی ہو رہا تھا۔ تاشا پچھلے دو دنوں سے اور دو راتوں سے اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے منتر پڑھتی رہی تھی۔

اب اس کا خاطر خواہ اثر ہو رہا تھا۔ سونیا نے جناب تبریزی سے رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ جس طرح انوشے کی حفاظت روحانی عمل کے ذریعے کی گئی ہے۔ اسی طرح عدنان کی بھی حفاظت کریں۔

اس پر جناب تبریزی نے معذرت چاہی تھی اور کہا تھا

کتابیات پبلی کیشنز

سوئیٹا نے اناپلا کو بتا دیا تھا کہ عدنان کو کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اناپلا دوسرے تمام کالے متزوں کا عمل کرنے والوں سے پہلے عدنان تک پہنچ سکتی تھی۔ یہ معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کس طرف گیا ہے اور اسے کس طرح قابو میں کرنا چاہیے؟ فی الحال عدنان کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے؟ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گزرتے تھے اور ایسے میں اس کے ذریعے اہم معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

وہ ایسے متز پڑنے لگی جن کے ذریعے تمام خالقین کا توڑ ممکن تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ سب طلسمی آلات کے ذریعے عدنان کا سراغ لگانے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ وہ اپنے مخصوص متزوں کے ذریعے ان طلسمی آلات کا رخ بدل سکتی تھی اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔

دلاؤ میمر! ارناف کو ف اور آوازوں کا خیال تھا کہ تاشا کے متزوں نے عدنان کو اناپلا کی قید سے رہائی دلائی ہے اور وہ اناپلا کی قید سے نکل کر کسی طرف جا رہا ہے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد انہیں پتا چلا کہ ان کے طلسمی آلات صحیح طور پر عدنان کی نشان دہی نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اناپلا ان کے متزوں کا توڑ کر رہی ہے۔

دلاؤ میمر نے پریشان ہو کر سوچا "میں اپنی اس سوتیلی بہن کو نادان بچی سمجھ رہا تھا لیکن وہ تو پھاڑوں سے ٹکرا رہی ہے۔ عدنان کو کوٹھارے کے بعد فہار اور سوئیٹا کے لیے بھی پہنچ بن گئی ہے۔ اب میرے طلسمی آلات کا رخ بھی موڑ رہی ہے۔ اس سوتیلی بہن اناپلا کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

تمام کالا عمل کرنے والے دلاؤ میمر! ارناف کو ف! آوازوں! تاشا اور اناپلا نے اپنے اپنے اطراف ایسا جادوئی حصار بنالیا تھا کہ کسی کا بھی طلسمی آلہ ان میں سے کسی کی بھی نشان دہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کس دنیا کے کس حصے میں ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ تمام کالا جادو جاننے والے دشمن اناپلا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر ایک بار بھی پہنچ جاتے تو اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ جسے وہ ایک معمولی اور نادان بچی سمجھتے آ رہے تھے۔ وہ دھماکوں پر دھماکے کرتی جا رہی تھی۔

کچھ مسائل کا حل بہت آسان ہوتا ہے لیکن مشکل حالات اور فنی الجھنوں کے باعث وہ حل اس وقت سمجھ میں نہیں آتا اور کسی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک وہ بات دماغ میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح دلاؤ میمر کے دماغ میں اچانک یہ ہی خیال پیدا ہوا کہ اناپلا کی بہت بڑی کمزوری ہے کیلیا جاسکتا

ہے اور اس کی بہت بڑی کمزوری اس کی ماں ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے اناپلا کی ماں کو اپنا ہتھیار کا پتلا تیار کیا پھر وہ طلسمی آلے کو اس کے قریب لگا کر متزوں کا چابک کرنے لگا۔

تاشا اپنے ہونے والے ننھے شوہر کو حاصل کر سکتے تھے اس لیے پریشان تھی۔ اس نے کسی کی قید سے عدنان کو نکلانے کے سلسلے میں کامیابی حاصل کی تھی اور اتنی بڑی کامیابی کے بعد اب اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ عدنان کہاں ہے؟

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ رہی تھی لیکن اس کا دماغ تو ایک عجوبہ تھا۔ وہ جس طلسمی آلے کے ذریعے اس کا سراغ لگانا چاہتی تھی۔ اس آلے کا توڑ کر رہی تھی اور وہ جھجھکا کر ماں سے کہہ رہی تھی "یہ لڑکا ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ کیا اسے کسی طرح قابو میں کیا جاسکتا؟"

ارناف کو ف نے کہا "بھئی! پریشان نہ ہو۔ کبھی کامیاب ہو کبھی ناکامی ہوتی ہی رہتی ہے۔ کبھی ہم جیسے شہ زوردار کمزوروں کے سامنے وقتی طور پر جھکتا پڑتا ہے۔ ہم اسے میں کرنے کی پوری کوششیں کر رہے ہیں۔"

جب عدنان کے دماغ میں خیالات گزرتے نہیں ہوئے تھے اور اس کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز رہتا تھا تو خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے آس پاس کے مناظر دیکھ سکتے تھے اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن سکتے تھے لیکن خیال خوانی کے ذریعے اس سے بول نہیں سکتے بولتے تو وہ آواز نہیں سنتا تھا۔ یہ سمجھ ہی نہیں پاتا تھا کہ کتنے قیمتی جاننے والے بیک وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ دشمن اس کے اندر زلزلے پیدا کرنا چاہتا تو ناکام رہتا۔ کیا اس کا دماغ کسی بھی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں تھا۔ انہیں محسوس ہی نہیں کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ اس کے دماغ میں تمام ٹیلی فنی کالوں کا آواز جانا لگا ہوا تھا۔ وہ انتظار میں تھے کہ اس کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو شاید اس کے بارے میں معلوم کر سکیں گے۔ وہ تقریباً تین گھنٹوں تک وقفے وقفے اس کے اندر جاتے اور آتے رہے اور مایوس ہوتے رہے۔ ان میں سے کتنے ہی مایوس ہو گئے۔ انہوں نے وقت کے کاب دو چار گھنٹوں کے بعد چائیں گے۔ شاید اس وقت ہی اس کے خیالات پڑھنے کے قابل ہو سکیں۔ دلاؤ میمر! کو ف! آوازوں اور تاشا وغیرہ نے بھی یہی سوچا کہ کیا جاسکتا

بڑا کالے عمل کی طرف توجہ دینی چاہیے پھر ایک آدھ گھنٹے بعد اس کے دماغ میں جا کر معلوم کیا جائے گا۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ قسمت اناپلا کا ساتھ دے رہی تھی۔ ایک ایسے ہی وقت عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ اس نے عدنان کے ذریعے دیکھا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس وقت کس کے ساتھ ہے؟ تاہم اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھ سکتی تھی اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن سکتی تھی۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس وقت ایک اڑت ہوٹل تمام مسافروں کو کوچہ چلائی کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے کسی خانوں کی آواز سنائی دی "بیٹے! تم کو لڈو رکب لو گے یا گرم روٹھے پٹا پسند کرو گے؟"

وہ بولا "میں دودھ پیوں گا۔"

انپلا اس خانوں کی آواز سننے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے مختصر خیالات نے بتایا کہ ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی اس کا ایک پانچ برس کا بیٹا مر گیا تھا۔ وہ اس کا ماتم کر رہی تھی۔ دوسرا شیل کے شہرٹل ایبیل میں رہتی تھی۔ وہاں سے آئی ہوئی تھی۔ اب بیٹے سے محروم ہو کر وہاں جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے عدنان کو اڑت پورٹ کے راستے پر دیکھا پھر اسے اپنی کار میں بٹھالیا۔ اس سے اس کے بارے میں پوچھنے لگی تو اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی "تم میرے بیٹے بن کر میرے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ چلو گے؟"

عدنان نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اسے لے کر اڑت پورٹ پہنچ گئی۔ اس کے پاس پورٹ میں پانچ برس کے بیٹے کی انٹری موجود تھی۔ وہ اس کے ذریعے عدنان کو لے کر اب امرٹل کے شہرٹل ایبیل کی طرف جا رہی تھی۔

انپلا تیزی سے سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ سب سے پہلے تو یہ خیال آیا کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی عدنان کے دماغ میں پہنچ رہے ہوں گے اور یہ سب کو معلوم کر رہے ہوں گے اس کے ذریعے اس خانوں کے دماغ میں بھی پہنچ رہے ہوں گے۔

سب سے پہلا اور ضروری کام یہی تھا کہ اس خانوں کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔ پہلے یہ یقین کیا جائے کہ اس کے دماغ میں اس وقت کوئی موجود نہیں ہے۔ اس خانوں کا نام جویانا ڈائن تھا۔ اس وقت وہ کھانے میں مصروف تھی۔ اناپلا خاموش رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں کوئی اور

ہے یا نہیں؟ قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ ان لحاظ میں کوئی اس کے اندر پہنچا ہوا نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی جویانا کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ وہ سستی اور محسوس محسوس کرنے لگی۔ اس نے کھانے کو چھوڑ دیا پھر اڑت ہوٹل سے کہا کہ برتن واپس لے جائے اور خود کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔ آٹھ گھنٹوں کو بند کر لیا۔

انپلا فوراً ہی مختصر سے خوبی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگی۔ صرف پندرہ منٹ میں ہی جویانا ڈائن کا دماغ لاک ہو گیا۔ اس کے بعد بھی وہ بہت دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟

یہ اطمینان ہو گیا کہ اس وقت کوئی اس کے اندر موجود نہیں تھا اور قسمت نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اس نے جویانا ڈائن کا ایک پتلا تیار کیا پھر اس پتلے کو بھی مردہ انسانی کھوپڑی کے اندر رکھ دیا اور متز پڑھنے لگی۔ ان متزوں کے ذریعے دوسرے تمام کالا جادو جاننے والوں کا راستہ روکنے لگی۔ ان متزوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے طلسمی آلے اس خانوں جویانا ڈائن تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی اس کی نشان دہی کر سکتے تھے۔ ان تمام دشمنوں کو عدنان کے

صدیق علی

کالیپلا

مصنف: ایم۔ اے۔ راحت

25 سال

اس انسان کی کہانی جو سیریں روئے

اور شاید آج بھی کہیں موجود ہو

تنت نی سیٹ - 330 روپے

مشقی فخر مولائی کی کہانیوں کے پڑھنا شروع کیجئے

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 021-5804300

23 مارچ 2008

742000

Established 1970

www.263-c

تلاش کر رہی ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے دماغ میں مٹی جی تو پتا چلا کہ اس کے اندر بھری طرح کے خیالات گڑبگڑ ہو گئے ہیں۔ پلیز..... تم میری ماں سے دشمنی نہ کرو۔“

”دشمنی تو لازمی ہوگی۔ ہم اسے قابو میں کریں گے۔ تم بھی ہمارے قابو میں آؤ گی۔“

”اگر میں کسی طرح ایک گھنٹے کے اندر عدنان کو تلاش کر کے تمہارے حوالے کر دوں تو کیا میری ماں کو چھوڑ دو گی؟“

”بے شک..... ہمیں عدنان چاہیے۔ اس کے بعد ہم تمہاری ماں کو پریشان نہیں کریں گے۔“

”تو پھر ایک گھنٹے تک میری ماں کو کسی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔ اس سے دور ہو جاؤ۔ میں ایک گھنٹے بعد اپنا وعدہ پورا کر دوں گی۔“

ارنا کوف نے قہقہہ لگایا پھر طرہ انداز میں کہا ”تم مجھے اپنی طرح نادان بچی سمجھتی ہو؟ ایک گھنٹے کے لیے مجھے اپنی ماں سے دور کر رہی ہو؟ تاکہ ہمارے مشرد کا تو ذکر سکوا؟ اپنی ماں کے گرد حصار باندھ سکو۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ میں ایک گھنٹے تک چاہوں گی کہ تمہارے ماں کو کم سے کم تکلیف پہنچے مگر میں اس بات کی ضمانت نہیں دوں گی کہ دلاؤ می میرا کیا کرے گا۔ کیونکہ تمہاری ماں پر اس کا بھی جادو چل رہا ہے۔ تم اسے بھی راضی کرو۔“

اس کی ماں مسلسل تکلیف میں تھی اور سویوں کی چیخ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی پتھر رہی تھی۔ اسے کسی ایک جگہ قہقہہ نہیں آ رہا تھا۔ وہ ماں کو سمجھا رہی تھی کہ جلد ہی اسے سکون پہنچانے کی کوشش کرے گی لیکن وہ تمام سوتیلے بہت زبردست تھے۔ وہ تین طرف سے حملے کر رہے تھے ایک طرف دلاؤ می میرا تھا دوسری طرف ارنا کوف تھی اور تیسری طرف آوازوں تھا اور وہ تہا ان تینوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔

وہ تڑپتے ہوئے بولی ”بیٹی! وہ تینوں زبردست ہیں۔ جانی دشمن ہیں۔ تم ان سے مقابلہ نہیں کر سکو گی اور اگر شکست کھا جاؤ گی تو وہ میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں گے اور میں یہ بھی نہیں چاہوں گی کہ میری بیٹی پر ان کا سایہ بھی پڑے۔“

”آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت کر لوں گی اور میں اس سلسلے میں کامیاب بھی ہو رہی ہوں۔ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں مگر ناکام ہو رہے ہیں۔“

”بیٹی تو میں بھی سوچ رہی ہوں کہ وہ کب تک ناکام ہوں گے؟ وہ بہت زبردست ہیں۔ بیٹی! جب تم پیدا ہوئی تھیں ہوئی تھیں۔ میں تب سے انہیں جانتی ہوں۔ وہ خون خوار کتابیات پبلی کیشنز

عورت ارنا کوف جو تمہاری سوتیلی ماں ہے۔ تمہارا خاں لے گی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔“

ایسے وقت صاحب بن علی نے آ کر کہا ”انا بیلا اچھا میڈم نے بلایا ہے۔“

وہ ماں سے بولی ”آپ ذرا صبر کریں۔ تکلیف برداشت کریں۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ خیال خرابی کی پرواز کرتی ہوئی سونیا کے پاس پہنچے۔ اس نے پوچھا ”کیا تم میرے عدنان کو تلاش کر رہی ہو؟“

”میڈم! میں اسی سلسلے میں مصروف تھی۔ اپنے کالے مشرد کے ذریعے بھی اسے تلاش کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میری ماں تکلیف میں مبتلا ہو گئی۔ پتا چلا کہ دلاؤ می میرا کوف اور آوازوں سب ہی میری ماں پر جادو کر رہے ہیں اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔“

سونیا نے کہا ”ابھی ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والے نے بتایا ہے کہ میرا پوتا ایک طیارے میں ستر کر رہا ہے۔ پتا نہیں کہاں جا رہا ہے؟“

”یہ میں نے بھی معلوم کیا ہے۔ دلاؤ می میرا کوف اور آوازوں نے بھی خیال خرابی کے ذریعے معلوم کیا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ آخر عدنان پایا کس کے ساتھ ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟“

سونیا نے کہا ”میرے پوتے کے ساتھ کوئی عورت ہے۔ اس کی آواز سنی جا رہی ہے لیکن کوئی اس کے دماغ میں نہیں لگا پار رہا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ وہ یوگا کی ماہر ہوگی۔ میری اصل اور میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اس پر کسی نے خوبی عمل کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے مگر ایسا کس نے کیا ہوگا؟“

وہ بولی ”ابھی سوال مجھے بھی پریشان کر رہا ہے۔ اور ہمارا کوف اور آوازوں کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور وہ اس عورت تک پہنچنے کے سلسلے میں ناکام ہو رہے ہیں۔“

سونیا نے کہا ”اور میں نے دلاؤ می میرے پوچھا ہے“

”میں قسمیں کھا کر کہہ رہا ہوں کہ اس نے اس عورت پر خوبی عمل نہیں کیا ہے۔ نہ ہی اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اگر ایسا کرتا تو وہ عدنان کو اپنی طرف لے آتا۔“

انا بیلا نے انجان بن کر پوچھا ”تو پھر ایسا کون کہا ہوگا؟“

”میں تو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ نہ تو ارنا کوف نے ایسا کیا ہے نہ آوازوں نے نہ دلاؤ می میرا نے اور نہ ہی ہمارے کسی ٹیلی بیٹھی جانے والے نے۔ پھر اس عورت آوازوں کا

دماغ کیسے لاک ہو گیا؟“

”میڈم! ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایسا کون کر رہا ہے؟“

سونیا نے بڑے ہی غم سے ہونے لپچے میں کہا ”دیکھو انا بیلا! تم میرے سامنے کی بیٹی ہو۔ مجھ سے اوپر اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ تم مجھے دھوکا دو گی تو تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں اسرائیل کی حکمرانی کا موقع دیا ہے۔ میں یہ سب کچھ چین کتی ہوں۔“

”آپ مجھ پر خواتو اہلہ کر رہی ہیں۔ فارگاڈ سیک.....! ابھی مجھ پر شبہ نہ کریں۔ میں بہت مصیبت میں ہوں اپنی ماں کی جان بچانا چاہتی ہوں اور عدنان کو بھی تلاش کر رہی ہوں۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اگر آپ نے مجھ پر شبہ کیا اور میں نے آپ کا اعتماد کھو دیا تو میں کہیں کی کہیں رہوں گی تاہم ہو جاوے گی اور میں تباہ و برباد نہیں ہونا چاہتی۔ آپ سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔ آپ کے تعاون اور مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کر پاؤں گی۔ پلیز..... مجھ پر شبہ نہ کریں۔ مجھے یہ موقع دیں کہ میں عدنان کو تلاش کر کے آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔“

سونیا نے گہری سانس لے کر کہا ”ابھی بات ہے۔ میں نہیں مومن دے رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ میرا پوتا کہاں جا رہا ہے؟ کہاں پہنچے والا ہے اور اس کے پیچھے کون لوگوں کا ہاتھ ہے؟“

”میں آپ کے پوتے کو تلاش کر رہی ہوں پلیز..... آپ میری بیٹی کو بچائیں۔“

”میں ابھی اپنے ٹیلی بیٹھی جانے والوں سے کہتی ہوں۔ وہ سب کے سب بیک وقت تمہاری بیٹی کے دماغ پر قبضہ جائیں گے۔ اسے غائب دماغ بنا دیں گے۔ وہ تکلیف سے نجات حاصل کرتی رہے گی اور ایسا کتنی گھٹنوں تک ہوتا رہے گا۔ اتنے عرصے میں تم اپنی ماں کو نجات دلانے کے لیے ان کے جادو کا ذکر کر سکتی ہو۔“

”شکر یہ میڈم! اس سے بڑی مدت مجھے مل ہی نہیں سکتی۔ میں ابھی اپنی ماں کے پاس جا رہی ہوں۔“

انا بیلا بہت ہی خود غرض اور مکار تھی۔ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کی ماں کو بچانے کے لیے سونیا کتنی اچھی تدبیر اختیار کر رہی ہے۔ تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے اس کے دماغ پر قبضہ جمانے لگے اسے غائب دماغ بنا کر رکھیں گے۔

اسے سونیا کا احسان مند ہونا چاہیے تھا لیکن وہ ہماری بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے

عدنان کے معاملے کو سونیا سے چھپا رہی تھی۔ اسے دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی ماں کے پاس واپس آئی تو یہ دیکھ کر چونک گئی کہ اس نے زہر لی لیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”بیٹی! یہ آپ نے کیا کیا؟“

وہ آخری سانس لے رہی تھی۔ ڈوبی ہوئی آواز میں بولی ”بیٹی! میں نہیں چاہتی کہ وہ تینوں زبردست سوتیلے جادو کے ذریعے تم پر غالب آ جائیں اور میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں۔ میں اس دنیا میں نہیں رہوں گی تو تمہاری کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ میں تمہیں آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے اور سوتیلوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس دنیا سے جا رہی ہوں۔“

وہ بولتے بولتے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ انا بیلا اس سے لپٹ کر روئے گی۔ اس کا دل دکھ رہا تھا لیکن ذہن میں یہ بات تھی کہ اب واقعی اس کی کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ میں نہیں آئے گی۔ ماں نے اس کی مشکل آسان کر دی ہے۔ اسے دوسرے دن کی فلائٹ سے اسرائیل جانا تھا۔ اس نے اسی رات ماں کی تدفین کے فرائض انجام دیے پھر ارنا کوف کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو اس نے پوچھا ”تم پچھلے چار گھنٹوں سے کہاں تھیں؟ کیا اپنی ماں کی حفاظت کر رہی تھیں؟ ہمارے خلاف مشرد بڑھ رہی تھیں۔“

”مجھے کسی کے خلاف مشرد بڑھنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ میری ماں سے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کی خاطر قربان ہو گئی ہے۔ اس نے اپنی جان دے دی ہے۔ اب تم سب اپنی اپنی جان کی سلامتی کی فکر کرو۔ میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑ دوں گی۔“

آوازوں اور ارنا کوف نے سن کر پریشان ہو گئے کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ انا بیلا نے کہا ”پہلے تم لوگوں نے مجھ سے دوستی کرنی چاہی لیکن تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم لوگوں سے دوستی کی جائے۔ تم نے مجھے دشمنی برمجو کر دیا۔ اب تاؤ مجھ سے کسی دوستی کرو گے یا سمجھتا کرو گے؟ میں تو تمہیں اسرائیل میں گھسنے نہیں دوں گی اور ارنا کوف! تم جہاں جاؤ گی۔ میں تمہارا راستہ کانٹوں کی۔“

اب وہ آزاد اور خود مختار تھی۔ اس کی کوئی کمزوری کسی کے ہاتھ نہیں آ سکتی تھی۔ اب وہ مکمل کر اپنا مکمل کھیل سکتی تھی۔ اپنے تمام سوتیلے آوازوں دلاؤ می میرا اور ارنا کوف کے لیے ایک بار بھر بہت بڑا پیٹھ بن گئی تھی۔

چنڈال بری طرح گردش میں تھا۔ ایسی موت مرنے والا تھا کہ اپنی آتما جتنی کے ذریعے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی توانائی ختم ہو چکی تھی اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا کہ وہ اپنے ستر یاد رکھتا۔ ٹوٹی بے اور فرمانے اسے اس قدر کمزور بنادیا تھا کہ اب وہ اپنے تحفظ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے ہی وقت تاثرک مہاراج جگل بھٹا چارہ نے اسے ان مصائب سے نجات دلائی۔ اس کی آتما کو ایک نوجوان باڈی بلڈر کے جسم میں پہنچا دیا۔ اس باڈی بلڈر کا نام دکی ورا تھا۔ ایک تو چنڈال فطر کا عیاش تھا اور اوپر سے اسے ایک نوجوان باڈی بلڈر کا جسم مل گیا تھا۔ اس کے وارے بنارے ہو گئے تھے۔

اس نے اس کی بہتری معلوم کی تو پتا چلا کہ وہ شدہ زور تو ہے مگر دولت مند نہیں ہے۔ چنڈال کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی ٹیلی پتھی یا کالے علم کے ذریعے خوب دولت کما سکتا تھا اور بیش و رام سے زندگی گزار سکتا تھا اب تو ایک سے بڑھ کر ایک جینڈاس کی زندگی میں آ سکتی تھی۔

نی الحال یہ معلوم ہوا کہ دکی ورا کی ایک بہت ہی خوب صورت محبوبہ ہے اور اس محبوبہ کا نام انجلی ہے۔ ہندی زبان کے حوالے سے انجلی ایک شاعرانہ نام تھا۔ اس نام سے پتا چلتا تھا کہ وہ اپنے نام کی طرح سختی خوب صورت ہوگی؟ ایسے وقت وہ بھول گیا کہ بھارتی حکمرانوں نے ایک ٹیلی پتھی جاننے والی لڑکی کا دعویٰ کیا تھا کہ یہ لڑکی خیال خوانی کرتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ رہ کر چنڈال کو تلاش کر رہی ہے۔

اس ملک میں سیکڑوں ہزاروں انجلی نام کی لڑکیاں ہوں گی۔ اس لیے چنڈال نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ ٹوٹی بے ایک امریکی ٹیلی پتھی جاننے والا تھا۔ چنڈال نے اس پر تنقید بھی کر کے اس کی شخصیت اور مذہب سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے تمام امریکی ٹیلی پتھی جاننے والے اپنے اس سامی کو تلاش کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر تھا۔ وہ ٹوٹی بے کو تلاش کرنے کے لیے اٹھ آیا ہوا تھا۔ اور اس نے انجلی نام کی ایک خوبصورت لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہوا تھا۔ وہ چونکہ بہت بوڑھا تھا عیاش نہیں تھا اس لیے اس نے انجلی کو بھی بھاری کھاتھا۔ اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوئی تھی کہ وہ ٹیلی پتھی جانتی ہے۔ اس طرح اس نے انجلی کے ذریعے بھارتی اکابرین سے رابطہ

کیا تھا۔ انجلی نے اپنے عامل ماؤز ہنٹر کی مرضی کے مطابق بھارتی اکابرین سے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پتھی کے ذریعہ ان کے کام آتی رہے گی۔ چنڈال ان دنوں آری کے یوگا جاننے والے افسران کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ وہ میری ہتھ مارا گیا تھا۔ اور اس کی آتما دوسرے جسم میں ساکنی ہو گئی۔

ان سب واقعات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنڈال طرح طرح کی معینیتوں سے گزرتا ہوا اب دکی ورا کے جسم میں چلا گیا تھا۔ اس کے اندر کی ہوس کہہ رہی تھی انجلی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسی ہے؟ اسے اپنے پاس بلانا چاہیے۔

اسے بلانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری تھا اور اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اس کی آواز اور دلچر سنا بھی ضروری تھا۔ دکی ورا کا دماغ اب اس کا اپنا دماغ تھا اور اب وہ اپنے ہی دماغ میں رہ کر دکی ورا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اس نے معلوم کیا کہ انجلی سے فون پر رابطہ ہوتا رہا تھا لیکن اس نے آج چند گھنٹے پہلے ہی کہا تھا کہ اس کا پہلا والا فون نہیں کم ہو گیا ہے۔ لہذا وہ نیا فون خرید کر فوراً ہی اس سے رابطہ کرے گی اور اپنا نیا نمبر بتائے گی۔

یعنی اب اسے انتظار کرنا تھا۔ پتا نہیں کہ وہ اس سے رابطہ کر کے اپنا نیا فون نمبر بتانے والی تھی۔ وہ دکی ورا سے اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ بہت ہی حسین ہے لیکن کچھ پراسرار سی ہے۔ کبھی تو وہ دکی ورا کے اندر کی باتیں جان لیا کرتی ہے اور کبھی کچھ جان نہیں پاتی۔ دکی ورا نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا تم ٹیلی پتھی جانتی ہو؟ اس نے ہنسنے ہوئے کہا ”ٹیلی پتھی تو نہیں جانتی لیکن ایسا لگتا ہے۔ جیسے میرے اندر بھی کبھی کوئی آتما سا جانی ہے اور ایسے وقت میں اپنے سامنے والے شخص کی باتیں سمجھتی ہوں۔“

چنڈال یہ باتیں معلوم کر کے کچھ پریشان ہو گیا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ لڑکی ایسی پراسرار کیوں ہے؟ کیا واقعی اس کے اندر کسی کی آتما سا جانی ہے؟ یا پھر یہ ٹیلی پتھی جانتی ہے اور اس علم کو دکی ورا سے چھپا رہی ہے؟

دہ دکی ورا کے ایک چھوٹے سے مکان میں آ گیا تھا وہاں اس کی ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ معلوم کر رہا تھا کہ وہاں کسی زندگی گزارتا ہے؟ اس مکان میں اس کی ایک ایک چیز دیکھنے رہنے کے دوران وہ انجلی سے تعلق بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ چونک گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ انجلی ہی ایک جوان لڑکی ٹیلی پتھی جانتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کا

مارکتی رہتی ہے۔ یاد آتے ہی وہ خوش ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا جو اس کی حالت میں بھارتی اکابرین کی مدد کر رہی تھی۔ وہ خود اس کے قتل میں آئے والی تھی۔

تاثرک مہاراج جگل بھٹا چارہ نے اسے تاکید کی تھی کہ کبھی ٹیلی پتھی کا یا کالے جادو کا کوئی معاملہ ہو تو پہلے اسے خبر کی جائے اور اس سے مشورہ لیا جائے۔ اگر وہ اس کے طور سے کے بغیر کوئی قدم اٹھائے گا اور کوئی غلطی کرے گا تو اسے اس کی سخت سزا دی جائے گی۔

اس نے تاثرک مہاراج سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا ”مہاراج! میں آپ کا سبک چنڈال ہوں۔“ وہ بھاری بھر کم آواز میں بولا ”ہوں۔۔۔۔۔۔ ابھی میں تمہارے دماغ میں تھا۔ یہ معلوم کر رہا تھا کہ تم نیا جسم حاصل کرنے کے بعد کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارے تمام خیالات بڑھ رہا تھا۔ تم انجلی کے بارے میں مجھ سے باتیں کرنے آئے ہو۔“

دو دنوں کا تھ جوڑ کر سر جھکا بولا ”مہاراج! آپ تو میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کچھ جان گئے ہیں۔ اب آپ باتیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”تم انجلی سے ضرور ملو۔ وہ بھی سمجھے گی کہ دکی ورا سے لڑ رہی ہے۔ تم اپنے اندر کی کوئی بات نہیں بتاؤ گے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھتا چاہے گی تو اسے پڑھنے دو۔ تم کبھی ماس نہ روکتا“ کبھی یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم اسے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو۔ باتیں میں اس سے سخت لوں گا۔“

دہ بولا ”میں دکی کا موبائل فون ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ جیسے ہی وہ مجھ سے رابطہ کرے گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ میرے پاس آ جائیں گے۔“

دو ماہی طور پر حاضر ہو گیا۔ دکی ورا ماس جینڈا کا پتا لھکنا کر رہا تھا۔ ابھی ٹی ٹی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کبھی پارک اور اس کی ریسٹورنٹ میں ملتے تھے۔ دکی نے ایک بار اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گھر چلے لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا تھا اور نہ ہی اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ ان حالات میں اسے انجلی کا انتظار کرنا تھا۔ نہ جانے کب وہ اس سے رابطہ کرنے والی تھی؟

چنڈال جب تک انجلی کا انتظار کر رہا گا۔ جب تک شیوانی کا ذکر ہو جائے۔ شیوانی بھی دوسرا جسم حاصل کرنے کے لیے تاثرک مہاراج جگل بھٹا چارہ کے پاس پہنچی تھی اور مہاراج

نے اسے ایک بہت ہی خوب صورت نوجوان لڑکی کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ اس لڑکی کا نام انکا اگنی ہوئی تھا۔ وہ بے انتہا دولت مند تھی۔ باپ نے مرنے سے پہلے اپنی دولت اور جائیداد کا تہائی حصہ اس کے نام کیا تھا اور ایک حصہ اس کی سوتیلی ماں کو دیا تھا۔ اس کا نام چندر تھی تھا۔ وہ اپنی سوتیلی بیٹی انکا اگنی ہوئی کی جانی دشمن تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے منصوبے بناتی رہی تھی کہ کسی بھی طرح انکا کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

انکا کی موت سے اس کی سوتیلی ماں کو کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں تھا۔ باپ نے وصیت میں صاف طور سے لکھا تھا کہ اگر اس کی بیٹی انکا کی موت واقع ہوگی تو اس کی تمام دولت اور جائیداد وہاں کے سب سے بڑے مندر میں دان کر دی جائے گی۔ اس کی ایک باقی بھی چند کچھ نہیں ملے گی۔ اور چندر بھی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اس کی دولت کا حصہ اسے ملے یا نہ ملے لیکن انکا زندہ نہ رہے۔ اس دولت سے عیش نہ کرے اور کسی طرح مر جائے۔

وہ چپ چاپ اندر ہی اندر انکا کے خلاف سازشیں کر رہی تھی۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تھی لیکن تاثرک مہاراج جگل بھٹا چارہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں کچھ کر معلومات حاصل کر لی تھیں اور شیوانی کو بتا دیا تھا کہ اس کے اندر بھی کبھی چھوٹے بڑے دشمن ہیں۔ جو آئندہ اس کے لیے مشکل بننے رہیں گے۔

شیوانی نے کہا ”مہاراج! میں ٹیلی پتھی نہیں جانتی ہوں اور دشمنوں کے ڈھکے چھپے ارادوں کو نہیں سمجھ پاؤں گی۔ میرے اندر کوئی ایسی شکتی پیدا کر دو کہ میں ان دشمنوں کے ارادوں کو سمجھتی رہوں اور انہیں منہ توڑ جواب دیتی رہوں۔“

جگل بھٹا چارہ نے کہا ”میرا ایک غلام ہے۔ جس کا موجودہ نام دکی ورا ہے۔ وہ ٹیلی پتھی جانتا ہے۔ تمہارے دماغ میں آتا جا رہا ہے گا اور تمہارے دشمنوں کے ارادے پڑھ کر تمہیں آگاہ کرنا رہے گا۔“

”مہاراج! آپ میرے اندر کی بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے پورس کو پھانسنے کے لیے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے ایک سندر لڑکی کا شریک دیا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اسے دکی ورا یا کوئی بھی تھ لگائے۔ میں اس خوب صورت بدن کو پورس کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔“

”میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔ دکی ورا کو سمجھا دوں گا کہ وہ تمہیں بھی تھ بھی نہ لگائے۔“

”مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالے گا۔“

”اس کی اتنی ہمت نہیں ہو سکے گی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے جھوٹ بولے گا یا دھوکا دے گا تو میری طرح چبھتے گا۔ تم اطمینان رکھو۔ وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ میں ایک مہربانی اور چاہتی ہوں۔“

”بولو..... کیا چاہتی ہو؟“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ پورے اس وقت کہاں ہے؟ میں وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔“

”میں نے تمہارے پرس کی آواز کبھی نہیں سنی۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا۔ یوں بھی وہ یوگا کا باہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔“

”کیا آپ کی طرح معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کس ملک میں ہے؟“

”جب اتنا میری موت ہوئی اور تم اس کے جسم سے نکل آئیں۔ اس وقت پورے کہاں تھا؟“

”وہ دشا بنے میں تھا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ابھی تک وہاں ہو۔“

”تم بے انتہا دولت مند ہو۔ دشا بنے تک سفر کرو پھر وہاں جا کر معلوم کرو کہ وہ وہاں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو وہاں سے کہاں گیا ہے؟“

”مہاراج! آپ کا وہ غلام دکی درما خیال خوانی کے ذریعے بیٹھے بیٹھے وہاں سے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو میرے لیے بڑی آسانی ہوگی۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں اور اسے تمہارے دماغ میں پہنچاتا ہوں۔“

”جنگل بھنا چار نے یہ چنڈال کے پاس آ کر اسے شیوانی کے بارے میں بتایا۔ اس کی بھیلی ہنسی کو مختصر ایمان کیا پھر کہا ”اب تمہیں اس کے دماغ میں مستقل رہنا چاہیے یا پھر اسی کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنی چاہیے۔“

”چنڈال نے پوچھا ”کیا شیوانی کا موجودہ جسم بھرپور جوان ہے؟ وہ خوب صورت ہے؟“

”وہ بہت خوب صورت ہے بہت دولت مند ہے لیکن تم اسے کبھی ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اگر تم نے کبھی اسے چھونے کی بھی کوشش کی تو میں تمہیں اس کو جوان اور خنجرور دکی درما کے جسم سے محروم کر دوں گا۔“

کتابیات چلی کیشنر

”میں اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہ کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔“

”تمہارے لیے بہتر یہ ہوگا کہ تم موجودہ شیوانی کو پسینا لگا اگلی ہوتی کو اپنی بہن تسلیم کر لو۔“

”وہ بچکا ہوتے ہوئے بولا ”مہاراج! آپ مجھے اسے بڑے احتیاط میں نہ ڈالیں۔ میں نے آج تک کسی کو جوان لڑکی بہن یا بیٹی نہیں بنایا ہے۔“

”کیوں امت کر دو۔ کیا تمہاری بیٹی جوان اور خوب صورت نہیں ہے؟“

”جی ہاں..... وہ تو ہے..... لیکن وہ میری بیٹی نہیں ہے۔ میرا خون ہے۔ صرف میں اسی کو اپنی بیٹی کہتا ہوں اور اس پر جان دیتا ہوں لیکن کسی اور کو نہ جینی کہہ سکتا ہوں نہ بہن بنا سکتا ہوں۔“

”تم شیوانی کو بہن بناؤ یا نہ بناؤ لیکن یاد رکھو! جب بھی اس نے شکایت کی کہ تم اس پر نیت خراب کر رہے ہو۔ تو پھر کچھ لو کہ وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ کبھی اس خوش گلی میں نہ رہنا کہ اب تم خنجر پڑھنے کے قابل ہو گئے ہو تو آتما کشی کے خنجر پڑھ کوئی نیا شریعہ حاصل کر لو گے۔ میں تمہیں ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ اس بات کو گروہ میں ہاندھ لو کہ میں نے تمہاری بہت سی اہم کرداریاں اپنی منگی میں رکھی ہیں۔ کبھی تم نافرمانی کر دو گے تب بتا دے گا کہ اگر تم میرے ہوتو میں ساہوکار ہوں اور تم پر حادی بن رہا ہوں گا۔“

”وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولا ”میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ بس ایک جتنی کرنا چاہتا ہوں۔“

”بولو..... تم جو چاہو گے وہ ہوگا۔“

”میں اپنی بیٹی کو اس کے موجودہ جسم سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔“

”تم ایسا کرنا چاہتے ہو؟“

”آپ نے باطل خانے میں دیکھا تھا کہ وہ ایک ایسا حسین عورت شہر سلطانہ کے جسم میں ہے۔ جس کا نقش غلی بیٹھی جانے والوں سے ہے۔ فرمان نای غلی بیٹھی جانے والا میری بیٹی کی آتما کو اس کے شریعہ میں قیدی بنا کر رکھتا ہے۔ وہ ٹوٹی ہے جو آپ کو خنجر پڑھنے سے روک رہا تھا وہ بھی اس فرمان کا دوست ہے اور میں ٹوٹی ہے سے بھی انتقام لینا چاہتا ہوں اور اپنی بیٹی کو بھی وہاں سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔“

”تمہاری یہ باتیں میرے حق میں ہیں اور میں چاہوں گا کہ ٹوٹی ہے سے انتقام لو اور اپنی بیٹی کو رہائی دلاؤ لیکن پہلے

47 پتا

میری تابعدار شیوانی کے پاس جاؤ اور اس کے کام آؤ۔“

اس نے چنڈال کو شیوانی کے دماغ میں پہنچا دیا۔ چنڈال نے کہا ”ہائے شیوانی! میں چنڈال بول رہا ہوں۔ مہاراج نے مجھے تمہارے پاس پہنچایا ہے اور یہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔“

”دکی درما! میں مہاراج کی موجودگی میں پوچھ رہی ہوں تم کہاں ہو؟“

”میں ناگ پور میں ہوں اور تم کہاں ہو؟“

”میں دہلی میں ہوں۔ کیا تم دہلی نہیں آ سکتے؟ میرے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے؟“

”مہاراج نے کہا ”اچھی یہ ناگ پور میں رہے گا۔ اگلی نام کی ایک لڑکی کے بارے میں کچھ حقائق معلوم کرے گا۔ جب معلومات حاصل ہو جائیں گی تو میں اسے دم دھوں گا یہ دہلی پہنچ جائے گا اور تمہارے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے رہا کرے گا۔“

پھر اس نے چنڈال سے کہا ”اب تم شیوانی سے باتیں کر دو اور اس کے تمام دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے اس کی مدد کرتے رہو۔ تم جا رہا ہو۔ کچھ دیر بعد شیوانی کے پاس آؤں گا۔“

”وہ چلا گیا۔ چنڈال نے کہا ”میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ تم اپنی سوتیلی ماں سے فون پر رابطہ کر دو۔ پہلے میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔“

شیوانی نے فون کے ذریعے اپنی سوتیلی ماں چندرکھی سے رابطہ کیا۔ وہ اس کی آواز سن کر بولی ”میں حیران ہوں کہ تم مجھ سے فون پر بات کر رہی ہو۔ آج سورج کہاں سے نکلا ہے؟“

”دہلی“

”سوری..... میں کوئی اور نمبر ڈال کر رہی تھی۔ غلطی سے آپ کا نمبر مل گیا۔“

”تم کہہ کر اس نے ریسیور رکھا۔ چنڈال چندرکھی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ الزا ہارن عورت ہے۔ وہ دیویارک میں پیدا ہوئی تھی۔ دہلی اس کی پردوش ہوئی تھی اور وہیں اس نے اگلی ہوتی کے باپ کو چھانسا تھا اس سے شادی کی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہندوستان آگئی تھی۔

اس نے دولت کے لالچ میں اس سے شادی کی تھی۔ پتا چلا کہ اس کا شوہر اگلی ہوتی اس سے زیادہ اپنی بیٹی کو چاہتا ہے اس نے اپنے شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے سو

47 پتا

جتن کے لیکن اس دوران میں یہ پتا چل گیا تھا کہ چندرکھی قرط حسم کی عورت ہے اور اس کا کسی دوسرے کے ساتھ کبھی افہم ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اگلی ہوتی نے اپنی بیٹی الکا کے نام چاند کا تین حصہ کیا اور باقی کا ایک حصہ چندرکھی کے نام اس لیے کر دیا کہ وہ دنیا والے اس کی طرف انگلی نہ اٹھائیں۔ اس کے مرنے کے بعد یہ بدنامی نہ ہو کہ وہ ایک بدجلن عورت کو اپنی چچی بیٹی کی سوتیلی ماں بنا کر لے آیا تھا۔

اگلی ہوتی بوڑھا تھا اور چندرکھی تیس برس کی جوان عورت تھی۔ اس بوڑھے کی پیاری سے فائدہ اٹھانے آئی تھی۔ وہ دسے کا مریض تھا۔ اس کی سانس پھولنے لگتی تو وہ بڑی مشکل سے اپنی سانسوں پر قابو پاتا تھا۔ طرح طرح کی دوائیں استعمال کرتا تھا۔

ایک رات اس کے یارے بیڑہ دم میں داخل ہو کر اس بوڑھے کے منہ پر کچھ رکھ کر دیا۔ اس وقت اس کی سانسیں پھولنے لگیں۔ وہ جدوجہد کے قابل نہیں رہا۔ تڑپتا رہا پھر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ اس نے کچھ ہٹا کر اس کی ناک کے نچھوٹوں میں اٹھایا ڈال کر اس کی ناک درست کی تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ اس کا منہ دبا کر اسے مارا گیا ہے۔

بعد میں تفتیش سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ سانس کا مریض تھا۔ اس لیے ایک دسے کے شدید دودھ کے سبب اس کی سانس رک گئی۔ پولیس نے چندرکھی پر شبہ نہیں کیا اور نہ ہی الکا نے یہ شبہ ظاہر کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوتیلی ماں اس طرح اس کے باپ کو ہلاک کرانے کی۔

چنڈال نے آ کر شیوانی کو بتایا کہ چندرکھی نے الکا کے باپ کو ہلاک کر لیا تھا۔ شیوانی نے کہا ”اس ذلیل عورت کو بہت سخت سزا دو۔ اسے اس قدر ذلیل کر دو کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ بعد میں اسے ایک پیار کوئل کرنے کی سزا دی جائے۔“

”وہ بولا ”اچھی آدھی رات کو اس کا پاراس سے ملنے آئے گا۔ وہ دونوں بیڑہ دم میں رات گزاریں گے۔ تم ایسا کر دو کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد پولیس کو فون کر دو۔ پولیس والے وہاں آ کر انہیں رینگے ہاتھوں پکڑ لیں گے۔“

آدھی رات کے بعد وہ چندرکھی سے ملے آیا تو چندرکھی نے دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا۔ وہ چنڈال کے زیر اثر تھی۔ دروازہ بند کرنا بھول گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پولیس والے دغنائے ہوئے آئے اور اس کے بیڑہ دم میں محسوس ہوئے۔ وہ دونوں قابل اعتراض حالت میں تھے۔ چندرکھی کتابیات چلی کیشنر

”کیا عدنان کا کچھ بچا چلا؟“

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ تمہارا عدنان کون ہے؟ مگر تمیں فلائٹ میں تین بچے ایسے ہیں جو چار باج اور چہ برس کے ہیں۔ وہ اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ مختلف ستوں میں گئے ہیں۔ دشانے سے ایک فلائٹ قاہرہ کی طرف گئی ہے۔ دوسری یورپ کے شہر بیرس کی طرف گئی ہے اور تیسری اسرائیل کی طرف۔۔۔۔۔“

شیوانی نے فوراً ہی کہا ”وہ بیرس جانے والی فلائٹ میں جو بچہ ہے۔ وہی میرا عدنان ہوگا۔ بس تم اس بچے کے بارے میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔“

وہ عاجزی سے بولا ”شیوانی! بھگوان کے لیے مجھے صاف کرو۔ بہت رات گزر چکی ہے۔ صبح ہونے والی ہے۔ مجھے سوئے دو آرام کرنے دو۔ میں کچھ نیند پوری کرنے کے بعد اٹھوں گا تو سب سے پہلے تمہارا بیٹی کا نام کروں گا۔“

وہ مسکرا کر بولی ”کوئی بات نہیں۔ تم نے اس حد تک معلومات حاصل کر لی ہیں مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ اب تم صبح میرا کام کرو۔“

وہ شیوانی کا شکر یہ ادا کر کے دفاعی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پریشان ہو کر سوچتا رہا کہ مہاراج کے حکم کے مطابق شیوانی کا خادم بن کر رہتا ہوگا۔ وہ اب تک آزاد اور خود مختار ٹیلی بیسی جاننے والے کی حیثیت سے زندگی گزارتا آیا تھا۔ ہر معاملے میں اپنی من مانیوں کیا کرتا تھا۔ آج بہت ہی مجبور ہو گیا تھا۔

وہ ابھی طرح سمجھ گیا تھا کہ تاترک مہاراج جگل بھٹا چارے پکڑتا زبردست جادوگر ہے اور ٹیلی بیسی بھی جانتا ہے۔ اس پر ہیشہ حاوی رہے گا اس کی بہت بڑی بڑی کمزوریاں اس کی بھی ہیں۔ اس نے اس پر عمل کر کے آتما ہتھی کے ختروں کو اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔ اب وہ ان ختروں کو لاکھ یاد کرنے کی کوششیں کرتا تو بچہ بھی وہ اہم ختروں سے یاد نہ آتے۔ وہ یہ جسم چھوڑ کر اب کسی دوسرے جسم میں جا کر تاترک مہاراج کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ اس کی نظروں سے اوچل نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کی دوسری کمزوری یہ تھی کہ وہ تاترک مہاراج کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے ایسا نوعی عمل کیا تھا کہ وہ مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا تھا۔

وہ اپنی بنی احتیاج کے لیے بہت پریشان تھا اور اسے شمر سلطانہ کے حکم سے نجات دلانے کے لیے بے چین تھا۔ اس

نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پاگل خانے میں ٹرسلٹ کے لب و لہجے کو سن چکا تھا۔ اس نے ان دونوں آوازوں کو لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ شمر سلطانہ کے اندر پہنچنا چاہتا وہ سوتے سوتے بڑبڑا کر اٹھ اٹھا اور فوراً ہی سانس روک لی۔

فرمان نے اس پر نوعی عمل کر کے اس کے دماغ کو اکڑا کر دیا تھا۔ اس کے ذہن کو بے ہدایت دی تھی کہ وہ ایک شخص لب و لہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گا تو وہ اسے محسوس کرے گی۔ جبکہ وہ کسی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ اس نے خطرہ محسوس کیا تو فوراً ہی فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا۔

اس نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“ شمر سلطانہ۔۔۔۔۔“

”میں نے ابھی اپنے دماغ میں کسی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔“

”پھر تو بھینچا چڑا لیا ہوگا۔ تم اسے دماغ میں گروڑ آنے دینا۔ ایک ٹیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔ اسے محسوس کرو تو فوراً ہی سانس روک لو۔“

شمر سلطانہ کے اندر سے احتیاج تھا کہ ”یہ سراسر زانیہ ہے۔ میرا باپ یہاں آنا چاہتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ تم انہیں کیوں روک رہے ہو؟ کیا باپ بنی کو لے کر روکنا ظلم نہیں ہے؟“

فرمان نے کہا ”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہارا باپ شیطان ہے۔ ہم شیطان کو اپنے قریب پھینکنے بھی نہیں دیتے۔“

پھر اس نے شمر سلطانہ سے کہا ”تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔“

ایسے ہی وقت اس نے پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا کہ سانس روک کر بولی ”فرمان! میں پھر وہی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہوں۔“

وہ بولا ”ایک بات یاد رکھو شیطان کے بارے میں شمر ہے کہ وہ جان سے نہیں مارتا۔ ہلکان کرتا ہے۔ اگر وہ پریشان کر رہا ہے تو کرنے دو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“

ادھر چنڈا ل دو بارہ شمر سلطانہ کے اندر جانے کی کوشش کرنے کے بعد سمجھ گیا کہ اس کا دماغ لاک ہے۔ وہ ایک ٹیکنڈ کے لیے بھی اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ وہ جانا چاہتا ہے کہ فرمان اب تمہیں ہے۔ اس کے ساتھ ٹوٹی ہے بھی ہے۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اسے شمر سلطانہ کے اندر پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس کے سامنے دوسرا راستہ ہی ہے کہ اب کا لاکھ لیا جائے۔ ایسے ختروں سے جانیں کہ شمر سلطانہ

47

شمر سلطانہ میں جلا ہو جائے اور وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہ رہے۔ تب ہی وہ اس کے دماغ میں جا کر رولے پیدا کر سکتا ہے اور اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے نکال کر لے سکتا ہے۔

اب مسئلہ یہ بھی تھا کہ کسی کی آتما کو کسی جسم سے نکالنے پھر دوسرے جسم میں پہنچانے کے جتنے ختروں تھے وہ سب اس کے دماغ سے نکل چکے تھے۔ اب تاترک مہاراج کی مدد کے بغیر وہ اپنا بیٹی کو رستہ نکال تھا۔

رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ اس نے سوچا ”مہاراج سو رہے ہوں گے۔ بعد میں ان سے رابطہ کر کے گزارش کروں گا کہ اس کی بیٹی کو شمر سلطانہ کے جسم سے نکال کر اسے کسی دوسری خوب صورت اور صحت مند لڑکی کے جسم میں پہنچا دیں۔“

وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ جلد ہی نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ شیوانی اپنی سوتیلی ماں اور اس کے عاشق کی چٹائی کرنے کے بعد اپنے بچے میں داخل ہو گئی۔ وہ بھی محسوس ہوئی مگر اپنے بیٹے عدنان کے لیے بہت بے چین تھی۔ تاترک مہاراج سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر مہاراج کی آواز سنائی دی ”ہاں۔۔۔۔۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔“

”مہاراج! میں دو سوچیں چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ جب چاہوں آپ سے رابطہ کر سکوں۔ دوسری بات یہ کہ جب میں انامیریا کے حکم میں تھی تو عدنان کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ مگر میں انامیریا کے حکم میں نہیں دیکھ لیا کرتی تھی اور میری آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ گیا کرتی تھی۔ میری کچھ میں نہیں آتا مجھے کیا ہو گیا ہے؟ اور جب مجھ میں ایسی صلاحیتیں ہیں تو اب کیوں نہیں ہیں؟“

”بھئی بات تو یہ کہ تم جب چاہو مجھ سے رابطہ کر سکو گی۔ جس طرح انامیریا آتے ہیں وہی تم بھی اور اسے اپنے حکم کے بجائے تمہارا عکس دکھائی دیتا تھا۔ اس طرح تم جب بھی آئینہ دیکھو گی تو تمہیں اپنے بجائے میرا عکس دکھائی دے گا اور مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔“

”اس کا مطلب ہے جب آپ نے پہلی بار مجھے انامیریا کے شہر میں پہنچایا تھا تو میرے اندر یہ ہتھی پیدا کر دی تھی کہ انا میرا آئینہ میں دیکھنے کی تو اسے میں نظر آتا یا کروں گی۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ میں نے تمہارے اندر یہی ہتھی پیدا کر دی تھی اور بعد میں چین لی تھی۔ اب پھر تمہیں واپس کر رہا ہوں۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے گڑگڑا کر بولی ”مہاراج! میری وہ صلاحیت بھی مجھے واپس کریں۔ جس کے

ذریعے میں اپنے بیٹے عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔“

”تم ابھی آرام سے سو جاؤ۔ میں تم پر منتظر ہوتا رہوں گا۔ جب سو کر اٹھو گی تو تمہاری یہ ہتھی بھی تمہیں واپس مل جائے گی لیکن وہی ادھوری صلاحیت ہوگی۔ پہلے ہی تم عدنان کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرنی تھیں لیکن اپنے طور پر اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں اور نہ ہی اس کی بھلائی کے لیے کچھ کر سکتی تھیں۔ تمہیں اس کے لیے انامیریا کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ اسی طرح آئندہ تم چنڈا ل کا سہارا لیا کرو گی۔“

وہ خوش ہوئی۔ اپنے بیڈ پر آ کر بڑے اطمینان سے لیٹ کر سو گئی۔ اب وہ اگلا اپنی ہوتری کے جسم میں تھی۔ اس سے پہلے انامیریا کے جسم پر قبضہ جتا رکھا تھا۔ اس انامیریا اور ولاڈی میر سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ ولاڈی میر عدنان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کے لیے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اور اب تک اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

وہ عدنان کے علاوہ انامیریا کو بھی فریب کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے انامیریا کا ایک بھتیجا بنا رکھا تھا اور اس پر منتظر ہوتا رہتا تھا۔ اس نے کئی بار ٹھنسی آ لے کے ذریعے اس کا سراغ لگایا تھا اور اس پر پہلے بھی کئی تھیں لیکن اسے اپنی گرفت میں لینے کے لیے ناکام ہو گیا تھا اور اسے بار بار ناکامی کا منہ دکھانے والی سونا تھی۔

ولاڈی میر نے عدنان انامیریا اور سونیا کے پتلے بنا رکھے تھے اور انہیں ایسے کرے میں رکھا تھا۔ جہاں وہ آرام سے تنہائی میں بیٹھ کر لاکھ لگ کر رہتا تھا۔

وہ تقریباً چوبیس گھنٹے پہلے اس کرے میں بیٹھا منتظر پڑھ رہا تھا۔ عدنان تک پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت انا میریا کا بھتیجا ایک طرف کھڑا ہوا تھا ایک ہی کر پڑا۔

اس نے چپک کر ادھر دیکھا۔ کوئی ہوا کا جھونکا نہیں آیا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ گر پڑتا۔ چونکہ آپ ہی آپ گر پڑا تھا۔ اس لیے پہلا خیال یہی آیا کہ انامیریا سر چکی ہے۔ اس کا دماغ ایک عجیب تھا۔ خیال خوانی کی لہروں اس کے اندر آ کر گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی بیسی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انامیریا کے دماغ سے گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی بیسی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انامیریا کے دماغ سے گزرتا رہا ہے لیکن اس کی سوچ پڑھنے کے قابل نہیں ہے اور نہ ہی معلوم کر سکتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟

ولاڈی میر نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ انامیریا کے کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

دماغ میں پہنچتا جا تا تو اس کی سوچ کی لہریں جھٹکتی گئیں۔ اس کا دماغ نہیں ملا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو وہ اس کے شے جیسے دماغ سے گزرتے وقت کم از کم یہ تو محسوس کر لیتا کہ وہ زندہ ہے مگر اس کی سوچ ناقابل فہم ہے۔

اس وقت خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا کہ اب وہ زندہ نہیں رہی ہے۔ سر جھکی ہے۔

اس بات کو چوتیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ کسی کام سے اس کمرے میں آیا تو انا میرا کے پتلے پر نظر پڑے ہی ٹھک گیا۔ وہ پتلا جو گر ا ہوا تھا اب خود بخود دائرہ گرائی جگہ کھڑا ہو گیا تھا اور اس پتلے کے پاس جو ٹھکی آلہ رکھا ہوا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ دماغ بھی چیخ کر اس سے پوچھ رہا تھا "کیا انا میرا پھر زندہ ہو گئی ہے؟"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن کالا جادو جاننے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آتما بھی کے ذریعے کسی بھی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے "کیا انا میرا پھر زندہ ہو گئی ہے؟"

وہ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انا میرا کی پہلے ہی ٹوٹی آتما نہیں تھی۔ اس کے اندر تو شیوانی سالی ہوئی تھی اور جب شیوانی وہاں سے نکل کر الکا اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچی تو ادھر انا میرا کے پتلے میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ادھر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے پاس رکھا ہوا ٹھکی آلہ یوں لرز رہا تھا جیسے اس کی نشان دہی کرنا چاہتا ہو کہ وہ زندہ ہونے کے بعد اب کہاں ہے؟

وہ تیزی سے چلا ہوا اس پتلے کے قریب آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے انا میرا کی آواز اور دب دلیچے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پردازی کی تو ادھر ادھر جھٹکتے لگا۔ انا میرا تو اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کا دماغ بھی نہیں رہا تھا۔ شیوانی زندہ تھی اور وہ جس جسم میں گئی تھی اس میں الکا اگنی ہوتری کا دماغ تھا۔

شر سلطان اور انجنا کا دماغ ایک تھا لیکن شیوانی اور انا میرا کا دماغ ایک نہیں تھا۔ تاثر کہ مہاراج نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ شیوانی بھی انا میرا کے دماغ پر حادی نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی آتما انا میرا کے اندر رہنے کے باوجود اسے جانب نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے وہ اسے آجینے کی سطح پر بلایا کرتی تھی۔

اب شیوانی نے الکا اگنی ہوتری کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کی تھی اور تاثر کہ مہاراج کی مہربانی سے الکا کا

دماغ اس کا اپنا دماغ بن گیا تھا۔ اگر دلاؤ می میرا الکا کی آواز اور لب ولہجہ سن لیتا تو پھر شیوانی تک پہنچ سکتا تھا۔ دلاؤ می میرا کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ انا میرا (شیوانی) کی آتما کی دوسرے جسم میں پہنچ سکتی ہے اور اس نے ایک نئی زندگی حاصل کر لی ہے۔ اس نے جسم کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس کی نئی آواز اور نئے لیے کو سنا ضروری ہو گیا تھا۔

اور اس کی نئی آواز سننے کے لیے اس کا سراغ لہ ضروری تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے ٹھکی آلے کو اس پتلے کے سامنے رکھا پھر متر بہ متر شروع کر دیا۔

اب اسے عدنان تک پہنچ جانے کا یقین ہو رہا تھا۔ اب ہی دوست اور دشمن اس بچے کو تلاش کر رہے تھے۔ کسی کی کھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس نے آخو کیا ہے؟ اور کہاں چھپا ہوا ہے؟ دلاؤ می میرا سمجھ رہا تھا کہ ایسا انا میرا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ ایک نئے جسم میں داخل ہو گئی ہے۔ اس کا رنگ روپ اور شخصیت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا اور کسی شبہ نہیں کرے گا کہ وہ عدنان کو کہیں چھپا کر رکھے میں کامیاب ہو رہی ہے۔

وہ ایک گھنٹے تک منتظر رہتا پھر اس کا وہ ٹھکی آلہ ایک طرف گھومتے لگا۔ آہستہ آہستہ گھومتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ وہ پتا تھا کہ انا میرا یا شیوانی ایسی کے جنوبی حصے میں ہے۔ وہ ادھر کھڑا ہو گیا۔ ایک سمت معلوم ہو چکی تھی۔ اب وہ ایسی کے کسی بھی جنوبی حصے میں جاتا اور وہاں ٹھکی آلے بہ تر پڑتا رہتا تو وہ آلہ پھر اسے پتا نہ آتا کہ اب اسے انا میرا تک پہنچنے کے لیے کس سمت میں جانا ہوگا؟ لہذا اب اس کا وہاں تک ستر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

دیے تو وہ کسی بھی آلہ کار کے ذریعے اسے تلاش کر سکتا تھا لیکن یہ بہت اہم کام تھا اور بڑی رازداری سے کرنا تھا کہ ارنا کو ف اور آوازوں کو گرجی نہ ہو سکے۔ لہذا وہ اسی وقت ستر کی تیاریاں کرنے لگا۔

وہ شیوانی کو انا میرا سمجھ رہا تھا۔ اگر چہ غلط سمجھ رہا تھا لیکن اس کی منزل درست تھی۔ وہ شیوانی کے قریب پہنچ کر کسی نہ کسی طرح عدنان تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ چٹال نے شیوانی کی خاطر عدنان کا سراغ لگایا تھا اور یہ معلوم ہو گیا تھا کہ چار باجی چورس کے تین بچے تین مختلف فلائش میں گئے ہیں۔ یہ بات دلاؤ می میرا کے دماغ میں بھی آ سکتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے دشا نے اتر پورٹ کے عہدے سے دار کے اندر پہنچ سکتا ہے اور وہاں کے متعلقہ عہدے سے دار کے ذریعے پچھلے چوتیس گھنٹوں کی فلائش کی رپورٹ معلوم کر سکتا

ہے۔ لیکن وہ اب تک یا تو خیال خوانی میں مصروف رہا تھا یا عمل میں ڈوبا ہوا تھا پھر انا بیلا کی اچانک زبردست کامیابیوں نے اسے ارنا کو ف اور آوازوں وغیرہ کو ابھار دیا تھا۔ اب اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس لیے وہ اس اہم ستر پر غور نہ کر سکا کہ دشا نے اتر پورٹ کے ذریعے وہ اس بچے کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد آوازوں کے دماغ میں یہ بات آئی۔ اس نے اپنی ماں ارنا کو ف سے کہا "ماما! ہمیں دشا نے اتر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر پہنچا دیا ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں کی کسی فلائش سے چار باجی چورس کا کوئی بچہ نہیں گیا ہے یا نہیں؟"

ارنا کو ف نے کہا "بے شک! ہم نے اسے اپیلو پر غور نہیں کیا تھا۔ ہمیں وہاں سے بھی کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے۔"

پھر وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے دشا نے اتر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے اور معلومات حاصل کرنے لگے۔

اب ان سب تلاش کرنے والوں کو صحیح سمت ملنے والی تھی اور وہ سب پھر ایک بار عدنان کے قریب پہنچنے والے تھے۔ اس دوران میں کچھ کھپلا بھی ہونے والا تھا۔ کچھ راکش بھی پیدا ہونے والی تھیں۔

چٹال کے راستے میں فرمان اور ٹوٹی جے بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ اس نے شر سلطان کے اندر جا کر اپنی بیٹی کو اس سے نجات دلانی چاہی تھی لیکن فرمان رکاوٹ بن گیا تھا۔ وہ اس رات شر سلطان کے پاس آیا پھر بولا "ہم دونوں ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں اب چٹال اپنی تمام تر ملا جلیوں کے ساتھ پھر ایک بار میدان عمل میں آ گیا ہے۔ اسے مٹانے کے لیے ہمیں ایک جھٹ کے نیچر ہونا چاہیے۔"

شر سلطان اس کی بات سمجھ رہی تھی۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنی شریک حیات بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا "کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

چاہیے۔ تاکہ وہ چٹال شیطان مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ اس وقت رات کے تین بجے ہیں۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ کل دوپہر تک قاضی صاحب سے معاملات طے کروں گا پھر شام کو مہاراج پر حادی جانے گا۔ اس کے بعد ہم ازدواجی اور مگر پیلو زندگی گزاریں گے۔"

انجنا اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی بول رہی تھی احتجاج کر رہی تھی شر سلطان نے کہا "دیکھو انجنا! تم میرے اندر قدیم بن کر رہو! اس میں تمہاری بہتری ہے۔ تم جتنا بھی تڑپو تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی تمہارا باپ تمہیں میرے اندر سے نکال کر لے جائے گا۔"

وہ بولی "تم نہیں جانتی۔ میرے پتا جی کتنے زبردست ہیں۔"

فرمان نے کہا "اور تم بھول رہی ہو کہ میں کتنا زبردست ہوں؟ میں نے تمہارے باپ سے تمہیں چھین لیا تھا اور اب تک تم اس سے دور رہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ شر سلطان تمہاری ذات سے الگ نہیں ہے۔ تم دونوں ایک ہو۔ اگر میں شر سلطان کو اپنی شریک حیات بناتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی میری شریک حیات ہو۔"

"میں شریک حیات نہیں۔ دھرم جی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ اپنے دھرم کے مطابق تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"تو تم رہو۔ کون منع کر رہا ہے؟ لیکن شر سلطان جسمانی طور پر نماز پڑھتی ہے تم اس کے جسم کو پوجا پاٹ کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔ تمہارا دھرم تمہاری آتما میں بسا ہوا ہے۔ یہ کیا کم ہے؟ تمہیں تو اپنے بھگوان کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ تم اب تک اپنے دھرم پر قائم ہو اور میں نے بھی تمہیں دھرم تبدیل کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا ہے۔"

انجنا جھنجھلا کر بول سکتی تھی۔ بے چین ہو سکتی تھی۔ اندر ہی اندر تڑپ سکتی تھی لیکن کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اسے اپنے باپ کا احترام تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کسی بھی چور راستے سے شر سلطان کے اندر ضرور پہنچے گا۔

چٹال دوسرے دن بارہ بجے تک سوتا رہا پھر اس نے بیدار ہونے کے بعد تاثر کہ مہاراج سے رابطہ کیا اور کہا "مہاراج! میں اپنی بیٹی کو شر سلطان کے شر سے آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ بھگوان کے لیے کچھ کریں۔ جہاں آپ نے مجھے دمنیوں سے نجات دلائی ہے۔ وہاں میری بیٹی کو بھی نجات دلائیں۔ میری طرح میری بیٹی بھی آپ کی سیوک بن کر رہے

کی۔“

”دشمن بہت چالاک ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ تم صرف ہوا کی ماہر نہیں ہو۔ ٹیلی پیسٹی بھی جانتی ہو یا پھر کسی ٹیلی فنی جاننے والے کے ساتھ رہتی ہو۔“

اس نے پوچھا ”اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”وکی درنا سے ہوشیار ہو۔ اس سے بات کرنے کے دوران میں ہی کوئی تمہارے اندر آیا تھا؟“

”ہاں..... لیکن اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وکی سے میری پہچان تین ہفتوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ کئی کبھی میرے دماغ میں آنے کی کوشش نہیں کی۔“

”جو کبھی نہیں ہوا وہ اب ہو سکتا ہے۔ کسی ٹیلی پیسٹی جاننے والے نے وکی درما کو اپنا آلہ کار بنایا ہوگا۔ اس کے ذریعے تم تک پہنچنا چاہتا ہوگا اور تمہارے ذریعے وہ ضرور تم تک پہنچنا چاہے گا۔“

”ٹھیک ہے۔ اب میں وکی درما سے فون پر بات نہیں کروں گی۔“

”تمہیں۔ تمہیں فون پر بات کرنا چاہیے۔ بس اس سے ملاقات کرنے کے لیے۔“ وکی درما نے اس کے پیچھے چھا ہوا تو وہ تمہارا تقاب کرے گا۔ میں ابھی وکی درما کے اندر جا کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

ماؤز ہنٹر نے فون بند کیا اور خیال خوانی کی پرواز کے وکی درما کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ ماؤز ہنٹر فوراً ہی اگلی کے دماغ میں آکر بولا ”اگلی ا تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم جانتی ہو کہ وکی درما ہاڈی بلڈر ہے اور اس کا دماغ حساس ہے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے اس لیے میں نے تمہارے ذریعے اس پر ٹوچی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی گئی کہ وہ میرے مخصوص

لب دلچھ کو محسوس نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں کئی بار وکی کے دماغ میں جا چکا ہوں لیکن اب جاتے ہی اس نے سانس روک لی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے نے اس پر عمل کیا ہے یا وکی کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی آئی ہے۔“

تمہاری رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتا ہے لیکن تمہیں چہرے سے پہچانتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا اس سے سامنا ہو۔ لہذا تم کچھ دنوں کے لیے یہ شہر چھوڑ دو۔ ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔“

ماؤز ہنٹر اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آلہ کار اس کی مرضی کے مطابق وکی درما کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ اسے یہ بات کی گئی کہ وہ اس پر نظر رکھے اور غلطی

کی۔ آپ اسے تمام عمر اپنی داسی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔“

وہ بولا ”میرے پاس خوب صورت داسیوں کی کمی نہیں ہے پھر بھی تم میرے سیوک ہو۔ اس لیے میں تمہاری بیٹی کو اس کے شر سے ضرور نجات دلاؤں گا۔ ویسے بھی ٹوٹی ہے اور فرمان میرے دشمن ہیں۔ جب میں تمہیں پاگل خانے سے رہائی دلا رہا تھا۔ تب وہ رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے۔ میرے لیے پہنچ بن رہے تھے۔“

ایسے ہی وقت چنڈال کے موبائل فون کا بزرگ ساٹا دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو ایک سریلی سی گھنٹی ہوئی آواز سنائی دی ”ہائے وکی! کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو۔“ چنڈال نے انداز سے سے سمجھ لیا کہ وہ اگلی کی آواز ہے۔ وہ بولا ”میں اپنے گھر میں ہوں۔ تم کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟“

اس کے بولنے کے دوران میں تانترک مہاراج نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے یکبارگی سانس روک لی۔ کچھ دیر تک فون پر کچھ بول نہ سکی۔ سوچنے لگی ”یہ کون ہو سکتا ہے؟“

تانترک مہاراج نے چنڈال کے اندر چپکے سے کہا ”اس نے سانس روک لی ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیا ہے۔ یہ لڑکی خطرناک ہے۔ ہوشیار ہو۔“

ادھر اگلی کو ابھی یہ خبر نہیں ہوا تھا کہ وکی درما نے اس کے اندر آنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ وہ باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت تانترک مہاراج نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی سمجھ رہی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے اندر آیا تھا۔ جبکہ وہ مہاراج اور چنڈال دونوں ہی تھے۔

چنڈال نے ذرا انجان بن کر پوچھا ”اگلی! تم خاموش ہو کیا سوچ رہی ہو؟“

وہ بولی ”کچھ نہیں۔ بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں فون کروں گی۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ دوسرے موبائل کے نمبر شیخ کرنے کے بعد اپنے عامل ماؤز ہنٹر سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس نے پوچھا ”کیا بات ہے اگلی!“

”میں ابھی وکی درما سے فون پر بات کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔“

اس نے پوچھا ”کیا وہ دوسری بار بھی تمہارے دماغ میں آیا تھا۔“

”نہیں..... میں نے پھر کوئی سوچ کی لہر محسوس نہیں

میں کہیں موقع پا کر اسے ڈھکی کر دے۔

ماؤز ہنٹر کے سامنے بھی ایک راستہ تھا کہ وہ کوئی اور ماکوڑھی کر کے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر معلوم کرے کہ اس کے اندر یہ تبدیلی کیسے آگئی ہے؟ وہ ایک معمولی اور تابعدار تھا مگر اپنے عامل کی سوچ کی گہریوں کو کیوں روک رہا تھا؟

ادھر تاترک مہاراج نے چنڈال سے کہا ”وہ لڑکی اچلی تم پر شبہ کر رہی ہے اس لیے اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔ اب چائیں وہ کیا کر رہی ہوگی؟ ہم اس کے دماغ میں نہیں جاسکتے۔ بہتر ہے تم اس گھر سے چلے جاؤ۔ اچلی اور اس کے آدمی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کر سکتے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی اس گھر سے چلے جاؤ۔“

”میں ابھی یہاں سے جا رہا ہوں۔ آپ میری بیٹی کے سلسلے میں کیا کریں گے؟“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں ایک جگہ مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہاری بیٹی کو اس سے نجات دلاؤں گا اور وہ آج رات تک شہر سلطانہ کے شہر سے رہائی حاصل کر لے گی۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں جا رہا ہوں۔“

”راستے میں خیال خوانی کرتے جاؤ اور شیوانی کا کام کرتے رہو۔“

تاترک مہاراج شیوانی کے پاس آ کر بولا ”میں نے تمہاری دونوں خواہشیں پوری کر دی ہیں۔ آئینہ دیکھو۔ میں تمہیں دکھائی دوں گا۔“

اس نے فوراً ہی آئینے کے سامنے آ کر اپنی صورت دیکھی تو وہاں اپنا عکس دکھائی نہیں دیا۔ تاترک مہاراج دکھائی دینے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا ”اب تم جب بھی مجھے بلانا چاہو گی تو آئینے میں دیکھنا یاد کرو گی۔ مجھے خبر ہو جایا کرے گی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اب میں ابھی اتنا میری ایک طرح ایک چھوٹا سا آئینہ اپنے ساتھ رکھا کروں گی۔“

وہ بولا ”تم اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھیں۔ اب اسے یاد کرو۔“

اس نے آئینے میں دیکھ کر اسے اپنے بیٹے کو یاد کیا تو محسوس ہوا جیسے اس کے اندر پہنچ گئی ہے لیکن بیٹے کے خیالات گم نہ تھے۔ وہ واپس آ کر آئینے میں کھولی کر بولی ”مہاراج! دیکھو داد۔ میں آپ کا یہ احسان بھی نہیں بھولوں گی۔ جب تک زندہ رہوں گی۔ آپ کی دہائی بن کر رہا کروں گی۔“

”میں ابھی تمہارے اندر رہ کر تمہارے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تھا۔ وہ تو بڑا عجیب سا دماغ ہے۔ اس میں بہت سے کتابیات چلی کیشنر

خیالات گم نہ ہو رہے ہیں۔ کوئی خیال پر حاوی نہیں جاسکتا۔“

”ہاں۔ میرے بیٹے کا دماغ ایسا ہی ہے۔ کبھی کبھی ہارل ہوتا ہے اور کسی ایک خیال پر مرکوز ہوتا ہے تو اس کے ذریعے آس پاس کی چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں اور اس کے کان سے دوسروں کی آوازیں سنیں جاسکتی ہیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی بھی ٹیلی پتھی جاننے والا نہ تو اپنی آواز سے نہ

سکتا ہے نہ اسے اپنی سوچ کی گہریوں سے متاثر کر سکتا ہے۔“

”تمہارا بیٹا تو بالکل ہی عجیب ہے۔ یہ بچہ مجھے پسند آیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ تم اسے حاصل کرنے کے بعد میرے پاس پرورش پانے کے لیے چھوڑ دو۔ چاہو تو تم بھی اس کے ساتھ دن رات رہا کرو۔ اگر یہ میرے پاس رہے گا تو میں اسے دنیا کا عجیب و غریب انسان بنادوں گا۔“

وہ بولی ”میں نے اتنا میرا کاجم حاصل کرنے کے بعد آپ سے بے وفائی کی تھی۔ آپ کو دھوکا دیا تھا۔ اب میں وعدہ کرتی ہوں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اپنے بیٹے کو حاصل کرنے ہی آپ کے پاس چلی آؤں گی اور آپ ہی کے ساتھ رہ کر پورا جیون گزار دوں گی۔“

”چنڈال ابھی تم سے رابطہ کرنے والا ہے اور اگر چاہو تم بھی اس سے رابطہ کر سکتی ہو۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”وہ کیسے؟“

”آئینے میں دیکھ کر اسے یاد کرو گی تو وہ تمہیں آئینے کی سطح پر اپنے دکھائی دے گا جیسے میں تمہیں نظر آتا تھا۔“

وہ بولی ”کیا میں ابھی آئینہ دیکھوں اور اسے یاد کروں؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ اسے دیکھو۔“

وہ پھر آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس بار اس نے چنڈال کو یاد کیا تو وہ دکھائی دینے لگا۔ وہ بے چینی سے محسوس کرنے لگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”مہاراج! میں اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔“

مہاراج نے کہا ”وہ اس لیے کہ شیوانی آئینے کے عکس میں تمہیں دیکھ رہی ہے۔ ایک طرح سے یہ سمجھو کہ وہ تمہارے اندر پہنچ رہی ہے۔ جب بھی تم بے چینی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ شیوانی نے تمہیں بلایا ہے اور تم فوراً ہی اس کے دماغ میں جا چکا کرو۔“

”میں آپ کی آگیا کا پالنہ کروں گا۔ ابھی میرے پاس رقم نہیں ہے۔ میں ابھی خاصی رقم حاصل کرنے کے لیے گیا ہوں۔ بڑے سرمایہ دار کو روپ کرنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں ایک ریختہ کار کے کتھر سے باہر چلا جاؤں گا۔ آپ شیوانی کو

یاد دلاؤ 47

سمجھائیں کہ وہ کم از کم دو گھنٹے انتظار کرے۔ جب میں اس شہر سے باہر چلا جاؤں گا تو کہیں ایک جگہ رک کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے بیٹے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔“

شیوانی نے آئینے میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا ”چنڈال! میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔ حالانکہ تم میرے دماغ میں نہیں ہو لیکن آئینے میں دیکھتے ہوئے میں تمہاری باتیں سن سکتی ہوں اور تم میرے دماغ میں بھی آ سکتے ہو۔ بہر حال میں انتظار کروں گی۔ دو گھنٹے بعد کو شش کر دو کہ میرے بیٹے تک پہنچ سکوں۔“

ایسے ہی وقت چنڈال کے موبائل کا بزرگ سا ڈیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگا یا تو دوسری طرف سے اچلی کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا ”اچلی! تم کہاں ہو؟ تم نے اچانک رابطہ کیوں ختم کر دیا تھا؟ میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں۔“

وہ بولی ”ابھی میں تمہاری ساری بے چینی ختم کر دوں گی۔ تم جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔ ادھر ادھر حرکت کرو گے تو سنسنائی ہوگی کوئی آئے گی اور تمہارا کام تمام کر دے گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”پہلے میری پوری بات سن لو۔ میرے ہاتھ میں رائفل ہے اور رائفل میں سائیکلر لگا ہوا ہے۔ یہاں جو چاروں طرف عمارتیں ہیں ان میں سے کسی ایک عمارت میں ہوں۔“

چنڈال سرگھبرا کر دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولی ”خبردار! اپنا سر نہ گھماتا۔ ہاں۔۔۔۔۔ اگر زندہ نہیں رہنا چاہتے کرنا چاہتے ہو تو پھر میری مرضی کے خلاف حرکت کرو۔“

شیوانی آئینے میں اسے دیکھ رہی تھی پریشان ہو رہی تھی لیکن آئینے میں اسے چاروں طرف کی عمارتیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ صرف پیچھے والی عمارت نظر آ رہی تھی۔ ادھر تاترک مہاراج بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا ”چنڈال! تمہارا دماغ سے جا رہا ہوں۔ درندہ اس کا کوئی ٹیلی پتھی جاننے والا اس کے اندر چلا آئے گا۔ تم اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔ میں شیوانی کے اندر جا رہا ہوں۔ اس کے ذریعے آئینے میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”اچلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہوئی ہے؟ میں نے تمہارا کیا کیا کیا؟“

”انجان اور محسوس نہ ہو۔ صاف صاف بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں کون آتا ہے؟“

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ بھلا دماغ میں کوئی کیسے آئے گا؟ میں نے ایک بار ٹیلی پتھی کا ذکر کیا تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آتا ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ میں بھی کہہ رہی ہوں۔“

چنڈال نے بڑی محسوسیت سے پوچھا ”کیا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے تو ہم اسے محسوس نہ کر سکیں۔“

اس نے اپنے عامل ماؤز ہنٹر کی مرضی کے مطابق کہا ”ہاں۔۔۔۔۔ میں ٹیلی پتھی جانتی ہوں۔ تمہارے دماغ میں آئی تھی تو تم مجھے محسوس نہیں کر پاتے تھے لیکن آج میں آئی تو تم نے سانس روک لی۔ یہ کیسے ہو اس میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔“

”تو پھر تمہیں معلوم کرنا چاہیے۔ میرے دماغ میں بار بار آ کر دیکھو اور بھگوان کے لیے مجھے بھی بتاؤ کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے مارنے سے تمہیں معلوم ہو جائے گا؟ اگر تمہیں تو پھر ایسا مناسب طریقہ اختیار کرو کہ جس سے ہماری دوستی برقرار رہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ہماری دوستی محبت میں تبدیل ہو رہی ہے لیکن تم نے تو اچانک ہی اپنا رویہ بدل لیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔“

”تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جان رہے ہو اور جو بھی تمہارے دماغ میں آ رہا ہے اس سے بے خبر ہو لیکن میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہوں۔“

”تم میرے دماغ میں آؤ اور کسی بھی طرح معلوم کرو۔ مجھے اس ابھمن سے نجات دلاؤ۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم سانس نہیں روکو گے۔“

”میں پوری کوشش کروں گا کہ سانس نہ روکوں۔ اگر ایسا ہو تو تم بار بار آنے کی کوشش کرو۔ شاید پھر میں سانس روکنے کے قابل نہ رہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں بھی کروں گی۔ تم مجھ سے تعاون کر رہے ہو۔ اس لیے میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤز ہنٹر اس کے دماغ میں آیا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ وہ وہاں جلا گیا اس نے فون پر کہا ”سوری! اچلی! تم آئی ہو تو ایک دم سے غمراہت اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے سانس روک لی۔“

”پہلے۔۔۔۔۔ پھر کوشش کرو۔“

تاترک مہاراج پھر شیوانی کے ذریعے آئے میں کتابیات چلی کیشنر

دیکھ رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا۔ دوسری بار جیسے ہی ماؤز ہنر اس کے دماغ میں کیا تو وہ بھی اس کے اندر آ گیا۔ اس بار چنڈال نے سانس نہیں روکی۔ پونہ کی گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا "ایجل! تم ٹیلی بیٹھی جانتی ہو۔ یہ بات پہلے تم نے بھی نہیں بتائی۔"

وہ بولی "تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔" وہ بولا "لیکن تم تو فون کے ذریعے بول رہی ہو۔ کیا میرے دماغ میں نہیں آئی ہو؟ لیکن میں تو محسوس کر رہا ہوں۔ جگتاؤ۔ کیا تم میرے دماغ میں نہیں ہو؟"

"میں کہہ رہی ہوں۔ تم خاموش رہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اب نہیں بولوں گا لیکن جہیں بعد میں بتانا ہوگا کہ میرے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟"

ماؤز ہنر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ادھر تاترک مہاراج نے اس کے دماغ کے چور خانے پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ تاکہ وہ چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ وہ کی مرچکا ہے اور اس کے اندر کوئی دوسری آتما سما جاتی ہے۔

ماؤز ہنر یہ سب سمجھتا تو پڑھ سکا لیکن یہ شبہ اپنی جگہ قائم رہا کہ وہ کی کا دماغ لاک کیوں ہو گیا تھا؟ اور اب اچانک کیسے مکمل کیا ہے؟

وہ اپنی معمول اور تابعدار انجلی کے پاس آ کر بولا "یہ وہی درما مشکوک ہو گیا ہے۔ اس سے دور رہو تو بہتر ہے۔ ہم اسے دشمن سمجھ رہے تھے لیکن یہ خود دشمن نہیں ہے کوئی اور دشمن اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور بڑی مکاری دکھا رہا ہے۔ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے دشمن نہ کرو۔ یہ شہر چور ڈرکچہ دونوں کے لیے دوسری جگہ چلی جاؤ۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ بولی "ہمارا جو بھی دشمن ہے اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ کی درما کے ذریعے جگہ جگہ اور مجھ سے تم تک پہنچ سکتا ہے؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ایک آلہ کار چنڈال کی نگرانی کر رہا ہے۔ فی الحال تم اس شہر سے چلی جاؤ۔"

تاترک مہاراج بگل بٹنا چاہیے یہ تو سمجھ گیا تھا کہ جوگی انجلی کے پیچھے چھپا ہوا ہے وہ یہ سمجھ چکا ہے کہ وہ کی درما مشکوک ہے اور کسی ٹیلی بیٹھی جانے والے کے ذریعہ اسے ایک بار وہ انجلی کے دماغ میں جا چکا تھا اور یہ شہر پیدا کر چکا تھا۔ مہاراج نے سوچا کہ دوسری بار بھی اس کے دماغ میں جانا چاہیے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ پھر سانس روک لے گی اور اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر انجلی کے اندر پہنچا وہ اس وقت کوئلڈرک کا ایک گھونٹ لے رہی تھی۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ایک دم سے گزریا۔ سانس روکنا چاہتی تھی مگر یکبارگی ششکا لگا تو وہ مطلقاً ہاتھ پھیرتے ہوئے کھائے لگی۔ بگل بٹنا چاہیے یہ تو سمجھ گیا تھا۔ اس کے اندر پہنچ کر اس کی کھانسی میں اضافہ کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

پتا چلا کہ ٹیلی بیٹھی جانے والے نے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنایا ہے اور اسے یہ سمجھایا ہے کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتی ہے۔ اس نے بھارتی اکابرین سے بھی رابطہ کیا تھا۔ اپنا نام انجلی بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ چنڈال جو گیا کے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کر رہی ہے۔

جبکہ وہ ٹیلی بیٹھی نہیں جانتی تھی۔ کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا تھا جو اس کی پشت پر رہ کر بھارتی اکابرین سے رابطہ کرنا تھا مگر خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اپنے آپ کو چھپا رہا تھا۔ تاترک مہاراج کے اندر یہ یس جس پیدا ہو گیا کہ آخر وہ کون ہے اور ایسا کیوں کر رہا ہے؟

اس نے انجلی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پہلے ہی کھانسی سے غر حال ہو رہی تھی۔ زلزلہ پیدا ہوتے ہی اس نے ایک زوردار چیخ ماری پرفرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ آس پاس کے دکان دار دوڑ کر اس کی طرف آئے اسے سنبھالنے لگے۔ تاترک مہاراج نے چنڈال کے پاس آ کر کہا "کوئی تم سے زبردست دشمنی کر رہا ہے اور وہ تمہارے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ یہ تم سے دشمنی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"مٹی انجلی کا نام بہت دیر سے بھولا ہوا تھا۔ اب یاد آیا کہ ایک انجلی تھی لاڑکی عروسی کر رہی تھی کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتی ہے اور اس نے بھارتی اکابرین سے میرے خلاف رابطہ کیا کیا ہوا تھا۔"

"یہ حقیقت نہیں ہے۔ اصل میں انجلی کچھ نہیں جانتی۔ اس کے اندر کوئی دوسرا ٹیلی بیٹھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا کر رکھتا ہے۔ یہ کیوں ہو سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کون ہے؟ کیونکہ انجلی جب میرے خلاف بھارتی اکابرین سے رابطہ کر رہی تھی۔ جب ٹولی جے سے میری دوستی تھی۔ وہ میرا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے یہ حرکت نہیں کی ہوگی۔ یہ کوئی دوسرا ہی ہو سکتا ہے۔ ہونہ ہو یہ کوئی امر کی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہی ہوگا۔ اس لیے خود کو چھپا رہا ہے اور ایک ہندوستانی لڑکی کے ذریعے بھارتی

اکابرین سے رابطہ کر رہا ہے۔"

"یہ اچھا ہے کہ تم اس شہر سے دور جا رہے ہو۔ شیوانی دہلی میں ہے۔ تمہیں وہیں جانا چاہیے۔"

"جو آپ کا حکم..... میں وہیں جا رہا ہوں۔"

چنڈال اب ایک کرائے کی کار حاصل کرنے کے بعد اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آ گیا تھا۔ اس نے شیوانی سے کہہ رہا تھا کہ وہ شہر سے دور کی پرسکون علاقے میں پہنچ کر گاڑی روکے گا پھر خیال خوانی کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

☆☆☆

میں شانتا بائی اسپتال کی عمارت میں سب سے اوپری منزل پر تھا۔ وہاں میرا ایک بہت بڑا دفتر تھا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے شانتا بائی کی تمام کاروبار کو سنبھال رکھا تھا اور اس کے بہت ہی مشہور و معروف اسپتال کا منتظم اعلیٰ بنا ہوا تھا اور میری بیٹی انجلی بی بی شانتا بائی کی بیٹی نیہا بی بی ہوئی تھی۔ اب تک ہم باپ بیٹی شانتا بائی کے دشمنوں سے نمٹتے آئے تھے اور اس کے تمام دشمنوں کو قفر یا ختم کر چکے تھے اور جو زندہ تھے انہیں بالکل ہی ششکا کر چکے تھے۔ اب وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

اس کے بعد ہمیں وہاں سکون اور اطمینان نہیں تھا۔ چونکہ میری داستان عدنان کے گرد بڑی تیزی سے گردش کر رہی ہے اور اس کا معاملہ کہیں آ کر رک نہیں پا رہا ہے۔ اس لیے میں نے اپنی اور انجلی بی بی کی روداد کو روک رکھا تھا اور اب وقت آ گیا ہے کہ یہ روداد بھی بیان کی جائے۔

یوں بھی مجھے اپنی داستان میں موجود رہنا چاہیے مگر کیا کروں؟ قارئین دیکھ رہے ہیں کہ میرے پوتے نے اپنی دادی اور دادا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں اپنی سانے کا موقع ہی نہیں دے رہا ہے۔ ہم اسی کی سانے جا رہے ہیں۔

بہر حال میں اپنے دفتر میں بیٹھا شانتا بائی اسپتال کے کاروباری معاملات سے نمٹ رہا تھا۔ کاروبار جتنا بڑا ہوتا ہے جتنا پیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے معاملات اتنے ہی پیچیدہ ہوتے ہیں لیکن میرے لیے یہ آسانی تھی کہ میں ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اچھے ہوئے معاملات سلجھا دیتا تھا۔ جہاں فراڈ کا علم ہوتا تھا۔ وہاں میں خیال خوانی کے ذریعے حقائق تک پہنچ جاتا تھا۔

میں نے جب سے انتظامات سنبھالے تھے جب سے اسپتال کا علم بہت ممتاز ہو گیا تھا۔ یہ کیوں نہیں جان سکتا تھا کہ میں ٹیلی بیٹھی کے ذریعے چوروں کی چوریاں اور کزوروں کی

کمزوریاں پکڑ رہا ہوں لیکن وہ اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ میں بہت ہوشیار ہوں۔ چالاک ہوں اور مختلف ذرائع سے غلط اور فراڈ لوگوں تک پہنچ چکا ہوں۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا "آ جاؤ۔"

عالی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پھر میرے سامنے میرے کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے بولی "پاپا! آپ کے اس پوتے نے بہت پریشان کیا ہے۔"

"میرے پوتے نے نہیں۔ اس کے دشمنوں نے پریشان کیا ہے۔ اسی لیے وہ ہمارے ہاتھ آتے آتے لکل جاتا ہے۔"

"ہاں ایک ہی ہے۔ ہم پریشان تو ہو رہے ہیں۔"

"بچے! بات ایک ہی نہیں ہے۔ عدنان اپنی دادی سے بہت محبت کرتا ہے اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا لیکن دشمن اتنے زبردست ہیں کہ اسے بند کرے سے بھی نکل کر لے جاتے ہیں۔ اس کے مقدر میں شکن لکھا ہے۔ اسی لیے ہم ہزار کوششوں کے باوجود اسے باپا صاحب کے ادارے تک پہنچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

"میں ابھی دشمنانے اثر پورٹ کے عہدے داروں تک جا رہی تھی اور ان کے دماغوں سے معلومات حاصل کر رہی تھی۔ یہ پتا چلا ہے کہ اب تک وہاں سے جتنی بھی فلائش روانہ ہوئی ہیں۔ ان میں سے تین فلائش میں تین ایسے بچے گئے ہیں۔ جن کی عمر چار یا پانچ برس ہے اور وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ صرف ایک بچہ ایسا ہے جو کسی خاتون کے ساتھ ہے۔"

میں نے کہا "میں خاموش نہیں بیٹھا ہوں۔ میں نے بھی یہی معلومات حاصل کی ہیں۔"

وہ بولی "میں قاہرہ اور جیس کی طرف جانے والی فلائش کے دونوں بچوں کے والدین کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ان بچوں کے دماغوں میں بھی پہنچ چکی ہوں۔ ان کے خیالات گڈ ڈھکیں ہو رہے ہیں اور ان کے والدین کے خیالات سے پتا چل رہا ہے کہ وہ ان کے اپنے ہی بچے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اور تم اسرائل پہنچنے والے بچے کے دماغ میں نہیں پہنچ پاری ہو؟ اور نہ ہی اس خاتون کے اندر جاسکتی ہو کیونکہ وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"مٹی ہاں۔ یہی بات ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ ہمارا عدنان اس ان عورت کے ساتھ ہے۔ میں جب بھی عدنان کے دماغ میں جاتی ہوں تو اس کے خیالات گڈ ڈھکیہ ہوتے کتابیات پبلی کیشنز

ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ اب تک اسی خاتون کے ساتھ ہے یا کسی دوسری جگہ ہے؟ ویسے میرا دل کہتا ہے کہ وہ اسرائیل پہنچا ہوا ہے۔

”میں یہ تمام باتیں تمہاری محاکمہ چکا ہوں۔ وہ یقین سے کہہ رہی ہیں کہ وہ اسرائیل پہنچنے والا چچا ہی ہمارا عدنان ہے اور انا بیلا ہم سے منکاری کر رہی ہے۔ وہ اس عورت کے ذریعے اسے اصل ایبب پہنچا رہی ہے اور شاید خود بھی ادھر جانے والی ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد عدنان کو اپنے پاس چھپا کر رکھنے والی ہے۔“

”مماسا سلسلے میں کیا کہتی ہیں؟“

”وہ خود ہی اپنے طور پر انا بیلا سے منہ رتی ہوں گی۔ ہم بعد میں معلوم کر لیں گے۔“

”انٹر کاہر کا برستانی دیا۔ میں نے ایک ٹین دبا کر لیڈی سیکریری سے پوچھا۔“

”دہ بولی؟“

”اور ان کا نام اور کام پوچھو۔“

دوسری طرف لیڈی سیکریری نے آنے والوں سے پوچھا ”آپ کا نام کیا ہے؟“

”کسی کی آواز سنائی دی“ میرا نام زہر ہما سکر ہے۔“

پھر اس نے اپنے سامنے کا نام بتایا ”اور ان کا جتنا برسا د ہے۔ ہم نے لندن میں بڑے پیمانے پر ایک آئی بیگ کا کام کیا ہے اور وہاں سے ہم اپنے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کے لیے آنکھوں کا حلیہ بھیج رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مسٹر دھرم دیر سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“

اس دوران میں عالی میر سے دماغ میں آگئی تھی اور ہم دونوں باپ بنی لیڈی سیکریری کے ذریعے ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے دماغوں میں کچھ چمکے تھے۔ لیڈی سیکریری انٹر کاہر کام پر مجھے بتا رہی تھی کہ مسٹر زہر ہما سکر اور جتنا برسا دس سلسلے میں لٹے آئے ہیں؟ اتنی دیر میں ہم ان کے گھر سے خیالات پڑا کر سمجھ گئے تھے کہ وہ غلط لوگ ہیں اور غلط ارادے سے یہاں آئے ہیں۔

میں نے کہا ”ٹھیک ہے۔ انہیں پھر دھرم کے بعد یہاں بھیج دو۔“

میں نے انٹر کاہر کو بند کیا پھر زہر ہما سکر کے دماغ میں کچھ کیا۔ عالی جتنا داس کے اندر کچھ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ دونوں وہاں کی سیاسی پارٹی شیوینا کے بہت بڑے عہدے دار تھے۔ شیوینا کی اسلام دشمنی کسی سے چھپی

ہوئی نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔

ہندوستان میں جتنے ہندو مسلم فسادات ہوتے رہے ہیں۔ ان میں شیوینا کے شر پسندوں کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے بے غم کر رکھا ہے کہ اپنے دیس میں وہ مسلمانوں کی آبادی کو کم کریں گے اور رفتہ رفتہ انہیں نابود کر دیں گے پانچ انہیں ہندو دھرم اختیار کرنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔

یوں تو بھارت میں کتنے ہی دین دھرم والے ہیں۔ کتنی ہی قومیں اور کتنی ہی زبانیں ہیں۔ ان میں ہندوؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد دوسری بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ حسب ہندوؤں کے دماغوں میں یہی بات چھٹی رہتی ہے کہ اگر مسلمانوں کی آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو یہ ایک دن ہندوؤں کے برابر ہو جائیں گے یا یہ تعداد میں ہندوؤں سے زیادہ ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ بھاری اکثریت ہی ان کے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ بھارت کے جن علاقوں میں زیادہ مسلمان ہیں۔ وہاں مسلمانوں کے ووٹ سے ہی ہندو اور مسلمان لیڈر اسمبلیوں میں پہنچا کرتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو ہندوؤں کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی کی طرح بجتی رہتی ہے۔

پھر دھرم گزر گئے۔ زہر ہما سکر اور جتنا برسا دھرم سے لٹے کے لیے دفتر میں آئے۔ عالی وہاں سے اٹھ کر اپنے دفتر میں چلی گئی۔ تاکہ وہاں سے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود ہے۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں سے مصافحہ کیا پھر بیٹھے کو کہا۔ وہ دونوں بیٹھے ہوئے بولے ”آپ کا شانتا بانی اسپتال پورے ہندوستان میں مشہور ہو رہا ہے۔ آپ لوگوں کی کارکردگی بہت ہی عمدہ ہے۔ دوسرے شہروں سے بھی لوگ علاج کے لیے یہاں آتے رہے ہیں۔“

میں نے دھرم دیر کی حیثیت سے کہا ”یو سب بھگوان کی کرپا ہے۔ ابھی میری سیکریری نے بتایا ہے کہ آپ بھی دھرم کا کام کر رہے ہیں۔ پن کار ہے ہیں۔“

”جی ہاں۔ پن کمانے کے لیے ہم آپ کے پاس بھی آئے ہیں۔“

میں نے کہا ”مجھ سے جو بن پڑے گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔ فرمائیے۔“ آپ کیا چاہتے ہیں؟“

زہر ہما سکر نے کہا ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں دھرم دیر موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ان سے یہ وصیت

لکھوا لیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی آنکھیں دل اور گردے کی ضرورت مند کو دے دیے جائیں۔“

میں نے کہا ”یو بہت ہی ٹھیک کا کام ہے۔ اگر ہمارے اسپتال کے مرلیں یہاں آ کر اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے اپنی وصیت لکھ کر دیں تو ہم ضرور آپ کو یہ اجازت دیں گے کہ آپ ان کے دل اور گردے اور آنکھیں یہاں سے لے جا کر کسی ضرورت مند کو دیں۔ بلکہ ان ضرورت مندوں کو ہمارے ہی اسپتال میں لا کر یہ پن کما لیں۔“

زہر ہما سکر نے کہا ”ہم ایک بات آپ سے صاف طور پر کہہ دیں کہ ہمارا تعلق شیوینا سے ہے اور ہم اس پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ ہم آپ کے اسپتال کو لاکھوں روپے کا ڈونیشن دے سکتے ہیں۔“

میں نے کہا ”بھگوان کی کرپا سے ہمیں کبھی کسی کے ڈونیشن کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں۔ شانتا بانی ارب پتی بزنس ٹائیگن ہیں۔ ان کے اسپتال کی شاخیں مختلف شہروں میں ہیں۔“

جتنا برسا د نے کہا ”بھگوان..... آپ ہم سے رقم نہ لیں لیکن شیوینا والوں کے اس نظریے کو آپ مانتے ہوں گے کہ ہمارے دیس میں مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے۔“

میں نے کہا ”ان کی تعداد جس قدر بھی بڑھتی رہے۔ ہم ہندوؤں سے آگے نہیں بڑھ سکتے گی۔“

”یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ ان کی موجودہ اکثریت ہی ہمارے سیاسی عزائم کے لیے نقصان دہ ہے۔ وہ جن علاقوں میں بھاری اکثریت رکھتے ہیں۔ وہاں ان کی مرضی کے سیاست دان اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں۔“

میں نے تاکید میں سر ہلا کر کہا ”ہاں..... ایسا تو ہو رہا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”سیدھی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتے ہیں اور کبھی رہے ہیں۔“

”وہ کس طرح.....؟“

”اس طرح کہ ہندو مسلم فسادات میں ان کی اکثریت کو فحش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں بھی فسادات ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہاں ہندو بھی مارے جاتے ہیں لیکن ان سے کئی گنا زیادہ مسلمانوں کی موت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی تعداد میں کمی ہوتی ہے۔ دوسرے کہ ہم انہیں مختلف الزامات میں پھنسا کر جیل پہنچا دیتے ہیں اور پھر سزائے موت تک

لے جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اب ہم بڑے پیمانے پر ایسا کام شروع کر چکے ہیں۔ جس سے جلد ہی مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی اور کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔“

میں نے حیرانی سے پوچھا ”آپ ایسا کیا کام کر رہے ہیں؟“

”ہم نے اپنے دیس کے مختلف شہروں میں ایسے دس اسپتالوں کو خرید لیا ہے۔ ہم انہیں لاکھوں روپے کا ڈونیشن دیتے ہیں اور ان سے یہ ملے ہو چکا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان مرلیں قریب المرگ ہو تو اسے اور موت کے قریب پہنچا کر اس کا دل نکال لیا جائے۔ آنکھیں نکال لی جائیں اور گردے نکال لیے جائیں اور یہ سب اعضا ہندو ضرورت مندوں کو دے دیے جائیں۔ اس طرح ہندو مرنے کے بجائے ایک نیا جیون پائیں گے اور جو مسلم ہیں وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔“

میں ان سے یہ نہیں کہہ سکا تھا کہ یہ تو سراسر مجرمانہ کارروائی ہے اور ایسی مجرمانہ حرکتوں سے ٹھیک نہیں کمانی جانی۔ یہ تو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اگر میں انہیں نصیحت کرتا تو وہ کبھی نہ مانتے۔ وہ نصیحت سننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی باتیں منوانے آئے تھے کہ میرے اسپتال میں بھی ایسا کچھ ہوتا رہے۔ مسلمانوں کی جانیں جانی رہیں اور ان مسلمانوں کے دلوں سے آنکھوں سے گردوں سے ہندوؤں کو نئی زندگیاں ملتی رہیں۔ میں ان کے ایسے ناپاک ارادوں سے انہیں باز رکھنا چاہتا تو وہ بھی میری بات نہ مانتے۔

میں نے پوچھا ”آپ اور کس طرح مسلمانوں کی تعداد کم کر رہے ہیں؟“

”ہم مسلمان لڑکیوں کو اور جوان مردوں کو پھانسی کرخوا کر داتے ہیں اور پھر انہیں بے ہوش کر کے ان اسپتالوں میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہاں ان کی موت ہوتی ہے اور ہماری ہندو بہنوں اور بھائیوں کو ایک نیا جیون ملتا رہتا ہے۔“

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ زہر ہما سکر نے پوچھا۔ ”آپ کس سوچ میں پڑ گئے ہیں؟“

میں نے سر اٹھا کر کہا ”آپ یہ مانتے ہیں کہ دھرم جو ہے دل سے ہوتا ہے۔ دماغ سے ہوتا ہے۔ اگر ہم دل سے کسی دھرم کو نہ مانیں تو وہ بس دکھاوے کا دین دھرم ہوتا ہے۔ بھگوان بھی ایسے ہندوؤں سے خوش نہیں رہتا۔“

کتابیات پبلی کیشنز

”ہاں ہم یہ تو ماننے ہیں کہ دھرم دل سے ہوتا ہے۔“
میں نے کہا ”اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ جن مسلمانوں کی آنکھیں آپ نے ہندوؤں کو لگا لی ہیں۔ اب وہ دنیا کو مسلمانوں کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جن ہندوؤں کے سینوں میں آپ نے مسلمانوں کے دل پہنچائے ہیں ان کے دل تو اللہ تعالیٰ کے نام سے دھڑک رہے ہوں گے۔“
ان دونوں نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر زبرد ہما سکر نہ کیا۔ ”یہ سراسر بکواس ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ دل جس کے سینے میں پہنچتا ہے۔ اسی کے دھرم کے مطابق ڈھل جاتا ہے اور اسی کے دھرم کے مطابق بھگوان کو یاد کرتا ہے۔“

”میں نے فطروں میں دیکھا ہے کہنا تو میں پڑھا ہے کہ ایک محبوبہ کا دل کسی دوسری لڑکی کے سینے میں جا کر دھڑکنے لگا تو وہ لڑکی اسی کے عاشق سے محبت کرنے لگی۔ یعنی محبوبہ مرنے کے بعد بھی اپنے دل کے ذریعے ایک لڑکی کے اندر زندہ رہی اور اپنے عاشق سے محبت کرتی رہی۔“
بھاسکر نے ذرا ناگواری سے کہا ”یہ کہیں اور کہنا سب بکواس ہوتی ہیں ان کا زندگی کی سچائیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔“
میں نے کہا ”دیکھیں..... میں پہلے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔“

جنا پر ساد نے پوچھا ”آپ اپنی تسلی کس طرح کر سکتے ہیں؟“
میں نے کہا ”اب تک آپ نے جتنے ہندوؤں کو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں دی ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ واقعی وہ اب تک ہندو رہے ہیں؟ یا مسلمانوں کے دل اور آنکھوں کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہیں۔“

جنا پر ساد نے جتنے ہوئے کہا ”آپ تو بالکل بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ ہم آپ کو اسی شہر میں ہی ایسے ہندو جوانوں سے اور عورتوں سے ملائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے کے بعد ایک نیا جیون بنا رہے ہیں اور اپنے بھگوان کی پوجا پات بھی کر رہے ہیں۔“
”میں ایسے لوگوں سے ضرور ملوں گا اور آج ہی ملوں گا۔“

زبرد ہما سکر نے کہا ”دیکھیں..... مسٹر دھرم دیا! ہم شیونادالے بڑی طاقت رکھتے ہیں اور یہاں اس شہر میں ہماری اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہاں ہمارے ہندو دیر نو جوان

جس وقت چاہیں۔ اس وقت جا ہی سکتے ہیں۔ آپ کے اس اسپتال کو تو زہموز کر رکھ سکتے ہیں لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ہم آپ کو محبت سے سمجھانے آئے ہیں۔“
میں نے کہا ”میں بھی محبت سے سمجھانا چاہتا ہوں۔ صرف اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔“
زبرد ہما سکر نے کہا ”کوئی بات نہیں۔ ہم ابھی آپ کو ایسے چند ہندو مردوں اور عورتوں کے پاس لے جائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے بعد بڑے آرام سے اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا آپ ابھی چلنا پسند کریں گے؟“

میں اٹھ کر کھڑا ہوا کیا پھر بولا ”میں نیک کام میں دیر نہیں کرتا۔ ہم ابھی چلیں گے۔“
میں ان دونوں کے ساتھ دفتر سے نکل کر باہر آیا۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولے ”آپ ہمارے ساتھ چلیں۔“
میں نے کہا ”نہیں..... آپ آگے چلیں۔ میں اپنی کار میں آپ۔۔۔ پیچھے آتا رہوں گا۔“

میں آگے گاڑی میں بیٹھ کر بیٹھ گیا پھر اسے اشارت کر کے ان کے پیچھے جانے لگا۔ میں نے خیال خانی کے ذریعے عالی سے کہا ”تم میرے دماغ میں رہو گی۔ یہ معلوم کرو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ اور تمہیں اب کیا کرتے رہنا ہے؟“
میں ڈرائیو کرتا ہوا ان کے پیچھے چلا ہوا ایک محلے میں آ کر روک گیا۔ زبرد ہما سکر نے وہاں کے چیز میں کو بلا کر کہا۔ ”ہم نے جن لوگوں کو دل اور آنکھیں دان کی قمیص۔ ان سب کو اپنے گھر بلاؤ۔ ہم ان سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“
اس چیز میں نے اپنے مکان کے اندر بلایا۔ ہمیں عزت سے بٹھا یا پھر اپنے آدھوں کو حکم دیا کہ ان تمام عورتوں اور مردوں کو یہاں بلایا جائے جنہیں نیا جیون ملا ہے۔

عالی سمجھ گئی تھی کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اس کے مطابق ہمارے چند نئی پیشگی جاننے والوں کو بلایا۔ انہیں سمجھایا کہ یہاں چند لوگوں کی آوازیں سننے کے بعد کیا کرنا ہوگا؟
تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے عورتیں اور مرد آئے گئے۔ ان میں جوان بھی تھے اور کچھ عمر رسیدہ بھی تھے اور وہ تعداد میں چھ تھے۔

میں نے ان سے کہا ”آپ سب ایک ایک کر کے اپنا نام بتائیں پھر یہ بتائیں کہ کام کیا کرتے ہیں؟ اور کہاں رہتے ہیں؟“

وہ ایک ایک کر کے مختصر طور پر اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے۔ عالی اور دوسرے نئی پیشگی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”ہر دیو! تم جن پر سے یہاں دہلی آئے ہو۔ خاندان سے ہو چکے تھے۔ یہاں تمہیں آپریشن کے ذریعے نئی آنکھیں ملی ہیں اور اب تم اپنی طرح دیکھ رہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ کیا محسوس کرتے ہو؟“
ہر دیو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”آپ لوگوں کی کراپا سے مجھے نئی آنکھیں ملی ہیں۔ میں پھر سے اس دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور بہت خوش ہوں۔ ہر چیز صاف طور سے دکھائی دیتی ہے۔ ہر رنگ پہچان میں آتا ہے۔“
”کوئی پریشانی یا الجھن تو نہیں ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔“

دوسرے جھکا کر سوچنے لگا۔ اس کے دماغ میں ہمارا ایک نئی پیشگی جاننے والا موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی سے سوچ رہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر ذرا الجھتا ہوا ہوئے زبرد ہما سکر اور جتنا پر ساد کو دیکھا۔ انہوں نے کہا ”کیا بات ہے؟ تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے کہو۔“

”وہ بات یہ ہے کہ..... جب میں بہت دور سے پانچوں دقت کی اذان سنتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے مسجد کا گنبد اور مینار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو انہیں اچھا جاتا ہے۔ میں اندر سے گھبرا کر آنکھیں کھولتا ہوں تو پھر مجھے وہ منظر نظر آتا ہے۔“

جنا پر ساد اور زبرد ہما سکر پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ چیز میں بھی حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ میں نے ہر دیو سے پوچھا ”تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟“

وہ بولا ”پھر مجھے نظر آتا ہے جیسے ایک بوڑھی ماں نماز پڑھ رہی ہے اور اپنے بچے کے لیے دعا مانگ رہی ہے۔ اس کے بچے کو کسی نے اغوا کیا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اگر مر گیا ہے تو اس کی لاش میں کوئی نہیں ملی ہے۔“

میں نے ہر دیو سے پوچھا ”کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہیں کسی مسلمان کی آنکھیں دی گئی ہیں؟“
زبرد ہما سکر نے فوراً ہی سخت لہجے میں کہا ”مسٹر دھرم! آپ ان سے ایسی باتیں نہ کریں۔ ان میں سے کسی کو نہیں بتایا گیا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ضرورت مند کو بتایا جاتا ہے کہ اسے کا دل اور کسی کی آنکھیں دی جا رہی ہیں؟“

میں نے کہا ”سوری..... مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔ میں آئندہ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی جو بیان رہا ہے اس سے یہ سمجھ میں آ جانا چاہیے کہ میں نے جو کہا وہی سانسے آ رہا ہے۔ اب ہم دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔“
جنا پر ساد نے کہا ”آپ سوال نہ کریں۔ میں پوچھتا ہوں۔“

اس نے ایک عورت سے پوچھا ”تمہارے سینے میں ایک نیا دل دھڑک رہا ہے یا بولا..... اب کیا محسوس کرتی ہو؟“
وہ بولی ”دو بے تپ تپ ہاں ہاں ٹھیک ہوں اور آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں مجھے نئی زندگی ملی ہے لیکن میں پوچھا کرتے وقت بھی کبھی پریشان ہو جایا کرتی ہوں۔“

”کیوں پریشان ہو جاتی ہو؟“
”میں کیا بتاؤں؟ میرا دل پوچھا پٹ میں نہیں لگتا۔ جب میں اکیلی ہوتی ہوں تو سوچتی ہوں ہم کیسے لوگ ہیں؟ جو ساتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ناگ تجبی مٹاتے ہیں سانپ کو دودھ پلاتے ہیں لیکن جو مسلمان ہمارے ساتھ بھائی بن کر رہتے ہیں انہیں ہم زہر پلاتے ہیں۔ ان سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کسی دہلی زندگی ہے؟“

زبرد ہما سکر نے مجھے سے گرجے ہوئے کہا ”چپ ہو جاؤ۔ بکواس مت کرو۔“

وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے کہا ”مسٹر ہما سکر! اگر آپ اس طرح غصہ دکھائیں گے اور ان سے سوالات کریں گے تو یہ اپنے اندر کی کچی باتیں بھی نہیں بتائیں گے اور میں سچ معلوم کرنے آیا ہوں۔“

پھر میں نے ایک لوجوان سے پوچھا ”تم اپنے احساسات بتاؤ اور تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو تو کہ جب ہم کسی کا دل آنکھیں اور گردے لینے ہیں تو ہماری زندگی پر اور ہمارے دھرم پر ان کا ایسا اثر پڑتا ہے؟“

اس لوجوان کے دل میں پیدائشی خرابی تھی پھر سوراخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس کا دل تبدیل کرنا ہوگا اور اب اسے ایک نیا دل مل چکا تھا۔ وہ بولا ”میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟ بس ٹھیک ہوں اور خوش ہوں۔ مجھے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ میں پوجا پات بھی کرتا ہوں۔ میرے لیے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے۔“

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے چیز میں نے کہا ”ہاں۔ کہو..... تمہیں رکنا نہیں چاہیے۔ دل

میں جو کچھ ہے اسے بیان کرو۔

وہ کہنے لگا "میں دوسرے پہلے پرانی دہلی میں رہا کرتا تھا۔ وہاں ہمارے پردس میں ایک چچہ اردو کی پہلی کتاب پڑھتا تھا کہ اللہ ایک ہے۔۔۔۔۔ پاک اور بے عیب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو پیدا کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا کیا گیا۔ وہ بچہ روز بیکل سبق اونچی آواز میں پڑھتا رہتا تھا اور میں متاثر رہتا تھا۔ مجھ پر بھی اس کا اثر نہیں ہوا۔ میں ایک سنا تھا اور دوسرے کان سے لگال دیا کرتا تھا۔ آج دوسرے کے بعد یہاں آیا ہوں اور میرا آپریشن ہوا ہے۔ میرا دل تبدیل کیا گیا ہے۔ جب سے میں اس بچے کی آواز اپنے اندر سنتا ہوں تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ دہلی آواز اندر سے آتی ہے اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ ہائی جو بھی پرستش ہے وہ بت پرستی ہے۔ کفر ہے۔۔۔۔۔ مگر اسی ہے۔۔۔۔۔"

جتنا پر سادے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا کوس کر رہے ہو؟ کیا واقعی تمہارے اندر سے یہ آواز ابھرتی ہے؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔ میں جیج کہہ رہا ہوں۔ میرے اندر سے یہی آواز ابھرتی ہے اور میں سنتا ہوں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں اگر آپ منع کریں گے تو نہیں کہوں گا۔"

میں نے کہا "نہیں۔۔۔۔۔ تلوار کی دھار پر بھی جیج کہنا چاہیے۔"

پھر میں نے ایک نوجوان لڑکی سے پوچھا "کیا تمہاری آنکھوں میں پیدا کی طرح اپنی مٹی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی "ہاں۔۔۔۔۔ میری آنکھیں بہت کمزور تھیں پھر جوان ہوتے ہوئے بالکل ہی کمزور ہو گئیں۔ میں دیکھنے کے قابل نہیں رہی۔ اب مجھے آنکھیں دی گئی ہیں۔"

"اب تمہارے احساسات کیا ہیں؟"

"جی نہیں میں اندر جیروں سے قفل کر بہت خوش ہوں اور اس دنیا کو کچھ سے دیکھ رہی ہوں۔ اور خداوند کریم کا۔۔۔۔۔"

وہ بولنے بولنے رک گئی۔ جججج کہ جتنا پر سادہ زچہ ہمارا اور جیتن میں کو دیکھنے کی پھر سنبھل کر بولی "میں اس دنیا کو اور اس کے رنگین نظاروں کو دیکھ کر بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "ابھی تم نے خداوند کریم کا نام لیا تھا اب بھگوان کا نام کیوں لے رہی ہو؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ جھپکتے ہوئے بولی "چاہئیں کیوں مجھے ایک مسلمان لڑکے سے محبت ہو گئی ہے؟ وہ اگر خداوند کریم کا نام لیتا ہے۔"

وہی نام ابھی میری زبان پر آ گیا تھا۔

زچہ ہمارے ہاں نے اٹھ کر نصی سے پوچھا "کیا کام نے؟ تم ہندو ہو کر ایک مسلمان لڑکے سے محبت کر رہی ہو؟" وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ چاہئیں یہ کس کی آنکھیں ہیں۔ اگر کسی مسلمان لڑکی کی آنکھیں ہیں اور وہ اپنے کسی مسلمان نوجوان کو چاہتی ہو تو یہ آنکھیں اسی نوجوان مسلمان کو دیکھتی ہیں۔ اسی کو چاہتی ہیں اور مجھے بے اختیار اس کے پاس چلی جاتی ہوں۔ اس کی باتیں سننے لگتی ہوں اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی مرضی کے مطابق ہونے لگتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں باتوں میں منہ چمپا کر رونے لگی۔ اس بڑے سے کمرے میں بہت سے افراد تھے۔ سب ہی یہ باتیں سن رہے تھے اور سب کو چپ لگ گئی تھی۔ سب مہم ہو کر اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ بار بار زچہ ہمارے ہاں سے گزرتا تھا۔

میں نے کھارک گھا صاف کرتے ہوئے کہا "مسٹر زچہ ہمارے اور مسٹر جتنا پر سادہ! آپ لوگوں کو صاف صاف بتا دیا چاہیے کہ ان سب کو مسلمانوں کے دل اور مسلمانوں کی آنکھیں دی گئی ہیں۔ اسی لیے ان کے اندر وہ رہ کر اللہ بیدار ہو رہا ہے۔ آپ ان سب کے سامنے تسلیم کریں کہ آپ مسلمانوں کو قتل نہیں کر رہے ہیں ان کی تعداد کم نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے دل اور آنکھیں اپنے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو دے کر انہیں مسلمان بنا رہے ہیں۔ جتنے مسلمان ادھر کم کر رہے ہیں اور اتنے ہی مسلمان پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ حساب میں کر دو نہیں ہیں تو حساب کر کے دیکھ لیں۔" پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں جا رہا ہوں۔ آپ لوگوں نے خرافہ امیر اذیت برپا کیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں اس کمرے سے اور پھر اس مکان سے باہر چلا گیا لیکن خیال خدائی کے ذریعے وہاں موجود رہا۔ وہاں کے دو چار ہندو نوجوان سوالات کر رہے تھے۔ غصہ دکھا رہے تھے "مسٹر ہمارے! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ ہمارے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو مسلمان بنا رہے ہیں؟ آپ سے کیا کہنا؟ کہا تھا کہ ان کے سینوں میں مسلمانوں کے دل رکے جائیں؟ اور مسلمانوں کی آنکھوں سے انہیں روشنی دی جائے؟ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے؟"

زچہ ہمارے ہاں نے کہا "میں نہیں مانتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ یقین کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔"

"اگر یقین کرنے والی بات نہیں ہے تو آپ کی اور

دہلی 47

ہماری آنکھوں کے سامنے یہ کیا ہو رہا ہے؟ اب بھی ان لوگوں سے پوچھیں یہ کیا کہتے ہیں؟" ان میں سے ایک عمر سیدہ شخص نے کہا "میں ہندو ہوں اور ہندو ہی رہوں گا لیکن میرے دل میں عجیب سی جو بات پیدا ہوئی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے لگتا ہوں تو یہ ایک الگ سی بات ہے۔ یہ بات میرے اندر ہے اور اندر ہی رہے گی لیکن اب میں اس دل سے محروم نہیں ہونا چاہوں گا۔ بس جو میرے نصیب میں تھا وہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔" وہاں جن لوگوں کو مسلمانوں کی آنکھیں اور دل دینے ملے تھے۔ وہ سب بھی باری باری یہی کہنے لگے کہ ہم ہندو ہیں۔ ہندو ہی رہیں گے لیکن جو ہمارے اندر ہو رہا ہے۔ ہم اسے روک نہیں سکتے۔ اس لیے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

اس نوجوان لڑکی کے بھائی نے کہا "تو بے شرم ہے۔ سب کے سامنے کہتی ہے کہ ایک مسلمان سے دل لگا چکی ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے مار ڈالوں گا۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا تو لڑکی نے گھبرا کر کہا "یا اللہ! مدد۔۔۔۔۔"

یہ سننے ہی اس کے بھائی کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا۔ وہ پکار کر پیچھے چلا گیا۔ دونوں باتوں سے سر ہٹا کر مٹی چتر میں کوئی زچہ ہمارے ہاں سے جتنا پر سادہ کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوسری بار ہمت کی اور بہن سے کہا "میں ابھی تجھے یہاں سے پکڑ کر لے جاتا ہوں۔ مگر جا کر تیری پانی کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بہن کی کلائی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ بڑھتے بڑھتے ایک جگہ رک گیا۔ وہ اس ہاتھ کو اور آگے بڑھانے لگا تو ہزار گوشش کے باوجود وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے دماغ پر ایک نیلی بیٹھی جانی والے نے قبضہ چھالیا تھا۔ وہ دہلی اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

وہ لڑکی ان حالات سے متاثر ہو کر "یا اللہ! یا اللہ!" پکارتی جا رہی تھی۔ وہاں آپریشن کے بعد جتنے بھی نئی زندگی گزارنے والے موجود تھے۔ وہ متاثر ہو رہے تھے۔ اندر ہی اندر سوچ رہے تھے "کیا ہمارے اندر واقعی ایسی تبدیلی ہو رہی ہے؟"

ان کے اندر جیسے ہوئے ہمارے نیلی بیٹھی جانے والے نے خیالات پیدا کر رہے تھے کہ وہ لاشعوری طور پر متاثر ہیں اور مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے ہیں۔ بولنے لگے ہیں لیکن ظاہر انہیں علم نہیں ہوتا ہے۔ وہ لاشعوری طور پر مسلمان ہیں۔ کیونکہ ان کا دل مسلمان ہے۔ ان کی آنکھیں مسلمان ہیں۔

دہلی 47

اس عمر سیدہ شخص نے کہا "شری مان زچہ ہمارے ہاں آپ نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ہم اندر سے بدل گئے ہیں۔ آپ اب کیا کریں گے؟ کیا آئندہ بھی دوسرے ہندوؤں کو اسی طرح اندر سے مسلمان بناتے رہیں گے؟ آپ ذرا اپنے اس طریقے پر غور کریں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگا۔ اس کے پیچھے دوسرے بھی جانے لگے۔ وہاں جو لوگ کمرے ہوئے تھے۔ وہ ہمارے کو اور جتنا پر سادہ کو لغت طاعت کر رہے تھے اور جیج کر رہے تھے کہ اگر آئندہ انہوں نے ایسی حرکت کی تو وہ انہیں اپنے علاقے میں کھینچ نہیں دیں گے۔ وہ شیوہ بنا کے اگر اپنی عہدے دار ہیں تو وہ شیوہ بنانا والوں سے خود ہی منٹ لیں گے۔ آئندہ انکیشن میں انہیں ایک بھی روٹ نہیں دیں گے۔

ہمارے تمام نیلی بیٹھی جانے والے ہمارے اور جتنا کے دماغوں میں وہ کرم معلوم کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے دلیں کے کتنے شہروں کے استپانوں کو اپنے غلط مقاصد کے لیے خریدا ہے؟ اور کتنے مسلمانوں کو اب تک قتل کیا ہے اور ان کے اعضاء ہندو ضرورت مندوں تک پہنچائے ہیں۔ وہ ان سب کے نام بچے اور فون نمبرز معلوم کرنے لگے۔ ان تک پہنچنے کے پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر مختصر سا تواری عمل کر کے ان کے ذہنوں میں یہ باتیں قفل کرنے لگے کہ آپریشن کے بعد وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف مائل محسوس کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا کچھ نہ کچھ ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کی طرف جھکتے لگتے ہیں۔

کسی کو جبر اپنے دین کی طرف مائل نہیں کیا جاتا۔ ہمارا مقصد بھی یہ نہیں تھا کہ ہم نیلی بیٹھی کے ذریعے انہیں دین اسلام کی طرف مائل کریں لیکن ان دشمنوں کو اسلام دشمنی سے باز رکھنے کے لیے اور مسلمانوں کے قتل سے بھی باز رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ عارضی طور پر ان کے دماغوں میں یہ باتیں قفل کی جائیں انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ اگر انہوں نے آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کیا اور ان کے اعضاء ہندوؤں کے اندر پہنچائے تو ان کے ہندو بھی مسلمان ہونے لگیں گے اور وہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہیں گے۔

اس وقت وہ دونوں زچہ ہمارے اور جتنا پر سادہ بری طرح الجھ گئے تھے۔ وہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ راستے میں بحث کرنے لگے۔ ہمارے ہاں نے کہا "میں ابھی نہیں مانوں گا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ مسلمان کا دل اگر کسی ہندو کے سینے میں رکھ دیا جائے تو ہندو مسلمان ہو جائے۔"

اوندہ۔۔۔۔۔ ایسا بھی ہو ہی نہیں سکتا۔ جتنا نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ہم نے

کی دنیا میں تمام خیال خواتین میں تمام خیال خواتین کرنے والوں کے نام جانتا ہوں۔

نونی بے نہ کہا ”مجھے فوراً ہی یہاں سے جانا ہوگا۔ تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے یہاں مجھ پر حملہ کر دیا کرتے ہو۔ میں تمہاری نظروں میں آ گیا ہوں۔ تمہیں میرا پتا چاہنا معلوم ہو گیا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے چلا گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور اب کہاں جانے والا ہے؟ اگر وہ کہیں جا کر روپوش ہو جائے گا تو پھر میں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکتوں گا۔

میں نے کیمرون کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ اس نے باہر آ کر دیکھا وہ کار میں بیٹھ کر اسے اشارت کر رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا ”دوست! کہاں جا رہے ہو؟ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

اس نے کہا ”نہیں..... یہ تم میرے ساتھ نہیں آ رہے ہو۔ بلکہ وہ میرا دشمن چنڈال جو گیا میرے پیچھے آنا چاہتا ہے۔ خبردار! تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہیں کوئی مار دوں گا۔“

اس نے ریو اور دکھایا تو کیمرون دروازے کی آڑ میں چلا گیا۔ وہ کار اشارت کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کوشی کے احاطے سے نکل کر کیمرون کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کو یا میری نظروں سے اور میری پہنچ سے بھی دور چلا گیا۔

میں آسانی سے اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہاں ایک موٹر سائیکل کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کیمرون کو اس ہائیک پر اس کا پیچھا کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سوار ہو کر وہاں سے جانے لگا۔

لیکن وہ خوش نصیب تھا کہ میں آگے جا کر اس کا تعاقب نہ کر سکا۔ ایک خیال خواتین کرنے والے نے آ کر کہا ”سرا میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔“

مجھے کیمرون کو چھوڑ کر سونیا کے پاس آنا پڑا۔ وہ بولی ”ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والے کہہ رہے ہیں کہ اب عدنان کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ اس کے خیالات گمراہ نہیں ہو رہے ہیں۔ اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جاسکتا ہے اور اس کے آس پاس بولنے والوں کی آوازیں سنی جاسکتی ہیں۔“

”ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والے اور کیا کہہ رہے ہیں؟ کچھ پتا چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟“

”وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ افریقی ملک کے کسی شہر میں ہے۔“

”میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔“

میں خیال خواتین کی پرواز کرتا ہوا اپنے پوتے کے پاس گیا۔ وہ ایک کار کی انگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ڈرائیو کر رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ ابھی اپنے بائیں طرف کی کھڑکی کے پردے کھینچ کر دیکھا۔ سڑک کے کنارے دور دور پر کچے کچے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ ان مکانات کی بناوٹ سے یہی اندازہ ہوا تھا کہ وہ افریقی ملک ہے پھر ایک آدھ گزرنے والے راگبیروں سے بھی پتا چلا کہ وہ ننگرہ ہیں۔ سیاہ قلم ہاتھ میں ہیں۔ ہمیں یہاں تک معلوم ہو چکا تھا کہ عدنان کی خاتون نے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا ہے اور وہ طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا ہے لیکن یہ طیارہ کی افریقی ملک میں پہنچا ہوا تھا ایسا کیوں ہوا تھا اس کی وجہ ابھی کچھ نہیں آ رہی تھی۔

جس طریقہ کار سے ہم عدنان تک پہنچ چکے تھے۔ وہی طریقہ کار دشمنوں نے بھی اختیار کیا ہوگا اور ہم ابھی نہیں جانتے تھے کہ عدنان کے ننھے سے دماغ میں کتنے دشمنوں کی بھیڑ لگی ہوگی۔

وہاں دلاڈی میرا رنا کوف اور آوازوں ہوں گے۔ جٹا بھی ہوگی آنا بیلا بھی ہوگی۔ شیوائی اور چنڈال بھی ہوں گے۔ غرضیکہ ہمارے بھی کتنے ہی ٹیلی بیٹھی جانے والے اس وقت اس کے دماغ میں بالکل مستعد تھے اور وقت پڑنے پر کچھ بھی کر گزرنے والے تھے۔

ہم میں سے کوئی بھی ٹیلی بیٹھی جانے والا اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ نہ اس کے بات کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ اسی لیے سب کے سب چپ تھے اور یوں بھی وہ اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے تھے سب ہی جانتے تھے کہ عدنان کے اندر اس وقت بے شمار خالقین موجود ہوں گے۔

ہم سب خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ ڈرائیو کرنے والی خاتون کا کار کو ایک پٹرول پمپ میں لے کر آئی۔ اجدر میں کا کاٹنا بتا رہا تھا کہ پٹرول کم ہو رہا ہے اور وہ ٹنگی ٹنگی کر دانا چاہتی تھی۔

اس نے کار کی چابی دیتے ہوئے کسی سے کہا ”ٹنگی ٹنگی کر دو۔“

وہ شخص چپ چاپ چابی لے کر چلا گیا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ اس شخص کی آواز سنانی دے لیکن انا بیلا جی جگ جگنا تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کوئی بھی آس پاس اپنی آواز سنانے اور ہم سے ٹیلی بیٹھی جانے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس خاتون کو نقصان پہنچائیں۔ اسے زخمی کریں اور اس

کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کریں کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟

اس شخص نے ٹنگی ٹنگی کی۔ وہ خاتون کا رے اتر کر اس پٹرول پمپ کے دفتر میں چلی گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ انا بیلا اس خاتون کو اٹھا کر وہاں لے گئی تھی۔ تاکہ عدنان اس کے قریب نہ رہے اور اس کے ذریعے خاتون سے ہمیں کرنے والے کی آواز نہ سنی جاسکے۔

اس بات پر سب ہی کڑھ رہے تھے کہ خاتون وہاں گئی تھی اور وہ عدنان کو اپنی خیال خواتین کی لہروں سے متاثر کر کے وہاں نہیں بھیج سکتے تھے۔ اب یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہاں کسی کی بھی آواز نہیں سنی جاسکے گی اور نہ ہی کسی کو آکر دیکھا جاسکے گا۔

ایسے ہی وقت ایک بڑی سی دیکھن کا رولہاں آ کر رہی پھر اس کے تمام دروازے ایک جھلکے سے کھلے کتنے ہی مسلح افراد باہر نکلے پھر پٹرول پمپ کے دفتر میں گھر گئے۔ مگر پوائنٹ پر وہاں سے تمام کیش سینے لگے۔ ایسی حالت میں وہاں بھلے بھلے گئی۔ ایک ملازم خوف سے چپتا ہوا ہمارے گئے گا تو ایک نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ گولی اسے نہیں لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا عدنان کی طرف کار کے قریب آ کر گر پڑا اور اپنی زبان میں کچھ بولا۔

سب ہی نے عدنان کے ذریعے اس کی آواز سنی اور سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ ملازم بڑول تھا۔ جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگ رہا تھا لیکن اب تمام ٹنگی ٹنگی جانے والوں نے اسے دلیہ بنادیا تھا۔ وہ وہاں دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے بولا ”میں یہاں سے نہیں بھاگوں گا۔ مجھے کوئی نہ مارو۔“

ایک مسلح شخص نے ڈانٹ کر کہا ”ابے..... چپ ہو جا..... نہیں تو تیری ڈالوں گا۔“

اب خیال خواتین کرنے والے اس مسلح شخص کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے فوراً ہی اپنے ریو اور کو سیدھا کیا اس خاتون کا نشانہ بنایا۔ وہ اسے گولی مارنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کے دماغ کو ہکا بکا کیا۔ گولی دوسری طرف چلی گئی پھر میں نے اپنے تمام خیال خواتین کرنے والوں کو جلدی جلدی مخاطب کرتے ہوئے کہا ”اس شخص کو گولی نہ چلانے دینا اور اس کے ذریعے دوسرے مسلح افراد کو بھی کنٹرول کر دو۔ وہ بھی فائرنگ نہ کریں۔ سب سب محتاط رہو۔ عدنان کی سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارے دشمن اس عورت کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔“

انا بیلا سنی رہی تھی۔ وہ بھی یہی جانتی تھی لیکن ارنہ کوف

آوازوں اور دلاڈی میرا ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کسی نہ کسی شخص کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس خاتون کو زخمی کرنا چاہیے تھے۔ چنڈال ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ یہ باتیں میں ابھی تفصیل سے نہیں جانتا تھا لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے کئی دشمن عدنان کے اندر چپے ہوئے ہیں اور اب وہ سب مسلح افراد کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں لیکن ان سے پہلے ہمارے ٹیلی بیٹھی جانے والے ان کے دماغوں پر حاوی ہو چکے تھے۔ انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔ ابھی خاصی محنت چاہی گئی۔

ادھر سے ٹیلی بیٹھی جانے والے دشمن انہیں اپنے قابو میں کرنا چاہتے تھے اور ادھر ہم انہیں اپنے قابو میں کر رہے تھے۔

اس عورت نے فوراً ہی اپنی کار کے پاس پہنچ کر اس میں بیٹھ کر اسے اشارت کیا پھر وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ہمارے دشمن دیکھ رہے تھے کہ وہ جا رہی ہے یا نہیں۔ اس سے ٹنگی جا رہی ہے۔ وہ سب ان مسلح افراد کو اس کے پیچھے نہیں لگا سکتے تھے۔ کیونکہ ہم ان کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

آخر وہ ہاتھ سے کھل گئی۔ ان کی پہنچ سے بہت دور چلی گئی۔ اس تک پہنچنے کا صرف ایک دہائی راستہ تھا۔ وہ سب پھر عدنان کے دماغ میں آ گئے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ آئندہ انہیں پھر کوئی ایسا موقع ملے گا تو وہ اس خاتون کو ضرور زخمی کریں گے۔

ان تمام باتوں کی رپورٹ سونیا کو مل رہی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر مجھ سے کہا ”فرہا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ٹنگی بار بھی ہم نے اپنی مرضی سے اپنے پوتے کو اغوا کیا تھا اور اس بار بھی ہم اس خاتون کے ذریعے اپنے پوتے کو اغوا کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ آ سکتا تھا لیکن ہم نے اسے اپنے قابو میں نہیں کیا۔“

میں نے کہا ”یہی حکمت عملی ہے۔ اگر ہم اسے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتے تو دشمن عورت کو زخمی کر کے اس کے ذریعے ہمارے پوتے کو نقصان پہنچاتے۔ ابھی وہ محفوظ ہے اور انشاء اللہ محفوظ ہی رہے گا۔ آگے جا کر ہم اسے کسی بھی طرح اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ بس ذرا انتظار کرو۔“

سونیا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا ”آہ..... انتظار.....“



شہد کی مناس پر اتنی کھیاں نہیں مٹلاتی ہوں گی جتنے دشمن عدنان کے گرد مٹلا رہے تھے۔ ٹیلی بیسی کی دنیا کا کوئی ایسا شہر دور نہیں تھا جو عدنان کے پیچھے نہ بھاگ رہا ہو اور اسے حاصل کرنے کے لیے اس پر بجپنے کی کوشش نہ کر رہا ہو۔ ولاؤی میر، اربانوف، آوازوں، سب ہی ٹیلی بیسی جانے والے دشمن تھے اور دوستوں میں انہوں میں، میں تھا اور میرے ٹیلی بیسی جانے والے تھے۔

صرف ٹیلی بیسی ہی نہیں، کالے جادو کی دنیا کے بڑے بڑے خطرناک جادوگر اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور وہ ننھا سا بچہ سب کے لیے پیٹنج بن رہا تھا۔ یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ نہ تو طاقت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ دولت سے، نہ دوسرے، نہ دعا سے اور نہ غیر معمولی صلاحیتوں سے۔ ہم نے شعوری یا غیر شعوری طور پر تسلیم کر لیا تھا کہ وہ صرف مقدر سے ہی حاصل ہو سکے گا۔

موجودہ حالات میں انیلا کے حوصلے کی داد دینی چاہیے۔ وہ تمام ٹیلی بیسی جاننے والے شہزادوں اور خطرناک جادوگروں سے تھما ٹٹ رہی تھی۔ سب ہی کو دھوکا دے رہی تھی اور سب ہی سے عدنان کو چھپا کر رکھیں لے جانے کی کوششیں کر رہی تھی۔

عدنان ایک عورت جولیا ناؤسن کے ساتھ تھا۔ وہ اسے لے کر اسرائیل جا رہی تھی۔ انیلا نے بھی سوچا تھا کہ اسے اسرائیل ہی پہنچایا جائے۔ پھر وہ خود وہاں جا کر عدنان کو اپنے سائے میں چھپا کر رکھے گی لیکن حالات بدلنے لگے ہیں تو منصوبے بھی بدل جاتے ہیں۔

اچانک ہی اس کا منصوبہ بھی بدل گیا تھا اور وہ حالات کے دھارے میں بہنے لگی تھی۔ جو طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا تھا وہ جدہ پہنچنے کے بعد رک گیا۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ تقریباً دو چار گھنٹے لیٹ ہو گیا تھا۔ ایسے وقت انیلا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ تمام ٹیلی بیسی جاننے والے دشمن اپنے اتر پورٹ کے عہدے داروں کے اندر پہنچ کر عدنان کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک پانچ برس کا بچہ اس طیارے سے اسرائیل جا رہا ہے تو وہ سب تل ابیب کے اتر پورٹ میں موجود ہیں گے۔ خیال خرابی کے ذریعے وہاں اپنے آلہ کار بنا کر رکھیں گے اور عدنان کو جھپٹ لے جانے کی کوشش کریں گے۔

اس نے وہیں سے اپنا روٹ بدل دیا۔ اس نے دوسری فلائٹ سے جولیا ناؤسن کو مارشس جانے پر مجبور کیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق اس طیارے کی دو ٹیمیں ریزرو

کرائیں۔ یہ قانونی طور پر ممکن نہیں تھا لیکن انیلا نے ملکا بیسی کے ذریعے اس نامکن کو ممکن بنا دیا۔ ہم تمام ٹیلی بیسی جاننے والے واقعی تل ابیب اتر پورٹ میں اپنے آلہ کار بنا رہے تھے۔ پھر ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس بھی وہاں موجود تھے۔ ہمیں وہاں عدنان کا انتظار تھا اور انیلا اسے دوسری طرف لے گئی تھی۔ لیکن اس کی یہ چالاکی بھی کام نہیں آئی۔ اچانک ہی عدنان کا دماغ نارمل ہو گیا وہ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ اپنا ہوتے ہی تمام ٹیلی بیسی جاننے والے اس کے اندر پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مارشس پہنچ گیا ہے اور اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اسے ایک کار میں بٹھا کر کسی دوسرے علاقے کی طرف جا رہی ہے۔ ایسے وقت عدنان کو حاصل کرنے کے لیے جو ہنگامے برپا ہوئے اس کا ذکر شہزادہ قسطنطین میں ہو چکا ہے۔

ایسے وقت میں تمام ٹیلی بیسی جاننے والوں کی مجبوری یہ تھی کہ عدنان کے ساتھ رہنے والی جولیا ناؤسن کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ کو انیلا نے لاک کر رکھا تھا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ وہ کہیں جا کر کارروائی وہاں کے لوگوں کو مخاطب کرے ان سے باتیں کرے تو ہم ان لوگوں تک پہنچ کر اس عورت کو ذبح کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے اور ایسا ابھی نہیں ہو رہا تھا۔

تاہم مہاراج جگل بھٹا چارہ نے شیوانی کی فرہادی کے مطابق اس پر منتز پڑے تھے اور اسے یہ صلاحیت بھرت دی تھی کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کے اندر پہنچ سکتی ہے۔

ایسے ہی وقت شیوانی نے جب اپنے بیٹے عدنان کو بلا کیا، اسے آئیے میں دیکھا تو یکبارہ اس کے دماغ میں جگہ بن گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے خیالات گنڈھ نہیں ہیں۔ ایک ہی خیال پر مرکوز ہے۔

اس نے پھر آئیے میں چنڈال جو گیا کو یاد کیا۔ وہ نظر آنے لگا۔ اس نے کہا "چنڈال! میرے بیٹے کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ تم میرے اندر آؤ۔ میں اپنے بیٹے کے اندر پہنچ رہی ہوں۔"

چنڈال اس کے اندر پہنچا تو وہ اسے اپنے بیٹے کے اندر لے گئی۔ اب عدنان کے پاس خیال خرابی کرنے والوں اور کالا جادو کرنے والوں کی جھیز میں چنڈال اور شیوانی کا بھی اضافہ ہو گیا۔

جڑی ہوئی ہے تو انہوں نے تاہم مہاراج کو بھی بلالیا۔ ان کا خیال تھا کہ تاہم مہاراج جگل بھٹا چارہ یہ بہت زبردست ہے۔ ان سب پر جادو ہو سکتا ہے۔ وہ اس پہلو سے زبردست تھا کہ اپنے سامنے جادوگروں کو اور ان منتز پڑنے والوں کو اپنے کسی برسرِ عمل سے کمزور بنا کر رکھا۔ بڑی آسانی سے دوسروں کے منتزوں کا تو ذکر کیا کرتا تھا لیکن فی الحال وہاں جادوگر کی کوئی بات نہیں تھی۔ ہاں تو صرف ٹیلی بیسی کے ذریعے عدنان کے اندر موجود ہونا تھا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا اور سب ہی انتظار کر رہے تھے۔

مہاراج نے شیوانی سے کہا "میں نہیں جانتا تھا کہ تم انامیر یا کے اندر رہ کر اتنے سارے جادوگروں اور ٹیلی بیسی جاننے والوں سے مقابلہ کرتی رہی ہو۔ تم مجھے ان سب کے بارے میں باری باری بتاؤ۔ میری دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ میں ان کے خلاف پوری معلومات چاہتا ہوں پھر دیکھنا! میں ان کے فکریا کروں گا؟"

اس نے چنڈال سے کہا کہ وہ عدنان کے دماغ میں روف رہے اور دوسرے تمام مخالفین کے بارے میں معلومات حاصل کرنا رہے کہ وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ اور پانچے کو کس طرح ٹریپ کرنا چاہیے ہیں؟ اگر کوئی مشکل تو وہ مدد کے لیے مہاراج کو بلا سکتا ہے۔

شیوانی نے پوچھا "مہاراج! کیا آپ نے کبھی فرہادی کو یاد کیا ہے؟"

"نہیں۔ بہت سنا ہے۔ اس کے بارے میں بہت لمبا بھی کئی ہیں لیکن میں اس کے راستے پر کبھی نہیں گیا۔ لیکن اس کا اور میرا راستہ ہمیشہ سے الگ رہا ہے لیکن یہ رہا تھا کہ عجیب و غریب بچہ ہے۔ میں اسے ہر حال میں حاصل کروں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے فرہادی تیمور سے ہی کہنا پڑے۔"

"لیکن آپ کبھی براہ راست فرہادی تیمور سے نہیں مل کر نہیں گئے؟"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ سوئیڈن میں آ جاتی ہے اور اس کا راستہ کئی تھیں کاٹ سکتا۔ وہ بہت ہی بری بلا ہے۔ جس کے پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ اسے قریب تک پہنچا کر ہی دم لیتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، مجھے پہلے سوئیڈن میں لے جانی ہوگی۔" "اگر آپ نے اسے زیرِ کر لیا تو ہمیں کہہ دھا میدان الایا۔ فرہادی ہی آدمی طاقت فہم کردی۔ پھر میرے بیٹے کو

ہمارے پاس آنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔" "کیا سوچنا کا چالاکنا معلوم ہو سکتا ہے؟"

"بہت مشکل ہے۔ جب سے میں نے اس کی مخالفت شروع کی ہے۔ تب سے یہی دیکھا ہے کہ وہ کبھی کسی جگہ بہت دیر تک نہیں رہتی۔ دوسرے دوسرے بھی رہتی ہے میرا بیٹا اسے بھٹکا رہا ہے۔"

"کیا تم پورس کے ذریعے سوچنا تک پہنچ سکتی ہو؟"

"مجھے خیال خرابی آتی تو میں ابھی پورس کے پاس پہنچ جاتی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ پورس کو یاد کر کے جب تم آئیے

میں دیکھو گی تو وہ نہیں نظر آ جائے گا۔ لیکن ابھی نہیں۔ اس کے لیے مجھے پھر سے منتز پڑنے ہوں گے۔ تمہارا اور پورس کا تعلق آئیے میں جوڑنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی تم اسے دیکھ سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ مہاراج! کیا آپ ابھی ایسا کر سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں آدمی رات کے بعد منتز پڑوں گا تو صبح تک تم اسے آئیے میں دیکھ سکو گی۔ فی الحال میں اس بچے کے پاس جا رہا ہوں۔"

انیلا بہت پریشان تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پوری دنیا اس کے مقابلے پر لگی ہے اور وہ تھما رہی ہے۔ یہ ابھی طرح جانتی تھی کہ اس عورت کو ذرا نیچو کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں تو رکنا ہوگا۔ کسی ہوٹل بائیسٹ ہاؤس میں جا کر قیام کرنا ہوگا۔ وہاں آس پاس کے لوگوں سے باتیں بھی کرنی ہوں گی۔ عدنان کے قریب سے گزرنے والے کچھ پولیس گے تو تمام ٹیلی بیسی جاننے والے دشمن اس بولنے والے کے اندر پہنچ کر اس عورت کو اپنے قابو میں کر لیں گے۔

اس سے پہلے ہی عدنان کو ہم سے بہت دور کر دیا جاتا تھی۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتی تھی کہ ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی کسی کی آواز سن سکیں۔

ایک ہی راستہ تھا۔ اس نے اس عورت کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ اس کو نیند نہیں آتی تو وہ خواب آور ہو گیا لیکن کھاتی ہے۔

انیلا کے دماغ میں فوراً یہ بات آئی کہ عدنان کو نیند کی دوا کھلا کر سلا یا جا سکتا ہے۔

اس نے یہی کیا۔ وہ عورت جولیا ناؤسن اس کی مرضی کے مطابق گاڑی ایک طرف روک کر اپنے پرس سے نیند کی

گوئی کالے لنگے بھر اسے عدنان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی
 ”بیٹے اسے کھلاؤ۔ تمہاری محنت دور ہو جائے گی۔“
 اس نے بول سے ایک گھاس میں پانی ڈال کر اسے دیا
 کتنے ہی ٹپکی بھینچ جانے والے پی پی پیج کر کے کھینے لگے ”عدنان!
 خبردار..... اس کو کوئی کمزور میں نہ رکھنا۔ اسے پیچک دو۔“
 لیکن یہ کہنا فضول تھا۔ چیخنے چلانے کچھ نہ ہوتا کیونکہ وہ
 کسی کی سوچ کی گہریوں کو محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ پھر بھلا کیسے
 کسی کی بات سن سکتا تھا؟
 اس نے وہ گوئی منہ میں رکھی پھر پانی کے ساتھ نگل گیا۔
 گوئی کھاتے ہی فوراً نیند نہیں آتی۔ اچھا خاما وقت لگتا ہے۔
 کوئی چندہ منٹ بعد، کوئی آدھے گھنٹے بعد یا کوئی ایک گھنٹے
 بعد سونے کے قابل ہوتا ہے۔ عدنان بچہ تھا۔ وہ گوئی جلد ہی
 اس پر اثر کر سکتی تھی اور نیند آنے سے پہلے اس کا دماغ رفتہ رفتہ
 کمزور ہو رہا تھا کیونکہ جب تک دماغ محسوس نہیں کرتا،
 ذرا کمزور نہیں ہوتا۔ اس وقت تک نیند نہیں آتی۔
 عدنان نے جیسے ہی کمزوری محسوس کی۔ ویسے ہی اس
 کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ تمام خیال خوانی کرنے والے
 جھجھکا گئے۔ اب اس کے دماغ سے نہ تو اس پاس کے مناظر
 دیکھے جاسکتے تھے اور نہ ہی کسی کی آواز سن جاسکتی تھی۔
 ناشا اپنی ماں ارناکوف کے ساتھ خیال خوانی کے
 ذریعے عدنان تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ
 ماریشس کے کسی علاقے میں پہنچا ہوا ہے اگر وہ بھی ادھر
 آجائے گی تو اپنے عدنان کو پالنے کی لیکن ایسے ہی وقت پھر
 اس کا دماغ گڈمڈ ہو گیا تھا۔ اب اس کے ذریعے کچھ معلوم
 نہیں ہو سکتا تھا۔
 وہ اپنی ماں ارناکوف سے بولی ”مما! میں ماریشس
 جاؤں گی اور عدنان کو لے کر آؤں گی۔“
 وہ بولی ”تم بھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئیں بھارتی دور
 کسی افریقی ملک میں تمہا کیسے جاؤ گی؟ میں تمہارے ساتھ
 جا نہیں سکتی۔ یہاں بہت مصروفیت ہے۔“
 ”میں بھائی آوازوں کے ساتھ جاسکتی ہوں۔“
 آوازوں نے کہا ”میں انوشے کے بارے میں فکر مند
 ہوں۔ تمہارے عدنان کے پیکر میں اس کی طرف توجہ نہیں
 دے پا رہا ہوں۔ اب مجھے پتا چل گیا ہے یہ یقین ہو گیا ہے کہ
 یہ بچہ اس طرح ہمیں دوڑاتا رہے گا اور کسی کسی کے ہاتھ نہیں
 آئے گا۔ تمہارے عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ہماری مہم
 کافی ہیں۔ اس لیے اب میں انوشے کی طرف توجہ دوں گا۔“
 وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ اس کی سمجھ

میں فی الحال کچھ نہیں آ رہا تھا اور وہ عدنان کو اپنی طرف متوجہ
 کرنے والے مترجم جی ہارٹی تھی۔
 دلاؤ میری عمر بھر عدنان کے دماغ میں تھا۔ جب اس کے
 خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ بری طرح جھنجھکا گیا۔ دماغی طور
 پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک عمارت میں سڑک
 تھا۔ اس کے طلسمی آلے نے بتایا کہ شیدائی ایشیا کے جنوبی حصے
 میں ہے لہذا اسے پہلے پاکستان یا ہندوستان کی طرف چلا
 چاہیے۔ اس لیے وہ اپنی آئی اسے ایک فلائٹ سے اسلام
 آباد کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہ طلسمی آلہ شیدائی
 کی صحیح نشاندہی کر سکتا تھا۔
 دلاؤ میر کے لیے عدنان بہت اہم تھا۔ اسی لیے وہ
 شیدائی کی طرف جا رہا تھا پھر ایسے میں اسے معلوم ہوا کہ
 عدنان ماریشس میں ہے لہذا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسلام آباد
 پہنچنے پہنچنے یہ یقین ہو گیا کہ وہ بچہ ماریشس میں ہی رہے گا تو
 پھر اسلام آباد سے فوراً ہی کسی فلائٹ کے ذریعے اس افریقی
 ملک میں پہنچے گا لیکن وہ بچہ تو ہمیشہ ہی مایوس کر دیتا تھا۔
 اس بار بھی اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ اس
 کے دماغ سے نکل آیا تھا۔ اب پتا نہیں وہ کب ایک خیال
 مرکوز ہونے والا تھا؟ اور کب یہ معلوم ہونے والا تھا کہ وہ
 کہاں پہنچا ہوا ہے؟
 عدنان دلاؤ میر کی میر کی زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔
 اس کے برسرِ اسرار علم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ عدنان کو اپنے
 ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا، اس وقت تک وہ زوال کی طرف
 جاتا رہے گا اور اپنے ہر محاطے میں ناکام ہوتا رہے گا اور وہ
 دلچسپ رہا تھا کہ اسے ہر قدم پر ناکامی مل رہی ہے۔
 ایک نہ شدہ، دوشدہ..... اب تانترک مہاراج جگل بھٹا
 چاریہ کے لیے بھی عدنان لازمی ہو رہا تھا۔ وہ اس عجیب
 و غریب بچے کو حاصل کر کے اسے دنیا کا حیرت انگیز انسان بنانا
 چاہتا تھا اور اس کے ذریعے بہت سی کامیابیاں حاصل کرنا
 چاہتا تھا۔ پتا نہیں اس نے آئندہ کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا
 تھا؟ لیکن یہ طے ہو چکا تھا کہ دلاؤ میر کے بعد عدنان اب
 تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ کے لیے بہت ضروری ہو گیا
 ہے۔
 اس وقت انا بیلا ایک عمارت میں سڑک رہی تھی۔
 عمارت ترکی کے شہر استنبول سے ہوتا ہوا اسرائیل کی طرف
 جانے والا تھا۔ اب اس نے سوچا کہ وہ استنبول میں ہی رک
 جائے گی اور وہیں جولیانا اس کو عدنان کے ساتھ بلائے گی۔
 جب تمام ٹیلی بیسی جانے والے عدنان کے دماغ سے چل

میں اس نے جولیانا کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ اسے
 نرالی اتر پورٹ جا کر ترکی کے شہر استنبول میں جانے والی
 فلائٹ میں دو ٹیکٹیں ریڈر کرانی چاہئیں۔
 جولیانا اس کی معمول اور تابعدار تھی۔ وہ اس کے حکم کے
 مطابق ٹیکٹیں کرنے والی تھی۔
 پچھلے روز انا بیلا کی ماں نے خود کشی کی تھی۔ اس کی خاطر
 اپنی جان دی تھی وہ ماں کی تدفین کے بعد ساری رات سونہ نہ سکی
 پھر دوسرے معاملات میں مصروف رہی۔ دوسری صبح بھی اسے
 سونے کا موقع نہیں ملا۔ اب وہ پھر سو رہی تھی۔ اس نے سیٹ
 کی پشت سے ٹپک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو
 ہدایت دی کہ وہ کم از کم دو گھنٹے کی نیند پوری کر لے۔ کچھ دیر
 بعد وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلا گئی۔
 سونے سے پہلے یہ اندیشہ تھا کہ نیند کے دوران میں
 عدنان کا دماغ کسی ایک خیال پر مرکوز ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت
 ٹیلی بیسی جانے والے آ کر اسے اس سے چھین کھینچ لے لیکن
 انسان کے لیے کھانا، پینا اور سونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ نیند نہ
 ہونے دماغ کی کام کا نہیں رہتا۔ لہذا وہ ذہنی طور پر تیار رہنے
 کے لیے سوچتی تھی۔
 سب ٹیلی بیسی جانے والے اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے
 تھے اور اپنی محنت دور کر رہے تھے۔ اس انتظار میں بھی تھے کہ
 عدنان کا دماغ آئندہ کب ایک خیال پر مرکوز ہونے والا ہے؟
 فی الحال ہنگامہ ختم کیا تھا۔ اب نہ جانے کتنی دیر بعد وہی ہنگامہ
 رہا ہوئے والا تھا؟
 ☆☆☆☆
 تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ نے انجلی کے دماغ
 میں جگہ بنانے کے بعد چنڈال کو اس کے اندر پہنچایا تھا اور حکم دیا
 تھا کہ اسے اپنی معمول اور تابعدار بنانے کے بعد ساری
 معلومات حاصل کی جائیں کہ اس کے پیچھے کون ٹیلی بیسی
 جانے والا چھپا ہوا ہے؟ اور وہ بھارتی اکابرین سے رابطہ
 کر کے کیوں چنڈال کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے؟
 چنڈال کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش ہو رہی تھی۔
 وہ خود معلوم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے انجلی پر بخوبی عمل
 کرنے میں دیر نہیں کی۔ جس وقت انجلی کو کوئلہڑ ریک سے ٹھکا
 لگا تھا۔ اس وقت وہ ایک سپر مارکیٹ میں تھی۔ مہاراج نے
 اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا تو وہ کچھ دیر کے لیے
 سہو ہوئی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اسے اسپتال پہنچا دیا تھا۔ وہیں
 چنڈال نے اس پر بخوبی عمل کیا تھا اور اسے اپنی معمول اور
 تابعدار بنالیا تھا۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ ایک بار ایک فلائیو اسٹار ہوٹل
 میں اس کی ملاقات ایک بوڑھے امریکی سے ہوئی تھی۔ وہ پہلی
 ملاقات میں ہی اس سے متاثر ہوئی تھی پھر آئندہ بھی اس سے
 ملتی جلتی رہی تھی۔ اسے بھی پتا ہی نہ چلا کہ اس بوڑھے نے
 اس پر کب بخوبی عمل کر کے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنالیا
 تھا؟
 ویسے وہ بوڑھا امریکی بہت ہی شریف انسان تھا۔ اس
 نے انجلی کو اپنی بیٹی بنالیا تھا۔ اور کہا تھا ”چونکہ اب تم میرے زیر
 اثر ہو گی اور میرا راز کیوں نہیں بتاؤ گی۔ اس لیے میں تمہیں اپنا
 نام بتا رہا ہوں۔“
 اس نے اپنا نام ماؤز ہنر بتایا تھا پھر اس سے کہا تھا ”میں
 یہاں اپنے ایک ٹیلی بیسی جانے والے امریکی ساتھی کو تلاش
 کرنے آیا ہوں۔ اس کا نام ٹونی ہے۔ یہ لیکن یہاں کے ایک
 جادوگر چنڈال نے اسے بری طرح ٹریپ کیا ہے۔ ٹونی ہے
 اس کے گھٹنے سے نکل نہیں پا رہا ہے۔ میں اسے چنڈال سے
 نجات دلانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں بھارتی اکابرین
 سے دوستی کر رہا ہوں اور تمہیں ایک ٹیلی بیسی جانے والی بنا کر
 ان کے سامنے پیش کر دوں گا۔“
 پھر اس نے یہی کہا تھا۔ بھارتی اکابرین کو یقین دلایا تھا
 کہ ہندوستان میں ایک ٹیلی بیسی جانے والی پیدا ہو گئی ہے۔
 وہ چنڈال کا مقابلہ کر سکتی ہے اور اسے ضرور بھارتی اکابرین
 کے قدموں میں لا کر گرائے گی۔
 لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ بے چاری تو خود چنڈال کے
 قدموں میں آ کر گر گئی۔ اس کی معمول اور تابعدار بن چکی
 تھی۔ چنڈال نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ
 بخوبی نیند پوری کرنے کے بعد اسپتال سے نکلے گی اور اپنی کار
 میں بیٹھ کر پانی دے کر طرف آئے گی۔
 ناگ پور کا ایک محلی شہر کاٹھی ہے۔ وہ کاٹھی شہر کے ایک
 ہوٹل میں اس کا انتظار کرے گا اور وہ وہیں پہنچے گی۔ اس نے
 اپنی دانست میں بہت محتاط طریقہ کر کے اپنی معمول بنالیا تھا لیکن یہ
 بھول گیا تھا کہ بعض اوقات بہت ہوشیاری کے باوجود مات
 ہو جاتی ہے۔
 اس نے تانترک مہاراج سے کہا ”مہاراج! میں نے
 انجلی کو اپنی معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ میں اس سے بہت کچھ
 معلوم کر رہا ہوں اور اب آئندہ اس کے ذریعے بھارتی
 اکابرین کے اندر پہنچا رہا ہوں گا۔“
 مہاراج نے کہا ”مجھے بھارتی اکابرین سے دلچسپی نہیں
 ہے اور نہ مجھے کسی ملک پر حکومت کرنے کا شوق ہے۔ تم ان
 کتابیات پبلی کیشنز

حکمرانوں کے سردار پر بیڑہ کر حکومت کرنا چاہتے ہو تو کرو لیکن اس کیلئے تہمتی جاننے والے ماؤز ہنتر سے محتاط رہو۔“

”میں آپ کی کرپا سے محتاط رہوں گا۔ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ میری بیٹی کو شہر سلطان کے شہر سے نجات دلائیں۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں ابھی وہیں جا رہا ہوں۔“

شام ہو چکی تھی۔ فرمان نے شہر سلطان سے وعدہ کیا تھا کہ شام کو قاضی صاحب کے ساتھ آئے گا اور اس سے نکاح پڑھائے گا۔ وہ کالیا اسرائیلی کے بیٹے میں رہتی تھی۔ فرمان قاضی صاحب کے ساتھ وہیں آ گیا۔ شہر سلطان نے اس بیٹے کے آس پاس رہنے والے چند مسلمانوں سے شہسازیا پیدا کی تھی۔ اس نے اپنے نکاح میں انہیں دعوت دی۔ وہ سب گواہ کی حیثیت سے اور اس کے دلیل کی حیثیت اس شادی میں شریک ہوئے۔ اس طرح قاضی صاحب نے اس کا نکاح فرمان سے پڑھا دیا۔

انتہا نے کہا تھا کہ وہ نکاح نہیں ہونے دے گی۔ اپنے وقت شہر سلطان کے اندر داخل ہونے کی تو وہ نکاح قبول نہیں کر سکے گی۔

لیکن فرمان نے عین نکاح کے وقت شہر سلطان کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ دوسرے گفتگوں میں وہ انتہا پر بھی قابو پا چکا تھا۔ وہ اندر ہی اندر چل رہی تھی لیکن کچھ بول نہیں پاری تھی۔ اپنے وقت شہر سلطان نے نکاح قبول کر لیا۔

تاترک مہاراج جگل بھٹا چارہ، شہر سلطان تک پہنچنے کے لیے کالے مٹروں کا جاب کر رہا تھا۔ اس کا سر اٹھا لگا تھا۔ تھا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ شہر سلطان کے دماغ میں کس طرح پہنچ سکتا ہے؟

شام کو جلدی کھانا چاہتا ہو گیا۔ وہاں اپنے کمرے میں آگئی اور دو لٹا بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے شہر سلطان کے دماغ میں پہنچ کر انتہا سے کہا ”دیکھو! تم کوئی شرارت نہ کرنا۔ جب بھی کرو گی تو میں شہر سلطان پر قبضہ جما کر تمہیں بھی اپنے قابو میں کر لوں گا پھر تم بے بس ہو جاؤ گی۔ کچھ نہیں کر سکو گی۔“

وہ بے بس تھی، مجبور تھی، کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے۔ ایسے وقت انتہا بھی مدھوش ہونے لگی۔ اسے یوں لگا، جیسے فرمان اسے پیار کر رہا ہو۔ آخر وہ شہر سلطان سے الگ نہیں تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہی انتہا بھی محسوس کر رہی تھی۔

مختصر یہ کہ جیت کے کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب وہاں جج پڑتی ہے۔ اس پیار بھرے مرحلے کی وہ ایسی خوب صورت اذیت ہوتی ہے جس کتبیات، جلی کیشنر

سے گزرتا ہی پڑتا ہے۔

ایسے ہی وقت وہ تاترک مہاراج کی سوچ کی لہروں میں محسوس نہ کر سکی اس نے اندر پہنچنے کی ایک زلزلہ پیدا کیا۔ شہر سلطان کی شہرت سے ملنے پھاڑ کر چیتنے لگی۔ فرمان نے جبرانی سے پوچھا ”کیا ہو گیا۔۔۔۔۔؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“

وہ زلزلہ خیاں خواتین کی چھلانگ لگا کر اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ کسی نے زلزلہ پیدا کیا ہے اور وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی ہے اور اس پر بے ہوش طاری ہو رہی ہے۔ فوراً ہی سمجھ میں آ چاہے والی بات تھی کہ چنڈا ل اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے رہائی دلانے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اس نے فوراً ہی خیاں خواتین کے ذریعے ٹوٹی ہے اور مخاطب کیا اور کہا ”دوست۔۔۔۔۔ فوراً آ جاؤ، شہر سلطان بڑی مصیبت میں ہے۔ چنڈا ل پریشان کر رہا ہے۔“

ایک ہی زلزلے کے باعث شہر سلطان کا دماغ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ ٹوٹی ہے کہ وہاں اس کے دہان تک آئے ہیں جتنی دیر لگی اتنی دیر میں تاترک مہاراج نے اس کے کمزور دماغ پر قبضہ جمالیا۔

فرمان ٹوٹی ہے کے ساتھ وہاں شہر سلطان کے دماغ میں آیا تو وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی تھی۔ ان کی سوچ کی لہروں کو نہ تو محسوس کر رہی تھی اور نہ ہی ان کی آواز میں سن رہی تھی۔ وہ دونوں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی تکلیف کم کرنا چاہتے تھے لیکن پتا چلا کہ وہ تاترک مہاراج کے قبضے میں ہے اور وہ دونوں اس پر حاوی نہیں ہو سکیں گے۔

انہوں نے خیاں خواتین کے ذریعے تاترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ انہیں آنے سے روک دیا۔ پھر چنڈا ل سے کہا ”فوراً شہر سلطان کے دماغ میں پہنچو۔ میں نے وہاں قبضہ جمالیا ہے۔ اب تم اس پر قبضہ جمائے رکھو۔ میں فرمان اور ٹوٹی ہے سے منت رہا ہوں۔“

اس نے فوراً ہی شہر سلطان کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ انتہا نے خوش ہو کر کہا ”پتا چلی آپ آ گئے؟“

”ہاں بیٹی! میں آ گیا ہوں۔ چنڈا نہ کرو۔ اب جہیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔“

فرمان نے کہا ”چنڈا ل! تمہاری بھجری امی میں ہے کہ تم شہر سلطان کا پیچھا چھوڑ دو۔“

”میں اپنی بھجری کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے دھمکی نہ دو۔“

ٹوٹی ہے نے کہا ”تم کے شیطان ہو۔ مرنے کے یہ

بھی دوسری زندگی حاصل کر کے ہو لیکن ہم تمہیں بھروسہ کے ٹکٹ اتار دیں گے۔ یہ تمہیں گے کہ ہم کب تک تمہیں مارتے رہیں گے اور تم کب تک نئی زندگی حاصل کرتے رہو گے؟“

”بس ہو سکتے جاؤ۔ ہو سکتے والے کتے کاٹ نہیں سکتے۔ اس وقت بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“

فرمان نے کہا ”ہم تمہیں آتما ہستی کا منتزہ نہیں پڑھنے دیں گے۔ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکو گے۔“

اس نے ہنسنے ہوئے کہا ”مجھے منتزہ پڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمارے تاترک مہاراج جگل بھٹا چارہ یہ اپنے کالے ٹکٹ میں مصروف ہیں۔“

وہ دونوں فوراً ہی تاترک مہاراج کے اندر پہنچ کر اسے منتزہ پڑنے سے روکنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت شہر سلطان نے بڑی کمزوری سے فرمان کو مخاطب کیا ”فرمان! پاپو کچھ کرو، نہیں تو میں مرنے جاؤں گی۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔“

فرمان نے کہا ”ٹوٹی ہے! تم اس مہاراج کے پاس جاؤ۔ میں شہر سلطان کے لیے کچھ کرتا ہوں۔“

ٹوٹی ہے چلا گیا۔ انتہا نے ہنسنے ہوئے کہا ”فرمان! اب تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ پتا چلی کے آ جانے سے مجھے توانائی مل رہی ہے اور شہر سلطان کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ ہو رو گی تو کر سکو گے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پاؤ گے۔“

واقعی یہی ہو رہا تھا۔ وہ اس کے دماغ کو سکون پہنچانا چاہتا تھا لیکن چنڈا ل نے قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ شہر سلطان سے صرف بھڑکی کر سکتا تھا۔ اسے حوصلہ دینے کی تہنیں کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

اگر ٹوٹی ہے نے تاترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ وہاں آ گیا۔ اس نے دوبارہ اس کی اس نے پھر سانس روک لی۔ تیسری بار تاترک مہاراج نے اسے اپنے اندر آنے کا موقع دیا۔ پھر پوچھا ”تم کیل بار بار آ رہے ہو؟ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے زیر کر لو گے؟“

”میں تمہیں زیر نہیں کر سکوں گا لیکن منتزہ پڑنے سے روکتا ہوں گا۔“

”ہنسنے ہوئے بولا ”کیا تم مجھے نادان سمجھتے ہو؟ پہلی بار اس نے خاٹے میں تم نے میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ اس وقت تم نے اسی طریقے کی تہنیں کی تھیں۔ اب تو بہت کچھ کر چکا

ہوں۔ میں نے اپنے ایک چیلے کو اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے۔ میرے بدلے وہ آتما ہستی کے منتزہ پڑ رہا ہے۔ جب اس کا کام ختم ہو جائے گا تو میرا کام شروع ہوگا۔ وہ آخری مرحلہ ہوگا۔ اس آخری مرحلے میں، میں انتہا کی آتما کو شہر سلطان کے شہر سے نکال کر لے جاؤں گا تم سب دیکھتے اور سوچتے رہو جاؤ گے۔“

ٹوٹی ہے نے شہر سلطان کے دماغ میں آ کر فرمان کو بتایا کہ تاترک مہاراج کس تدبیر سے آتما ہستی کے منتزہ پڑ رہا ہے۔ اسے روکا نہیں جاسکتا کیونکہ وہ یہ سارے کام اپنے کسی چیلے کے ذریعے کر رہا ہے۔ ہم نے اس کے چیلے کی آواز اور کچھ کو نہیں سنا ہے اس لیے اس کے اندر نہیں جاسکتے۔

فرمان اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بول رہا تھا ”اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس شیطان کو آتما ہستی کے کالے ٹکٹ سے کس طرح روکا جاسکتا ہے؟“

شہر سلطان بڑے ہی کرب میں مبتلا تھی۔ فرمان پریشان ہو رہا تھا۔ اس بار اس نے انتہا سے گڑگڑا کر کہا ”میں تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں۔ شہر سلطان سے محبت کرو۔ یہ تمہارا اسم ہے۔ تم اس کے ساتھ دوستی اور محبت سے رہ سکتی ہو۔ اپنے باپ کو شیطانی حرکتوں سے روکو۔۔۔۔۔ اس بے چاری کو اتنی مصیبتوں میں مبتلا نہ کرو۔“

وہ کھڑے انداز میں بولی ”اوندہ۔۔۔۔۔ اب میری خواہش یہ کر رہے ہو۔ اسے وہاں بنا کر اس کے ساتھ سہاگ رات گزار رہے تھے۔ میرا دل جلا رہے تھے۔ میں تمہیں روک رہی تھی کہ اس سے شادی نہ کرو۔ اس کے ساتھ جسمانی رشتہ قائم نہ کرو۔ میں جلد ہی دوسرا جسم حاصل کر دوں گی۔ میرے پتا چلی، ایسے منتزہ پڑھیں گے کہ میں نے جس میں جا کر دماغی طور پر بھی مضبوط ہوں گی۔“

چنڈا ل نے کہا ”بے شک۔۔۔۔۔ جب میں نے اپنی بیٹی کو شہر سلطان کے اندر پہنچایا تو اس وقت میرا دل مکمل نہیں تھا۔ اگر مکمل ہوتا تو شہر سلطان پر حاوی رہتی۔ پھر یہ ایک مسلمان شہر سلطان نہ رہتی۔ تم انتہا کی حیثیت سے اسے قبول کرتے رہتے۔ بہر حال مجھے سے غلطی ہو گئی تھی آئندہ نہیں ہوگی۔“

فرمان اور ٹوٹی ہے دونوں ہی پریشان تھے۔ شہر سلطان کی بے بسی اور تکلیف دیکھ رہے تھے لیکن اسے اس کرب سے نجات نہیں دلا سکتے تھے۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ دشمنوں کو کھوکھلی دھمکیاں دیتے رہتے یا پھر ان کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے رہتے اور یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ شیطان کے سامنے ہتھیاری روئے رہو، گڑگڑاتے رہو

اسے رحم نہیں آتا۔ رحم کرنے والی تو خدا کی ذات ہے۔ اور وہ خالق و معبود بہتر جانتا ہے کہ کب کس پر رحم کیا جائے اور کب کس کو اس کے اعمال کی سزا دی جائے؟ فرمان اور شر سلطان کے عمل قابل اعتراض نہیں تھے۔ انہیں سزا نہیں ملنی چاہیے تھی اور دیکھا جائے تو شر سلطان کو قدرتی طور پر سزا نہیں مل رہی تھی۔

قدرتی اصولوں کے مطابق شر سلطان کی موت بہت پہلے واقع ہو چکی تھی۔ اس کے مقدر میں جب وہ موت لکھی تھی تب ہی وہ مر چکی تھی۔ یہ تو ایک بدروح کے ساتھ زندگی گزارنے والی مدت تھی۔ جو اب پوری ہو رہی تھی۔ اب تک سزا شر سلطان کو نہیں، انتہا کو مل رہی تھی اور اب آئندہ بھی وہ سزا پانے کے لیے کسی دوسرے جسم میں پہنچنے والی تھی۔ شیطانی زندگی کو بھی ممکن نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ بھی ملنے والے تھا۔

آخر شر سلطان کا دم لکل گیا۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ فرمان نے بارے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں قلم لیا جیسے حیرت مندہ سا ہو۔ دل ہی دل میں معافی مانگ رہا ہو۔ ”میری جان! میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ مجھے یہ ناکامی ہمیشہ یاد ہے گی۔ میں اس دشمن کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی قبر تک اسے دوڑاتا رہوں گا۔“ اس کا سر جھک گیا۔ بہت پہلے ہی قدرت کو اس کی موت منظور تھی۔ وہ بہت پہلے مر چکی تھی۔ مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے، اس کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے اس لیے فرمان کا سر جھک گیا تھا۔

☆☆☆

میں عدنان کے دماغ سے چلا آیا تھا کیونکہ وہ نیند کی گولیاں کھا کر سو گیا تھا۔ نہ جانے کتنے گھنٹوں کے بعد بیدار ہونے والا تھا؟ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا ”ہمارے پوتے نے ہمیں تھکا مارا ہے؟“

اس نے پوچھا ”اب کیا ہوا؟“

”جس نے اس عورت کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس عورت نے اس کی مرضی کے مطابق ہمارے پوتے کو نیند کی دوا کھلا دی ہے اور وہ گہری نیند سو گیا ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کوئی ہمارے پوتے پر جادو کر رہا ہے۔ کوئی اسے ادھر سے ادھر لے کر بھاگ رہا ہے۔ کوئی اسے نیند کی دوا کھلا رہا ہے۔ پتا نہیں آئندہ اس کے ساتھ کسی کیسی زیادتیوں ہوں گی؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جناب حمزہ کی صاحب کے

کتابیات پبلی کیشنز

پاس جاؤں گی، ان سے اٹھا کروں گی کہ وہ روحانی طاقتوں کے ذریعے ہمارے پوتے کو محفوظ فراہم کریں۔“

”سونیا! میں ایک جگہ ایک اہم معاملے میں مصروف تھا اعلیٰ بی بی بھی میرے ساتھ مصروف تھی۔ میں اب ادھر ہوں۔ تم مجھے بلاؤ گی میں آ جاؤں گا۔“

پھر میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں زہر بھاسکر اور جتنا برسا دے کر لیے ایک یہودی تنظیم کے کیمرون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ یہودی ان ہندوؤں کے ساتھ مل کر بھارت میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر وہ ایسے مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے جو یہودی تنظیم کے خلاف کچھ نہ کر سکتے رہتے ہیں یا کچھ کرتے رہتے ہیں۔

کیمرون کے اندر جا کر پتا چلا کہ اس کے گھر میں ایک اور مہمان دوست ہے جس کا نام بے پرکاش ہے۔

میں نے بے پرکاش کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پتا چلا کہ وہ نیلی نیلی جیسی جانتا ہے۔ اسے شہرہ کے میں پنڈال جو گیا ہوں۔ کیمرون کے دماغ میں چھاپا ہوں۔ اور اسے خریب کرنے آیا ہوں۔ اس وقت تک مجھے نہیں معلوم تھا کہ بے پرکاش دراصل ٹوٹی ہے۔

پنڈال چونکہ ٹوٹی ہے وغیرہ کی رہائش گاہ کو جانتا تھا اس لیے وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر عارضی طور پر کیمرون کے ماتو رہنے لگا تھا۔ بہر حال اب میں نے کیمرون کے ہنگامے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے اندر چھاپا ہوا نیلی جیسی جاننے والا اسے کسی بھی وقت کسی بھی طرح نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے وہ فوراً ہی وہاں سے نکل کر ایک گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہونے لگا۔ تو میں نے کیمرون کو اس کے پیچ لگا دیا۔ ایسے ہی وقت سونیا نے مجھے بلایا تھا۔ اور میرا سب سے رابطہ ختم ہو گیا تھا۔

اب میں دوبارہ کیمرون کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ بے پرکاش کہاں ہے؟

پتا چلا کہ وہ اس کا حاقب نہیں کر سکا تھا۔ نہ جانے کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا کہ بے پرکاش نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کی تھی؟

اس نے انکار کیا ”نہیں۔۔۔۔۔ اس کے بعد میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔ میں حیران ہوں کہ بیک وقت دو دماغ نیلی جیسی جاننے والے میرے اندر آ گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے

دہشت

کو حاقب کر رہے تھے اور اب میرے اندر ایک بھی نہیں ہے۔“

ایسی بات نہیں تھی۔ یہ حقیقت زندہ جانتا تھا اور نہ ہی میں جان سکتا تھا کہ ٹوٹی جے یہاں سے فرار ہونے کے بعد کیمرون کے اندر آتا چاہتا رہا تھا اور اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا رہا کہ وہ ٹوٹی فون کے ذریعے زہر بھاسکر سے کیا باتیں کر رہا تھا؟

پہلے تو اسے یہ معلوم ہوا کہ کیمرون، زہر بھاسکر اور جتنا برسا وغیرہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو اغوا کرتے ہیں۔ ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال کر ضرورت مند ہندوؤں کو ملنے کے طور پر دے دیتے ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کو بھی زندہ لٹی ہے اور مسلمانوں کی تعداد کم ہونے لگی ہے۔

پھر ٹوٹی جے کو کیمرون کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ جن ہندوؤں کے سینوں میں مسلمانوں کے دل ٹرانسفر کیے گئے ہیں اور جن مسلمانوں کی آنکھیں ہندوؤں کو دی گئی ہیں وہ سب مسلمانوں کے انداز میں سوچنے لگے ہیں اور عمل کرنے لگے ہیں۔

نیلی وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بات ٹوٹی جے کے ملنے سے نہیں اتر رہی تھی۔ اس نے کیمرون سے کہا ”یہ کیسے ممکن ہے؟ انسان کا جسم اور اس جسم کے اعضا زندہ ہوتے ہیں، نہ مسلمان، نہ سکھ، نہ عیسائی اور نہ یہودی۔۔۔۔۔ پھر ان مسلمانوں کے اعضا جن کے اندر ٹرانسفر کیے گئے ہیں وہ کیسے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں؟“

کیمرون نے کہا ”ایسا ہو رہا ہے۔ میں نے خود رام پور کے ایک ڈاکٹر سے بات کی تھی۔ وہ ڈاکٹر ہمارا خاص آدمی ہے اور ہمارے لیے خفیہ طور پر ایسا دھندا کرتا ہے۔“

پھر کیمرون نے ٹوٹی جے کی مرضی کے مطابق اس ڈاکٹر سے فون پر رابطہ کیا، اس سے بات کی تو ٹوٹی جے فوراً ہی اس ڈاکٹر کے اندر پہنچ گیا پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس ڈاکٹر نے دو ہندوؤں کا تبدیلی قلب کا آپریشن کیا تھا اور مسلمانوں کے دل ان کے اندر پہنچائے تھے۔

اس نے ڈاکٹر کے اندر یہ سوال پیدا کیا ”کیا ان دونوں کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہیں؟“

اس نے انکار میں کہا ”نہیں۔۔۔۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“

”یعنی تم ان دونوں کا چپک اپ کرتے رہتے ہو؟“

”بے شک۔۔۔۔۔ میں انہیں ہمیشہ اینڈ کرتا ہوں اور ان

دہشت

کے دل کے فنکشنز کو سمجھتا رہتا ہوں۔ ان سے باتیں بھی کرتا رہتا ہوں۔“

”کیا وہ اپنی باتوں سے یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں اور کیا ان میں سے ایک مریض کی مسلمان عورت سے محبت نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس سے شادی کرنے کے لیے وہ اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا ہے؟“

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر کو قلم کر سوجا ”میرے دماغ میں ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟ میرا کوئی مریض ایسا نہیں ہے۔ نہ کوئی مسلمان عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہے پھر میرے اندر ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟“

ٹوٹی جے نے کیمرون کے اندر آ کر معلوم کیا کہ اسے یہ باتیں اور کہاں کہاں سے معلوم ہوئی تھیں؟ پتا چلا کہ زہر بھاسکر اور جتنا برسا نے اس جیسے اور بھی مریضوں کے بارے میں باتیں کی تھیں جو ہندو تھے لیکن مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے تھے۔

کیمرون نے ٹوٹی جے کی مرضی کے مطابق زہر بھاسکر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ٹوٹی جے، بھاسکر کی آواز سننے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے تمام معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے اسے بھی مجبور کیا کہ وہ پھر اس علاقے میں جائے اور ہندو عورتوں اور مردوں سے ملاقات کرے۔

وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن ٹوٹی جے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ گھر سے نکل کر اس علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دو چار ایسے مریض مردوں اور عورتوں سے باتیں کیں۔ ٹوٹی جے ان مردوں اور عورتوں کے اندر پہنچتا گیا اور ان کے خیالات معلوم کرنا گیا۔ وہ سب الجھن میں جلاتھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ پہلے مسلمانوں کی طرح کیوں بولتے رہے تھے؟ پھر اب ایسی کیفیت کیوں نہیں ہے؟ اب تو وہ ہر طرح سے ہند ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔

ٹوٹی جے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر حمزہ کی سے خور کرنے لگا۔ ”ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے تو وہ دین اسلام کی طرف مائل تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ وہ سب ہند ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق ہی سوچ رہے ہیں اور عمل کر رہے ہیں۔“

ٹوٹی جے کی سمجھ میں بھی آیا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر پہنچ رہا ہے جنہیں مسلمانوں کے

کتابیات پبلی کیشنز

دل اور آنکھیں دی گئی ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔

ٹوٹی بے اپنی کوئی خفیہ رہائش گاہ بنانے کی فکر میں تھا۔ ابھی وہ ان معاملات میں نہیں الجھا چاہتا تھا۔ آخر وہ فرمان کے پاس آگیا۔ اس سے بولا ”تم شہر سلطانہ کا سوگ منار ہے ہو۔ بہت اداں ہو۔ اس لیے میں تمہارے پاس نہیں آتا تھا۔ اسے ایک پرانے دوست کیمرون کے پاس رہنے کے لیے کیا تھا لیکن وہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔“

وہ فرمان کو ان ہندوؤں، مسلمانوں، بزرگواروں، جتنا پر ساد اور کیمرون وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا پھر اس نے کہا ”میں نے تم سے دوستی کی ہے تم مسلمان ہو اس لیے میں تمہیں یہ باتیں بتا رہا ہوں کہ یہاں اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے سلسلے میں کیسی کیسی شیطانی سازشیں کی جا رہی ہیں۔“

”شکریہ دوست! تم نے بہت بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ مجھے ان دشمنوں سے شکنا ہوگا۔“

”بے شک..... اس طرح تمہارا دل بھل جائے گا۔ تمہیں رفتہ رفتہ شہر سلطانہ کو بھول جانا چاہیے۔“

وہ سر جھکا کر بولا ”اتنی بڑی شکست ہے کہ میں اسے بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کم بخت پنڈال نے شہر سلطانہ جیسی معصوم اور بے گناہ لڑکی کو بے موت ماری ہے۔“

”ایسا نہ کہو..... وہ بے موت نہیں مری ہے۔ وہ تو بہت پہلے ہی مر چکی تھی۔ اسے بھول جاؤ۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ”ہاں..... مجھے اس طرف دھیان دینا چاہیے۔ ٹوٹی! تم مسلمان نہیں ہو لیکن اچھے انسان تو ہو، تب ہی یہ بات سمجھ رہے ہو کہ اچھے خالص صحت مند مسلمانوں کو فریپ کر کے یا اغوا کر کے ان کے دل اور آنکھیں نکالی جا رہی ہیں اور ہندوؤں کے جسموں میں شعل کی جا رہی ہیں۔ کیا یہ غیر انسانی عمل نہیں ہے؟“

”بے شک! یہ شیطانی عمل ہے اور میں اس کے خلاف تمہارا ساتھ دوں گا۔“ پھر اس نے ذرا سوچ کر کہا ”وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ جو ان ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔ نزدیک بھاسکر، جتنا پر ساد اور کیمرون وغیرہ کو الٹا بتا رہا ہے؟“

”ایسا کوئی مسلمان ہی کر سکتا ہے۔ میرا خیال تو فرہاد صاحب کی طرف جا رہا ہے۔ وہ دیا ان کے خیال خوانی کرنے والا ایسا کر رہے ہوں گے۔“

”تم فرہاد صاحب سے رابطہ کر سکتے ہو؟ کیا وہ تم سے باتیں کرتے ہیں؟“

”ہاں۔ یہ اعزاز مجھے حاصل ہے کہ وہ مجھ سے باتیں کر لیتے ہیں۔ میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں۔“

”وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا تو میرے پاس آیا بلکہ بولا ”سرا میں فرمان بول رہا ہوں۔“

میں نے کہا ”ہاں..... بولو..... کیسے آتا ہوا؟“

”سرا! آپ ٹوٹی بے کے بارے میں تو جانتے ہوں گے؟“

”ہاں..... بہت کچھ جانتا ہوں۔ وہ ہندوستان میں ہے اور کہیں روپوش رہتا ہے۔“

”یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے کن کہیں حیران رہ گیا ہوں۔“

”ایسی کون سی بات ہے؟“

اس نے وہی باتیں بتائیں کہ شیو پتا میں کیشو پتا کے اعلیٰ عہدیدار مسلمانوں کے خلاف کیسی گھناؤنی حرکتیں کر رہے ہیں؟ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا ”ہاں..... وہ وہ ایسا کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔“

”پھر تو وہ آپ ہی ہوں گے جنہوں نے ان ہندو مریضوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کیے ہیں؟“

”ہاں..... میں نے اور میرے ٹیلی پیٹھی جانے والے ساتھیوں نے ہی ایسا کیا ہے تاکہ انہیں یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ آئندہ بھی اگر وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور ان کے دل، گردے اور آنکھیں ہندوؤں کو دیں گے تو ان کے ہندو لہجے و دھرم پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ تمہاری کی طرح ابھی اپنے دھرم کی طرف اور بھی دین اسلام کی طرف لڑھکتے رہیں گے۔“

”سرا! ہمیں ایسے ہندوؤں اور یہودیوں کو سزا دینی چاہیے جو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر پہنچا رہے ہیں۔“

”میں بھی کر رہا ہوں۔ تم بھی بھی کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر دور تک پہنچ کر یہ معلوم کرتے رہو کہ لکنا سازش کہاں کہاں ہو رہی ہیں؟ اور ہم کس طرح ان سے بیز اثر فریق کر سکتے ہیں؟“

”میں اور ٹوٹی بے ان کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کریں گے۔“

47 دیتا

”ٹوٹی ہے سے کہو، وہ مجھ سے باتیں کرے۔“
دوسرے ہی لئے ٹوٹی ہے میرے اندر آ کر یوں ”ٹھیک
یو مسٹر فرہاد! آپ نے مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دی
ہے۔ مجھے بہت خوش ہو رہی ہے۔“

”تم چنڈال کے سحر سے نکل آئے ہو۔ پھر اپنے ملک
امریکا کیوں نہیں چارے ہو؟“

”میں کسی بھی امریکی یا بھارتی سیاست میں الجھنا نہیں
چاہتا۔ میں امریکی ہوں۔ مجھے اپنے ملک، اپنی قوم سے محبت
ہے۔ میں ان کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں اور اس کے لیے
امریکا جانا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجھے آپ کے ساتھ کام
کرنے کا موقع ملے گا تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔“

”ٹیلی فنی کے ذریعے انسانیت کی بہتری کے لیے کام
کرتے رہو تو مجھے ہر قدم پر اپنے ساتھ پاؤ گے۔ میں
دوستوں کا دوست ہوں اور دشمنوں کا دشمن۔ کیا چنڈال کے
بارے میں کچھ جانتے ہو؟“

وہ چنڈال جو گیا کے بارے میں پوری تفصیل بتانے لگا
لیکن اب تاترک مہاراج نے کس کے جسم میں پہنچا کر اسے نئی
زندگی دی ہے اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

میں نے کہا ”میں تاترک مہاراج کے بارے میں بہت
کچھ جانتا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سے رابطہ رکھتے ہو؟“

”میں نے اس کی آواز اور لہجہ سنا ہے۔ اسے کالے ستر
پڑھنے سے روکنے کے لیے کی بار اس کے اندر جا چکا ہو۔“

”کیا وہ اپنے اندر رہنے اور باتیں کرنے کا موقع دیتا
ہے؟“

”جی ہاں..... میں اور فرمان اس کے اندر پانچ منٹ
تک رہ چکے ہیں۔“

”کیا تم دونوں نے یہ کوشش نہیں کی کہ تم دونوں میں سے
ایک اس سے باتیں کرتا رہا اور دوسرا اس کے اندر زلزلہ پیدا
کر دے؟“

”وہ ایک فولادی دماغ رکھنے والا شخص ہے۔ بہت ہی
پہاڑ جیسا لگتا ہے۔ ہم نے اندازہ کیا ہے کہ ہم اس کے
مقابلے میں بہت کم تر ہیں۔ وہ زبردست ٹیلی فنی بھی جانتا
ہے اور کالے مکمل میں تو سب کا باپ لگتا ہے۔“

اس وقت مجھے اور سونیا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ انا جیلا ہم
سے مکاری کر رہی ہے اور اسی نے عدنان کو ہم سے دور کیا ہوا
ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ تاترک
مہاراج جب کالا جاودہ بھی جانتا ہے اور ٹیلی فنی بھی جانتا ہے
تو یہ کسی نہ کسی پہلو سے میرے پوتے کو بچ کر رہا ہوگا اور

اسے افریقہ کے علاقے میں لے جا کر رکھیں چھاپا جاتا ہوگا
میں نے ٹوٹی ہے اور فرمان سے کہا ”میرا ایک مہاراج
کا پوتا ہے جو ہم سے بچھا ہوا ہے۔ دشمن اسے ایک ٹوٹی
عرصے سے بھگتے آ رہے ہیں اور میرے پوتے کے ساتھ
حالات ایسے ہیں کہ وہ نہ ہمارے ہاتھ آ رہا ہے نہ دشمنوں کے
ہاتھ لگ رہا ہے۔ فی الوقت کسی بہت ہی پراسرار ٹیلی فنی
جاننے والے نے اسے ٹرپ کیا ہے اور اسے ایک صورت کے
ذریعے ماریش میں پہنچا دیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے
کہ وہ پراسرار ٹیلی فنی جاننے والا کون ہے؟“

فرمان نے پوچھا ”سرا! آپ کو کبیشہ ہے؟“

”شہر کو کتنے ہی دشمنوں پر ہے لیکن وہ تمام دشمن بھی
میرے پوتے کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں دنیا کے تمام
ٹیلی فنی جاننے والوں کو ان کے کام سے اور نام سے پکارتا
ہوں۔ یہ تاترک مہاراج جنگل میں چارہ یا نام کیلک ہارن کی

ہوں اور یہ شہر ہو رہا ہے کہ ممکن ہے اسی نے میرے پوتے کو
اٹھا لیا ہو؟ کیا میرا عدنان کی پہلو سے اس کم بخت کے لیے
ضروری ہو گیا ہے؟“

فرمان نے کہا ”ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن تاترک
مہاراج کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ بہت ہی غیبی اور بہت ہی
خطرناک ہے۔“

ٹوٹی نے بے گناہی سے کہا ”آپ نے پوے پوے شہر زدوں کو
اپنے سامنے بٹھائے پھر مجبور کیا ہے۔ آپ تاترک مہاراج کو کبھی
زیر کر سکتے ہیں۔“

میں نے کہا ”یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مجھے ان
مہاراج کے بارے میں ذرا تفصیلی معلومات حاصل
ہو جائیں۔“

ٹوٹی نے بے گناہی سے کہا ”جب آپ نے چنڈال کو ہلاک کیا
تو اس کی آتما ناگ پور کے ایک بڑے شخص کے اندر سنا گیا۔
اس کے بیٹوں کے نام ہیں چندر اور ریش چندر ہیں۔“

”وہ دونوں بیٹے اس کے خلاف ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے اسے
باگل خانے بھیج دیا تھا۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر معلوم
کر تا ہوں۔ شاید وہ تاترک مہاراج کے بارے میں کچھ
جاننے ہوں۔“

”میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں۔ مجھے بھی وہاں لے
چلو۔“

میں ٹوٹی ہے کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے میں چھ
کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنے چچا جگدیش چندر
سے باتیں کر رہا تھا۔ ٹوٹی ہے نے کہا ”مسٹر فرہاد! میں

47 پتا

جگدیش چندر کو بھول ہی گیا تھا۔ یہ چنڈال یعنی اپنے بھائی کا
بہن بڑا چاہتی تھا۔ یہ بہت کچھ جانتا ہوگا اس کے دماغ میں
کچھ چھپا ہوا ہے۔“

”میں چندر سے اور اس کے بھائی ریش چندر سے بھڑکا
کر تھا۔ کہہ رہا تھا ”تم دونوں نے میرے بھائی کو باگل بنا کر
میں خانے بھیج دیا تھا اور مار ڈالا تھا لیکن میں نے انہیں زندہ
رہا ہے۔ اب وہ کچھ دلوں میں یہاں آئیں گے اور اپنی
لاہورت، جائداد اور کاروبار تم سے چھین لیں گے۔“

میں جگدیش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات
دماغ میں گئے۔ مجھے بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں کہ
جگدیش کس طرح تاترک مہاراج کے پاس گیا تھا اور
مہاراج نے کس طرح چنڈال تک پہنچ کر فرمان اور ٹوٹی ہے کو
زیر کرتے ہوئے چنڈال کو اس باگل خانے سے رہائی دلائی
تھی؟ پھر اسے اس ذہنی جسم سے بھی رہائی دلا کر کسی دوسرے
جسم میں پہنچا دیا تھا۔

میں جگدیش چندر کے خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ یہ نہیں
جانتا تھا کہ چنڈال کو دیکر دماغ کے جسم میں پہنچا دیا گیا ہے۔
تاترک مہاراج نے جگدیش سے کہا تھا کہ جب تمہارا بھائی
رہا ہے تو اسے اسپتال کے مردہ خانے میں جا کر رکھ دیتا۔
وہاں اس کی لاش محفوظ رہے گی اور آدھی رات کے بعد اسے
زندہ کر دیا جائے گا۔

مہاراج نے یہی کیا تھا۔ چنڈال کے جس جسم کو باگل
پانے سے لایا گیا تھا اس میں اس نے کسی اور کی آتما پہنچا دی
تھی۔ جگدیش یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کا بھائی ریش چندر دوبارہ
زندہ ہو گیا ہے۔

جگدیش نے میری مرضی کے مطابق چنڈال سے رابطہ
کیا۔ مجھے چنڈال (ریش چندر) کی آواز سنائی دی۔ میرا
خیال تھا کہ وہ چنڈال ہے، پوگا کا ماہر ہے۔ اپنے دماغ میں
کچھ اے ڈے ڈے گا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس
کے دماغ میں جگدیش کی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے
تو وہی ہوئی۔ وہ چنڈال نہیں تھا کوئی دوسرا شخص تھا۔ میں نے
اپنی جگدیش کے دماغ میں آ کر معلوم کیا کہ تاترک
مہاراج سے اس کی کہاں ملاقات ہوئی تھی؟

”وہ اس جگہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اس کے
مذہب کے سوال پیدا کیا۔ کیا تاترک مہاراج ابھی وہاں موجود
ہے؟ کیا وہاں چلا گیا ہے۔“

”وہ اس بارے میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا
تو اس طرف چلے گئے اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اوپر جانے
47 پتا

197

تاترک مہاراج جنگل میں چارہ یا ناگ پور میں ہی تھا اور
اپنے اسی استکان میں موجود تھا۔ جہاں جگدیش نے اس سے
پہلے ملاقات کی تھی۔

جگدیش اس بڑے سے مکان کے احاطے میں پہنچا تو
اس کے چیلے نے پوچھا ”کیا آپ پھر ملاقات کرنے آئے
ہیں؟“

وہ بولا ”کیا مہاراج دھیان کیان میں مصروف ہیں؟“

”جی ہاں..... وہ شام تک مل سکیں گے۔ میں مہاراج کو
بتا دوں گا کہ آپ آئے تھے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔“

جگدیش میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا اور
میں اس چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر میں نے فرمان اور ٹوٹی
ہے سے کہا ”تم دونوں بھی یہی کرو۔ اس ایک چیلے کے
ذریعے تاترک مہاراج کے تمام آدمیوں کے اندر پہنچتے رہو
اور اس مہاراج پر نظر رکھو۔ جب بھی اس کی کوئی کمزوری نظر
آئے تو ہم اس کمزوری سے کھلیں گے اور اسے کمزور بنائیں
گے۔“

پھر میں نے اعلیٰ لی بی سے کہا ”تم زبردہ بھاسکر، جتنا
پرساد اور کیمرون کے دماغوں میں جاؤ اپنے دوسرے ٹیلی
فنی جاننے والوں سے بھی مدد لو اور یہ دیکھو کہ پورے
ہندوستان میں کتنے اپنٹالوں کو ان لوگوں نے خرید رکھا ہے؟
اور کتنے ڈاکٹر ان کے کہنے پر ایسا گھناؤنا کام کر رہے ہیں؟
ساری معلومات حاصل ہونے کے بعد ان سے نمٹ لیا جائے
گا۔“

فرمان نے قسم کھائی تھی کہ وہ چنڈال کو زندہ نہیں چھوڑے
گا۔ شہر سلطان کا انتقام ضرور لے گا۔ اب اسے چنڈال کے گرد
مہاراج تک پہنچنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ بڑے سے مکان میں
رہتا تھا۔ مکان کے اندر ایک کشادہ محفل تھا۔ محفل کے وسط میں
آگ جلتی رہتی تھی۔ اس آگ کے تین طرف انسانی
کوہ پڑیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کی بڑیاں بھی ادھر ادھر ٹکھری
ہوئی تھیں۔

کالے جاوے سے تعلق رکھنے والا جتنے ستر کا اور بہت سا
سامان بکھرا پڑا تھا۔ تاترک مہاراج جنگل میں چارہ یا ناگ پور
آگ کے ایک طرف اونچے چوڑے پر چڑھ کر کالے مکمل میں
مصروف رہتا تھا۔

ہم نے پہلے اس کے ایک چیلے کے دماغ میں جگدیش
تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ اس مہاراج کے آس
کتابیات پبلی کیشنز

197

196

کتابیات پبلی کیشنز

تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ”میں ماؤز ہنر کی بنی ہوں۔ میرا باپ میری حفاظت کے لیے آچکا ہے۔ اب تو تمہارا باپ بھی یہ دروازہ کھولے گا۔“

چنڈال نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ جکڑ گیا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے نہ سوچ سکتا ہے، نہ کچھ کر سکتا ہے اور وہ دروازے کی طرف پلٹ گیا ہے۔ وہ دروازہ نہیں کھولتا چاہتا تھا لیکن اس نے کھول دی۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھٹکا ہوا آکر اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑا کر چیخے آیا اور اناجلی سے گھرا گیا۔ اس نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا ”کتے! میری طرف کیوں آ رہا ہے؟“

دروازے پر ایک قد آور بوڑھا سر کی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ چہرے پر ہمیشہ کبھی جھریاں پڑی ہوتی تھیں۔ وہ چنڈال کو دیکھ کر بولا ”میں کھٹکی کو کھش کر رہا تھا کہ آخر میری بیٹی اناجلی کو کس نے لڑپٹ کیا ہے؟ اور یہ خیال خرابی کرنے والا کون ہے؟“

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اسے دھکا دیتے ہوئے کہا ”اچھا تو تم چنڈال ہوا یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آخر میں نے تمہیں دکھا کر رکھی لیا۔ کئی مہینوں سے میں تمہاری تلاش میں بیٹھ رہا تھا۔“

یہ کہتے ہی اس نے اس کے اندر بچھ کر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر کر پڑا اور زلزلے لگا۔ ماؤز ہنر نے کہا ”تم کتنے بڑے اداکار ہو! یہ میں خوب جانتا ہوں۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ تم فولادی دماغ رکھتے ہو۔ تم پر زلزلوں کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ تم ابھی ایک دو منٹ بعد ہی پھر دماغی توانائی محسوس کرنے لگو گے۔ لیکن میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ پھر اس کے اندر شدید زلزلے پیدا کرنے لگا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا دماغی جھٹکا پہنچانے لگا۔ وہ چیخ رہا تھا۔ زلزلے پھر ایک دم سے خراب حال ہو کر ساکت ہو گیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ دماغی اسٹیم شدہ دماغی جھٹکوں کا اثر ہوا ہے۔ اس پر غم بے ہوش طاری ہو رہی تھی۔

ماؤز ہنر ایک ذرا مطمئن ہو کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب پتا چلا کہ اس کے پیچھے بہت بڑا جادوگر اور ٹیلی پتھی جاننے والا تاترک مہاراج جگل بننا چاہ رہے ہیں جس نے اسے اپنا غلام اور معمول بناد رکھا ہے۔ اس کے علاوہ شیوانی نامی ایک عورت ہے جو ایک کنواری دو شیرازہ انگا گئی ہوتی ہے اور ساتی ہوتی ہے۔ یہ دونوں مرتبے تھے مگر تاترک مہاراج

نے ان کی آتماؤں کو ان دونوں کے جسموں میں بچھا کر نئی زندگی دی ہے۔

ماؤز ہنر امریکا سے اپنے ایک ٹیلی پتھی جاننے والے امریکی ٹوٹی بے کو تلاش کرنے ہندوستان آیا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ چنڈال نے ٹوٹی بے کو لڑپٹ کیا ہے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔

اب اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ ٹوٹی بے کے تنوعی عمل سے نجات پا چکا ہے اور آزادانہ طور پر زندگی گزار رہا ہے۔ چنڈال نہیں جانتا تھا کہ وہ ان دونوں کی ہے؟

ماؤز ہنر اس کے خیالات کو کھنگال رہا۔ پتا چلا کہ ٹوٹی نامی ایک ٹیلی پتھی جاننے والا ٹوٹی بے کا دوست ہے۔ فرمان ابھی ممبئی میں ہے اور ٹوٹی بے اس کے پاس آ رہا رہتا ہے۔

مزید خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ چنڈال کی بیٹی اناجلی نے بھی ایک نیا جسم حاصل کیا ہے اس کی نوجوان لڑکی کا نام بھی اناجلی ہے اور وہ ممبئی میں ہے۔ چنڈال کل تک لڑکھڑا کر اناجلی کے ذریعے فرمان کو لڑپٹ کرنے والا تھا۔ اب خود ہی لڑپٹ ہو چکا تھا۔

چنڈال کا دماغ واقعی فولادی تھا کچھ دیر پہلے اس کی بے ہوش طاری ہو رہی تھی۔ مگر اب دماغی کمزوری دور ہو گئی اور اب وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل کر رہا تھا۔ اناجلی نے کہا ”اناجلی پر تنوعی عمل کرتے وقت تمہیں یہ اندیشہ ہوا تھا کہ اس کے اندر جیسا ہوا ہوں۔ تم نے کئی طریقوں سے معلوم کرنے کی کوششیں کی تھیں پھر مطمئن ہو کر اس پر عمل کیا تھا۔ میں خاموش رہا۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم نے جس مخصوص آواز دلچسپی میں اناجلی کے دماغ کو لاکر رکھا تھا میں نے بس وہی آواز اور لہجہ یاد رکھا۔ اس کے بعد اسے دماغ لاک رہا۔ تم نے طرح طرح سے اطمینان حاصل کیا اسے اپنے پاس یہاں بلا لیا۔ کیا تم یہ سوچ بھی سکتے تھے کہ موت کو بلارہے ہو؟“

وہ آنکھیں کھول کر بڑی حیرت سے بولا ”تم میری لڑپٹاؤ گے ابھی تاترک مہاراج یہاں آتے ہی ہوں گے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔“

ماؤز ہنر نے پھر اس کے دماغ میں شدید زلزلے کیے۔ کیے بعد دیکر وہ شدید زلزلوں کے باعث دوبارہ ہو گیا۔ ماؤز ہنر نے اچھی طرح اطمینان کیا۔ اب اس کی لہریں چنڈال کے خیالات نہیں پڑھ رہی تھیں۔

خیالات انتہائی کمزور ہو گئے تھے۔ نہ ہونے کے برابر تھے۔ کیونکہ وہ واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔

اس وقت تاترک مہاراج جگل بننا چاہ رہے اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے اپنے کالے عمل کو روک دیا۔ وہ کم از کم آدھا گھنٹا آرام کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے آرام کرنے سے پہلے اپنے غلام چنڈال کی خرابی تو وہ چونک گیا۔ اس وقت چنڈال پر بے ہوش طاری تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے نہیں جا رہے تھے۔

وہ فوراً ہی مختصر کا چاپ کرنے لگا۔ اس کے ذریعے چنڈال کے دماغ کو توانائی پہنچانے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے ذہن کو توانائی ملنے لگی۔ وہ اس قابل ہو گیا کہ مہاراج اس کے خیالات پڑھ سکے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوا کہ اناجلی کی وجہ سے وہ مصیبت میں پڑ گیا ہے اور ماؤز ہنر نے بڑے چالاکانہ سے اسے لڑپٹ کیا ہے۔ مہاراج نے غصے سے چنڈال کو کہا ”کتے کے بچے تو نے اناجلی کو لڑپٹ کرتے وقت پوری طرح یقین کیوں نہیں کیا کہ اس کا پہلا عامل اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟“

وہ عاجزی سے بولا ”مہاراج! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے اپنی طرف سے پوری طرح اطمینان کیا تھا۔ عمل کرنے کے بعد بھی بڑی دیر تک اناجلی کے اندر رہا تھا لیکن وہاں کسی کی موجودگی کا پتا ہی نہیں چلا۔“

اسی وقت ماؤز ہنر کی آواز اسے اپنے دماغ کے اندر سنائی دی ”اچھا تو یہاں تاترک مہاراج صاحب بھی پہنچ گئے ہیں؟ اپنے غلام کو بچانے کے لیے؟“

جگل بننا چاہ رہے تھے کہا ”ہاں..... تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔“

”میں تو تمہارے اندر گھسنے کی سوچ رہا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ رفتہ رفتہ راستہ بنا رہا ہوں۔“

تاترک مہاراج نے چنڈال کے دماغ سے یہ معلوم کیا کہ اس نے کس آواز اور لب و لہجے میں اناجلی کے دماغ کو لاک کیا ہے؟ وہ اسی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اناجلی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے علم ہوا کہ اس کے پاس چاقو ہے اور پرس کے اندر ریوا اور بھی ہے لیکن ماؤز ہنر نے اس سے کہا تھا کہ چنڈال کو کوئی نہ ماری جائے صرف چاقو سے زخمی کیا جائے تو اسے چنڈال کے اندر جگہ مل جائے گی اور اناجلی نے بھی کیا تھا۔

اس بار اس نے تاترک مہاراج کی مرضی کے مطابق ہلکے ہلکے کر ریوا لور لاک اور ماؤز ہنر سے کہا ”تم نے مجھے مت

کیا تھا کہ میں چنڈال پر فائدہ نہ کروں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے تم پر کوئی چلائی چاہیے یا نہیں؟ سو رہی ام نے مجھے بیٹی بنایا لیکن میں مجبور ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے ٹھیکہ دیا۔ ٹھیکہ کی کسی آواز کے ساتھ ایک کوئی اس کے پاؤں میں لگی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

تاترک مہاراج نے اس کے اندر آ کر حفاظت سے کہا۔ ”جھوٹی ہو کر پہاڑ سے گھرانے آیا تھا۔ میرے غلام کو مجھ سے جچیں لینا چاہتا تھا۔ اب میں تیری زندگی تجھ سے جچیں سکتا ہوں۔ بول! ازندہ رہنا چاہتا ہے یا مرنا چاہتا ہے؟“

”اگر میں زندہ رہنا چاہوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ کبھی نہیں میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دشمنی کے لیے زندہ نہیں چھوڑو گے۔“

”ہاں..... یہ درست ہے کہ تمہیں میں نے چھوڑ دیا تو تم میرے بڑے دشمن بن کر مجھے نقصان پہنچاؤ گے لیکن میں تمہیں نقصان پہنچانے کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گا۔ اپنا معمول اور تابعدار بنالیاں گا۔“

چنڈال اٹھ کر بیٹھ گیا پھر ماؤز ہنر کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”مہاراج! اس کم بخت کو جان سے نہ ماریں۔ اسے غلام بنا کر رکھیں۔ اس کی ٹیلی پتھی سے فائدہ اٹھائیں۔“

مہاراج نے کہا ”ہاں، میں یہی کروں گا۔ ہمارے پاس ٹیلی پتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔“

یہ کہہ کر مہاراج نے ماؤز ہنر کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ہوا فرش پر تر پڑنے لگا۔ مہاراج نے چنڈال سے کہا ”میں آج تمام رات بہت مصروف رہوں گا۔ شاید کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔ اور تم بھی اس وقت تک میرے پاس نہ آنا جب تک میں خود نہ بلاؤں۔“

”جو آپ کا حکم..... اب میں خطرے سے باہر ہوں۔ میں اس کم بخت سے شہت لوں گا۔ آپ جا سکتے ہیں۔“

”اس لڑکی نے تمہیں زخم لگایا ہے۔ اب یہ زخم کیسا ہے؟“

”معمولی سا ہے۔ میں ابھی اپنے سامان میں سے مرہم نکال کر لگاؤں گا یہ سچ ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ ابھی میں تھوڑی دیر بعد ہی خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا۔“

”میں واپس جا رہا ہوں۔ تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیاں۔ اسے ہاتھ سے نہ ٹھگھو۔“

”میں ابھی اسے ہاتھ کر رکھتا ہوں۔ پھر میں جیسے ہی خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا تو فوراً اس پر تنوعی عمل کروں۔“

مہاراج وہاں سے چلا گیا۔ اس نے ماؤز ہنر کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو رسی سے باندھا اور پھر اسے بیڑے کے ایک پائے سے باندھ کر دوپٹے پر فرش پر چھوڑ دیا اور اگلی سے کہا "تو نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ اس کی معمول اور تابعدار ہونے کے باوجود مجھ سے مکاری کر رہی تھی؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں نہیں جانتی۔ تم نے مجھ پر عمل کیا ہوگا۔ میں تمہاری تابعدار بن گئی ہوں کی لیکن یہ کیسے میرے دماغ میں آتا تھا، میں نہیں جانتی۔"

"وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ اس نے میری مخصوص آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے یہ تمہارے اندر آ گیا تھا لیکن اب نہیں آ سکے گا۔ اس کا ذہن اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ یہ کئی گھنٹوں تک خیال خوانی سے قائل نہیں رہے گا۔"

اس نے اپنا بیک کھول کر ایک مرہم نکالا پھر اگلی کو دیتے ہوئے کہا "لو۔۔۔۔۔ تم نے ذمہ لگایا تھا اب مرہم بھی لگاؤ۔"

وہ اس کے ذمہ پر مرہم لگانے لگی۔ اس نے پوچھا "کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ میری کینسر ہو، میرے جسم کی پابند ہو؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم جو ہو، میں اس پر عمل کرتی رہوں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ اب تو تم ضرور دردی اس لیے کہ یہ بہکانے والا شخص خیال خوانی سے فی الحال محروم ہو گیا ہے، نہ تمہیں بہکانے کا اور نہ تمہارے درمیان رکاوٹ پیدا کرے گا، آؤ میری جان میرا دل خوش کر دو۔"

چنڈا ل اپنا زخم بھول گیا تھا۔ ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے پھر زخم کیلے ہے؟ ماؤز ہنر رسیوں سے بندھا بیڑے کے پائے کے پاس فرش پر پڑا ہوا تھا۔ آکھیں بند کیے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا جب ذہن کو خیال خوانی کے ذریعے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو ذہن چھوڑے کی طرح دیکھنے لگتا ہے اور جب یہ تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی ہے تو تکلیف جھیلنے والا بے ہوش ہو جاتا ہے۔

وہ بڑی مشکلوں سے برداشت کر رہا تھا اور اب کسی حد تک ذرا آرام محسوس کر رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک دم دل کو صدمہ پہنچا۔ اس نے جس لڑکی کو بیٹی بنا کر رکھا تھا۔ اس کی حفاظت نہیں کر سکا تھا۔ ایسا مجبور، ایسا بے ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

یہ غزوری کی علامت ہے۔ مگر وہ جب بچہ کر نہیں پاتے تو

رونے لگتے ہیں۔ وہ دل کی گہرائیوں سے بولا "میری بیٹی مجھے معاف کر دینا۔ میری زبان نے تمہیں بتائی کہا، میرے دل نے تمہیں بتائی مانا۔ لیکن میں ایک باپ اور ایک بزرگ کا ورثہ نہیں بھاسا۔۔۔۔۔ اگلاؤ! مجھے موت دے دے۔"

ایسے وقت چنڈا ل اس کے دماغ میں کچھ خوشی سے بولا "میری خیال خوانی کی صلاحیتیں بحال ہو گئی ہیں۔ میری توانائی واپس آ گئی ہے۔ مگر تیرے دماغ سے بھی زلزلے کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ تو بندھا رہنے کے باوجود میرے خلاف کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی میں موج مستی میں ہوں۔ تمہ پر خوشی مل نہیں کر سکتی گا۔ بعد میں کروں گا۔ اس وقت تک بھر جائے دماغی عذاب میں مبتلا کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چپچپا رہا اور فرش پر تڑپنے لگا۔ تڑپنے تڑپنے ایک دم ساکت ہو گیا۔ وہ بوزھا تھا۔ شاید پڑھا لکھے کے اسی نکتے اس کی زندگی میں یا پھر غیرت مندی بھی کہ منہ بولی بیٹی کو اس حال میں دیکھتے ہی جیتے جی مر گیا تھا۔ اس نے اپنے خدا سے موت کی دعا مانگی تھی اور وہ موت کی دعا پوری ہو گئی تھی۔

☆☆☆

شیوا دی اپنی بیٹی زندگی کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔ میں برس کی کنواری دل شیرازہ بن گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھتی تھی تو خوش ہو کر پہلو سے اپنا ہاتھ لپیٹتی رہتی تھی۔ دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔ سوچتی تھی "پورس دیکھنے کا تو اس کا دیوانہ ہو جائے گا۔"

وہ پورس کی دیوانی تھی۔ دوسری بار اتنا میرا کے جسم میں کچھ کرنی زندگی حاصل کرنے کے بعد سوچا تھا کہ پورس کی زندگی میں پھر سے داخل ہو گئی لیکن تانترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور اس کی صلاحیتوں کو چھین لیا تھا۔ اسی لیے اتنا میرا پورس سے دلچسپی لیتی رہی اور وہ اندر ہی اندر پورس کے لیے تڑپتی رہی۔

اب ایسا نہیں تھا۔ تانترک مہاراج نے اسے معاف کر دیا تھا۔ بہت سی باتیں دی تھیں۔ بہت سی صلاحیتیں دی تھیں۔ ان صلاحیتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اب وہ آئینے میں دیکھ کر پورس کو یاد کرے گی تو وہ بھی اسے دکھائی دے گا اور وہ اس سے باتیں کر سکے گی۔

یوں تو عام حالت میں وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو خود ہی کو دیکھا کرتی تھی۔ لیکن جب خاص طور پر چنڈا ل اور تانترک مہاراج کو یاد کرتی تھی تو وہ دکھائی دیتے تھے۔ اس طرح اب وہ پورس کو یاد کرنے والی تھی۔ اس سے پہلے وہ

ابھی طرح بنی سنو رہی تھی۔ ایک اب کر رہی تھی۔ بہترین لباس پہن رہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ ادھر آئینے میں پورس کو دیکھنے کی اور پھر سے پورس آئینے میں دیکھنے کا وہ اسے دکھائی دے گی۔ اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ پرکشش دکھائی دے رہی ہے تب اس نے پورس کو یاد کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک شنائی دی۔ اس نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھ کر پوچھا "کون ہے؟"

اس کا ایک کزن دشانت مرانے تھا، وہ جواب دے بغیر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا جیسے عرصہ سا ہو رہا ہو۔ وہ ناگواری سے بولی "دشانت یہ آؤ آؤ آؤ ابھی کیٹ ہے۔ تمہیں میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آنا چاہیے۔"

وہ بولا "اگلا! یہ رسی باتیں رہنے دو۔ میں تمہارا کزن ہوں۔ فرسٹ کزن ہوں۔ اس خاندان میں سب سے زیادہ جڑیم ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تمہارا دل میری طرف مائل ہوتا رہا ہے لیکن تم خود کو زبردستی مجھ سے دور رکھتی ہو۔"

"تمہیں اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی ہے۔ بلکہ۔۔۔۔۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ جوان لڑکیاں آئینے کے سامنے اس قدر مصروف ہوتی ہیں کہ ساری دنیا کو بھول جاتی ہیں۔ تم لڑکیوں کا اور کام ہی کیا ہوتا ہے؟"

"اور تمہارا کیا کام ہے۔ یہی کہ زبردستی کسی کے کمرے میں کس آؤ؟ میں کہتی ہوں تم چلے جاؤ ورنہ میں اپنے بنگلے میں تمہارا داخلہ بند کرادوں گی۔"

وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب آ کر بولا "تو پھر بند کرادو۔ اس سے پہلے میں یہاں آنے کا فائدہ اٹھاؤں۔ پھر پتا نہیں لگی یہاں آنے کا سوچ لے پانا ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "کیا تم کو اس کر رہے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہارے جیسی حسین اور نو جوان لڑکی کو دیکھ کر اور کیا ارادہ ہو سکتا ہے؟ تم مجھے پیچ کر رہی ہو۔ اس لیے میں اس انداز میں گھٹکھڑک رہا ہوں اگر رو مانس کے موڈ میں ہوتا پھر کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"میں کہتی ہوں، یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں سیکھو رتی گاڑ ڈک بلاؤں گی۔ وہ تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالیں گے۔"

"دیکھو اگلا! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں ہمیشہ تمہیں

محبت سے سمجھاتا رہتا ہوں لیکن اب تم بہت مغرور ہو گئی ہو۔ سیدھی طرح ہاتھ نہیں آؤ گی۔ تم گاڑ ڈک بلاؤں گے دیکھ رہی ہو؟"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "دیکھو۔۔۔۔۔ میری گرفت کتنی مضبوط ہے؟ میں اکیلا لگی دشمنوں پر بھاری پڑ سکتا ہوں اور تم تو پھر ایک نازکی لڑکی ہو۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے بے عزت ہو کر نکلتا چاہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب میں یہاں سے نکلوں گا تو تمہاری بھی کوئی عزت نہیں رہے گی۔ تم گاڑ ڈک کو بھی نہیں بلاؤ گی کیونکہ انہیں منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے دلوں بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ کسمسا لگی۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے خائف سے ہنسنے ہوئے کہا "مجھے خندی لڑکیاں بہت پسند ہیں۔ جب وہ خود کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر بھی اپنا بچاؤ نہیں کر پاتیں، ہار جاتی ہیں۔ آخر کار میں اپنی مملکت حسن و شباب کا مالک بنا دیتی ہیں تو بہرہ لاکوں کو بہت فخر حاصل ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں تو خود کو سکندر اعظم سمجھتا ہوں۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ پھر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ وہ جیڑائی سے بولا "کیا ہوا؟ تھک گئیں؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ تم بہت ہی فولا دی انسان ہو۔ تمہارے بازوؤں میں آ کر پتا نہیں کیوں میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا ہے؟ میں خواہ مخواہ تمہیں قصہ دلا رہی تھی۔"

وہ اس پر جھٹکتے ہوئے بولا "میری جان! آئی لو۔۔۔۔۔ تم تو بڑی جلدی مان گئیں۔"

وہ جھک کر اسے چومنا چاہتا تھا۔ وہ اپنا چہرہ ہٹا کر بولی۔ "جسٹ اے منٹ۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ جیڑی سے پلٹ کر آئینے کے سامنے آئی۔ وہاں کچھ ہی چنڈا ل کو یاد کرنے لگی۔ جس طرح خیال خوانی کی لہریں چشم زدن میں دوسروں کے دماغ میں کچھ جاتی ہیں اسی طرح چشم زدن میں چنڈا ل آئینے کی طرح دکھائی دینے لگا۔ صرف وہی اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس کے کزن دشانت مرانے کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آئینے میں اسے اگلا لگی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

چنڈا ل نے اس کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات

ہے شیوانی؟

وہ بولی "تم میرے پیچھے دیکھ رہے ہو۔ ایک جوان لڑکا کھڑا ہوا ہے۔ یہ میری عزت سے کھیلتا چاہتا ہے۔ اس کی ایسی کی ہنسی کر دو۔"

وہ پلٹ کر دشات مراد سے بولی "تم مجھے اپنے سامنے دیکھ رہے ہو کیا آئینے کی طرح بھی میں ہی نہیں دکھائی دے رہی ہوں۔"

دشات نے جتنے ہوئے کہا "یہ کیا بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو؟ آئینے کے سامنے ہوتی تو ہی دکھائی دو گی۔" چنڈا اس کا ب دلچسپ سننے ہی اس کے اندر ہنسی کیا۔ اس نے پوچھا "تم مجھ سے الگ ہو کر آئینے کے سامنے کیوں گئی ہو؟"

"میں تم سے اس لیے الگ ہو گئی کہ اب تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"اچھا۔۔۔ تم پھر اپنے تئو بدل رہی ہو؟ مجھے چیخ کر رہی ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ لبک کر اسے پکڑنا چاہتا تھا مگر ایک دم سے رک گیا۔ شیوانی نے آگے بڑھ کر اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "آؤ۔۔۔ مجھے پکڑو۔"

چنڈا نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے لڑکھاتا ہوا پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ شیوانی نے پوچھا "کیا ہوا؟ تم تو بہت شہ زور ہو اور اکیسے کئی دھنوں پر ہماری بڑے ہو؟"

وہ تیزی سے اٹھا پھر پلٹ کر دوڑتا ہوا دیوار کے قریب گیا اور اپنے سر کو زور سے دیوار پر مارنے لگا۔ پیشانی زخمی ہو رہی تھی۔ چہرہ بولہ بان ہو رہا تھا۔ شیوانی نے انٹر کام کے ذریعے سکورنگی گاڑ سے کہا "فوراً میرے کمرے میں آؤ۔"

دو گاڑ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو دشات کی حالت دیکھ کر جبران رہ گئے۔ اس کا چہرہ اور لباس بوسے بیک رہے تھے۔ وہ دیوار سے ٹک لگے فرش پر بیٹھا کھری کھری سانسیں لے رہا تھا۔ شیوانی نے کہا "یہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے زخمی کیا ہے۔ اس کے کچھ کچھ لے جاؤ اور دھکے دے کر یہاں سے نکال دو۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ شیوانی دروازے کو اندر سے بند کر کے آئینے کے سامنے آئی پھر چنڈا سے بولی "تمہارا بہت بہت شکریہ۔۔۔ کیا تم کسی معاملے میں مصروف ہو؟"

"کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ میں ہائی دے رہی ہوں۔"

اور مبینہ کی طرف جارہا ہوں۔ تمہارے کام آنے کے لیے ابھی سڑک کے کنارے رک گیا ہوں۔ کوئی اور کام ہے؟"

"ہاں۔۔۔ میں ابھی آئینے میں پورس سے رابطہ کرنے والی ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر اسے آئینے میں دیکھو۔ اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے اندر ہنسی جائے۔ پھر اسے بتاؤ کہ اگر وہ آئینہ دیکھے گا تو اسے آئینے میں میرا گل دکھائی دے گا اور وہ مجھ سے باتیں کر سکے گا۔"

وہ بولا "تاثر کر مہاراج تم پر بہت مہربان ہیں۔ تمہارے اندر انہوں نے بہت اچھی صلاحیتیں پیدا کر دی ہیں۔ کیا پورس بھی تمہیں دیکھ سکے گا؟"

"ہاں۔۔۔ جب وہ آئینہ دیکھے گا تو مجھے دیکھ سکے گا۔" "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے دماغ کے اندر وہ کر آئینہ دیکھوں گا تو تم مجھے بھی دکھائی دو گی۔"

"ہاں۔۔۔ میں تمہیں بھی دکھائی دوں گی۔"

"ذرا ایک منٹ۔۔۔ میں کار کے عقب نما آئینے میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب تک تمہارے کام آتا رہا اور تمہارے بارے میں سوچنا لیکن میں نے اب تک تمہاری صورت نہیں دیکھی ہے۔"

وہ کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اسٹیرنگ سیٹ سے ذرا ہٹ کر خود کو عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ پھر شیوانی کے دماغ میں دوبارہ پہنچا تو آئینے میں شیوانی دکھائی دینے لگی۔ وہ بڑی جراتی سے اسے دیکھنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوب صورت دو تیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ عقب نما آئینے میں صرف اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کہا "شیوانی! تم نے بے حد حسین ہو، یہاں صرف تمہارا چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔ اگر میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے دماغ میں پہنچوں گا تو تم سر سے پاؤں تک دکھائی دو گی۔ نہ جانے کسی قیامت لگو گی؟"

وہ اپنے حسن کی تعریف سن کر ایک دم سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی "پھر بھی قد آدم آئینے کے سامنے جا کر مجھ کو دکھاؤ۔ لیکن یاد رکھنا میں صرف اپنے پورس کے لیے ہوں۔ کسی مجھ پر نیت خراب نہ کرنا ورنہ مہاراج تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی تمہارے لیے زندگی ہار سکتا ہے لیکن میں ہار نہیں چاہتا۔ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تم سے دور رہی رہوں گا۔"

وہ بولی "نی الحال آئینے سے دور ہو جاؤ۔ صرف میرے دماغ میں رہو۔ اب میں اپنے پورس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ عقب نما آئینے سے ہٹ کر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے دماغ میں ہنسی گئی۔ وہ آئینے میں دیکھ رہی تھی اور پورس کو یاد کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی صورت آئینے کی سطح نظر آنے لگی۔ وہ کسی کمرے میں ایڑی جینز پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت کچھ بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

شیوانی نے کہا "وہ بے چینی محسوس کر رہا ہے۔ اسے بتاؤ کہ میں اسے آئینے میں دیکھ رہی ہوں۔ وہ بھی مجھے دیکھے گا تو اس کی بے چینی دور ہو جائے گی۔"

"تم اسے آواز دو۔ شاید وہ سن سکے۔"

شیوانی نے کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کیا "پورس! پورس!۔۔۔"

وہ پریشان ہو کر کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے دیکھنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے اندر شیوانی کی آواز اسی طرح سن رہا تھا جس طرح انامیریاں کیا کرتی تھی۔ وہ بولی "پورس! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں شیوانی بول رہی ہوں۔"

اس نے جراتی سے کہا "شیوانی!۔۔۔ کیا میں واقعی شیوانی کی آواز سن رہا ہوں؟"

چنڈا اس کی آواز سننے ہی اس کے اندر ہنسی گئی۔ پورس نے سمجھا کہ اس کا کوئی اپنا ٹیلی ویژن جیسے والا آیا ہے۔ چنڈا جانتا تھا کہ جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کے اندر کوئی درست نہیں دشمن ہے تو وہ فوراً سانس روک لے گا۔ اس سے پہلے ہی چنڈا نے کہا "انامیریا کی طرح تم بھی آئینہ دیکھو۔ تمہیں شیوانی دکھائی دے گی۔ تم سے باتیں کرے گی۔"

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چنڈا ال واپس شیوانی کے اندر آ گیا۔ پورس آئینے میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے چٹا ہوا ایک آئینے کے سامنے آ کر سوچنے لگا "کیا شیوانی مجھے اس آئینے میں دکھائی دے گی؟"

یہ سوچتے ہی اسے شیوانی دکھائی دینے لگی۔ لیکن چہرہ اور رنگ روپ بدل گیا تھا۔ وہ الکا اگنی ہوئی تھی مسکرا کر بولی "پورس! تم نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی اور انامیریا کو مار ڈالا ہے لیکن اب میں اسے جسم میں ہنسی گئی ہوں مجھے امان دینا میں رہ کر ایک لمبی زندگی گزار رہی ہوں۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی گی۔"

پورس بڑی جراتی سے آئینے میں الکا اگنی ہوئی کو دیکھ رہا تھا جو بھڑکی کر رہی تھی کہ وہ شیوانی سے اور وہ اس دعوے کو اس لیے تسلیم کر رہا تھا کہ اس سے پہلے بھی شیوانی آئینے کے

ذریعے انامیریا سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ اب وہ براہ راست اس سے رابطہ کر رہی تھی۔

اس نے جراتی سے پوچھا "شیوانی! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے اچھی طرح دیکھو۔ میں کتنی حسین اور پرکشش بن گئی ہوں؟"

وہ آئینے کے سامنے زاویے بدلنے لگی۔ ہر انداز سے اسے اپنا آپ دکھانے لگی۔ وہ اسے مسح کرنا چاہتی تھی۔ پورس نے پوچھا "کیا تم پہ کتنا چاہتی ہو کہ تمہاری آتما ایک جسم سے دوسرے جسم میں فراسفر ہو جاتی ہے؟"

"ہاں۔۔۔ میں جی کہہ رہی ہوں اور تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ میں نے پھر ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔"

وہ بے چینی سے بولا "لیکن جب تک تم میری زندگی میں نہیں اور شیوانی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی نہیں۔ اس وقت تمہارے پاس آتما کتنی ہی صلاحیت نہیں گئی پھر مرنے کے بعد تم میں یہ صلاحیت کیسے پیدا ہو گئی ہے؟"

"ہمارے ایک تاترک مہاراج جکل بھنا چار یہ ہیں۔ میں ان کی داسی ہوں۔ انہوں نے پہلے مجھے انامیریا کے اندر پہنچا تھا۔ اب اس نوجوان اور حسین لڑکی کے اندر پہنچایا ہے۔ اس لڑکی کا نام الکا اگنی ہوئی ہے۔"

"تمہارا یہ تاترک مہاراج کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

"یہ جہاں بھی رہتا ہے۔ تم پوچھ کر کیا کر دے؟ کبھی اس چھاڑ سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرنا۔ تمہارا پاپ فرما ہادی تئو میری ٹھکانے گا تو پاش پاش ہو جائے گا۔"

"آج تک مجھے ہی شہ زور میدان عمل میں آئے اور میرے بابا کو پہنچ کر رہے۔ دھمکیاں دیتے رہے کہ بابا ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے لیکن وہ پہنچ کر رہے والے اب اس دنیا سے نابود ہو چکے ہیں۔"

"ہمارے تاترک مہاراج بھی نابود نہیں ہوئے گے۔ جب وہ ہماری آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں تو پھر وہ خود کیسے مرنے لگے ہیں؟ وہ اگر مرنے کے تو فوراً ہی زندگی پالیں گے۔ وہ جاودہ ہی بنی ہوئی بھی جانتے ہیں۔"

"شیوانی! مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم کالا جادو جانتے والوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہو۔ اسی لیے میرے بیٹے سے دشمنی کر رہی ہو۔"

"یہ دشمنی جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ میں اپنے بیٹے کو بہت جلد حاصل کر لوں گی۔"

پورس نے کہا "میں اب تک یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ عدنان کو کس نے اغوا کیا ہے؟ اور اسے ہم دور لے جا کر کہاں چھپانا چاہتا ہے؟ کیا یہ سب کچھ تمہارا تاحترک مہاراج کر رہا ہے؟"

"اگر مہاراج ایسا کرتے تو ذرا کے کی چوٹ پر سب سے کہتے کہ عدنان کو ہم نے حاصل کر لیا ہے اور اب کوئی طاقت میرے بچے کو ہمیں کر نہیں لے جائے گی۔"

"تم خود کو تاحترک مہاراج کی دای کہہ رہی ہو۔ کیا اس کی دانش بنی مگر ہو؟"

"ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں اور تمہارے لیے ہی مردوں کی۔ میں جب بھی کوئی جسم حاصل کروں گی تو وہ صرف تمہارے لیے ہی ہوگا کیونکہ میری آتما صرف اور صرف تمہارے لیے ہے۔"

"جب تم مجھے اتنی شدت سے چاہتی ہو تو پھر میری بات مان لو۔ میرے پاس آ جاؤ۔ ہم اپنے بیٹے عدنان کو باا صاحب کے ادارے میں پہنچا نہیں گئے۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت ایسی ہوگی جیسی ہماری ہوئی ہے۔ اسے ناقابل شکست بنا دیا جائے گا۔"

"مہاراج ابھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ وہ میرے بیٹے کو اس دنیا کا عجیب و غریب انسان بنائیں گے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ایک بہت ہی خطرناک کام لے کر والے ہیں اور شاید وہ ایسا کر رہے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے تم کا لے مل کے باعث شیطانی ٹھیکے میں پھنسی ہوئی ہو۔ اگر تم میرے پاس نہیں آؤ کی میری بات نہیں مانو گی تو میں تمہاری صورت بھی دیکھنا گوارہ نہیں کروں گا۔"

"تم مجھے دیکھو گے۔ بار بار دیکھو گے۔ جب بھی اپنے اندر بے چینی محسوس کرو تو فوراً آئینے کے سامنے آ جاؤ۔ وہاں میں تمہیں نظر آؤں گی پھر ہم دونوں بائیں کیا کریں گے۔"

"شیوانی میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہو تو یوں آئینے کے پیچھے رکھ دو رہی دور سے محبت نہ جتاؤ۔ میرے پاس چل آؤ۔ میں تم پر ایسا روحانی عمل کروں گا کہ کالے جادو کا تم پر سے اثر ختم ہو جائے گا۔"

وہ طنزے انداز میں بولی "اوپر..... اس کے بعد تم میرے بیٹے کے ساتھ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو گے۔ ہم ماں بیٹے کو پوری طرح مسلمان بنا دو گے۔ اس ادارے

کے قید خانے میں ہمیں قیدی بنا کر رکھو گے اور اپنے بچے پہنا کر کرتے رہو گے۔ ایک ماں سے اس کی مستی کا کس قدر کچھ جین لو گے۔"

"جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اپنے جانے والوں کی اچھی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم بھی نہیں سمجھ سکتی۔ تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ اب میں آئینے کے سامنے نہیں آؤں گا۔"

"تمہاری مرضی ہے مت آؤ..... میں تو بلاؤں گی۔ اور پھر بھی نہیں آؤ گے تو جب عدنان میرے پاس پہنچے گا تب بے اختیار دوڑے چلے آؤ گے۔ میں ابھی طرح جانتی ہوں۔" پورس آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ شیوانی کو آئینے میں اب اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ پہلی بار جب عدنان کو ختم دینے کے بعد اس کی موت واقع ہوئی تھی تب سے اس نے پورس کو اپنے روبرو نہیں دیکھا تھا۔ انامیریا کے جسم میں سانس کے بعد وہ پورس کے قریب کی تھی لیکن وہ اسے انامیریا کہہ کر ہی قبول کیا کرتا تھا اور یہ اس کے اندر رکھ بھی اپنی محبت اور اپنے جذبات پیش نہیں کر سکتی تھی۔ تاحترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور وہ انامیریا کے اندر قیدی بن کر رہ گئی تھی۔

اب ایسی بات نہیں تھی۔ وہ آزاد اور خود مختار تھی۔ جب چاہتی آئینے کے روبرو آ کر پورس سے ملاقات کر سکتی تھی، باتیں کر سکتی تھی۔ اسے رفتہ رفتہ اپنی طرف مائل کر سکتی تھی۔ آج کاروبار ہمارا تھا کہ وہ اس سے ملے۔ پورس نے دیکھا کہ وہ یقین تھا کہ وہ اپنے روٹھے ہوئے مرد کو مٹالے گی۔

چندال نے کہا "میں تمہارے چور خیالات بھی پڑھ رہا ہوں۔ تم واقعی اپنے پورس کو بہت چاہتی ہو۔ تمہیں اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ پورس کو بھی اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"اب سے پہلے میں انامیریا کے اندر تھی اور بہت مجبور تھی۔ پورس کو برا راست اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی تھی۔ اب تاحترک مہاراج نے مجھے بہت سی صلاحیتیں دی ہیں اور میں مہاراج سے کہوں گی کہ وہ پورس پر بھی کوئی ایسا عمل کریں کہ وہ ہماری طرف چلا آئے۔ ہمارے کالے عمل کے سامنے میں رہا کرے۔"

پورس اپنی شیوانی کو بہت چاہتا تھا۔ اس کی موت کے بعد بھی اسے یقین نہیں ہوتا تھا کہ اس کی جانے والی اس سے جدا ہوئی ہے۔ آج آئینے کی سطح پر اسے دیکھ کر دل دھڑکنے

لگا۔ وہ جس کی تنہا کر رہا تھا اور یقین ہو گیا تھا کہ مرنے کے بعد بھی کوئی دای نہیں آتا تو وہ محبت کرنے والی داییں آگئی تھی۔ اگرچہ شیطانی عمل سے آئی تھی لیکن اس دنیا میں موجود بھی اور اس کے لیے نئی زندگی کی سانس لے رہی تھی۔

اس نے انامیریا سے بھی ایسی لیے محبت کی تھی کہ وہ شیوانی سے مشابہت رکھتی تھی اور شیوانی کی طرح بولی تھی۔ دعویٰ بھی کرتی تھی کہ وہ شیوانی ہے، اس کے بیٹے عدنان کی ماں ہے۔

اب وہ شیوانی ایک نئے روپ میں الکا اگنی ہو تری کے نام سے سامنے آئی تھی اور اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ سونیا نے پوچھا "کہو بیٹے کیا بات ہے؟"

"مما! ایک عجیب سی بات ہے۔ حالانکہ اب ہمارے لیے کوئی بات عجیب سی نہیں رہی۔..... ممما! شیوانی بھر زندہ ہو گئی ہے۔"

"اس نے حیران ہو کر پوچھا "کیا کہا ہے ہوئے؟" "ہاں..... میں نے سوچا تھا کہ انامیریا مر چکی تھی لیکن اس کے جسم میں شیوانی سامنے تھی۔ انامیریا کو ہلاک کر دیا جائے تو شیوانی بھی مر جائے گی اور عدنان کا بیچھا چھوڑ دے گی۔"

سونیا نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے؟" "اس ہمارا اس نے براہ راست مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ پہلے آئینے کی سطح پر وہ صرف انامیریا کو دکھائی دیتی تھی مگر اب مجھے بھی نظر آنے لگی ہے۔"

پورس نے تاحترک مہاراج جنگ بھٹا جا رہے کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ بہت ہی خطرناک ٹیلی ویژن جانے والا جاوکر ہے۔ شیوانی اس کی دای ہے۔ وہ اس کے لیے عدنان کو برقیات پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سونیا نے پریشان ہو کر کہا "یوں لگتا ہے جیسے ساری دنیا میرے پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ جسے دیکھو وہ اس معصوم بچے سے دشمنی کر رہا ہے۔ اس وقت پتا نہیں وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس کی بہت نے اسے نیند کی دوا کھلا دی ہے۔ اگر وہ کسی اور کے قبضے میں جائے گا تو وہ اسے بے ہوش کر کے رکھے گا تاکہ دوسرے ٹیلی ویژن جانے والے اس کے دماغ میں نہ آسکیں۔ اس طرح تو میرے بچے کو نقصان پہنچتا رہے گا۔ وہ واقعی طور پر کمزور ہوتا چلا جائے گا اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جناب تمبریزی کے پاس جاؤں گی اور ان سے مدد مانگوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پورس بھی سوچ میں پڑ گیا کہ

اب بہت ہو چکا ہے۔ ایک طویل عرصے سے میرا بیٹا بنگ رہا ہے اور دشمن اسے بھٹکا رہے ہیں۔ آئندہ وہ اس کا ذہن خراب کرنے والے ہیں۔ اسے لیٹا کر دالے والے ہیں۔ لہذا اب تو یہ بہت ہی ضروری ہو گیا ہے کہ جناب تمبریزی سے مدد لی جائے۔

☆☆☆

سونیا کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرتی تھی۔ اس نے انا بیلا پر بھروسہ کیا تھا اور اس سے یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتی رہے گی تو وہ اسے اسرائیل میں حکومت کرنے کا موقع دیتی رہے گی۔

انا بیلا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سونیا اب واقعی اس پر بھروسہ کرنے لگی ہے۔ اس کے ایک ٹیلی ویژن جانے والے نے اس کی ماں کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا اور اسے سونیا کے سامنے مجھتے پر مجبور کیا تھا۔ تب ہی انا بیلا سونیا کے سامنے کھٹے سینے پر مجبور کر ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی یہ سمجھتا ہوا تھا کہ وہ سونیا کی مرضی کے مطابق اسرائیل میں حکومت کرے گی۔

جب یہ سمجھتا ہو گیا تو سونیا نے کہا "تمہاری ماں کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب مجھ سے بھی دھوکا نہ کرنا۔"

لیکن انا بیلا کسی کے دہاؤ میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنی ماں پر بخوبی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا پھر وہ بڑی دیک اپنی ماں کے اندر رہی تھی اور اطمینان حاصل کرتی رہی تھی کہ سونیا کا کوئی ٹیلی ویژن جانے والا وہاں موجود نہیں ہے اس کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ سونیا ماں کو اس کی کمزوری نہیں بنا سکے گی۔

صالح بن طامی نے سونیا کے پاس آ کر کہا تھا کہ اس نے اپنی ماں کے دماغ کو لاک کر دیا ہے لیکن میں نے اس مخصوص آواز اور دلچسپ کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا جس کے ذریعے اس کے منتقل دماغ میں بھی جایا جاسکتا ہے۔

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ فی الحال انا بیلا کی طرف سے انجان بن کر رہو۔ جیسے ہم اس سے دھوکا کھا رہے ہیں۔" اس کے بعد ہی دلاؤ کی میر اور ارتاکوف وغیرہ نے کالے عمل کے ذریعے انا بیلا کی ماں تک رسائی حاصل کی تھی اور اسے اذیتوں میں مبتلا کیا تھا اور ان سے بے بسی کو بیک میٹنگ سے بچانے کے لیے خود ہی کر لی تھی۔

یہ وہ وقت تھا جب انا بیلا عدنان تک پہنچ گئی تھی اور جولیانہ دانش کے ذریعے اسے ایک عمارت میں اسرائیل پہنچانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے سونیا وغیرہ سے رابطہ نہیں کتالیات پہلی شیش

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چڑھا اور وہ عدنان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن صاحب بن حاکمی نے سونیا کو بتادیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا ”پھر تو انا بیلا بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہر حال کبریا کو بلاؤ۔“

صاحب بن حاکمی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا ”میں اس کا کیا حکم ہے؟“

اس نے کہا ”انا بیلا سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تہفین وغیرہ کے سلسلے میں مصروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔“

کبریا نے پہلے سوچا کہ انا بیلا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعزیت کی جائے پھر اس نے سوچا ”یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بچے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔“

جب وہ اس کے بچے کے قریب پہنچا تو انا بیلا کا دروازہ کھٹکی ہوئی اپنے بچے سے باہر جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اندر بڑھتی گئی مگر وہاں سے ٹکٹے لے کر ہاڑ کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے ٹکٹ لے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر کلر سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہلی بار معلوم کیا کہ انا بیلا نے استیصال کے لیے ایک سیٹ ریز رو کرانی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریز رو کرانی پھر باہر آخر کار میں بیٹھنے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہلی بار معلوم کیا کہ وہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور انا بیلا نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تہفین کر سکیں۔

کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا ”مما! وہ تو استیصال جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریز رو کرانی ہے۔“

”یہ اچانک اٹھا چھوڑ کر استیصال کی طرف کیوں جا رہی

ہے؟“

”میں بھی سچی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریز رو کرانی ہے۔“

”بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں نہ کرو اور اس سے دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ نہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں شک کہ تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش کرے۔“

”آپ فکر نہ کریں، مما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔“

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا ”ہاں بیٹے! کیا بات ہے؟“

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح انا بیلا کا تعاقب کر چاہتا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استیصال کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا ”میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر بخوبی عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ انا بیلا میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔“

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر بخوبی عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر بن گیا تھا۔ انا بیلا یا کوئی بھی نئی پیشگی جاننے والا اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ نہ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں ستر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر انا بیلا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ بچ کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچ کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچ کر طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا ”تم اتنے کچلے گریبان کا بلاؤڑ کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھ رہی ہو اور کچھ چھا رہی ہو؟“

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر جھکا کر بولی ”تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے یہ سیٹ اس قدر پیچ کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی ”تم کچھ

زادہ ہو چلے ہو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہچان لیا ہو دیکھا ہے۔“

کبریا نے فخر سے اپنے کار کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا ”ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جاتا کرتا ہوں۔“

انا بیلا نے غور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر غم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس لڑکے کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی چنچم اور اسارت ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ کٹر یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائننگ کے منت نئے انداز نکلتا رہے اور دنیا کا ناٹکلی گھسٹ بلک بیٹلر بن جائے اور وہ ایسا بننا چاہتا تھا۔

فی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اتنی چار ڈالر زرہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمانے کا اور کہاں سے کھانے کا؟ اگر کاروبار میں دل لگانا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگا لیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کام ہی نہیں کرتا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائننگ کا شوق تھا۔ ایڈمنسٹریٹو یعنی مہینہ بھر والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ کھانا نہ پڑے۔

انا بیلا اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور علیٰ پیشگی ہی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دینے لگی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیا ناؤسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استیصال آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو بیٹیں ریز رو بھی کرائی ہیں لیکن وہ

فلائٹ چوبیس گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہوگی۔

انا بیلا نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استیصال پہنچے والی ہے۔ اس کے بعد میں گھنٹے جولیا ناؤسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیا ناؤسن عدنان کو لے کر فوراً استیصال پہنچ جائے۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا ذہن پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو خلیٰ پیشگی جاننے والوں کی پیروی لگ جائے گی پھر سب ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آد کر کیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہلی بار اطمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گڈ نہ ہیں اور ابھی کوئی نئی پیشگی جاننے والا آ کر اس سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔

وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور کبریا یا تھا پور ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استیصال کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا ”ہم بیکس ڈی!“

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں اور دھر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر کبریا سے پوچھا ”کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟“

”ہاں..... مجھے محسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سورہی ہو۔“

”اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟“

”اگر جاگ رہی ہوں تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟“

”وہ..... دراصل میں یہ پوچھتا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟“

وہ حیرانی سے بولی ”کیا.....؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟“

کتابیات پبلی کیشنز

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چور تھا اور وہ نہان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن صاحب بن حالبی نے سونیا کو بتادیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا ”پھر تو اتنا جلد بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہر حال کبریا کو بلاؤ۔“

صاحب بن حالبی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا ”میں اس کا حکم ہے؟“

اس نے کہا ”اتنا جلد سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تمہیں وغیرہ کے سلسلے میں مصروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔“

کبریا نے پہلے سوچا کہ اتنا جلد سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعویذ کی جائے پھر اس نے سوچا ”یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بچے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔“

جب وہ اس کے بچے کے قریب پہنچا تو اتنا جلد کا ڈرامہ کرتی ہوئی اپنے بچے سے باہر جاری تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اندر ہی نہیں گئی تھی اور اپنے لیے جہاز کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے گھٹنے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر گرل سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہلی بار معلوم کیا کہ اتنا جلد نے استنبول جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرانی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کر لی پھر باہر آخر کار میں بیٹھے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہلی بار معلوم کیا کہ وہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور اتنا جلد نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تدفین کر سکیں۔ کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا ”مما وہ تو استنبول جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریزرو کرانی ہے۔“

”یہ جانک اٹریا چھوڑ کر استنبول کی طرف کیوں جا رہی کتا بیات جہلی کیشنر“

”ہے؟“

”میں بھی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرانی ہے۔“

”بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرو اور اس سے دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں اس کا خیال تہارے خیالات پڑنے کی کوشش کرے۔“

”آپ فکر نہ کریں ممما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرا خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکتی گی۔“

کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا ”ہاں بیٹے! کیا بات ہے؟“

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح اتنا جلد کا تعاقب کر چاہتا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا ”میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر تعویذ عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ اتنا جلد میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔“

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر تعویذ عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اتنا جلد یا کوئی بھی ٹیلی پیٹھی جاننے والا اس کے اندر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر اتنا جلد بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ صبح کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچے کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچنے کی طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا ”تم اتنے کلمے گریبان کا بلاؤ کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھا رہی ہو اور کچھ چھپا رہی ہو؟“

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر جھکا کر بولی ”تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے؟“

سیٹ اس قدر پیچھے کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی ”تم کچھ دیکھتا 47“

زادہ ہی بولتے ہوئے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔“

کبریا نے فخر سے اپنے کار کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا ”ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جاتا ہوں۔“

اتنا جلد نے غور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس کو جو ان کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی چنچم اور اسارت ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچی گئی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے۔ ایک بہت بڑے برٹش ٹین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائٹنگ کے کنت بنے انداز سے کھتا رہے اور دنیا کا نا کاٹلی کسٹت بلک بلیٹ بن جائے اور وہ ایسا بننا چاہتا تھا۔

لی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اتنی جہاز ڈالرزدہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمانے گا اور کہاں سے کمانے گا؟ اگر کاروبار میں دل لگاتا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگائیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کامیابی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائٹنگ کا شوق تھا۔ ایڈوچر لائف یعنی پہچانی والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ بچانہ پڑے۔

اتنا جلد اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور واقعی پیٹھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دے گئی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیانا وائسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استنبول آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو تین ریزرو بھی کرانی ہیں لیکن وہ

دیکھتا 47

فلائٹ چوسیں گئے بعد وہاں سے روانہ ہو گئی۔

اتنا جلد نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استنبول پہنچے والی ہے۔ اس کے بعد میں گھنٹے جولیانا وائسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیانا وائسن عدنان کو لے کر فوراً استنبول پہنچ جاتی۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا وہاں پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو ٹیلی پیٹھی جانے والوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر سر ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی کر رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آدھ کو کیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہلی بار طمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گزرتے ہیں اور ابھی کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا آ کر اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔

وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور کبریا اتنا جلد ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استنبول کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سراسر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا ”ایکسپیکٹ می ڈی!“

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں اور اصرار دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر کبریا سے پوچھا ”کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟“

”ہاں..... مجھے افسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔“

”اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟“

”اگر جاگ رہی ہوں تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟“

”وہ..... دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟“

وہ حیرانی سے بولی ”کیا.....؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں شکر کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟“

کتا بیات جہلی کیشنر

”تم کیوں ناراض ہو رہی ہو؟ میں اس ہوائی جہاز کو آگ لگانے کے لیے نہیں مانگ رہا ہوں۔ بس سگریٹ سلگانا چاہتا ہوں۔“

وہ اس کے خیالات پڑھ چکی تھی اور یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی شخص نہیں کرتا ہے۔ اس نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ”کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم تو کوئی شخص نہیں کرتے۔ تمہارے پاس تو سگریٹ بھی نہیں ہے۔“

کبریائے جان بوجھ کر جبرانی طاہر کی ”تم..... تم یہ کیسے جانتی ہو کہ میرے پاس سگریٹ نہیں ہے اور میں نہیں کرتا ہوں۔“

وہ ذرا گڑبڑا مٹی پھر سنبھل کر بولی ”میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتی ہوں۔ اور یقین سے کہتی ہوں کہ تم نشتے کے عادی نہیں ہو۔“

وہ بولا ”کمال ہے۔ تم واقعی درست کہہ رہی ہو۔ یہ تم چہرہ دیکھ کر کیسے پہچان لیتی ہو؟ پلیز..... پھر میرے چہرے کو دیکھو اور میرے بارے میں کچھ بتاؤ۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہوں گا، تم مجھے دیکھتی رہو گی اور بولتی رہو گی۔ میں سنتا رہوں گا۔ سنتا رہوں گا..... یہاں تک کہ ہماری زندگی گزر جائے گی۔“

اس نے بڑے جذباتی انداز میں یہ باتیں کہیں۔ وہ بولی ”گلتا ہے تم رو دینیک ہو رہے ہو؟“

”تم تو چہرہ دیکھ کر سمجھ لیتی ہو۔ یہ بھی بتا دو کہ میں واقعی رو دینیک ہو رہا ہوں؟“

وہ مسکرا کر بولی ”تم بہت باتونی ہو۔ بات سے بات بناتے جا رہے ہو؟“

”تمہیں اپنی سیٹ پر گھوم کر بولنا پڑ رہا ہے۔ میں پیچھے بیٹھا ہوا ہوں۔ کیا میں تمہارے پاس آ کر بیٹھ سکتا ہوں؟ یا تم میرے پاس آ سکتی ہو؟“

”نہ میرے پاس کوئی سیٹ خالی ہے اور نہ تمہارے پاس..... اس لیے یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔“

”تم چاہو تو اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہو اور اسے میری سیٹ پر آنے کے لیے قائل کر سکتی ہو۔“

وہ گھور کر بولی ”میں بھلا کیسے مائل کر سکتی ہوں؟“

”تم میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہت پیاری ہو۔ جوان ہو مگر مردانہ جہاز کی بات نہیں ٹھکرانے کا اور پھر یہ کہ چہرہ پڑھ کر اس شخص کے بارے میں معلوم کر سکتی ہو کہ یہ اپنی سیٹ خالی کرے گا یا نہیں؟“

کتابیات پبلی کیشنز

”میں بھلا ایسا کیوں کروں؟ مجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے اپنے پاس سے اٹھا کر اس کی جگہ چھین بٹھاؤں؟“

”ہاں..... تم اسے ضروری نہیں سمجھتی ہو۔ مگر میں چھین اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو ابھی قائل کرتی ہوں۔ تم دلچسپ ہو..... تمہارے ساتھ سزا چھانڈ کرے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو قائل کیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے قائل کرنے لگی کہ وہ کبریائی کی سیٹ پر چلا جائے۔

وہ ذرا ہی راضی ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کبریائے کی پالی آیا۔ کبریادہاں سے اٹھ کر اس شخص کی سیٹ پر آ کر اٹھا بیٹھا۔

لگ کر بیٹھ گیا۔ وہ ذرا دور بیٹھے ہوئے بولی ”میں نے تمہیں فری ہونے کے لیے نہیں بلایا ہے۔“

”ترے نیچے، اپنے قریب کیا ہے۔ یہی بہت ہے۔ یہ سزا میرے لیے یا جو۔ رہے گا۔ ہائی داؤ۔ تم کہاں جا رہی ہو؟ ہو سکتا ہے، ہماری منزل ایک ہی ہو؟“

”کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہماری منزل ایک ہو۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟“

”جہاں کہیں دولت کمانے کا موقع ملے گا میں وہیں جاؤں گا۔“

”دولت کمانے کے لیے ہنرمندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی ہنر ہے؟“

کبریائے اپنے بازو کے تسلر دکھاتے ہوئے کہا ”میں ہاڈی بلڈز ہوں۔ بہترین فائزر ہوں۔ تمہا دس پر ہماری پڑا ہوں۔“

”کیا ساری زندگی کشتیاں لاتے ہوئے گزار رہے؟“

”جب تک جوان ہوں، کشتیاں لٹا رہوں گا اور پتہ رہوں گا۔ اس کے بعد نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا؟“

”کوئی ایسا کام کرو۔ جس سے بڑھاپے میں بھی تمہارے پاس دولت رہے جو ان میں کاؤ گے تو وہ دولت بڑھاپے میں کام آئے گی۔“

”اب تک میں سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اپنی طاقت اور جوانی کو کیسے پیش کر دوں کہ دولت ہاتھ آتی رہے؟“

”تم بہت اچھے فائزر ہو تو کسی کے ہاڈی کارڈین کر رہو۔“

”میں ملازمت نہیں کروں گا۔ مجھے غلامی پسند نہیں۔“

دو کتابیات

پھر یہ کہ ملازم بن کر مٹا ہی کیا ہے؟ پانچ ہزار یا دس ہزار ڈالر لیں گے۔ اس سے کیا بنے گا؟“

”تم ہر ہفتے کتنا کمانا چاہتے ہو؟“

وہ ذرا سوچ کر بولا ”میں ہر ہفتے کم از کم پچاس ہزار ڈالر کمانا چاہتا ہوں۔“

وہ بولی ”بس..... اتنے ہی؟ پھر تو میں تمہیں اپنا ہاڈی کارڈینا سکتی ہوں۔“

”ہاڈی کا مطلب ہے، بدن کی حفاظت کرنے والا..... یعنی تم اپنا بدن میرے حوالے کر دو گی؟ تا کہ میں اس کی حفاظت کرتا رہوں۔“

وہ چونک کر بولی ”تم تو آلے سیدھے مطلب نکالتے ہو..... میرا یہ مطلب نہیں ہے۔“

”پھر کیا مطلب ہے؟ ویسے جو تم چاہو گی، میں دی کر دوں گا۔ صرف اتنی پکڑنے کو کہو گی تو میں اتنی ہی حفاظت کر دوں گا۔ ہاتھ پکڑنے کی اجازت دو گی تو پورے ہاتھ کی حفاظت کر دوں گا۔ اس طرح جیسے جیسے ترقی کے مواقع فراہم کرتی رہو گی میں ترقی کرتا رہوں گا۔“

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی ”کیا ترقی اس طرح کی جاتی ہے؟ تم نکلے ہو کسی کوئی دھوکا کا کام نہیں کر سکو گے۔ اسی لیے تمہیں کمرے نکالا گیا ہے؟“

اس نے چونک کر پوچھا ”یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے کمرے نکالا گیا ہے؟“

وہ ایک دم سے گڑبڑا مٹی پھر بولی ”وہ..... تمہاری مورت پر لکھا ہوا ہے کہ تم کمرے کو ہونڈ کھاٹ کے۔ بس ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہو۔“

وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا ”اپنا ہاتھ نہ چھڑانا..... میں نے اسے عقیدت سے قما ہے۔ تم کوئی بچی ہو گی پر اسرار ہستی ہو۔ میرے اندر کی باتیں جان لیتی ہو۔ میں تم سے متاثر ہو رہا ہوں۔ بس ابھی فیصلہ کر رہا ہوں کہ تمہارا ہاڈی کارڈین کر رہوں گا۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم چھپا چھڑانا چاہو گی تب بھی پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔“

اس کے ہاتھوں میں ہاتھ آتے ہی اٹھایا کا دل تیزی سے ہلنے لگا۔ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ ایسے ہی ہاتھوں کی گرفت میں پلے بھی آ چکی ہے۔ کیا تمام مردوں کا اس ایک سا ہوتا ہے؟ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے یہ میرا اپنا ہے اور میں اسے جزم جزم سے جانتی ہوں۔ میں اپنا ہاتھ نہیں چھڑاؤں کہ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ یوں بھی مجھے ایک مضبوط

دو کتابیات

اور قابل اعتماد محافظ کی ضرورت ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے مزید قابل اعتماد بناتی رہوں گی۔ یہ میرا غلام بن جائے گا۔

اسے خوش قسمتی تھی کہ وہ کبریائی کو دلچسپ کر رہی ہے جبکہ خود اس کی طرف مائل ہو رہی تھی اور اس کے قابو میں آنے والی تھی۔ کبریائی چاہتا تو وہیں کھانے پینے کی کچھ چیزیں اسے اخصائی کی ضرورت کی دو لٹا کر دے سکتا تھا یوں اس کے دماغ پر حاوی ہو سکتا تھا اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا سکتا تھا۔

لیکن یہ جانتا تھا کہ اس کی مماناس سے کوئی کام لے رہی ہے۔ اسے اسرا نکل میں سکرانی کا موقع دے رہی ہے پھر یہ کہ اپنا ایلا کو دماغی طور پر کمزور کرنا مناسب نہیں تھا۔ ایسا کیا جاتا تو لاڈلی میرا رونا کوف اور آوازوں وغیرہ بھی اس کے دماغ میں گھس آتے اور اسے اپنی معمول اور تابعدار بنانے کی کوشش کرتے۔ یا اسے مار ڈالتے۔ اس طرح کچھ بھی حاصل نہ ہوتا۔

وہ دشمن آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان لڑنے والوں میں اٹا بیلا بھی تھی اور ان کی آپس کی لڑائی سے ہمیں بھی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اس لیے کبریاء اٹا بیلا کو ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

دلاڈی میر دشا نے سے روانہ ہو کر اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں اس کے طبی آلے نے بتایا کہ شیدائی شری ق کی طرف ہے۔ اس نشاندہی کے مطابق اسے پاکستان کے مشرقی حصے کے آخری شہر لاہور تک پہنچنا پڑا۔ وہاں پہنچے تک وہ آلہ بتاتا رہتا کہ سفر کے دوران میں سمت بدلنی چاہیے یا نہیں؟

وہ شیریں ہوئی کہ ایک کمرے میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہوا ہے یا نہیں؟ جب وہ تین گھنٹے پہلے اس کے دماغ میں پہنچا تھا تو اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ اب وہ بیدار ہو چکا تھا لیکن اس کے خیالات گنڈھ ہو رہے تھے۔ وہ مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ اب یہ انتظار تھا کہ شاید ایک آدھ گھنٹے میں وہ نازل ہو جائے گا اور اس کے خیالات پڑھ لے سکے۔

یہ اندازہ تھا کہ عدنان جس کے ساتھ بھی ہے وہ اسے مارشس کے کسی علاقے میں لیے پھر رہی ہے۔ دلاڈی میر دشا نے سے اسلام آباد تک سفر کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کتنے چار یا پانچ برس کے بچے اپنے والدین کی مرد کے ساتھ یا کسی عورت کے ساتھ کہیں

211

کتابیات پبلی کیشنز 12

11/23

213

کتابیات پبلی کیشنز

دروازہ کھولیں گے۔“

وہ مایوس ہو کر حجرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پھر سوچ کے ذریعے بولی ”فرہاد! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آخری دروازہ ہے یہ بھی بند ہے۔ صبح سے پہلے کوئی بات نہیں بنے گی۔“

”تمہری جان! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی امید کی ایک کرن باقی ہے۔ تم آمنہ کے پاس جاؤ۔“

وہ آمنہ کی طرف جانے لگی۔ ہاں صاحب کا ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی موٹریں لگائیں تھیں۔ وہ ایک فریڈ میں بیٹھ کر آمنہ کے کوارٹر کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے کوارٹر کا دروازہ بھی بند تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ آمنہ مغرب کی نماز ادا کر رہی ہے اس لیے دروازہ بند ہے۔ سو نہاد ہیں بڑے کی بیڑیوں پر انتظار کرنے لگی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی شریک حیات آمنہ سے رابطہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب سے آمنہ جناب حمزہ کی طرف حاصل کرنے میں تھی اور رفتہ رفتہ روحانیت کی طرف مراحل طے کرتی جا رہی تھی تب سے آمنہ نے کہہ دیا تھا کہ اب مجھے دنیا داری سے لگاؤ نہیں رہا ہے۔ کسی معاملے میں بھی میرے دماغ کے اندر نہ آتا۔ میں اس وقت تمہارے کسی کام نہیں آسکتی گی، جب تک جناب حمزہ کی اجازت نہیں دیں گے۔

میں نے سونیا کو تسلی دی ”اپنے دل و دماغ سے پریشانیوں نکال دو۔ تم منزل کے قریب آ گئے ہیں۔ انشاء اللہ ہمارے پوتے کے لیے بہتر ہوگا۔“

دہ بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ”پتا نہیں یہ دروازہ کب تک کھلے گا؟“

”ذرا صبر کرو۔ آمنہ کو خبر ہوگئی کہ تم یہاں بیٹھی ہوئی ہو اور میں تمہارے اندر موجود ہوں۔“

میں نے درست کہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دروازہ کھل گیا۔ سونیا اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آمنہ نے کہا ”آؤ۔۔۔۔۔ اندر آ جاؤ۔“

وہ ہنسی بیک بندھے ہوئے کمرے کے اندر آئی۔ آمنہ اسے دیکھتے ہوئے بولی ”بہت پریشان ہو؟“

وہ بولی ”آپ ابھی طرح جانتی ہیں، میں کیوں پریشان ہوں۔“

”ہاں۔ آرام سے بیٹھو۔“

وہ بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے ذریعے کہا ”آمنہ! ہم شکست کھانے اور ہارنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم اپنے کتابیات پبلی کیشنز

پوتے کے لیے ساری زندگی جدوجہد کر سکتے ہیں لیکن اس لیے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ دشمن اسے دماغی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچائیں گے۔ وہ ایب نارل ہو سکتا ہے اور ہم بھی نہیں چاہتے۔ کیا تم چاہو گی؟“

”میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی رہتی ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے دنیا والوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔“

”کیا اتنے سنگین مرحلے پر پہنچ کر بھی تم ہماری مدد نہیں کر گی؟“

”ضرور کروں گی۔ جناب حمزہ کی بھی عدنان کی خاطر مرا جے میں پیچھے ہوتے ہیں۔“

”یہ سنتے ہی سونیا خوشی سے کھل گئی۔ مجھے بھی اطمینان ہوا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا ”خدا کا شکر ہے۔ اب ہمارا پوتا ضرور ہمیں مل جائے گا۔“

آمنہ نے کہا ”فرہاد! اس وقت تم ہندوستان کے شہر ناگ پور میں ہو۔ تین گھنٹے بعد آدمی رات ہونے والی ہے اور آدمی رات کو وہاں کیا ہونے والا ہے؟ یہ تم ابھی طرح جانتے ہو اور تم پہلے ہی منصوبہ بناتے ہو۔“

”ہاں۔“ میں نے ایک فحش منصوبہ بنایا ہے۔ ایک خطرناک جادوگر جنگل بٹھا چارہ کو کھا کھانے میں ملاتا ہے۔“

”تو پھر وہاں جاؤ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”کیا وہ تاتر کہ مہاراج ہمارے پوتے کو نقصان پہنچا رہا ہے؟“

”تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن جانے سے پہلے میرے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے آؤ۔“

سونیا نے کہا ”آمنہ! اب میں آپ کے دروازے سے اسی وقت جاؤں گی جب ہمارا پوتا ہمیں مل جائے گا۔“

”انشاء اللہ وہ صبح تک اس ادارے میں موجود ہوگا اور ہم اسے کیلئے سے لگا کر پیار کر سکیں گی۔“

سونیا خوشی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی اور آمنہ کے قدموں میں آ کر گر گئی۔ اس سے لپٹ کر بولی ”میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔“

آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ”پہلی ہوگئی ہو؟ وہ میرا بھی تو پوتا ہے۔ کیا میں احسان کروں گی؟“

”اھو۔۔۔۔۔ اور معبود برحق کا شکر ادا کرو۔“

میں آمنہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ روحانی ٹیلی پتھی کی پرواز کرتی ہوئی ایک لو جو ان لڑکی کے اندر بیٹھی پھر مجھے وہاں چھوڑ کر بولی ”میں۔۔۔۔۔ میں جا رہی ہوں۔“

وہ رخصت ہوگئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے اس لڑکی کے خیالات پڑھے تو حیران رہ گیا۔ وہ انتہائی چنڈال جوگیا کی بیٹی۔

میں حیران اس لیے ہوا کہ میں انتہا کے نئے روپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی نہیں سنا تھا اور روحانی ٹیلی پتھی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ دل کو بڑا اطمینان ہو رہا تھا۔ حالات بدل رہے تھے۔ آمنہ جناب علی اسد اللہ حمزہ کی اور اس ادارے کے دوسرے روحانی پیشوا بھی ہماری روحانی طور پر مدد نہیں کرتے تھے۔ دنیا والوں سے کنارہ کشی کیے رہتے تھے۔ اب ایک طویل مدت کے بعد جناب حمزہ کی راضی ہو گئے تھے اور وہ مرا جے میں تھے۔ ہمارے عدنان کے لیے کچھ کر رہے تھے۔

ادھر آمنہ نے بھی روحانی ٹیلی پتھی کے ذریعے مجھے انتہا کے پاس پہنچا دیا تھا تو اس کی بھی کوئی وجہ تھی۔

بہر حال یہ آثار پیدا ہو رہے تھے کہ اب کالے جادو کی غلامت ختم ہونے والی ہے۔ اب سے پہلے میری داستان میں ایک بہت بڑا موڑ آیا تھا جب تمام ٹیلی پتھی جاننے والے باتو مر گئے تھے یا ان سے ٹیلی پتھی کا علم چھین لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود رفتہ رفتہ پتا نہیں کیسے اور کہاں کہاں سے ٹیلی پتھی

جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے پیدا ہو گئے تھے؟ ہمارے سب سے محترم بزرگ جناب حمزہ کی میدان عمل میں آئے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اب روحانیت کے ذریعے آتما شکتی اور کالے جادو کا توڑ ہونے والا ہے اور وہ سب فنا ہونے والے ہیں۔

میں نے انتہا کے خیالات پڑھے تو ہاتھ چلا کہ وہ کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی اس چوکی پر آئی ہے جو شہر سے باہر ہے۔ چنڈال نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتایا تھا کہ وہ وہاں پہنچنے والا ہے لہذا وہ بھی ادھر چلی آئے تاکہ وہ اپنے باپ کو اپنی موجودہ پابائش گاہ پر لے جا سکے۔

نبی نے باپ کو بتایا تھا کہ اس کا دشمن فرمان میں کے ایک بٹلے میں ہے اور وہ اس بٹلے کا پتا اس لیے جانتی ہے کہ وہیں مگر سلطانہ بھی اور وہ مگر سلطانہ اس کے اندر اسی بٹلے میں تھی۔ اس کے مرے ہی اس کے جسم سے نکل گئی تھی۔ اس وقت تک فرمان اسی بٹلے میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی چنڈال اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ نبی کی طرح باپ نے بھی نیا جسم حاصل کیا ہوا تھا۔ اس لیے نبی باپ کو نہیں پہچان سکتی تھی اور باپ بھی نبی کو صورت شکل سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ

الف لیلہ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے ستر مرگ پر بیان کی

قیمت 60 روپے

ڈاکٹر 23 روپے

جال

قیمت 60 روپے

ڈاکٹر 23 روپے

ہمزاد

ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے

جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک عجیب سی سڑ کر رہا تھا

دنیا کی بڑی بڑی شخصیات اس کے تعاقب میں تھیں

اس پر نہ کوئی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی ذہر

ایک پراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام نامکن نہیں تھا

اس شخصیت کا قصہ جس کے چہرے کی عمر 130 سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر 25 سال

ہزاروں سڑ کرنے کے طریقے

کتابیات پبلی کیشنز ہسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313 5802551-5802551

کتابیات1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیز 111 بحیثیتش ڈی ایچ اے سے مندرگ روڈ کراچی 75500

ظلالِ نمبر اور ظلالِ رنگ کی کار میں آ رہا ہے۔ وہاں آتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جاتے گا تو وہ اسے پہچان لے گی۔ چنڈال نے اپنی کار اس کے قریب روک کر اترتے ہوئے کہا ”میری جان! میری بیٹی! میں تمہارا چاہتا ہوں۔“ وہ دوڑتی ہوئی آ کر باپ سے لپٹ گئی۔ پھر خوشی سے رونے لگی۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چومتے ہوئے بولا ”مگر چلو..... وہاں بہت سی باتیں ہوں گی۔ وہاں پہنچتے ہی میں سب سے پہلے تم پر بخوبی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گا تاکہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہ پہنچ سکے۔“

وہ باپ بیٹی اپنی اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ اختیا ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ چنڈال اس کے پیچھے چلے گا۔ میں سوچ رہا تھا ”اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

دانشِ مندی بھی محض ایک چنڈال کو ختم کرنے کے سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ تاترک مہاراج اس کے اندر کب آ جاتا تھا؟ اگر وہ موجود نہیں ہوگا تو پھر میرا کام بن جائے گا۔ اگر یہ ایک بار مارا گیا اور اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچانے والا وہ تاترک مہاراج نہ رہا تو پھر یہ دوسری بار بھی زندگی حاصل نہیں کر سکے گا۔

وہ دونوں ایک عایشان کوٹھی میں پہنچ گئے۔ بیٹی وہاں تھا تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی ”پتا ہی! تاترک مہاراج نے ہم دونوں پر بہت احسان کیا ہے۔ میں ان کا شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ آپ کے اندر موجود ہیں؟“ اس نے کہا ”نہیں بیٹی! وہ موجود نہیں ہیں۔ آج وہ بہت مصروف رہیں گے۔ میں ان سے رابطہ بھی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے منع کیا ہے۔ وہ خود ہی میرے دماغ میں آ کر مجھ سے بات کریں گے۔“

اس کی باتیں سن کر میں سمجھ گیا کہ تاترک مہاراج اپنے مکان کے صحن میں کالی مائی کی مورتی کے سامنے کسی خاص عمل میں مصروف ہے اور آدمی رات کو ایک سیاہ رنگ کے تیل کو مٹی چڑھا کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی مائی کے سامنے رخص کرے گا اور مضر توں کا چا پ کرے گا۔ اتنا تو یقین ہو گیا کہ اب میں چنڈال کے ساتھ جو کچھ بھی کروں گا ایسے وقت تاترک مہاراج موجود نہیں رہے گا۔ چنڈال جو کیا بیڑہ میں آ گیا تھا اور بیٹی سے کہہ رہا تھا ”تم بیڑہ پر چاروں شانے چت لیت جاؤ۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ میں تم پر عمل کروں گا۔“

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ”میں نے آپ کے لیے ایک بہت ہی ہنگام اور خوب صورت گفتِ خربہ کر رکھا ہے۔

پہلے میں وہ آپ کو دکھانا چاہتی ہوں۔“ وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئی۔ اس کا ایک ہنٹ کھولا تو وہاں کپڑوں کے درمیان ایک ریلو اور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریلو اور ہاتھ میں لے کر بیٹی بھر اس کا نشانہ بن لیتے ہوئے بولی ”آپ کے لیے یہ گفت ہے۔“

وہ ایک دم سے چونک کر بولا ”بیٹی! یہ کیا کر رہی ہو؟“ اس سے پہلے کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آ کر اسے ریلو اور پیچک دینے پر مجبور کرتا۔ میں نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے ایک بازو میں لگی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اس بازو کو قھام کر لٹکھڑا کیا۔

میں اختیا کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اختیا ایک دم سے گھبرا گئی۔ ریلو اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر باپ سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی ”پتا ہی! یہ کیا ہو گیا؟ میں نے کیا کیا؟ پتا ہی! آپ یقین کریں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔“

وہ تکلف سے کراہتے ہوئے بولا ”ہاں بیٹی! میں کچھ سمجھا۔ کوئی دشمن تمہارے ذریعے میرے اندر پہنچ گیا ہے۔“ میں نے کہا ”ہاں چنڈال! میں پہنچ گیا ہوں۔ کیا تم مجھے میرے لہجے سے پہچان سکتے ہو؟“

وہ گولی کمانے کے باوجود نہیں چکرا گیا تھا لیکن میری آواز اور لہجہ سنتے ہی چکرا گیا۔ پیچھے ایک صوفے پر دھب سے گر گیا۔ میں نے پوچھا ”کیا خیالِ خوانی کر سکتے ہو؟ اپنے تاترک مہاراج کو بلا سکتے ہو؟“

وہ بھی کوشش کر رہا تھا۔ دماغ کمزور ہو گیا تھا پھر بھی خیالِ خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے جج کر تڑپنے لگا۔

میں اسے زندہ رہنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اختیا میری مرضی کے مطابق پھر وہاں مٹی جہاں ریلو اور فرش پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا پھر دونوں ہاتھوں میں قھام کر اپنے باپ کا نشانہ لیا۔ ایک گولی اس کے سینے میں ماری دوسری گولی اس کی پیشانی پر..... اس کے ساتھ ہی اس کی آتما ہستی والے کی آتما جسم سے پرواز کر گئی۔ نہ جانے کہاں گئی ہوگی؟ لیکن اتنا یقین ہو گیا کہ اب وہ بھی کسی کے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گی کیونکہ نہ تو چنڈال کو مضر پڑنے کا موقع ملا تھا اور نہ ہی اس کے لیے مضر پڑنے والا تاترک مہاراج وہاں موجود تھا۔

اختیا دونوں ہاتھوں سے ریلو اور لیے کم کم کھڑی تھی۔ باپ کی لاش کو دیکھ کر رہی تھی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے باپ کو قتل کیا ہے۔

میں نے کہا ”اختیا! بس بہت ہو چکا۔ تم شیطانی زندگی کی جو تہااری موت قدرتی طور پر بہت پہلے ہو چکی ہے لیکن تہاارا شیطانی باپ تمہیں ایسی زندگی دیتا رہا ہے لہذا میں نہیں چاہتا کہ اب تم زندہ رہو اور پھر فساد برپا کرو۔“

اس نے میری مرضی کے مطابق ریلو اور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگا کر پھر ٹیکہ دیا۔ اٹھائیس کی آواز کے ساتھ ہی ریلو گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ اس کی آتما کی پرواز کر چکی تھی اور اب بھی کسی کے جسم میں داخل ہونے کا موقع نہیں تھی۔

وہاں میری سوچ کی لہروں کے لیے کوئی دماغ نہیں رہا تھا۔ اس لیے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ٹیلی پتھی کی دنیا میں چنڈال ایک طویل عرصے تک کالے عمل کی جادوگری دکھاتا رہا تھا۔ اس نے طرح طرح کے شیطانی تمائش کیے۔ اس غرور کی جادوگری کہ کبھی نہیں مرے گا۔ عارضی موت کے بعد ہمیشہ زندگی حاصل کرتا رہے گا۔ آج اس کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ ایسے وقت تاترک مہاراج اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ وہ اس بہت بڑے نقصان سے بے خبر تھا کہ اس کا ایک ٹیلی پتھی اور کالا جادو جاننے والا معمول اور تابعدار رہ چکا ہے۔

میں نے سونیا کے پاس آ کر پوچھا ”کیا تم سوچ سکتی ہو کہ آتما نے روحانی ٹیلی پتھی کے ذریعے مجھے کہاں پہنچایا تھا؟“

”میں آتما سے مزید کوئی بات نہ کر سکی۔ وہ ہمارے زمانے کے لیے پھر روحانی عمل میں مصروف ہو گئی ہے۔ بالی دا اسے تم کہاں پہنچتے تھے؟“

”آتما نے مجھے اختیا کے دماغ میں پہنچایا تھا۔ اس کے ذریعے میں چنڈال اور جو کیا تک پہنچ گیا۔ میں نے کالا جادو کرنے والے اس شیطانی کو مار ڈالا ہے۔“

”یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آتما اور چنڈال۔ پھر میری لاش پھیندی اور کالے جادو کو ختم کر دیا۔ چاہتے ہیں جو کچھ اس لیے پریشانی کا باعث بن رہے ہیں۔“

”اگر ایسی بات ہے تو لاڈلی میرا اور ارنافوف وغیرہ کی شامت آگئی ہے۔“

”میں یہ معلوم کرنے کے لیے جا چکا ہوں کہ ہمارے ارنافوف پھر ارنافوف تہااری عورتان کے لیے کیا کر رہے ہیں۔“

”ذرا صبر کرو۔ صبح تک تمہارا پوتا تہااری گود میں ہوگا۔“

”یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وہ ادارے کے اندر پہنچے گا۔ یہاں کسی کا کالا جادو اس پر اثر نہیں کرے گا۔“

”ہندوستان کے وقت کے مطابق کیا رنج چکے ہیں۔ تاترک مہاراج ابھی ایک گھنٹے کے اندر ایک تیل کی مٹی دے کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی مائی کی مورتی کے سامنے سستی میں ناچے گا۔ شاید لٹے کے وقت میں اس کے اندر پہنچ کر اس کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔“

”بے شک تمہیں اس شیطانی کا بھی خاتمہ کرنا چاہیے لیکن چند منٹ کے لیے میرے عورتان کے اندر جاؤ۔ دیکھو وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟“

”میں ابھی جا رہا ہوں۔“

میں دوسرے ہی لمحے اپنے پوتے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خیالات گزرتے نہیں ہو رہے تھے۔ وہاں قرآن مجید کی تلاوت سنا دی دے رہی تھی۔ میں اس اثر انگیز تلاوت کو سنتے ہی سمجھ گیا۔ وہاں جناب علی اسد اللہ حمزوی موجود تھے۔

پھر مجھے ارنافوف، آوازوں اور لاڈلی میری آواز پر سنا دی دیں۔ لاڈلی میرا گرج کر پوچھ رہا تھا ”کون ہے؟ یہ کس کی آواز ہے؟“

ارنافوف نے کہا ”یہ عربی زبان ہے۔ کوئی مسلمان اپنے دین کی آسانی کتاب پڑھ رہا ہے۔“

آوازوں نے کہا ”خدا بخیر! پڑھ رہا ہے۔ جب یہ بچہ ہماری سوچ کی لہروں کو نہیں سن پاتا تو عربی زبان اسے کہا

ماورائے آسمانی لوگ

روحانی مساجدوں کا سامنا بھی عجیب ہے۔ یہ خدا کی طرف سے دی گئی ہوتی ہیں اور کسی بھی جوان کا اندازہ نہ کر سکتے ہیں۔ جو خاص روحانی مساجدیں رکھتے ہیں اور جس کی بنا پر انہوں نے دنیا میں تہذیب پیدا کیا۔ روحانی مساجدوں کے حامل لوگوں کے ہونے کا یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ جو انہوں نے جو کچھ کے بعد شان کے بارے میں ہیں۔

کتابیات جہلی کیشنر

پوسٹل کارڈ 23 مارچ 74200
 فون: 021-2864300
 آفیس: 021-2864300
 75500-2863-C

خاک تاش کرے کی؟

ایسے وقت عدنان کے دماغ میں ایسی آوازیں گونجنے لگیں جیسے آگ میں جل رہی ہو پھر کالے متردوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ دلاڈی میر نے غصے سے کہا "ارنا کوف! تم یہ منتر پڑھ رہی ہو؟"

وہ بولی "گدھے کے بچے! کیا یہ مردانہ آواز تجھے میری لگ رہی ہے؟ یہ تو پڑھ رہا ہے۔"

"میں پڑھ رہا ہوتا تو بائیں نہ کرتا۔ تیرا بیٹا آوازوں پڑھ رہا ہے۔ میں تو زردوں گا۔"

"تیرا بیٹا نہیں ہے۔ میں بھی تو زرد رہی ہوں۔" ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون پڑھ رہا ہے۔ جس کے اثر سے اس بچے کے اندر آگ کی سی جل رہی ہے۔ میں سمجھ گیا۔ تاترک مہاراج جنگل میں چارہ اپنے اس خاص محل کے اختتامی سر ملے پڑھا۔

اس ننھے سے دماغ میں غضب کا شور مچا پڑھا۔ صرف تاترک مہاراج ہی نہیں، دلاڈی میر، ارنا کوف اور آوازوں کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ یکبارہ وہ تمام آوازیں دھیمی پڑنے لگیں۔ ڈوہیے لگیں۔ جناب تمیزی کی تلاوت کی آواز ان پر حاوی ہو رہی تھی۔

ہندوستان میں رات کے بارہ بجتے والے تھے۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا تاترک مہاراج کے ایک چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں مچن کے وسط میں الاؤ کے شعلے جھڑک رہے تھے۔ شعلوں کی سرخی سے کالی مانی کا سیاہ چہرہ چمک رہا تھا۔ مہاراج اپنے آسن سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے منکا اٹھائے، اس سے منہ لگائے جھک پی رہا تھا اور ایک ایک گھونٹ کے بعد مختصر سا منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے دو چیلے دھول بجا بجا کر دھم کر رہے تھے۔ ایک چیلہ بڑا سا باندھا تھا کہ لے آیا تھا۔ دوسرے دو چیلے بڑے سے سیاہ تیل کو کالی مانی کی مورتی کے سامنے گرا رہے تھے۔

اس نے منکا خالی کر کے اسے ایک طرف پھینک دیا پھر اپنے چیلے سے بندا لے کر اسے فضا میں لہراتے ہوئے کہا "جے مہاکالی! تیرا بچن نہ جائے خالی۔۔۔۔۔۔ بچے کے اندر منتر بکھڑ رہا ہے۔ تیرا بچن نہ جائے خالی۔۔۔۔۔۔ جے مہاکالی۔۔۔۔۔۔"

اس کی باتوں سے ظاہر ہو گیا کہ اسے عدنان کے اندر اپنے متردوں کی کمزوری کا پتلا چل گیا ہے۔ وہ بار بار اپنی دیوی سے کہہ رہا تھا کہ بچے کے اندر پہنچا ہوا منتر بجھنے نہ پائے۔ وہ گرجتی اور گونجتی آواز میں جے مہاکالی کہتا ہوا بندا کو فضا

میں لہراتا ہوا سیاہ تیل کے پاس آیا۔ پھر اس کی گردن پہنچا دھڑک لگی۔ وہ بہت شہزور تھا۔ بندے کے ایک ہاتھ سے تیل کا سرتن سے جدا ہو گیا۔ کئی ہولنی گردن سے کھڑکھڑاہٹ بھوت بڑا۔ دوڑتا تیل سے لپٹ کر اس کے لبوں میں جھپٹنے لگا۔ جچ جچ کر مہاکالی کی گردن کرنے لگا۔ اس کا چہرہ اس کا آواز بدنہو سے بھینکا جا رہا تھا۔

کچھ کالے جادو کا نشہ تھا۔ کچھ بھگ کا نشہ تھا۔ دوسرے ہو رہا تھا۔ اچھی طرح لبوں میں نہانے کے بعد اندر کھڑکھڑاہٹ ایک چیلے سے ڈھونڈ لے کر اس کی ڈور کو گردن میں بکھڑکھڑا کر اسے بجانے لگا۔ گیت گانے کے انداز میں منتر پڑھتے پڑھتے ناپنے لگا۔

اس کے ایک چیلے کے اندر فرمان اور دوسرے چیلے کے اندر ٹوٹی بے تھا۔ فرمان نے مجھ سے کہا "سر! کیا میں اپنے چیلے کے ذریعے اس پر حملہ کروں؟"

میں نے کہا "تم تماشادیکھو۔ میں حملہ کروں گا۔" ٹوٹی جے نے کہا "اس نے بھگ پی ہے۔ لٹے میں ہے۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

میں اسے منع کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت کالی مانی کی مورتی کے پاس عدنان کو دیکھ کر چمک گیا۔ وہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھندلا دھندلا سا تھا۔ شیشے جیسا وجود تھا۔ اس کے آدھار دکھائی دے رہا تھا۔

تاترک مہاراج، عدنان کو اپنے پاس بلانے کے لیے شام سے منتر پڑھ رہا تھا مگر اتنی محنت کے باوجود عدنان کو اس کے پورے وجود کے ساتھ بلانے میں ناکام رہا تھا۔ وہ عدنان تھا مگر شیشے جیسا ادھوراد وجود تھا۔ ادھوری کامیابی تھی۔

ایسے ہی وقت میرے زیر اثر رہنے والے چیلے نے زمین پر پڑے ہوئے بندا کو اٹھایا اور میں اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں چھلاک لگا دی وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے چمک گیا۔ گرجے ہوئے بولا "جے مہاکالی! تیرا بچن نہ جائے۔۔۔۔۔۔"

وہ پوری بات نہ کہہ سکا۔ میرے چیلے نے دہانے ہوئے جا کر اس کی گردن پر بندا کے ایک ہاتھ مارا۔ اس کے حلق سے کراہ نہ نکل سکی۔ میں نے اس چیلے کے اندر اپنی فٹ استعمال کی تھی۔ تاترک مہاراج کی گردن تن سے جدا ہو چکی تھی۔ لبو کے چیمنے اڑتے ہوئے کالی مانی کے منہ پر گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پوتے کا شیشے جیسا وجود ابھی چلا گیا تھا۔



دلیپتا 47

خس کم جہاں پاک، آخروہ کالی مانی کا پھاری کالے ہاتھ کا دیو، تاترک مہاراج جنگل میں چارہ بھی جہنم میں پہنچ گیا۔ وہ ٹپلی پیچھی اور کالے جادو کے حوالے سے بہت زبردست تھا۔ جب تک خالام زندہ رہتا ہے اور اپنی فرعونیت سے قیامت ڈھاتا رہتا ہے تو یہی گنتا ہے کہ وہ قیامت تک قیامت ڈھاتا رہے گا اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا، ٹوک نہیں سکے گا، مار نہیں سکے گا لیکن موت اکل ہے۔ کمزور کو بھی آتی ہے اور شہزور کو بھی آتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ دائم و قائم ہے۔ باقی سب فانی ہیں۔ فنا ہونا پڑتا ہے لہذا تاترک مہاراج جنگل میں چارہ یہ کوٹنا ہونے میں ایک لمبی کی بھی دیر نہیں لگی اور وہ اس دنیا سے ناپود ہو گیا۔

اس کی سرخی لاش کالی دیوی کے قدموں کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اب کوئی ایسا جادو کر نہیں تھا جو آتما شتی کے منتر پڑھ کر اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتا۔ اس سے پہلے پڑا ل کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کی آتما کو بھی کوئی دوسرے جسم میں پہنچانے والا نہیں تھا۔ اس طرح یہ دونوں گرد اور چیلے ایک ہی رات میں حرام موت مارے گئے تھے۔

میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں شیطان پھر کسی وجہ سے کسی حوالے سے دوبارہ زندگی حاصل کر لیں لیکن مجھے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے ان دونوں گرد اور چیلے کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور میری پشت پر روحانی قوتیں تھیں اور اب شیطان قوتیں مجھ سے بہت نہیں لے جاسکتی تھیں۔

اس تاترک مہاراج جنگل میں چارہ اور چنڈال جو گیا کی پرت آتماؤں یعنی بدروحوں کا کیا بنا؟ وہ کہاں بھٹک رہی ہوں گی؟ یہ شاید جناب تمیزی جانتے ہوں گے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے پوتے کی فکر تھی۔ وہ مجھے دہاں شیشے کے وجود کی طرح دکھائی دے رہا تھا پھر کم ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلاک لگا دی تو اس کے دماغ میں جھک لگ گئی۔

وہ انفریقہ کے شمال مغربی ساحل شہر نواشور۔ کے ایک فائبر اسٹار ہوں میں جلیا ناواشن کے ساتھ سو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ اندر کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں مکلی ہوئی تھیں لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب کے عالم میں بیدار ہو اور نیند کی حالت میں چلتا ہوا اس کمرے سے باہر جا رہا ہو۔

اس وقت اس کے دماغ میں مختلف خیالات گزرتے نہیں ہو رہے تھے۔ اس کا ذہن ایک ہی خیال پر مرکوز تھا اور ایسے میں دلاڈی میر، ارنا کوف، آوازوں اور تماشادیکھ رہے تھے۔

دلیپتا 47

اس کے اندر چلے آئے تھے۔ وہ سب ہی اسے غائب کرنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن وہ کسی کی سوچ کی لہر کو نہیں سن رہا تھا اور ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا۔

لیکن اس بار ایک نئی بات سامنے آئی تھی۔ وہ تمام ٹپلی پیچھی جانے والے اس کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے یہ نہیں دیکھ رہا ہے تھے کہ وہ کہاں ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے۔ اس کے دماغ کی شخصی دنیا میں نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ روحانیت کی چمکا چمکا کر دینے والی روشنی تھی جو ٹپلی پیچھی جانے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور وہ کچھ دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ بس یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ کچھ حرکت ہے اور نہیں چلا جا رہا ہے۔

روحانیت کا سفر کیا ہوتا ہے؟ پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ طے ہو جاتا ہے۔ دلاڈی میر، ارنا کوف، آوازوں اور تماشادیکھ گیا جیسے پلک جھپکتے ہی وہ بچہ اپنی منزل تک پہنچ گیا ہو۔ اب اس کا ذہن صاف ہو گیا تھا اور اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جاسکتا تھا اور اطراف کی آوازیں سن جاسکتی تھیں۔ ان سب نے حیرانی سے دیکھا، عدنان بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے کے سامنے ٹپلی پیچھی لگا تھا اور وہ بڑا سا دروازہ اس کے لیے کھولا جا رہا تھا۔

پھر ان تمام شہر پسندوں کو جناب تمیزی کی آواز سنائی دی۔ وہ عدنان سے کہہ رہے تھے "بیٹا! ہم اللہ پڑھو اور اندر قدم رکھو۔"

عدنان نے بسم اللہ کہا۔ پھر سید میر حایاؤں دلیپز کے اندر رکھا۔ پاؤں اندر رکھے ہی اس کا دماغ منتقل ہو گیا۔ تمام ٹپلی پیچھی والے، کالا جادو جاننے والے اس کے دماغ سے نکل

ایک اچھوتی سرگزشت

چھلاوا

بیسویں صدی کی ایک نمانت ہے اسرار خاتون

سب سے بڑا بانو کی آپ بیٹی

مسلطہ 1120 | قیمت 100 روپے | واٹس 99296

کتابیات پبلیکیشنز

فون: 5802551-5802552-5805313 | ایس ایم: kicabiat1970@yahoo.com | 74200 گرجی

23 ستمبر 2023 | 75800 | 263-C

کتابیات پبلیکیشنز

219

218

کتابیات پبلیکیشنز

اپنی اپنی جگہ دفائی طور پر حاضر ہو گئے۔ یہ بات سمجھ گئے کہ وہ بچہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور آئندہ وہاں رہے گا۔ کوئی بھی اس کے اندر تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ سب مایوس ہو گئے۔ دلاؤ ڈی میر سب سے زیادہ دل برداشتہ ہوا۔ عدنان اس کے لیے بہت اہم تھا۔ اس کے پراسرار علم نے اسے بتایا تھا کہ عدنان کی موت کے بعد اس کی زندگی میں جاری رہنے والی خوش فہم ہو جائیں گی۔ پھر وہ تمام غم عروج حاصل کرتا رہے گا۔ ٹیلی پیٹھی کی دنیا میں حکمرانی کرتا رہے گا۔ اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ عدنان کو کسی طرح حاصل کرے اور اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔

اس نے ایسا کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کی تھیں اور تمام تدبیریں خاک ہو گئی تھیں۔ دوسری طرف ارنائوف کے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی تاشا اور عدنان کے بچکا ہونے سے تاشا کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ وہ بہت ترقی کرے گی۔ اپنی اور عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں پر حکومت کرتی رہے گی۔

تاشا جو وہ برس کی تھی اور عدنان چار برس کا تھا۔ وہ عدنان سے دس برس بڑی تھی۔ پھر بھی ان کے پراسرار علم کے مطابق عدنان جب بیس برس کا جوان ہوتا تو تاشا کے ساتھ اس کی شادی ہو سکتی تھی۔ واللہ عالم..... خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے پراسرار علم کے مطابق ایسا آئندہ ہو سکے گا یا نہیں ابھی تو اس کی توقع نہیں تھی۔ اب عدنان بہ خیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا تھا۔

سونیا، پارس، پورس، الپا، کبریا اور اعلیٰ بی بی اور ہمارے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ایک طویل جدوجہد ختم ہو چکی تھی۔ تمام شیطانی قوتیں پسپا ہو گئی تھیں۔ اگرچہ کسی کی ٹیلی پیٹھی کام نہیں آئی تھی۔ جناب تمہاری نے روحانی عمل سے ہم سب کو پریشانیوں سے نجات دلائی تھی اور ہم سب ان کے ممنون و شکر گزار تھے۔

انا بیلا، کبریا کے ساتھ طیارے میں سفر کرتی ہوئی استنبول پہنچ گئی تھی۔ سفر کے دوران میں وہ کبریا سے متاثر ہو گئی تھی اس نے کبریا پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا لیکن دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اسے ایک لمبی زندگی گزارنے کے لیے ایسا باؤی ملڈریا فائبر چاہیے وہ اس کا باؤی کا رڈ بن کر رہے گا۔

کبریا نے اس کا محافظ بن کر رہنا منظور کر لیا تھا۔ وہ دونوں استنبول کے ایک مہنگے ہوٹل میں تھے۔ کبریا کے لیے

اس نے دوسرا کمر لیا تھا۔ ابھی وہ اس کے ساتھ ایسا سفر کر رہی تھی جیسے اسے وہ محض ایک باؤی کا رڈ سمجھ رہی ہو۔ کبریا بھی بڑے آرام سے اس کے دل اور دماغ میں جگہ بنانا چاہتا تھا۔ اتنا اعتماد حاصل کر لیتا چاہتا تھا کہ وہ اپنے اندر کی تمام باتیں اسے بتا دیا کرے اور وہ جانتا تھا کہ انا بیلا نے اگر عدنان کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر لے لیا ہے تو عدنان کہیں نہ کہیں اس کی نظروں میں ضرور آئے گا۔ وہاں پہنچ کر وہ کبریا کے ساتھ ایک بینک میں آئی تھی۔ وہاں کرنسی تبدیل کروانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت چھڑا۔ پش ڈاکوؤں نے پورے بینک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور وہاں کی تمام نقد رقم بڑے بڑے بیگوں میں بھرنے لگے۔

بینک کے اندر دوسروں کی طرح انا بیلا اور کبریا بھی ان کے گمن پوائنٹ پر تھے۔ وہاں دو افراد نے دلیوری دکھانے کی کوشش کی تھیں۔ ڈاکوؤں سے لڑ پڑے تھے۔ دوسرے ڈاکوؤں نے انہیں گولی ماری تھی۔ اب انا بیلا سبکی ہو گئی۔ وہ ٹیلی پیٹھی کے ذریعے ایک ایک ڈاکو کے اندر گھس سکتی تھیں لیکن وہ سب ایک دوسرے سے مقامی زبان میں بول رہے تھے اور وہ یہ زبان نہیں جانتی تھی۔

کبریا جانتا تھا اور بڑے اطمینان سے ایک کے بعد ایک ڈاکو کے اندر پہنچتا چار ہا تھا۔ وہ تمام افراد کو حکم دے رہے تھے کہ فرش پر اوندھے منہ لیٹ جائیں اور کوئی حرکت نہ کریں۔ ایسے وقت اس نے ایک نقاب پوش کے دماغ پر قبضہ بجا لیا اور اسے دماغی طور پر غائب بناتے ہی اس کے پیٹ پر ہلات مار کر گمن چھین لی۔ پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے گولی چلائی۔ دوسرے ڈاکو کو مار کر لیا پھر وہ

ایک اور کے ذریعے تیسرے ڈاکو کے اندر پہنچا جس نے اپنے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ انا بیلا سبکی ہوئی دوسروں کے ساتھ اوندھی بیٹی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ نہیں پا رہی تھی کہ کبریا کیا کر رہا ہے اس نے اپنے لیے سرگھما کر دیکھا تو کبریا وہ ڈاکوؤں سے لڑ رہا تھا۔ ایک کو ٹانگ ٹنگ مارنے کے بعد دوسرے کو تباہ توڑ ڈھونے مار رہا تھا۔ جو لوگ زمین پر اوندھے پڑے ہوئے تھے وہ سب اٹھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ چڑا کو تھے۔ ان میں سے چار فائرنگ کے ذریعے مارے گئے تھے۔ باقی دو زندہ تھے۔ جن سے کبریا رستہ رہا تھا۔ پھر سب ہی نے لپک کر ان دونوں ڈاکوؤں کو پکڑ لیا تھا۔

انا بیلا نے فرش سے اٹھ کر اپنے لباس کو چھڑاتے ہوئے تعریفی نظروں سے کبریا کی طرف دیکھا پھر یونہی غصہ دکھانے ہوئے ذرا پیار سے بولی ”تمہیں ان سے لڑنے کی کیا

ضرورت تھی۔ اگر یہ جھیں گولی مار دیتے تو؟“
کبریا نے کہا ”تم نے کچھ نہیں دیکھا کہ جب تم زمین پر
اوندھے منہ لیٹے جا رہی تھیں تو ایک ڈاکو تمہارا نشانہ لے رہا
تھا۔ کیا میں تمہیں مرنے دیتا۔ بس میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آؤ
دیکھنا۔ تاؤ اس سے بھڑکیا اور یہ اچھا ہی کیا۔ دیکھو کوڈ کوڈوں
کا صفایا ہو چکا ہے۔“
وہ حیرانی سے بولی ”کیا تم نے تمہارا ان کا مقابلہ کیا ہے؟“
”ہاں تین کو تو میں نے گولی مار دی تھی اور ایک خود ہی
گولی کی زد میں آ گیا۔ اس طرح چار مارے گئے۔ پھر میں
نے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا اور دو ڈاکوؤں کی پٹائی
کردی۔“
وہاں پولیس والے پہنچ گئے تھے۔ انہیں بھی روک لیا گیا
تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنا بیان لکھانے کے بعد ہوئی واپس
آئے۔ اب وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی اور سوچ
رہی تھی کہ یہ بہت کام کا جوان ہے اور بے روزگار ہے۔ اسے
میں زیادہ سے زیادہ رقم دیتی رہوں گی تو یہ میرا صرف
فرمانبردار ہی نہیں، راز دار بھی بن کر رہے گا۔ میں اپنی غیر
معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار
بن کر رکھ سکتی ہوں۔

اس نے یہی کیا۔ کبریا کو اپنے کمرے میں بلایا اس نے
آ کر پوچھا۔
”کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے؟“
”میں زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ تم حکم دو تو پھر دیکھو
میں عمل کرتا ہوں یا نہیں۔“
وہ بولی ”وہاں میرے بیڈ پر جاؤ۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔
وہ بیڈ کے پاس جا کر اس کے سر پر بے بیٹہ کیا۔ پھر جوتے
اتارتے ہوئے بولا ”تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اپنے بستر پر مجھے سلا
رہی ہو؟“
”تم میرے پاؤں گاڑو ہوا ایک طرح سے میرے ملازم
ہو۔ میں تمہیں تمہاری تنخواہ دیتی رہوں گی۔ جب بھی تمہیں رقم
کی ضرورت ہوگی، وہ تمہیں مجھ سے ملتی رہے گی۔“
وہ بولا ”پھر تو کیا بات ہے۔ تم گردن کنوانے کے لیے کچھ
گی تو یہ بھی کاٹ کر حاضر کروں گا۔“

وہ مسکرا کر بولی ”نی الحال میں چاہتی ہوں تم سو جاؤ۔“ وہ
بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بولی ”پاروں شانے چت ہو جاؤ۔ اپنے
جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو اور آٹھیں بند کر لو۔“
اس نے یہی کیا۔ وہ اس کے دماغ میں آ کر ٹپکی مٹتی
کے ذریعے اسے چمکاتے گئی۔ وہ اس کے ارادے کو پہلے ہی سمجھ

کر عالی کو بلا چکا تھا تا کہ وہ اس کے اندر موجود رہے اور اس
کے توحید عمل کو کمزور بناتی رہے۔ اس کے علاوہ وہ اس کے
چور خیالات کو بھی نہ پڑھ سکے۔
دووں طرف سے جوتے زور جاری تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی
کہ کبریا کی طرح اس کے عمل کا تو ذکر رہا ہے۔ بہر حال اس
نے اپنے اطمینان کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا
پھر اسے حکم دیا کہ میرے راز دار بن کر رہو گے۔
اس نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کہا
”ہاں میں تمہارا راز دار بن کر رہوں گا۔“
”نی الحال میرا یہ راز ہے کہ میں فرہادی تھوڑے کے پوتے
عدنان کو اپنے ساتھ اسرائیل لے جانا چاہتی ہوں۔ میرے
راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ میں ٹپکی مٹتی کے ذریعے ان
دشمنوں کا مقابلہ کروں گی لیکن تمہیں بھی میرے ساتھ اس جنگ
میں شریک ہونا ہے اور میرے دشمنوں سے منہ نہ رہنا ہے۔“ وہ
تابعدار کی حیثیت سے اس کی ہر بات تسلیم کر رہا تھا۔
آخر میں انا بیلا مطمئن ہو گئی۔ اس نے اسے چار گھنٹوں
تک توحید نیند سونے کا حکم دیا پھر دو بجی چکی ہوئی تھی۔ آرام
سے سونے کے لیے اس کے قریب ہی بیڈ پر لیٹ گئی۔ اپنے
دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ چار گھنٹوں تک سوئی رہے اور اپنے
اس پاؤں گاڑو سے پہلے بیدار ہو جائے۔

اس وقت استنبول میں رات کے نو بجے تھے اور
ہندوستان میں آدمی رات ہو چکا تھی۔ وہاں وہی سب کچھ
ہورہا تھا جس کا میں ذکر کر چکی ہوں۔ چنڈا ل جو گیا اور
تاترک ہمارا جگل جگلا چارہ میرے ہاتھوں مارے گئے
تھے اور جناب تمبری نے عدنان کو ہا صاحب کے ادارے
میں پہنچا دیا تھا۔
انا بیلا چار گھنٹوں تک سوئے رہنے کے بعد کبریا سے
دو چار منٹ پہلے ہی بیدار ہو گئی۔ اٹھنے کے ساتھ ہی وہ ب
سے پہلے عدنان کی خبر لینا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی
پردازی کی پھر جولیانا وائسن کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات
پڑھنے ہی ایک دھن دھکا سا لگا۔ چلا چلا کہ عدنان کہیں ہو گیا
ہے۔

جولیانا وائسن کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ عدنان کے
ساتھ پچھلی رات ایک بیڈ پر سوئی تھی۔ عدنان کبری نیند میں
تھا۔ وہ بھی چکی ہوئی تھی۔ اس لیے کبری نیند سو رہی تھی پھر
جس کہ رات کو وہ کب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اسے خبر نہ
ہوئی رات تین بجے آٹھ بجے تو دیکھا بیڈ پر عدنان نہیں تھا
۔۔۔ وہ اسے پریشان ہو کر ڈھونڈنے لگی۔ اور ہوئی دالوں سے

فکایت کرنے لگی کہ ایک بچہ اس ہوٹل سے کس طرح کل کر
میا ہے۔ اس پر کسی نے توجہ کیوں نہیں دی؟
ہوٹل کا ایک فرد بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی بچہ رات کو کس
وقت ہوٹل سے باہر گیا ہے۔ کسی نے کسی بچے کو جانے نہیں
دیکھا تھا۔ وہ سب لامعلیٰ ظاہر کر رہے تھے۔
انا بیلا بستر پر سے اٹھ کر فرش پر کھڑی ہو گئی تھی۔
پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ وہ اچانک کیسے غائب ہو گیا؟
کبریا بیدار ہو گیا تھا۔ عالی اسے بتا رہی تھی کہ میں نے دو
ظفر کا جادو کروں گا مار ڈالا ہے اور جناب تمبری ہمارے
عدنان کو ہا صاحب کے ادارے میں لے آئے ہیں۔
کبریا نے کہا ”اچھا ابھی یہ اتنی پریشان ہو رہی ہے میری
طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔ ٹھیک ہے عالی! تم جاؤ
تمہارا شکر۔! میں اس سے منٹ لوں گا۔“
وہ چلی گئی۔ وہ انا بیلا سے بولا ”میں صاحبہ کیا بات ہے۔
کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہی ہو؟“
وہ غصے سے پاؤں پٹ کر بولی ”مٹ آپ تھوڑی دیر
خاموش رہو۔ کچھ نہ بولو، مجھے سوئے دو۔“
اس نے خیال خوانی کی چلا ٹک لگائی۔ عدنان کے دماغ

میں پہنچا چاہا تو سوچ کی لہریں یوں جھٹکتی گئیں۔ جیسے کسی
مردے کے دماغ میں جگہ نہ ملے تو بجکتی رہ جاتی ہیں۔ وہ
حیرانی سے سوچنے لگی ”کیا عدنان مر چکا ہے؟“
اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ دلاؤی
میر اور ارنائوف کے آلہ کاروں کو جانتی تھی۔ اس نے فوراً ہی
ایک آلہ کار کے ذریعے دلاؤی میر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔
”کیا تم نے عدنان کو حاصل کیا ہے اور اسے مار ڈالا ہے۔“
”تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔“
”نہیں جاؤں گی۔ پہلے تم بتاؤ کیا تم نے اسے مار ڈالا
ہے۔ کیونکہ اس بچے کو مار ڈالنے سے ہی تمہاری زندگی میں
پہنچتی ہوئی خوش فہم ہو گی۔ تم نے ایسا ضرور کیا ہے۔“
”کیوں اسے موت کروں کہہ چکا ہوں میں کچھ نہیں جانتا۔
ارناتوف کے پاس جاؤ گی تو وہ بھی پریشان دکھائی دے گی۔
ہم میں سے کوئی بھی اس بچے کے دماغ میں پہنچ نہیں پارہا
ہے۔“
”ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ ہم اس کے دماغ تک نہیں
پہنچ سکتے۔“
”اس بچے پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ روحانیت کے

ایک مقبول ترین سلسلہ

ایک ایسی ہیروئن کہ راز داروں کا خوف ملتا ہے۔

شاطر

ایک ایسی ہیروئن کہ راز داروں کا خوف ملتا ہے۔

قیمت فی حصہ 60 روپے

2 حصے مکمل

ڈاک خرچ 23 روپے

کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

کتاب کی قیمت بذریعہ پستی ڈرافٹ، منی آرڈر یا اسٹریپٹ چیک ارسال کی گئی

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی

فون: 021-5804300

74200 رکی 75500

63-11

75500

کتابیات پبلی کیشنز

47

کتابیات پبلی کیشنز

ڈرے لے کالے جادو کو ہلکا کیا گیا ہے۔ ہم سب دیکھتے رہ گئے اور عدنان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔
”تمہیں یہ کب معلوم ہوا کہ اب عدنان تمہارے ہاتھ میں آئے گا؟“

”ہم اس کے دماغ میں تھے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے اور کدھر جا رہا ہے۔ مگر ہم نے دیکھا وہ بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ دروازہ کھل رہا تھا۔ جب اس نے ادارے کے اندر قدم رکھا تو اچانک ہی اس کا دماغ جیسے لاک ہو گیا یا گم ہو گیا۔ ہم سب کی سوچ کی لہریں وہاں سے واپس آ گئیں اور پھر ہم دوسری بار اس کے دماغ تک نہیں جا سکے۔“

انایلا کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے ارنا کوف سے رابطہ کیا تو وہ بھی یہی کہہ رہی تھی آوازن بھی یہی کہہ رہا تھا۔ سب ہی پریشان تھے۔ وہ پچھلے کے لیے اہم تھا اور سب ہی اس سے اس طرح محروم ہوئے تھے کہ آئندہ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کسی معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ پچھلے ادارے سے باہر آئے گا یا نہیں اور باہر آنے کے بعد ان کے ہاتھ لگے گا یا نہیں؟

انایلا کھست خوردہ انداز میں ایک سونے پر بیٹھ کر سر جھکا کر سوچنے لگی۔ کیا واقعی اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا گیا ہے۔ کیا اب عدنان کے ذریعے انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنے کو خواہاں کیا تھا اور اسے چوری چھپے کھیل لے جا رہی تھی۔

کبریا دوسرے سونے پر سر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا وہ کہہ رہی تھی۔
”بیٹے! اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم کبریا ہو اور اس کا تعاقب کرتے رہے ہو۔ وہ تم پر بخوبی عمل کر چکی ہے اور تمہیں اپنا معمول اور تابعدار سمجھ رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ اسرائیل جاؤ وہاں حکومت کرے گی اور تم اس کے سر پر مسلط رہا کرو گے۔“

”ٹھیک ہے ماما! میں یہی کروں گا وہ اپنی دانست میں مجھے اپنا غلام بنا چکی ہے۔ میں موقع پا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔“

سونیا نے کہا ”اس ہوٹل کا فون نمبر بتاؤ۔“
کبریا نے وہاں کا نمبر بتایا پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔
تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

انایلا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا پھر ناکواری سے کہا ”پتا نہیں کس کا فون ہے۔ تم اینڈ کرو۔“

کبریا نے اٹھ کر ریسور اٹھایا پھر کان سے لگا کر دوسری طرف سے سونیا کی آواز سنی اس کے بعد کہا ”مس صاحبہ! کئی میڈم سونیا ہیں۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔“

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ لیکن فون اینڈ کرنا بھی ضروری تھا اگر ایسا نہ کرتی تو سونیا کے دوسرے ٹیلی فنی جاننے والے اسے ہر طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے یہاں فون آنے کا مطلب یہی تھا کہ سونیا اس کا موجودہ پتہ لگانا چاہتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے مخاطب ہونے سے پہلے اپنے ٹیلی فنی جاننے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے وہاں بھیج دیا ہوگا۔ وہ سب اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔

وہ ذرا سہے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی پھر کبریا سے ریسور لے کر اسے کان سے لگا دیا دھبی آواز میں بولی ”ہیلو میں بول رہی ہوں۔“

دوسری طرف سے سونیا نے کہا ”اپنا نام بولو۔“
انایلا نے کبریا کی طرف دیکھا۔ اس نے اب تک کبریا کو اپنا اصلی نام نہیں بتایا تھا۔ اب سوچا یہ تو میرا معمول اور تابعدار بن چکا ہے لہذا سونیا کو فون پر اپنا نام بتا دینا چاہیے۔
وہ بولی ”میں انایلا بول رہی ہوں۔“

”کیا اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہو گی؟“
وہ انجان بن کر بولی ”کیسی صفائی؟ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“

”انجان نہ بنو۔ تمہارے ہاتھ سے میرا پوتا نکل چکا ہے۔“

وہ چپ رہی۔ سونیا نے پوچھا ”کیا اب بھی تم انکار کر رہی؟“

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ سونیا نے کہا ”اب میرے پوتے کے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آ سکے گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کی چادر پواری میں ہے۔ یہاں روحانیت کا عمل دھل ہے۔ کوئی شر پسند ادھر نہیں آ سکے گا۔“

وہ چپ رہی کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سونیا نے کہا ”اب سے پہلے تم نے مجھے بہت برا دھمکا دیا تھا۔ آوازن کو چپ چاپ میرے دماغ میں آئی تھیں۔ میں نے تمہاری وہ غلطی معاف کر دی تھی۔ دوسری بار تم نے بہت زبردست مکاری دکھائی۔ میرے پوتے کو خواہر کے گلے ایسب لے جا رہی تھیں۔ کیا تم میری مرضی کے بغیر اسرائیل میں قدم رکھ سکو گی؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”میڈم! میں بہت شرمندہ

ہوں؟“

”تمہارے شرمندہ ہونے سے مجھے کیا فرق پڑے گا۔ تم بکٹی رہو، رتی رہو، ذلیل و خوار ہوئی رہو۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ جب آپ کو میرا یہاں کا فون نمبر معلوم ہو چکا ہے تو آپ کے ٹیلی فنی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یہاں اپنے آپ کو لگا رہے ہوں گے۔ وہ سب ہوٹل کے باہر اور اندر میری نگرانی کرتے رہیں گے جب چاہیں گے مجھے کوئی مار دیں گے۔“

”کیا تم مرنا نہیں چاہتی؟“

”اپنی زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے زندہ رہنے کے لیے آپ کی ہر بات ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اس بار آپ مجھے آخری موقع دیں۔ میں ثابت کروں گی کہ میں آپ کی کنیز بن کر رہ سکتی ہوں۔“

”میری خدمت کرنے والے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری بھی مکار اور دوغلی کنیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے بہت مکاریاں دکھائی ہیں۔ ولاؤ! میرا ارنا کوف، آوازن تو بے وقوف بنے ہی رہے ہیں۔ تم نے مجھے اندر باہر کدو بھی بے وقوف بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہم تم پر اندھا اعتماد کر رہے تھے اور تم ہماری محبت اور ہمدردی سے باجواز فائدہ اٹھا رہی تھیں۔“

”میڈم! آپ مجھے باتیں سنائیں گایاں دیں، مجھے آپ سزا میں دے سکتی ہیں لیکن مجھے ایک بار زندہ رہنے کا موقع دیں۔“

”تمہارے پاس بس اتنا ہی موقع ہے کہ ہوٹل کے اندر باہر ٹھوکی تو ماری جاؤ گی۔“

”کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ میں ساری زندگی اسی ہوٹل کے اندر رہوں تو آپ مجھ سے دشمنی نہیں کریں گی اور آپ کا کوئی ماتحت مجھ پر کوئی نہیں چلائے گا؟“

”دینا چاہتی ہے کہ میں زبان کی کھری ہوں۔ تمہاری بھی مکار و حورت کو زبان دی ہے تو اس پر عمل کروں گی۔ تم اس ہوٹل کی چادر پواری میں محفوظ رہو گی۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ میڈم!“

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ انایلا نے ریسور رکھ کر کبریا کو دیکھا پھر پوچھا ”کیا تم میرے لیے جان کی بازی لگا سکتے ہو؟“

”تم مجھے آزما کر دیکھو، جو کہو گی وہ کروں گا۔ دیے میں اٹھ گیا ہوں۔ یہ میڈم کون تھیں جن سے تم اپنی زندگی کی بیک مانگ رہی تھیں؟“

”اس کا نام سونیا ہے۔ وہ بہت ہی مکار اور خطرناک عورت ہے۔ وہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتی ہے لیکن ابھی اس نے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دی ہے۔“

”اس نے کہا ہے جب تک میں ہوٹل کے اندر رہوں گی۔ جب تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کا کوئی آدمی مجھے کوئی نہیں مارے گا۔ لیکن اس ہوٹل کے باہر جاتے ہی کہیں سے بھی کوئی اندھی گولی آئے گی اور میری زندگی کو چاٹ جائے گی۔“

”جب تک میری آخری سانس بھی باقی ہے۔ میں تمہاری طرف ایک بھی گولی نہیں آئے دوں گا۔“

پھر اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں اس کے سامنے ایک گھنٹے کو تک کر ڈرا جھکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھام کر اسے سینے سے لگا کر کہا ”میں تم پر جان قربان کر سکتا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار تمہیں غلامی میں دیکھا تھا۔ جب ہی سے تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔“

وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر ڈرا پیچھے ہٹ کر بولی ”یہ کیا کر رہے ہو۔ ہوش میں تو ہو۔ یہ مت بھولو کہ تم صرف میرے باڈی گارڈ ہو۔“

وہ اٹھتے ہوئے بولا ”ہاں باڈی گارڈ تو ہوں لیکن تم کسی طرح باہر نہ نکل سکیں اور ہم ناکام رہے تو ہمیں ساری زندگی اسی ہوٹل کے کمرے میں گزارنی پڑے گی اور ساری زندگی تم شادی کے بغیر نہیں رہ سکو گی۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔“

”میں کوئی نادان بیچی نہیں ہوں کہ سونیا جیسی بلا کے خوف سے ساری زندگی یہاں گزاروں گی۔ میں یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروں گی اور تم میرا ساتھ دو گے۔“

”میں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا لیکن میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم مجھ سے محبت کرو گی۔ خود کو میرے حوالے کر دو گی اور میں خود کو تمہارے حوالے کروں گا۔“

وہ کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس دیا ”آجے مجبور ہو گئی ہوں۔ باہر نہیں نکل سکوں گی یا بے بسی سے تمہارے ساتھ رہنے لگوں گی۔“

”میں تمہاری بے بسی کا فائدہ نہیں اٹھاؤں گا بلکہ چاشن کر تا رہوں گا۔“

بھاگ گیا۔ اگر تم بے ہوش نہ ہو تو میں اس کا چھپا کرتا۔“
 وہ محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی ”تمہارا بہت بہت
 شکر ہے! میرے دل میں ایک اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔“
 ”اس نے انجان بن کر پوچھا۔“ کیا اندیشہ؟“
 وہ بولی ”سونا کے ٹکے بیٹھی جانے والوں نے مجھ پر حملہ
 کیا ہوگا۔ انہوں نے میرے دماغ کو کزور بنا دیا ہے۔ وہ کسی
 وقت بھی آکر مجھ پر توحی عمل کر سکتے ہیں۔ مجھے اپنی معمول
 اور تابعدار مانا سکتے ہیں۔“
 وہ بولا ”میں یہ توحی عمل اور ٹیلی پتھی کے بارے میں
 کچھ نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تمہاری حفاظت کرنی
 ہے۔ مگر نہ کرو۔ کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ میں نے دروازے کو
 اندر سے بند کر دیا ہے۔“
 وہ بولی ”تم سمجھتے کیوں نہیں۔ دروازہ بند کرنے کے
 باوجود ٹیلی پتھی جاننے والے اندر چلے آتے ہیں۔“
 ”تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو۔ کیا اپنے اندر کسی کو
 محسوس کر رہی ہو؟“
 وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”میں میں کسی کو محسوس نہیں
 کر رہی اور نہ ہی کوئی مجھے زبردستی سلانے اور مجھ پر حمل کرنے
 کی کوشش کر رہا ہے۔“
 ”تو پھر پریشان کیوں ہو رہی ہو۔ جہاں تک تمہیں
 سلانے کا تعلق ہے تو کوئی تمہیں نہیں سلانے گا۔ تم اپنی مرضی
 سے سو جاؤ اس طرح تمہیں وہی طور پر کچھ سکون حاصل ہوگا۔“
 ”ہاں میں آنکھیں بند کرنا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی گزریز
 ہوگی تو فوراً آنکھیں کھول دوں گی۔“
 اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بڑی توجہ سے سوچنے لگی کہ
 کوئی اس کے اندر موجود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا چھپا ہوا
 ہے اور کیا وہ اسے آہستہ آہستہ ٹیلی پتھی کے ذریعے ٹھیک
 ٹھیک کر سلانا چاہتا ہے؟
 وہ ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہی تھی اور مطمئن ہو رہی
 تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اسے نیند آگئی تب کبریا نے اس کے خوابیدہ
 ذہن کو اپنے قبضے میں لے کر اس پر توحی عمل کرنا شروع
 کر دیا۔

☆☆☆

شیوانی اب تمہارے گئی تھی۔ ابھی اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ
 اس کے گرد گھنٹال تانترک مہاراج کے ساتھ کیا ہو چکا ہے
 پھر خیال خوانی کے ذریعے مدد کرنے والا چنڈال جو گیا بھی جہنم
 میں بھی چکا ہے۔ ابھی وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ ان دنوں وہ ایک
 بہت ہی حسین اور نور جوان لڑکی لگا لگی ہوئی کے جسم میں
 کتالیات پہلی کیشنر

سائی ہوئی تھی۔ بے انتہاء دولت مند بن چکی تھی۔
 گزشتہ اقساط میں بیان ہو چکا ہے کہ اس نے اس
 سوتیلی ماں کو بری طرح دہشت زدہ کیا تھا۔ اسے اس
 کے کھل کے الزام میں بزدلانہ چاہتی تھی۔ اس سے
 ملک چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔
 اسے پچھلی رات معلوم ہوا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں
 کبھی یہاں سے فرار ہو گئی ہے۔ آخر شیوانی نے سوچا
 کہاں جائے گی۔ دنیا کے آخری سرے میں بھی
 تانترک مہاراج ٹیلی پتھی کے ذریعے اسے وہاں بلا سکتے
 ہیں یا وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔
 مہاراج نے اس سے کہا تھا کہ وہ تمام رات ایک
 عمل میں مصروف رہے گا لہذا آئینے میں اسے دیکھ کر یاد
 جائے اور نہ ہی بلایا جائے۔ وہ خود ہی دوسرے دن اس
 پاس آئے گا۔ تانترک مہاراج بجل بھنا چارے سے اسے
 نہیں بتایا تھا کہ وہ خاص منتر کے اور ایک خاص عمل
 کے ذریعے اس کے بیٹے عدنان کو اپنے قابو میں کرنے اور
 اپنے پاس بلانے والا ہے۔
 جب وہ پچاسے حاصل ہوا تو تب وہ شیوانی کے
 تھا کہ تمہارا بیٹا میرے پاس ہے۔ میں نے اسے اپنے
 منٹروں کے ذریعے اور ٹیلی پتھی کے ذریعے اپنے قابو
 میں ہے اور اب تمہارے بیٹے کے ذریعے تمہیں اپنے قابو
 رکھوں گا۔ یہ بیٹا تمہاری کزوری ہے۔ لیکن میری طاقت
 رہے گا۔
 تانترک مہاراج ایسا کرنے سے پہلے ترک میں
 تھا۔ رات میں شیوانی اس کا انتظار کرتی رہی۔ جب صبح
 دوپہر ہونے لگی اور دوپہر سے شام ہونے لگی تب اس
 پریشان ہو کر آئینے میں چنڈال جو گیا کو یاد کیا۔ وہاں وہ
 گھڑی رہی پھر بعد میں یاد آیا کہ آئینے کی سطح پر یاد کر
 ہوئے چشم زدن میں چنڈال جو گیا یا کوئی بھی اسے دکھ
 دینے لگا ہے لیکن اتنے منٹ گزر چکے تھے اور وہ دکھائی
 دے رہا ہے۔
 یہ پریشانی کی بات تھی کہ تانترک مہاراج کا جادو
 ہو گیا ہے۔ وہ چنڈال کو کیوں نہیں دیکھ پا رہی ہے؟
 اس نے دوسری بار تانترک مہاراج کو یاد کیا۔ آج
 کے سامنے گھڑی رہی۔ انتظار کرتی رہی۔ اس کا دل ڈونڈ
 کیونکہ تانترک مہاراج بھی اسے آئینے کی سطح پر دکھائی
 دے رہا تھا۔
 وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی ”اب کیا کرے؟“

اب ایک ایسا ہوا تھا اس لیے کوئی راستہ بھائی نہیں دے
 رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے بھی اپنا چٹھکانا یا فون نمبر نہیں
 بتایا تھا۔ اس لیے وہ رابطہ بھی نہیں کر سکتی تھی اور یہی معاملہ
 چنڈال کے ساتھ بھی تھا۔ چنڈال نے کہا تھا کہ اس کا کوئی
 ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ابھی ممبئی کی طرف جا رہا ہے۔ وہ
 وہاں جا کر اپنا چٹھکانا اور فون نمبر بتائے گا۔
 اور اب ایسا ہی ہو رہا تھا نہ چنڈال نے اپنا وعدہ پورا کیا
 تھا اور نہ ہی تانترک مہاراج اس سے رابطہ کر رہے تھے۔ وہ
 اب ایک ہی بے سہارا ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس کے پاس بے انتہاء
 دولت تھی۔ وہ دولت کے بل بوتے پر آرام و زندگی گزار سکتی
 تھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتی تھی۔ وہ آئندہ پورس کے
 پاس جانا چاہتی تھی۔
 لیکن اب سوال پیدا ہو رہا تھا کیا اسے پورس کے پاس
 جانا چاہیے؟
 پہلے اس کے دل و دماغ میں یہ بات تھی کہ اس کے چچے
 کا لے جا دو اور ٹیلی پتھی کی طاقت ہے۔ اگر پورس اسے دھوکا
 دے گا یا اسے مار ڈالنا چاہے گا تو تانترک مہاراج اسے
 پھانسیں گے۔ وہ مر جائے گی۔ تب بھی اس کی آتما کو کسی
 دوسرے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دیں گے۔
 اس کے علاوہ چنڈال جو گیا سے یہ توقع تھی۔ وہ قدم قدم
 پر ٹیلی پتھی کے ذریعے اس کی مدد کرے گا اور کسی دشمن کو اس
 کے قریب نہیں آنے دے گا۔ پورس بھی عت کی آڑ میں دشمنی
 کرے گا تو چنڈال اس کی حفاظت کرتا رہے گا لیکن اب ایسی
 کوئی بات نہیں رہی تھی۔ وہ اب ایک بے یار و مددگار ہو گئی تھی۔
 نہ وہ مہاراج اور نہ ہی اس کا غلام چنڈال جو گیا اس سے رابطہ
 کر رہا تھا۔ وہ کی بار آئینے کے سامنے آئی۔ بار بار مہاراج کو
 بلا رہی تھی چنڈال کو آواز دیتی رہی لیکن دونوں میں
 سے کسی کی بھی صورت آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دی۔
 وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ
 آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ وہ آئینے کے سامنے پورس کو یاد
 کر کے اسے دیکھ سکتی تھی۔ پچھلی بار اس نے اس طرح رابطہ کیا
 تھا اور بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اب سوچ
 رہی تھی کہ وہ پورس سے کیا بولے گی؟ پچھلی بار اس نے بڑے
 غور سے کہا تھا کہ اس کی آتما ایک حسین اور خوب صورت
 لڑکی کے جسم میں سما رہی ہے۔ اس نے نئی زندگی حاصل کی ہے
 اور اب وہ اپنے بیٹے عدنان کو بھی حاصل کر لے گی۔
 تانترک مہاراج رہا تھا، نہ چنڈال جو گیا کی مدد حاصل کی
 47 تا 48

جا سکتی تھی۔ وہ بالکل تنہا اور بستی ہو گئی تھی۔
 اس نے پریشان ہو کر پھر ایک مرتبہ تانترک مہاراج کو
 یاد کیا پھر چنڈال جو گیا کو بھی پکارا لیکن دونوں میں سے کوئی
 آئینے کی سطح پر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی رابطہ نہیں کر رہا تھا۔
 دل ڈوب رہا تھا اور کہہ رہا تھا موت سب کو آتی ہے۔ چنڈال
 جو گیا اور تانترک مہاراج کو بھی آ چکی ہے اسی لیے وہ رابطہ
 نہیں کر رہے ہیں۔
 صبح سے شام ہو گئی پھر شام سے دوسری صبح ہو گئی۔ وہ
 انتظار کرتی رہی لیکن دونوں میں سے کسی نے اس سے رابطہ
 نہیں کیا۔ تب اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ مر چکے ہیں۔ ایسے میں
 وہ خوف زدہ ہو گئی۔ لگا لگی ہوئی کے جسم میں سائی ہوئی تھی
 اور لاکا کے وہاں کئی دشمن تھے۔ اس نے چنڈال جو گیا کی مدد
 سے اپنی سوتیلی ماں اور ایک کزن کو سزا دی تھی۔ انہیں
 دہشت زدہ کیا تھا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر
 اس کا کوئی دوسرا دشمن حملہ کرنا تو وہ بے موت ماری جاتی۔ ایسے
 میں اس کی عقل نے سمجھا یا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے وہ جگہ چھوڑ
 دے اور دوسری جگہ چل جائے اس طرح اپنے دشمنوں سے
 دور رہ کر محفوظ رہے گی۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر سوچا
 کہ ابھی پورس کو یاد کرے گی اس سے باتیں کرے گی لیکن
 اسے یہ نہیں معلوم ہونے دے گی کہ وہ کزور پڑ گئی ہے اور جو
 غیر معمولی علوم کے ذریعے اس کی مدد کیا کرتے تھے وہ اب ہم
 ہو گئے ہیں۔
 اس نے آئینے کی سطح پر خود کو دیکھا پھر پورس کو یاد
 کیا دوسرے ہی لمحے اس کے اپنے عکس کی جگہ پورس دکھائی
 دینے لگا۔
 دوسری طرف پورس نے اپنے اندر بے چینی محسوس کی یہ
 سمجھ گیا کہ شیوانی اسے آئینے میں دیکھ رہی ہے۔ اب وہ اپنی
 جب میں ایک چھوٹا سا آئینہ رکھنے لگا تھا اس نے جب سے
 آئینہ نکال کر اس کی سطح پر دیکھا تو شیوانی دکھائی دینے لگی۔ اس
 نے کہا ”میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ تم مجھ سے
 ضرور رابطہ کر دو گی۔“
 ”تمہیں یہ یقین کیوں تھا؟“
 پچھلی بار تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تم بہت جلد عدنان کو حاصل
 کر لو گی اور وہ تانترک مہاراج بہت زبردست اور خطرناک
 جادوگر بھی ہے اور بہت زبردست ٹیلی پتھی جاننے والا بھی
 ہے۔“
 ”ہاں ایسا ہے۔ میں مہاراج کے ذریعے بہت جلد اپنے
 بیٹے عدنان کو حاصل کرنے والی ہوں۔“

اس نے طرے لچے میں پوچھا ”تمہارا وہ بہت جلد کب نک آئے گا؟“

”تم طعنہ کیوں دے رہے ہو؟ کیا مجھے کمزور سمجھ رہے ہو اور یہ سوچ رہے ہو کہ میں اپنے بیٹے کو حاصل نہیں کر پاؤں گی؟“

”جنرل جو گیا ٹیلی بیٹھی کے ذریعے تمہاری مدد کیا کرتا ہے۔ اس سے کہو میرے دماغ میں آئے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی ”وہ اس وقت ایک معاملے میں بہت مصروف ہے۔“

”کوئی بات نہیں، اپنے تائیکر مہاراج سے کہو کہ میرے دماغ میں آئے اور مجھ سے باتیں کریں۔“

”تم مہاراج سے کیا باتیں کرو گے؟ وہ تمہارے اندر نہیں آئیں گے۔“

”مجھے معلوم تو ہو کہ تمہارا مہاراج کتنا زبردست ہے۔ کیا وہ ٹیلی بیٹھی نہیں جانتا ہے۔ میرے اندر نہیں آسکے گا؟“

”کیوں نہیں جانتے ہیں۔ مہاراج بہت کچھ جانتے ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ اس وقت کالے عمل میں مصروف ہیں۔“

”ادھر تمہارا جنرل جو گیا مصروف ہے اور ادھر تمہارے مہاراج مصروف ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ قیامت تک مصروف رہیں گے اور تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔“

وہ چونک کر بولی ”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”میں وہ ہی کہنا چاہتا ہوں جسے تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔“

”میں کوئی بات نہیں چھپا رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیا سوچ رہے ہو؟“

”تمہاری بے بسی اور کمزوری پر افسوس ہو رہا ہے اور ہنسی بھی آ رہی ہے۔ مجھے خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا غرور ختم ہو چکا ہے۔ میرے پاپا نے تمہارے تائیکر مہاراج اور جنرل جو گیا کو ہمیشہ کے لیے جنم میں پہنچا دیا ہے۔“

اس نے بے یقینی سے آئینے میں پورس کو دیکھا پھر کہا ”نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

”اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کیا پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم نے کسی نے بھی دماغی رابطہ کیا ہے؟“

وہ چپ رہی، کوئی جواب نہ دے سکی۔ پورس نے کہا ”تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی کہہ دوں کہ میرا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے میں بھیج چکا ہے۔ اب کوئی اس کے دماغ

میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم آئینے کی سطح پر بھی اسے نہیں گی۔“

وہ کم صم صم تھی۔ سوچ میں پڑ گئی تھی ”کیا یہ ہے؟“

”تم کہہ رہی تھیں کہ تائیکر مہاراج بہت ذمہ دار ہے۔ خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھول گئیں کہ میرے پاس خطرناک اور زبردست ہیں۔ انہوں نے ایک ہی بار دووں زبردست چارو گروں اور ٹیلی بیٹھی جانتے وا خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہارا کیا ہے گا۔ کس کے پاس؟“

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ متاثر ہے۔ بولی ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرا بیٹا مجھے نہیں ملے گا۔“

بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرے گا۔ ”کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ یقین آ جائے گا۔“

”میں ہوں۔ آئندہ مجھے آئینے کی سطح پر ملنا پڑے گا۔“

”نہیں پورس، تمہارے باپ کا جہاز۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”تمہارا بیٹا نہیں ملے گا۔ اور وہ نہ جانا۔“

طویل عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہا۔ درحقیقت حاصل کرتا رہا۔ اس لیے تمہارا یہ موجودہ موجودہ زندگی بے کار ہے۔ تمہیں دنیا میں سب کچھ ملے گا۔ بیٹا بھی نہیں ملے گا۔“

”جو میری اپنی چیز ہوتی ہے، اسے ہاتھ پھیلا کر نہیں اٹھا سکتی ہوں۔“

”رسی مل گئی کرنل نہیں سمجھے۔ اب بھی جھین باتیں کر رہی ہو۔ کیا کرو گی یہ بتاؤ؟“

”میں ابھی نہیں جانتی کہ میں کیا کر سکتوں گی۔ لیکن تک میری سانس باقی ہے میں اپنے بیٹے کے لیے لڑتی رہوں گی۔ ایسی تدبیر کروں گی کہ بابا صاحب کے ادارے میں مجبور ہو جائیں گے وہاں کا دروازہ میرے لیے کھول دیا جائے۔“

بابا صاحب نے بے یقینی سے آئینے میں پورس کو دیکھا پھر کہا ”نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

”اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کیا پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم نے کسی نے بھی دماغی رابطہ کیا ہے؟“

وہ چپ رہی، کوئی جواب نہ دے سکی۔ پورس نے کہا ”تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی کہہ دوں کہ میرا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے میں بھیج چکا ہے۔ اب کوئی اس کے دماغ

میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم آئینے کی سطح پر بھی اسے نہیں گی۔“

وہ کم صم صم تھی۔ سوچ میں پڑ گئی تھی ”کیا یہ ہے؟“

”تم کہہ رہی تھیں کہ تائیکر مہاراج بہت ذمہ دار ہے۔ خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھول گئیں کہ میرے پاس خطرناک اور زبردست چارو گروں اور ٹیلی بیٹھی جانتے وا خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہارا کیا ہے گا۔ کس کے پاس؟“

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ متاثر ہے۔ بولی ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرا بیٹا مجھے نہیں ملے گا۔“

بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرے گا۔ ”کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ یقین آ جائے گا۔“

”میں ہوں۔ آئندہ مجھے آئینے کی سطح پر ملنا پڑے گا۔“

”نہیں پورس، تمہارے باپ کا جہاز۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”تمہارا بیٹا نہیں ملے گا۔ اور وہ نہ جانا۔“

طویل عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہا۔ درحقیقت حاصل کرتا رہا۔ اس لیے تمہارا یہ موجودہ موجودہ زندگی بے کار ہے۔ تمہیں دنیا میں سب کچھ ملے گا۔ بیٹا بھی نہیں ملے گا۔“

”جو میری اپنی چیز ہوتی ہے، اسے ہاتھ پھیلا کر نہیں اٹھا سکتی ہوں۔“

”رسی مل گئی کرنل نہیں سمجھے۔ اب بھی جھین باتیں کر رہی ہو۔ کیا کرو گی یہ بتاؤ؟“

”میں ابھی نہیں جانتی کہ میں کیا کر سکتوں گی۔ لیکن تک میری سانس باقی ہے میں اپنے بیٹے کے لیے لڑتی رہوں گی۔ ایسی تدبیر کروں گی کہ بابا صاحب کے ادارے میں مجبور ہو جائیں گے وہاں کا دروازہ میرے لیے کھول دیا جائے۔“

بابا صاحب نے بے یقینی سے آئینے میں پورس کو دیکھا پھر کہا ”نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

”اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کیا پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم نے کسی نے بھی دماغی رابطہ کیا ہے؟“

وہ چپ رہی، کوئی جواب نہ دے سکی۔ پورس نے کہا ”تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی کہہ دوں کہ میرا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے میں بھیج چکا ہے۔ اب کوئی اس کے دماغ

میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم آئینے کی سطح پر بھی اسے نہیں گی۔“

وہ کم صم صم تھی۔ سوچ میں پڑ گئی تھی ”کیا یہ ہے؟“

”تم کہہ رہی تھیں کہ تائیکر مہاراج بہت ذمہ دار ہے۔ خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھول گئیں کہ میرے پاس خطرناک اور زبردست چارو گروں اور ٹیلی بیٹھی جانتے وا خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہارا کیا ہے گا۔ کس کے پاس؟“

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ متاثر ہے۔ بولی ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرا بیٹا مجھے نہیں ملے گا۔“

بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرے گا۔ ”کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ یقین آ جائے گا۔“

”میں ہوں۔ آئندہ مجھے آئینے کی سطح پر ملنا پڑے گا۔“

”نہیں پورس، تمہارے باپ کا جہاز۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”تمہارا بیٹا نہیں ملے گا۔ اور وہ نہ جانا۔“

اس کے برعکس یہ معلوم ہوا کہ وہ فرین کے ذریعے وہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھارتی غارت خانے والوں سے رابطہ کیا۔ پھر ان کے دماغوں میں بھیج کر اسی شام ہندوستان جانے کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ دو گھنٹے بعد وہاں سے فرین روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے روانگی سے پہلے بیگ کھولا اور اس میں سے پراسرار علوم کی ایک کتاب نکالی پھر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ جب بھی وہ سفر کے لیے روانہ ہوتا تھا تو اسے پہلے اس کتاب کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ اس کا ایک پراسرار علم اسے بتاتا تھا کہ آئندہ اسے اسی سمت آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں؟ وہ بڑھنے کے دوران میں چونک گیا اس کا علم اسے بتا رہا تھا کہ اگلے دو گھنٹوں تک اسے چار دیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

وہ پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا یہ اچانک کیسی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اگر دو گھنٹوں تک چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا تو ادھر فرین روانہ ہو جائے گی پھر ہوائی جہاز کے ذریعے بھی دودن سے پہلے ہندوستان نہیں جا سکتا گا۔

وہ سوچنے لگا، آخر چار دیواری سے باہر کیوں نہیں جا سکتا۔ باہر کس قسم کا خطرہ پیش آ سکتا ہے؟ کیا اس کے دشمن اس کی تاک میں ہیں؟ کیا انہوں نے اسے دلاؤ میر کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔ ایسے کیسے سوالات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے اور یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ ماسکو سے لے کر یہاں تک کسی دشمن نے تعاقب نہیں کیا ہے۔ اس نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا پھر اچانک اس پر کسی مصیبت آ سکتی ہے؟ پھر اسے یاد آیا کہ پاکستان فرہاد علی تیمور کا وطن ہے اور لاہور کے قریب ہی ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں فرہاد علی تیمور پیدا ہوا تھا کیا فرہاد علی اپنی جائے پیدائش کی طرف آیا ہوا ہے؟ کیا وہاں سے لاہور پہنچا ہوا ہے؟

حالیہ معلومات کے مطابق فرہاد علی وغیرہ عدنان کے معاملے میں مصروف رہے تھے اور اب اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر مطمئن ہو گئے تھے اور ایک اندازے کے مطابق وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ فرہاد یورپ میں کہیں ہے۔ ایشیا کی طرف نہیں آیا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا تھا وہ میری آواز اور لب و لہجہ سن چکا تھا۔ اس نے اپنے اطمینان کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں پہنچا میں نے پوچھا ”کون ہے؟“

وہ بولا ”میں دلاؤ میر ہوں۔ آپ سے ابھی ملنا چاہتا ہوں۔“

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے ٹکسی آئے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر اتر پورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا؟ پتا چلا کہ دودن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکتے گا۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں جیمز ٹکسی آئے کے سامنے ستر پڑھ رہا تھا۔ چلا کہ وہ اہمیر یا بیٹھی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے شرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سولہ میٹر کا فاصلہ ملے گا۔

”عجب ہے، میرے پوتے کے دشمن ہو اور میرے سامنے آنے کا حوصلہ رکھتے ہو۔“

”میرے تمام حوصلے ٹوٹ چکے ہیں۔ میں شکست تسلیم کر رہا ہوں اور آپ کے قدموں میں جھکتا چاہتا ہوں۔“

”ابھی طرح سوچ لو۔ اگر میرے سامنے آؤ گے اور دھوکا دو گے۔ اپنی کسی ڈی کو سمجھو گے تو بری طرح پچھتاؤ گے۔“

”ایسا نہیں ہوگا۔ جب میں آپ کے پاس آنے لگوں گا تو آپ میرے دماغ میں موجود رہیں گے۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرتے رہیں گے کہ میں ہی آپ تک پہنچ رہا ہوں۔“

”تو ٹھیک ہے۔ چلے آؤ۔ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں۔ جب یہاں پہنچو گے تو میں بتاؤں گا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آج ہی کسی فلائٹ سے پرواز کر دوں گا اور بارہ گھنٹے کے اندر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔“

یہ کہہ کر وہ میرے دماغ سے نکل گیا۔ اس نے مجھے دھوکا دیا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہے۔ مجھ تک پہنچنے میں اسے بارہ گھنٹے لگیں گے۔ اس نے بڑی چالاکی سے معلوم کر لیا تھا کہ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں اور لاہور میں فی الحال میری طرف سے اسے خطرہ نہیں ہے۔

وہ ہر طرف سے مطمئن ہو گیا کہ وہ ہوٹل کی چار دیواری سے باہر نکلے گا تو کسی دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ البتہ اسے کوئی ناگہانی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ کسی دوسرے پر آنے والی مصیبت اس پر آ سکتی ہے۔ کوئی بھی ایسی بات ہو سکتی ہے جس کے بارے میں فی الحال سوچا نہیں جا سکتا۔

وہ جلد سے جلد انامیر یا نیپالی شہر اپنی تنگ سیڑیاں چاہتا تھا وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ ہر انسان ناگہانی مصیبتوں سے اور حادثوں سے دوچار ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر اسے بھی کوئی حادثہ پیش آئے گا تو وہ کسی طرح بری گھڑی سے گزر جائے گا۔ وہ کسی نہ کسی طرح حالات سے نمٹ لے گا۔ لیکن آج ٹرین کے ذریعے ہندوستان ضرور جائے گا۔

اس نے اپنے سفری بیگ میں تمام سامان رکھا۔ فون کے ذریعے ہوٹل سردس والوں سے کہا کہ ہوٹل کی ریسیڈنٹ کار کا انتظام کیا جائے اور اسے اسٹیشن پہنچایا جائے۔

وہ فون کرنے کے بعد دواش روم میں گیا۔ ہوٹل کے باہر جانے سے پہلے اندر ہی اندر کچھ پریشان سا، الجھا الجھا سا تھا۔

اس کے براسر اس علم نے اُن دیکھا چلتے کیا تھا اور اسے کچھ سامنا کرنا تھا۔ وہ دواش روم سے آ کر سفری بیگ اٹھا کر گاؤنٹر پر آ گیا۔

گاؤنٹر پر تمام بل ادا کرنے کے دوران میں اس کی ہاتھ دیکھتا رہا۔ باہر ریسیڈنٹ کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہوٹل کے ملازم نے اس کا سفری بیگ کار میں پہنچایا۔ وہ وہاں آ کر پچھلے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار وہاں سے چل پڑی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی سلامتی کے لیے منتظر پڑ رہا تھا۔ یوں ذرا مطمئن ہو رہا تھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔

وہ اپنے عقیدے کے مطابق منتروں کے باعث کم آفت کا سامنا کیے بغیر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ٹرین کوئی ہوئی تھی۔ مسافروں کی انجمنی جھگڑی تھی۔ وہ ایک کسٹمر تھا۔ آ کر مسافروں کے درمیان ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہاں سامنے والی سیٹ پر سات برس کی ایک لڑکی صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اچھی قد آدھمی۔ ایسا کرنا جسم تھا جسے جناسنگ کی شقیں کرتی رہتی ہو۔ اس کے آنکھیں پاس ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے۔

دلاؤ می میرا جیسے ہی وہاں آ کر بیٹھا۔ وہ لڑکی ڈراما انداز میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے والے کے بیٹے پر دل کی جگہ ایک کالا سیاہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سیاہی کی قدر انسانی ڈھانچے کی طرح تھا۔

وہ انوشے تھی۔ اس نے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانیت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ آمنہ نے اپنی ماں کے اندر کچھ ایسی صلاحیتیں پیدا کی تھیں کہ وہ دوری سے کالے جادو کے اثرات کو محسوس کر لیا کرتی تھی۔ اسے سیاہ شیطانی سامنے دوری سے دکھائی دینے لگتے تھے۔

دلاؤ می میرا آس پاس کے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے کے پاس بیٹھے ہوئے الپا اور پاس کو بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں مجھ سے ملنے کے لیے دہلی آ رہے تھے۔ انوشے نے الپا کے گلے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا داؤ ڈالا تو الپا نے سر ہٹا کر اپنی کی طرف دیکھا۔ دوسرے جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فون ڈیال کر خیال خرابی کے ذریعے بنی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیال پر مڑنے لگی۔ پتا چلا کہ سامنے جو شخص انجمنی آ کر بیٹھا ہے اس کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے اور اس کا تعلق شیطانی عمل سے ہے۔ کالے جادو سے ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے خیالات پڑھنے کے لیے پاس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے یہ تمام باتیں بتانے کے لیے اس نے چور نظروں سے دلاؤ می میرا کو دیکھا مگر سوچنے کے لیے کہا۔ ”اچھا ہٹا کماحت مند باؤی بلڈ رہے۔“

باہر ہوگا۔ تم اس کے دماغ تک پہنچنا چاہو گی تو یہ سانس روک لے گا۔“

وہ بولی ”میں ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ ہمیں کوئی تدبیر کرنا چاہیے اس کے بارے میں کچھ تعیلات معلوم کرنی ہوں گی پھر ہم اس طرح اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔“

”میری قیادت ناشکی کہتی ہے کہ یہ روس کے کسی علاقے سے ادھر آیا ہے۔“

الپا نے پریشان ہو کر اپنی بیٹی کو اپنے ایک بازو میں لے لیا پھر بولی ”اگر یہ روسی ہے تو دلاؤ می میرا یا آوازوں ہوگا۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ آوازوں ہے۔ میری بیٹی کے پیچھے پڑا ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کم بخت اپنے قریب پہنچ جائے گا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“

پارس نے کہا ”تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ ایک ماں کے جذبات کو پس پشت ڈال کر ذہانت سے تدبیر سوچ۔“

دوسرے جگہ سوچنے لگی۔ پارس بھی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح جلد سے جلد اس سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو بے نقاب کر سکتا ہے؟

دلاؤ می میرا سامنے بیٹھا ہوا رہ کر انوشے کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے مسکرا کر پوچھا ”ہیلو مسز! تم مجھے بار بار دیکھ رہے ہو۔ کیا میں بہت خوب صورت ہوں؟“

وہ مسکرا کر بولا ”میں مائی چائلڈ! پو آرسو بیوٹی فل۔ تم کہاں جا رہی ہو؟“

وہ بولی ”ہم دہلی جا رہے ہیں۔“

پارس نے اس سے پوچھا ”اور مسترم کہاں جا رہے ہو؟“

اس نے کہا ”اتفاق سے میں بھی دہلی جا رہا ہوں۔“

یہ کہتے ہی دلاؤ می میرا نے خیال خرابی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا ہوا۔ ان دنوں پارس، الپا اور انوشے جن فرض ناموں سے وہاں رہتے آ رہے تھے اور دہلی جا رہے تھے، اس کے مطابق ان کی شخصیت بنی ہوئی تھی۔ کوئی بھی انکی بیٹی جانتے والا ان کے اندر آ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ پارس الپا اور انوشے ہیں۔ دلاؤ می میرا کو ان کے خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ عام سے لوگ ہیں۔ ہندوستان میں ان کے رشتے دار ہیں اور وہ ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ وہ مطمئن ہو گیا۔ ٹرین میں چل پڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر لوٹک کی طرف جانے لگا۔ پارس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کے پیچھے چلتے چلتے لوٹک کی طرف آیا پھر بولا ”ہیلو“

مسٹر.....

اس نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا۔ پارس نے ایک زوردار گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے روتا رہے کے پاس گر گیا۔ پارس نے کہا ”میرے خیالات پڑھ لیے۔ اب ہمیں بھی اسے خیالات پڑھنے دو۔“

ناک پر گھونسا پڑنے ہی الپا کے اندر پہنچی تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ بڑا ہی دار تھا۔ بڑا فولا دی دماغ تھا۔ اتنی آسانی سے زیر ہوئے والا نہیں تھا۔

پارس نے اس کی ناک پر دوسرا گھونسا جڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی الپا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ واقعی وہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ فولا دی دماغ کا حامل ہے۔ پارس نے تیسری بار حملہ کیا۔ اس بار دلاؤ می میرا نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ دلاؤ می میرا نے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی روک لیا۔ اس بار دونوں میں بچہ آزمائی ہونے لگی۔ الپا اپنے پارس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہی تھی کہ اسے ایک بہت زبردست فولا دی روہوت سے ٹکرا رہا ہے۔ وہ کم بخت بہت ہی طاقت ور تھا۔ بچہ آزمائی کے مقابلے میں زبردست ہو رہا تھا۔

ٹرین کھٹ کھٹکھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ کئی مسافر ادھر چلے آئے تھے اور دوری دور سے ان کے لڑنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ دلاؤ می میرا چپ چاپ ایک خاص منظر پڑھ رہا تھا تاکہ مقابل کو زیر کر سکے۔ وہ اپنی طاقت بھی آزما رہا تھا۔ انوشے ایک طرف کھڑی ہوئی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی اور اپنی دادی آمنہ کی بتائی ہوئی کلام پاک کی آیت پڑھتی جا رہی تھی۔ گویا باپ جسمانی طور پر مقابلہ کر رہا تھا اور بیٹی روحانیت کے ذریعے اس کے کالے منتروں کا مقابلہ کر رہی تھی۔

اچانک ہی دلاؤ می میرا کے حلق سے ایک کراہٹ نکلی۔ پارس نے پوری قوت سے اس کی انگلیاں موڑ ڈالی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ ایسے وقت الپا نے اس کے اندر پہنچنے ہی زور لے پیدا کیا۔ ایسے دماغی جھکے پہنچائے کہ وہ حلق چاڑ کر پیچھے لگا۔ پارس نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ نیچے گر کر تکلیف کی شدت سے ٹوٹ رہا تھا۔ تمام مسافر درد مٹ گئے تھے۔ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پارس سے پوچھ رہے تھے کہ کس بات سے ٹھٹھرا ہو رہا ہے۔ پارس نے ہاتھ بتائی ”یہ کم بخت بدینیت ہے۔ میری بیوی کو بری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو کا اس لیے میں اس سے لڑ پڑا تھا۔“

ایک مسافر نے پوچھا ”لیکن یہ اس طرح فرض پر کیوں

ترب رہا ہے؟“

پارس نے کہا ”میں کیا بتاؤں کہ یہ کیوں ترب رہا ہے شاید اس پر کسی قسم کا دورہ پڑتا ہوگا۔“

وہ انوشے کے ساتھ آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں الپا بیٹھی ہوئی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ فرین ہندوستان کے سرحدی انجمن انٹاری کیلچ کرک گئی تھی۔ وہاں مسافروں کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی چیکنگ ہونے والی تھی۔ ان کے سامان کی بھی تلاشاں لی جانے والی تھیں۔ چند مسافروں نے وہاں کے متعلقہ افسران کو اطلاع دی کہ ایک شخص بہت ہی تکلیف میں ترب رہا ہے۔

چند سپاہی دوڑتے ہوئے اس کیپارٹمنٹ میں آئے پھر ولاڈی میر کو اٹھا کر پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے ایک اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اسے ایسے امداد کے لیے لے جانے لگے۔ پارس، الپا اور انوشے کے ساتھ فرین سے اتر گیا تھا اور اپنے کاغذات چیک کروا رہا تھا۔

الپا، ولاڈی میر کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ فولادی داغ رکھتا ہے۔ اس کے اندر کتنی ہی ذہنی جھلک پہنچانے لگے تھے اور وہ تکلیف سے تربتا بھی رہا تھا لیکن جلد ہی اس کی تکلیف کم ہونے لگتی تھی اور وہ اپنی قوت برداشت سے کام لے رہا تھا۔ جب الپا نے محسوس کیا کہ وہ نارل ہونے والا ہے تو اس نے پھر اس کے اندر زلزلے پیدا کیے وہ پھر تکلیف سے تربنے لگا۔

اس کا معائنہ کرنے والا ڈاکٹر پریشان ہو گیا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا ”آفرمیں کیا ہو رہا ہے؟“ وہ کچھ کہہ نہیں پارہا تھا۔ الپا کہہ رہی تھی ”ولاڈی میر! کیا تم جانتے ہو کہ عدنان کو پریشان کرنے والے اور اسے در بدر بھگانے والے اور اس کی زندگی چھین لینے کی کوشش کرنے والے جتنے شیطانی جادوگر تھے ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔“

وہ تکلیف سے کرا رہے ہوئے بولا ”تم کون ہو؟ پلیز مجھے اور زیادہ دماغی جھٹکے نہ پہنچاؤ۔ اپنے بارے میں بتاؤ کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟ کیا کوئی ایسا سمجھوتا ہو سکتا ہے کہ میں تمہارا غلام بن کر اپنی جان بچاؤں۔“

الپا نے کہا ”دو بڑے خطرناک جادوگر تاثرک مہاراج اور چندل جو گیا کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ وہ خرام موت مر چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔“ وہ ٹوکڑاٹنے لگا۔ رتم کی بجگ مانتھے لگا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ گمن آلہ کاروں کے ذریعے

کتابیات پہلی کیشن

ارناکوف اور آوازوں سے رابطہ کرتا ہے۔ پھر اس نے پارس سے کہا ”کیوں نا اس کم بخت کو اس کی دشمن سوتیلے ماں کے حوالے کیا جائے اور ہم قمشادیکھیں جب یہ بیخ لکھنے کی کوشش کرے گا تو ہم اسے گرفت میں لے لیں گے۔“

پارس نے کہا ”یہ ٹھیک ہے ذرا انہیں آپس میں کوئی طرح لڑنے دو۔“

الپا نے ارناکوف کی ایک آلہ کار کو فون پر مخاطب کیا کہ ”اپنی میڈم سے بولو کہ وہ ولاڈی میر کے اندر پہنچ جائے۔ کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی راست صاف ہے۔“

اس نے فون بند کیا پھر ولاڈی میر کے اندر آگے تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے ولاڈی میر کے اندر ارناکوف کی آواز سن لی۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی ”عجب ہے تم کو کی خارش زدہ کتنے کی طرح ہے بس اور مجبور دکھائی دے رہے ہو۔ یہ تمہارا حال کس نے کیا ہے۔“

وہ تکلیف سے کرا رہے ہوئے بولا ”میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔ وہ انا بیلا ہو سکتی ہے یا پھر فرہاد کی کوئی رشتہ دار ہے۔“ ارناکوف نے کہا ”اس کا مطلب ہے۔ ابھی وہ تمہارا اندر موجود ہے۔“

اس نے مخاطب کیا ”یہاں کون ہے اور کس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ولاڈی میر کے داغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس نے مجھے اس سوتیلے بیٹے کے داغ میں پہنچایا ہے۔ بنا اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔“

الپا نے کہا ”شکر ہے ادا کرنا چاہتی ہو تو اپنے بیٹے آوازوں کو یہاں بلاؤ۔“

ارناکوف نے خیال خوانی کے ذریعے آوازوں کو بلا دیا۔ وہ بھی ولاڈی میر کے داغ میں چلا آیا۔ پھر اپنی ماں سے بولا ”ماما! یہ تو کمال ہو گیا۔ آپ نے ولاڈی میر کو زیر کیا ہے۔ اس کے اندر پہنچ گئی ہیں۔“

ارناکوف نے کہا ”میں نے زیر نہیں کیا ہے۔ یہ کمال خاتون ہیں جو تم سے کچھ کہنا چاہتی ہیں اس لیے میں نے یہاں بلایا ہے۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”وہ خاتون کون ہیں؟“

اسے مخاطب کر رہا ہوں، وہ مجھ سے بات کرے۔“

الپا نے کہا ”جتنے نیلی بیٹھی جانتے والے اور کالا چم جانے والے عدنان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اسے چم لینا چاہتے تھے اور مار ڈالنا چاہتے تھے۔ ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔ میں نے ابھی ولاڈی میر کو بتایا ہے کہ تاثرک مہاراج اور چندل جگ بگ بگ چار یہ اور چند اہل جو گیا کو جہنم میں پہنچا دینا۔“

ارناکوف نے کہا ”اس کے بعد مارا گیا تھا۔ اب ارناکوف اور

کہا ہے اور اب ولاڈی میر کی باری ہے۔ اس کے بعد تمہاری اور تمہاری ماں کی باری آئے گی۔“

آوازوں نے ناگواری سے پوچھا ”تم کون ہو اور اس نذر انگلیں کیوں باری رہی ہو؟“

وہ بولی ”ڈنگلیں مارنے والے صرف بولتے ہیں۔ کچھ کر نہیں پاتے اور ہم کر کے دکھاتے ہیں۔ یہ تیسرا جادوگر ہے جو حرام موت مرنے والا ہے۔ میں نے تم ماں بیٹے کو دارنگ دینے کے لیے یہاں بلایا ہے۔ ہو سکے تو خود ہی اسے مار ڈالو ورنہ یہ ہم سے سمجھوتا کرے گا اور ہم اسے زندہ چھوڑیں گے تو تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا۔“

ولاڈی میر نے ترب کر کہا ”میں ارناکوف! تم سوتیلی ہوگر میری ماں ہو۔ آوازوں تم سوتیلے ہو پھر بھی میرے بھائی ہو۔ ہمارا خون کا رشتہ ہے۔ اس عورت کے کہنے میں نہ آؤ۔ یہ ابھی کہہ چکی ہے کہ یہ ہم میں ہے ہر ایک کو جن جن کر مارنے والی ہے اور میرے بعد تم دونوں کی باری بھی آئے گی۔“

آوازوں نے کہا ”ماما یہ سوتیلہ بھائی بہت ہی زہریلا سانپ ہے۔ اسے پہلی فرصت میں مار ڈالنا چاہیے۔“

”تم اس کے داغ میں زلزلے پیدا کرو میں منتر پڑھ رہی ہوں۔ اس طرح اس کا داغ کمزور ہو جائے گا۔ یہ زلزلوں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا۔“

پھر ماں بیٹے شروع ہو گئے۔ آوازوں اس کے اندر زلزلے پیدا کرنے لگا۔ وہ ترب ترب کر ادھر سے ادھر لوٹ رہا تھا۔ ڈاکٹر کے پاس کمزور ہوئے سپاہی اسے پکڑنے اور پکڑنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ دوسری طرف ارناکوف منتر پڑھتی جا رہی تھی اور الپا خاموشی سے یہ قمشادیکھ رہی تھی۔

کوئی قمشادیکھ نہیں رہتا۔ کبھی نہ کسی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ قمشادیکھ ختم ہو گیا۔ ولاڈی میر اپنی تمام قوتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نابود ہو گیا۔

کالا جادو جاننے والوں میں یہ تیسرا شیطان تھا جو اسے قابو میں آنے کے بعد مارا گیا تھا۔ اب ارناکوف اور

آوازوں رہ گئے تھے۔ وہ اپنے ہی جیسے شیطان کو اپنے ہاتھوں مار کر مٹھیں ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو دوسروں کو ہلاک کرتے وقت اپنی موت کو قبول جاتے ہیں۔

ولاڈی میر کی مردہ کھوپڑی سے سوچ کی لہریں نکل آئیں۔ وہ ماں بیٹے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ارناکوف نے کہا کہ ماں اپنی دیرنگ ولاڈی میر کے اندر ہے لیکن اس عورت کے بارے میں معلوم نہ کر سکے کہ وہ کون تھی۔

آوازوں نے کہا ”میں نے تھوڑے سے خیالات پڑھے تھے کہ ولاڈی میر ایک فرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک خوب صورت کیس لڑکی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی ان ہی سے ان کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے باپ نے پہلے جھگڑا شروع کیا تھا اور ولاڈی میر کو گھونسا مارتے ہوئے کہا تھا ”تم نے ہمارے خیالات پڑھ لیے اب ہمیں بھی اپنے خیالات پڑھنے دو۔“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کیس لڑکی کے ماں باپ نیلی بیٹھی جاتے ہیں اور وہ ہندوستان کے دہلی شہر جا رہے ہیں۔“

”انتا تو یقین ہے کہ ان کا تعلق فرہاد کی تیور کی فیملی سے ہے۔ اسی لیے وہ بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ وہ کالا جادو جاننے والے دو شیطانوں کو مار چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا امر رہا ہے۔ اس کے بعد ماں بیٹے کی باری ہے۔ ایسی باتیں مسلمان نیلی بیٹھی جاننے والے ہی کہہ سکتے ہیں۔“

”فرہاد کی فیملی سے تعلق رکھنے والی ایسی دو عورتیں ہیں جو نیلی بیٹھی جاتی ہیں۔ ایک تو فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی اور دوسری الپا ہے۔“

الپا کے ذکر پر آوازوں نے چونک کر کہا ”ماما! اب بات سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ عورت الپا ہے اور اس کے ساتھ اس کا سابقہ شوہر پارس سے اور ان کی بیٹی انوشے ہے۔ ادوگا! نام انوشے کے قریب پہنچ گئے تھے اور اس کے اطراف موجود رہنے کے لیے کسی کو آلہ کار نہیں بنا سکے۔ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔“

”بیٹے! وہ عورت اگر الپا تھی تو خود کو ہم سے چھپا رہی تھی۔ ہم نے بھی اس پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ اب تو وقت گزر چکا ہے۔ وہ سب وہاں سے جا چکے ہوں گے۔“

”ماما! آپ جانتی ہیں انوشے میری زندگی کے لیے کتنی ضروری ہے۔ میں اسے حاصل کرنے کے لیے دن رات سوچتا رہتا ہوں لیکن کوئی ٹاپک قابل عمل نہیں ہوئی کیونکہ وہ سات پردوں میں چھپی رہتی ہے۔ اس کے ماں باپ اسے کہاں لیے پھر رہے ہیں۔ اب تک بتا نہیں چلا تھا اور اب بتا چلا ہے تو وہ

کتابیات پہلی کیشن

ہاتھ آتے آتے نکل گئی ہے۔“

ارناکوف نے کہا ”جب دلاؤ میری تکلیف میں مبتلا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب ڈاکٹر کی آواز سنی تھی تم میرے اندر آؤ میں ادھر جا رہی ہوں۔“

ارناکوف نے ڈاکٹر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرداز کرتی ہوئی اس کے اندر کھینچی گئی۔ وہ ماں بیٹے اس ڈاکٹر کے ذریعے معلوم کر سکتے تھے کہ دلاؤ میری تکلیف کی حالت میں کس کیمیا رشت سے نکال کر لایا گیا تھا۔ پھر اس کیمیا رشت میں ڈاکٹر کو پہنچا کر وہاں کے لوگوں کی آواز سن کر، ان کے اندر جا کر یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ کس قوم کی بیٹی انوشے اور اس کے ماں باپ کہاں ہیں؟

دلاؤ میری موت آسانی سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ ماں اور بیٹے مترجمی پڑھ رہے تھے اور اسے جتنی جھگڑے بھی دیتے رہے تھے اور ایسا بڑی دیر تک ہوتا رہا تھا۔ اب ڈاکٹر کے دماغ میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ ٹرین وہاں سے جا چکی ہے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ وہ ٹرین امرتسر میں جا کر رکے گی اور ڈاکٹر کے پاس وہاں جانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انجین کے باہر کوئی سواری ملے گی تو وہ امرتسر کی طرف جا سکے گا۔

آوازوں کوئی موقع ہاتھ سے کھو نہائیں جا رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے امرتسر کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ انجین کے باہر ایک پرانی سی ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری تمام گاڑیاں جا چکی تھیں۔ وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر امرتسر کی طرف جانے لگا۔ ٹیکسی بالکل کھارا تھی۔ چلتے چلتے ڈھلگائی اور رک رک جاتی تھی۔ پھر اسے اشارت کیا جاتا تب وہ آگے بڑھتی تھی۔ آوازوں کو جھنجھلا کر رہ گیا۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور کے اندر بھی پہنچا ہوا تھا اور اس کی مجبور پوں کو کچھ رہا تھا۔ بہر حال وہ ٹیکسی کسی طرح رینگتے رینگتے دو گھنٹے بعد امرتسر پہنچی تو پتا چلا کہ ٹرین پلٹ فارم پر کھڑی ہے لیکن بالکل خالی ہو چکی ہے۔ مسافر ادھر ادھر جا چکے ہیں۔

وہ جھنجھلا کر اپنی ماں سے یوں ”اما! میں ہندوستان جاؤں گا! انوشے تک ضرور پہنچوں گا۔ پھر انا میرا بھی۔ ہندوستان میں ہے۔ دلاؤ میری بھی اس کی طرف جارہا ہے۔ ہم بھی اپنے وطنی آئے کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ انا میرا یا اب کہاں ہے۔“

ارناکوف نے کہا ”ہاں وہ خود کو عدنان کی ماں کہتی ہے۔ ہم اس کے ذریعے اس طرح عدنان تک پہنچ سکیں گے۔ ہمیں

کتابیات پبلی کیشنز

عدنان کی اس ماں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ آوازوں نے کہا ”میری بہن تاشا کے لیے عدنان بہر ضروری ہے۔ اس طرح انوشے میرے لیے لازمی ہو گیا۔ لہذا اب میرا دلی جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔“

”تمہیں بیٹے! میرا دل نہیں مانتا کہ تم ادھر جاؤ۔ ہمیں کرنا ہے وہ ہم ٹیکسی بٹھی کے ذریعے اور اپنے پر اسرار علوم کی ذریعے کرتے رہیں گے۔“

”اما! ہم ایک طویل عرصے سے اپنے آلہ کاروں استعمال کرتے رہے ہیں۔ ان کے ذریعے عدنان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا شکار دنیا کے ایک سرے پر ہو اور ہم دوسرے سرے پر رہ کر اسے گرفت میں لینا چاہیں تو یہ ناممکن نہیں ہے۔ ہمیں خود اپنے ہاتھ پاؤں ملانے ہوں گے۔ وہاں موجود ہر جہد جہد کرتی ہوگی۔ تب انوشے بھی میرے ہاتھ آئے گا۔ ہم انا میرا کو بھی گرفت میں لے سکیں گے۔ اسے اپنی معلول اور تابعدار بنا سکیں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ ہم ایک مالہ اپنی آلہ کار بنا کر کس طرح عدنان کو حاصل کر سکتے ہیں۔“

آوازوں، انوشے تک پہنچنے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بہت بے چین ہو رہا تھا اور اپنی ماں کو قائل کر رہا تھا کہ اسے ہندوستان جانے کی اجازت دے دے۔ ایسے ہی وقت تاشا کی چیخ سنائی دی۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے۔ وہ اپنے کمرے کے ایک گوشے میں گامی ہوئی ٹیکسی میں اور دوسرا کنب رہی تھی۔

تاشا کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور ان سب کی گرفت سے نکل گیا ہے آئندہ وہ بھی اپنے پر اسرار علوم اور ٹیکسی بٹھی کے ذریعے اس کے سامنے تک پہنچ سکیں گے تب سے وہ ایک بہت ہی خطرناک عمل شروع کر چکی تھی۔ اس کی ماں ارنائوف نے منع کیا تھا کہ اسے اپنی عمر کے مطابق پر اسرار علوم کو سکھانا چاہیے اپنی عمر سے زیادہ بڑا خطرناک عمل نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن وہ عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں بالکل

ہوری تھی۔ کالے دادو میں یوں تو خرابیاں ہی خرابیاں تھیں لیکن دادو کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر متر غلط ہو جائے تو کوئی کالا متر الٹا ہو جائے تو اس الٹا اثر خود دادو کرنے والے پر پڑتا ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ پھر وہ نازل رہ کر شعوری طور پر سوچنے سے قائل نہیں رہتا۔

ارناکوف نے کمرے میں آتے ہی بیٹی کو ایک گوشے میں

دلیپا

دیکھا۔ وہ سبکی سبکی ہوئی تھی۔ بری طرح خوف زدہ تھی اس کا سراپا بدن لرز رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر بیٹی سے لپٹ گئی۔ اسے سینے سے لگا کر تھپتھپاتی ہو چھینے لگی کیا بات ہے۔ جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے۔

آوازوں تیزی سے چلا ہوا ہاں آیا۔ جہاں تاشا آتش دان کے سامنے بیٹھی ہوئی ایک خطرناک متر پڑنے میں مصروف رہی تھی۔ وہاں اس نے ایک بڑے سے تھال میں عدنان کے نام کا پتلا بنا کر رکھا کیا تھا۔ اب وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ آوازوں نے سرگھبرا کر اپنی ماں کو مخاطب کیا ”بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے تاشا نے جو پتلا بنایا تھا وہ بکس دار کا زمرے مادے کی طرح پھیل گیا ہے۔“

ارناکوف نے سہم کر پوچھا ”کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ اس کا مطلب جانے ہو؟ میری بیٹی کا کالا مکمل اور کالے متر ناکام رہے ہیں۔ اسی لیے اس کی یہ حالت ہو رہی ہے۔ اس کا خوف دور کرنے اور دلی سکون کے لیے فوراً متر پڑھو۔ میں اسے سنبھال رہی ہوں۔“

وہ بیٹی کو سینے سے لگاے تھک رہی تھی۔ اس کی پشت کو سہلارہی تھی۔ سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اسے تسلیاں دے رہی تھی اور یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کا بدن جل رہا ہے۔ گرم ہو رہا ہے اور حرارت بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ تیز بخار میں مبتلا ہو رہی ہے۔

آوازوں بھی بہن کے پاس آگیا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص متر پڑھ رہا تھا۔ ارنائوف نے پریشان ہو کر کہا ”بیٹے! وہ روحانی علوم رکھنے والے میری بیٹی کے خلاف مکمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے میری بیٹی کے کالے جادو کا توڑ کیا ہے۔ میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں بھی مکمل کر رہی ہوں۔ تم بھی مکمل کرتے رہو۔“

دو دونوں ہی تاشا کی حفاظت کے لیے متر پڑھنے لگے۔ ایسے وقت دلاؤ میر کے دماغ میں الہا کی کئی ہوئی باتیں یاد آ رہی تھیں کہ اب کالے جادو کا خاتمہ ہوگا۔ ایک ایک گوشے میں کیا جائے گا۔ تانترک مہاراج اور چنڈال جو گیا کے بعد دلاؤ میر مارا گیا تھا اور یہ پیش گوئی کی تھی تھی کہ اب ارنائوف اور آوازوں کی باری آئے گی لیکن اس سے پہلے ہی تاشا کی باری آگئی تھی۔

وہ دونوں اسے بچانے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے۔ متر بھی پڑھ رہے تھے۔ طرح طرح کے مکمل بھی کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کو بلا کر علاج بھی کر رہے تھے۔ علاج کے بعد کچھ اتفاق ہو تھا۔ بخار کچھ کم ہو گیا تھا لیکن وہ بے سدھ پڑی ہوئی

دلیپا

237

تھی۔ نہ بولتی تھی، نہ سنتی تھی۔ اس کی آنکھیں بند رہتی تھیں۔ بالکل ساکت دکھائی دیتی تھی جیسے زعفران ہار چکی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی سانسیں ابھی چل رہی تھیں۔

☆☆☆

عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا۔ ایک عرصے بعد اسے آرام اور سکون مل رہا تھا اور ہم بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ اب بہت زیادہ ذہنی پریشانی نہیں تھی۔ ہم دوسرے معاملات کی طرف دھیان دے سکتے تھے۔

اب دوسرا اہم معاملہ بھارت کے ان مسلمانوں کا تھا جنہیں دھوکے سے ٹریپ کیا جا رہا تھا۔ انہیں ڈھکی کر کے یا بیمار بنانے کے لیے ہوش کر کے ایسے اسپتالوں میں پہنچایا جا رہا تھا جہاں بڑی رازداری سے ان کا آپریشن کیا جاتا تھا۔ ان کے گرد بے نکال لیے جاتے تھے۔ آنکھیں بھی نکال لی جاتی تھیں اور اگر کسی دل کے مریض کو فوری ضرورت ہو تو ان معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کے دل بھی ان کے سینے سے نکال کر ہندو ضرورت مندوں کے سینے میں پہنچا دیے جاتے تھے۔

بھارت میں اگر شیدہ سینا اور چند ہندو ایسا کر رہے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری ہندو قوم متعصب اور شرپند ہے۔ دنیا کی ہر قوم میں اگر انسان ہوتے ہیں تو شیطان بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف ان شیطانوں کی بات کر رہا ہوں جو ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کم سے کم کرنے کے لیے ایسا گھناؤنا دھندا کر رہے تھے۔

اٹلی ٹی بی، فرمان، ٹوٹی بے اور ہمارے چند ایسے ٹیلی ویشن جاننے والے ایسے متعصب شرپندوں کا محاسبہ کر رہے تھے۔ ان کے دماغوں میں جا کر معلومات حاصل کر رہے تھے۔ یہ ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ پورے ہندوستان میں کتنے اسپتال ایسے ہیں، جنہیں چند متعصب ہندوؤں نے اور یہودیوں نے خرید رکھا تھا اور انہیں صرف اس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے، ان کے جسمانی اہم اعضا ضرورت مند ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں کمی کی جائے۔

اب تک ایسے صرف تین افراد ہمارے علم میں آئے تھے۔ جو ایسے گھناؤنے فعل میں مبتلا تھے۔ اس میں ایک نریندر بھاسکر دوسرا اجیتا پراساد اور تیسرا ایک یہودی کیردنت تھا۔ میں نے پچھلی بار عارضی طور پر ایک ڈراما لے کیا تھا۔ جس کے ذریعے ان تینوں کو یہ تاثر دینا چاہا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو ہلاک کریں گے، ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر منتقل کریں گے تو وہ ہندو مسلمان ہونے لگیں گے یا مسلمانوں

کتابیات پبلی کیشنز

236

کی طرح سوچنے لگیں گے۔

نریندر بھاسکر اور جتنا پرساد یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اگر مسلمانوں کے اعضاء ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں گے تو وہ مسجدوں کو دیکھنا پسند کریں گے اور ہندوؤں سے منہ پھیر لیا کریں گے۔ ایسی بات ناقابل یقین تھی۔ ایسا بھی ہو ہی نہیں سکتا تھا اور وہ ایسی باتیں ماننے کو تیار نہیں تھے۔

میں نے اپنی بات منوانے کے لیے اپنے تمام ٹیلی بیسی جاننے والوں کو ان ہندوؤں کے اندر پہنچایا تھا۔ جن کے اندر مسلمانوں کے اعضاء ٹرانسفر کیے گئے تھے۔ جب ان لوگوں سے پوچھ چکھی گئی تو وہ ایسے بیانات دینے لگے جیسے واقعی وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہوں۔ بے اختیار کلمہ پڑھنے لگتے ہوں یا اذان کی آواز سن کر متاثر ہو رہے ہوں اور مسلمان لڑکیوں سے شادی کرنے کے لیے اپنا دھرم بدلنے پر آمادہ ہو جاتے ہوں۔

ایسے تمام ہندوؤں کے بیانات سے یہی تاثرات ملنے لگے اس طرح نریندر بھاسکر اور جتنا پرساد پریشان ہو گئے تھے۔ کیمرون اس سلسلے میں انہیں بھاری اندادو یا کرتا تھا۔ انہوں نے یہ بات کیمرون کو بتائی۔ ایسے وقت ٹوٹی ہے نے کیمرون کے خیالات پڑھے۔ میں بھی اس وقت اس کے دماغ میں تھا۔ وہاں میرے اور ٹوٹی بے کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں کیمرون کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اندر ٹیلی بیسی جاننے والے آتے ہیں۔

پھر ان کی سمجھ میں یہ بات بھی آگئی کہ جن ہندوؤں نے یہ بیانات دیے تھے وہ خود کو مسلمان سمجھنے لگے ہیں تو دراصل یہ ان کا انا ہی نہیں تھا بلکہ ٹیلی بیسی جاننے والوں نے ان کے اندر ٹھس کر یہ بیان دلوا دیا تھا۔ اس طرح میری یہ تدبیر ناکام رہی تھی۔ میں انہیں جس طرح قائل کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح قائل کرنے میں ناکام رہا تھا۔

اب نریندر بھاسکر، جتنا پرساد اور کیمرون محتاط ہو گئے تھے اور طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ ایسے انتخابات کر رہے تھے کہ ٹیلی بیسی جاننے والے ان کے کاموں میں رکاوٹیں پیدا نہ کر سکیں۔ انہوں نے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا تھا اور وہاں ان تمام اسپتالوں کے ڈاکٹروں کو، ان نرسوں کو بلایا تھا جو بڑی رازداری سے اس کام میں شریک رہا کرتے تھے۔

ایک ڈاکٹر نے ان تینوں سے پوچھا ”آپ لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ آئندہ ٹیلی بیسی جاننے والے آپ کے باہارے دماغوں میں آ رہے ہیں یا نہیں؟“

کتابیات پبلی کیشنز

نریندر بھاسکر نے کہا ”بے شک ایہ معلوم کرنا دشوار مشکل ہے وہ چکے سے آتے ہیں اور ہمیں اپنے خیالات اور مرضی کے مطابق ڈھالنا ہے۔ اپنا کام کرتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ اس کے حل کی ایک ہی صورت ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم محسوس کریں کہ ہمارے خیالات مسلمانوں کے حق میں ہو گئے ہیں تو فوراً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اندر کوئی ٹیلی بیسی جاننے والا گھسا ہوا ہے اور وہ ہمیں ایسا سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔“

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا ”ایسے وقت آپ کیا کر سکیں گے؟ کیا آپ ہمیں اطلاع دے سکیں گے کہ آئندہ ہمارے لیے خطرہ ہے اور وہ ہمارے مشن کو ناکام کر رہے ہیں؟“

جتنا پرساد نے کہا ”ہم تو رازی اپنے کسی ساتھی کو کوشاں بنا دیں گے کہ کوئی ہمارے اندر موجود ہے اور ہمیں اپنے منصوبے کے خلاف سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔“

”آپ بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ جب کوئی ہمارے دماغ میں گھسا ہوا ہوگا تو اس وقت ہم کسی کوشاں سے بھی کچھ نہیں بنا سکیں گے۔ ہم اس کے زیر اثر ہیں گے۔ وہ جیسا چاہے گا، وہی بات ہم کرتے چلے جائیں گے۔ کسی کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکیں گے۔“

”پھر تو اس کی ایک اور صورت یہی ہے کہ جب ہم سے کوئی غلط کام ہو جائے، ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے، ہم کسی مسلمان کو ہلاک نہ کر سکیں تو اس وقت ہم سمجھ لیں گے کہ ہمارے اندر ٹیلی بیسی جاننے والے آ رہے ہیں اور ہم سے ایسی حرکتیں کروا رہے ہیں۔ ایسے وقت مجبوراً ہم سب اپنا کام روک دیں گے۔ نہ کسی مسلمان کو ٹریپ کر سکیں گے، نہ ہلاک کر سکیں گے۔ دو مہینے یا چھ مہینوں تک اگر ہم ایسا کچھ نہ کریں تو وہ ٹیلی بیسی جاننے والے ہمارے اندر آتے آتے ٹھک جائیں گے۔ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ایسا کوئی دھندلا نہیں ہو رہا ہے لہذا وہ مطمئن ہو کر چلے جائیں گے۔ ہم پھر کسی بھی اپنا یہ کاروبار دوبارہ شروع کر دیں گے۔“

ان کی سمجھ میں یہی بات آ رہی تھی کہ فی الحال اس دھندے کو روک دیا جائے۔ کسی مسلمان کے ساتھ دشمنی نہ کی جائے۔ ایک ڈاکٹر نے کہا ”میرے اسپتال میں ایک ایسا ہندو مریض ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر ایک آدھ دن میں اسے نئے گردے نہ دیے گئے تو مر جائے گا۔“

جتنا پرساد نے کہا ”مر جانے دو۔ اب ایک ہندو کی موت تو ہمیں برداشت کرنی ہی ہوگی۔ اس کی جان بچانے کے لیے ہم ٹیلی بیسی جاننے والوں کو دشمنی کرنے پر مجبور

دینا 47

نہیں کریں گے۔“

اس ڈاکٹر نے کہا ”مسٹر جتنا پرساد! آپ یہ بھول رہے ہیں کہ میں جس مریض کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ آپ کی شیڈیٹا پارٹی کا بہت ہی بڑا لیڈر ہے۔ اسے مئی سے یہاں لایا گیا ہے اور اسے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کے گردے جلد ہی تبدیل کر دیے جائیں گے۔“

نریندر بھاسکر نے جتنا پرساد سے کہا ”یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ امرتا تھہ کی کا آپریشن بہت ضروری ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ ہم نے ہی انہیں یہاں بلایا ہے۔“

کیمرون نے کہا ”مسٹر امرتا تھہ سے میرے بھی بہت اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہماری یہودی تنظیم کو بڑی بڑی سہولتیں دیتے رہے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ جلد سے جلد ان کا آپریشن کیا جائے۔“

جتنا پرساد نے پریشان ہو کر ڈاکٹروں سے پوچھا ”کیا کسی طرح رازداری سے یہ کام نہیں ہو سکتا گا؟“

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ ایک نے کہا ”مشکل تو یہ ہے کہ ہمیں ان کے آنے کی خبر نہیں ہوتی۔ ہم یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ کب ہمارے اندر آ کر ہمارے خیالات پڑھ رہے ہیں؟“

نریندر بھاسکر نے کہا ”اس وقت بھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں یا نہیں؟“

ایک ڈاکٹر نے کانڈر پر کچھ لکھ کر ان کی طرف بڑھایا۔ اس تینوں نے اس تحریر کو پڑھا۔ ڈاکٹر نے لکھا تھا ”اگر تم تحریر ہے۔ ذریعے باتیں کریں اور زبان سے کچھ نہ بولیں تو کیا وہ نہیں ٹیلی بیسی جاننے والے پھر بھی ہمارے متاخذ کو سمجھ لیں گے؟“

کیمرون نے کہا ”ہم جو کچھ سوچتے ہیں، وہی بولتے ہیں یا لکھتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی سوچ ہمارے دماغ میں ابھرتی ہے تو خیال خوانی کرنے والے فوراً ہی اسے پڑھ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔“

جتنا پرساد نے کہا ”فی الحال ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی بیسی جاننے والا نہیں ہے اور کوئی ہمارے ارادوں کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ ہم اپنے لیڈر کے لیے یہ خطرہ مول لیں گے۔ جلد سے جلد اس کے گردے تبدیل کر دیں۔“

ڈاکٹر نے کہا ”میں آپ کے اس فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ مسٹر امرتا تھہ کے گردے بالکل ہی ناکارہ ہو چکے ہیں۔ انہیں فوری طور پر تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان

دینا 47

کی موت واقع ہو سکتی ہے اور ٹیلی بیسی جاننے والے بھی اگر دشمنی کریں گے اور انہیں مار ڈالنا چاہیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر ٹیلی بیسی جاننے والے موجود نہ رہے تو پھر ہمارے اس لیڈر کی زندگی بچ جائے گی بھر وہ صحت مند زندگی گزارنے لگیں گے۔“

وہ سب اس خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کرنے لگے کہ دوسرے دن صبح نو بجے اپنے اس لیڈر کو آپریشن خیمہ پہنچائیں گے اور اس کے اندر نئے گردے منتقل کریں گے۔

میں نے معلوم کیا کہ وہ کس کے گردے نکال کر اس لیڈر کے اندر منتقل کرنے والے ہیں؟ چا چلا کہ شیڈیٹا اچھی اسپتال میں آج ایک نوجوان کو داخل کیا گیا ہے اور اسے بتایا گیا کہ اس کا ایک گردہ نکال کر دوسرے ضرورت مند مریض کو دیا جائے گا اور وہ مسلمان نوجوان اس بات پر راضی ہے۔

اگر وہ راضی خوشی ایسا کر رہا تھا تو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی۔ بہت سے نوجوان اپنے خون کا عطیہ دیتے ہیں اور کچھ اپنے گردوں کا عطیہ بھی دے دیتے ہیں۔ یہ طے کر لیتے ہیں کہ وہ صرف ایک ایک گردے کے سہارے ساری زندگی گزار لیں گے۔

اس کا آپریشن کرنے والے ڈاکٹر نے میری مرضی کے مطابق فون کے ذریعے ایک نرس سے رابطہ کیا تو میں نرس کے اندر کھنچ گیا۔ پھر اس نرس نے میری مرضی کے مطابق اس نوجوان کے پاس آ کر باتیں کیں تو میں اس نوجوان کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کا نام حیات محمد تھا۔ تیس برس کا جوان تھا۔ ایک چھوٹا سا کاروبار کر رہا تھا۔ اور بڑے آرام سے زندگی گزار رہا تھا۔ اسے ایک ہندو لڑکی بیٹا تھی سے محبت ہوئی تھی۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ پہلے ان کے درمیان لگا ہوں کا تبادلہ ہوا بھر وہ چوری چھپے لٹے لگے۔ کبھی کسی سنیہا ہاں میں، کبھی کسی گارڈن میں ملتے رہے۔ جیسے جیسے ملاقاتیں ہوتی گئیں، ویسے ویسے یک جان دو قالب ہونے کی خواہش بھی شدت اختیار کرتی چلی گئی۔

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیتے تھے اور بے قراری سے پوچھتے تھے ”آخر ہم کب تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے؟“

بیٹا کسی ایک بہت بڑے گھر انے کی لڑکی تھی۔ یہ چاہتی تھی کہ اس کے گھر والے کسی کسی مسلمان سے اس کی شادی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بزرگ اپنے ہی دوستوں میں ذات بات کا فرق رکھتے تھے اور وہ اپنی بیٹی بیٹا کسی کتابیات پبلی کیشنز

239

سے کریں گے۔“

اس کے باپ اور بھائیوں نے پریشان ہو کر پوچھا ”آپ..... یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ ہم کونسی ذات کے ہندو ہیں۔ کیا ہم اپنی بیٹی کو کسی مسلم گھرانے میں جانے دیں گے؟“

”آپ پہلے میری پوری بات سن لیں۔ حیات محمد کے سامنے ایک شرط رکھی جائے گی اور وہ یہ کہ ہمارے بہت بڑے لیڈر امر ناتھ جی کے گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر حیات محمد اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر دے گا تو آپ اسے دالہ ملا قبول کر لیں گے۔“

مینا کشی کے بڑے بھائی نے کہا ”بھاسکر جی! وہ تو جوان ہے۔ صحت مند ہے۔ وہ فوراً اپنا گردہ دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔“

”یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ وہ راضی ہو جائے۔ جب وہ ایک گردے کا عطیہ دینے جائے گا تو اس کے دونوں گردے نکال لیے جائیں گے۔ وہ اسپتال سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔“

یہ بات ان کے دل کو لگی۔ وہ سب خوش ہو گئے۔ انہوں نے زیندر بھاسکر کے مشورے کے مطابق حیات محمد کو ہمارے گلے لگایا پھر اس کے سامنے یہ شرط پیش کی۔ وہ خوش ہو کر بولا ”یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ اگر مینا کشی کے لیے میری جان مانگیں گے تو میں جان بھی دے دوں گا۔ ایک گردہ کیاجو ہے؟“

مینا کشی کے بڑے بھائی نے کہا ”لیکن یہ سب کچھ بڑی راز داری سے ہوگا۔ تم اپنے رشتے داروں کو اور دوست احباب کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم مینا کشی کی خاطر کسی کو ایک گردے کا عطیہ دے رہے ہو۔“

”اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں تو میں مینا کشی کو حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ آپ کی ہر شرط مان سکتا ہوں۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔“

مینا کشی کے ایک اور بھائی نے کہا ”آپ پریشان یہاں کھڑے میں نہیں ہوگا۔ جہیں اس کے لیے دہلی جانا پڑے گا۔“

حیات محمد نے کہا ”میں آپ کی یہ شرط بھی مان لوں گا لیکن آپ میری ایک بات مان لیں اور وہ یہ کہ مینا کشی کے گلے کی اجازت دے دیں۔ اب سے لے کر آپریشن تک وہ مجھ سے ملاقات کرتی رہے گی اور میرے ساتھ دہلی جائے گی۔ وہاں میرے ساتھ اسپتال میں رہے گی۔ اگر آپ یہ حکم کرتے ہیں تو پھر مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔“

کے لیے کسی اونچے ہندو ادا کو قبول کر سکتے تھے۔ اس کے بیچے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

محبت ایک خوشبو ہے۔ جو چھپائے نہیں جھپتی۔ یہ بات ظاہر ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے انہیں ادھر ادھر ملتے ہوئے دیکھ لیا۔ ان کی ٹیلی فون کالیں بھی بکڑی گئیں۔ اس طرح ان کا محاسبہ شروع ہو گیا۔ ہندو پیش میں آگئے کہ ایک مسلمان ان کی بھولی بھالی لڑکی کو چھاسن رہا ہے۔ مینا کشی نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں خود حیات محمد کی طرف مائل ہو رہی ہوں۔ اس نے مجھے نہیں چھانسا ہے۔ یہ میرے دل کا معاملہ ہے۔

اس بات پر مینا کشی کی بڑی پٹائی ہوئی تھی۔ ماں باپ نے اور جوان بھائیوں نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی۔ وہ دروازہ پیٹ کر چیخ کر کہتی تھی۔ ”مجھے کب تک بند رکھو گے؟ مجھے جب بھی موقع ملے گا، میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔ حیات محمد کے ساتھ اس دیس سے چلی جاؤں گی۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔“ مینا کشی کے بھائیوں نے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا اور انہیں حیات محمد کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ بزدل اور کمزور نہیں تھا۔ تھوڑے چارے سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ پھر اس کے ایسے ہی دار ساتھی بھی تھے جو ایسے وقت میں اس کے کام آ سکتے تھے۔ اس لیے دونوں طرف سے بڑا جھوڑو لڑ رہا۔ ان کے جھگڑے بتا رہے تھے کہ فساد بڑھتا رہے گا تو بوقت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ جائے گی۔

یہ معاملہ شیو سینا والوں تک پہنچا۔ انہوں نے سر جوڑ کر سوچا کہ اس علاقے میں فسادات نہیں ہونے چاہئیں۔ اس مسلمان کو اس طرح غائب کیا جائے کہ اس کی لاش بھی کسی کو نہ ملے اور یہ الزام بھی نہ آئے کہ شریہ ہندوؤں نے اسے مار ڈالا ہے۔

ایسے وقت زیندر بھاسکر اور جتنا پر ساد نے اپنی پارٹی کے لیڈر امر ناتھ کو دہلی بلایا تھا۔ اسے یقین دلایا تھا کہ وہ چار روز میں ہی اس کے گردے تبدیل کر دیے جائیں گے۔

زیندر بھاسکر نے مینا کشی کے باپ اور بھائیوں کو بلایا پھر انہیں سمجھایا کہ کئی سیدھی انگلی سے نہیں نکلتا، ہم سیدھی انگلی سے نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ ہم پر کوئی بات نہ آئے اور بات بھی بن جائے۔

مینا کشی کے باپ نے کہا ”آپ ہمارے بڑے ہیں جو حکم دیں گے، ہم وہی کریں گے۔“

”ہم آپ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حیات محمد سے دوستی کر لیں۔ اسے یہ یقین دلانیں کہ آپ اپنی بیٹی کی شادی اس

کتابیات پہلی کیشنر

زید رہا مسکرتے جینا کسی کے باپ اور بھائیوں کو یہ یقین دلادیا تھا کہ حیات محمد اپنال سے زندہ وہیں نہیں آئے گا۔ اس لیے انہوں نے حیات محمد کی یہ بات مان لی اور جینا کسی کو اس سے ملنے کی اجازت دے دی۔

حیات محمد کھنوسے دہلی کے لیے روانہ ہوا تو جینا کسی اور اس کے رشتے دار اس کے ساتھ تھے۔ وہ جینا کسی کے ساتھ اپنی ایک الگ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جینا کسی کے تمام رشتے دار قافلے کی صورت میں آگے پیچھے تین گاڑیوں میں تھے۔ جینا کسی نے پوچھا ”حیات! تم نے کیا کیا؟ میری خاطر ایک گردے سے محروم ہو رہے ہو؟“

”میں نے تمہارے باپ اور بھائیوں سے کہا ہے، گردہ کیاجز ہے۔ تمہارے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں صحت مند اچھا کھاتا پیتا رہوں گا تو تم مہیاں بوی کی حیثیت سے بہت خوش گوار ازدواجی زندگی گزار رہے رہیں گے۔“

وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی ”تم میں سے صرف محبت ہی نہیں کرتی ہوں بلکہ تم پر فخر بھی کرتی ہوں لیکن اپنے اندر کی بات بتاؤ، ہوں نہ جانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”کیا ہوگا؟ کبھی خوش قسمتی..... کبھی بد قسمتی..... زندگی میں دکھ اور کھ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ ابھی ہم بہت خوش ہیں، جس رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، ایک ساتھ سڑ کر رہے ہیں۔ دہلی پہنچ کر نہ جانے کیا ہوگا؟ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا کیونکہ اچانک کوئی بھی حادثہ پیش آ جاتا ہے تو ہم اس وقت اس حادثے سے نمٹ ہی لیتے ہیں اور برے وقت سے گزر جاتے ہیں۔“

وہ دوسرے دن دہلی پہنچ گئے۔ شام کو ایک ڈاکٹر نے حیات محمد کا معائنہ کیا پھر اس کے شانے کو چمکتے ہوئے کہا ”تم بہت تندرست اور توانا ہو۔ ہمیں خوشی ہے کہ تم ایک ضرورت مند کو اپنا گردہ عطیے کے طور پر دینے والے ہو۔“

جینا کسی نے نہ سنا تو نہ لگی۔ وہ اس کے آنسو پوچھتے ہوئے بولا ”کیا پاگل ہوئی ہو؟ میرا ایک گردہ کھل جانے کا کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ کتنے ہی لوگ ایک گردے کے ذریعے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔“

جینا کسی کے ماں باپ نے بھی اسے سمجھایا ”بھئی! اہم سے کام لو، کچھ نہیں ہوگا۔ ہم نے ہوش کے کئی کمرے کرائے پر

لے لیے ہیں۔ جب تک حیات محمد اپنال سے ڈسچارج نہیں ہوگا۔ ہم وہیں رہیں گے۔ اب ہمارے ساتھ چلو۔“ جینا کسی نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”میرا دل گھبرا رہا ہے میں حیات کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔“

باپ نے ڈرائیو انگلی سے کہا ”کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے! کیا تم حیات کے ساتھ تنہا یہاں رات گزارنا چاہتی ہو؟“ ”آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ میں کل صبح لوہے تک حیات کے ساتھ رہوں گی۔ ایک ایک ہل اس کے ساتھ گزاروں گی۔ جب اسے آپریشن خیمہ لے جایا جائے گا تو میں دروازے کے پاس بیٹھی رہوں گی۔ جب تک دروازہ نہیں کھلے گا، مجھے میرے حیات کی زندگی اور سلامتی کی خوش خبری نہیں ملے گی، تب تک میں اس دروازے کے سامنے سے نہیں اٹھوں گی۔“

اس کے ماں باپ اور بھائی یہ بات ماننے کے لیے ہڑکھینچے تھے کہ ان کی بیٹی ایک مسلمان کے ساتھ ایک ہی کمرے میں تنہا رات گزارے وہ کبھی پیار سے اور کبھی غصے سے سمجھانے لگے۔

بڑے بھائی نے دھمکی دی کہ اگر وہ سیدی طرح نہیں چلے گی تو اسے زبردستی یہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ تب جینا کسی نے حیات محمد کے بازو کو تھام کر کہا ”دیکھو حیات! میں نہیں چاہتی کہ تم اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر کسی کے حوالے کرو۔ لیکن تمہاری بات ان کہ میں یہاں تک آگئی ہوں۔ اب تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی۔“

اس نے کہا ”تم بولو..... جو کہو گی میں وہی کروں گا۔“ وہ بولی ”تم ان سے کہہ دو! اور ڈاکٹروں سے بھی کہہ دو کہ اگر اگلی صبح تک مجھے تمہارے ساتھ رہنے نہ دیا گیا تو تم گردے کا عطیہ نہیں دو گے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں انکار کر دیتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے تمہیں میرے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی تو میں بھی اپنے وعدے سے منکر جاؤں گی۔“

یہ بات زید رہا مسکرا اور جناب سراو کو معلوم ہوئی تو ڈھڑا ہی اپنال پہنچے۔ انہوں نے باپ اور بھائیوں کو ایک الگ کمرے میں لے جا کر سمجھایا۔ ”کیوں خواہ خواہ جھگڑا ہوا رہے ہو؟ ایک رات اپنی بیٹی کو چھوڑ دو۔ کوئی یہ دیکھ نہیں آ رہا ہے کہ وہ یہاں ایک مسلمان کے ساتھ رات گزار رہی ہے۔“

بڑے بھائی نے غیرت کے جوش میں کہا ”ہمیں یوسف کر بھی شرم آ رہی ہے کہ ہماری کنواری بہن کسی کے ساتھ رات گزارے گی۔“

بھاسکر نے کہا ”ابھی ہم تمہیں سیدی طرح سمجھا رہے ہیں خواہ خواہ غیرت کے جوش میں نہ آؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہماری پانی کے گٹھڑے تمہاری بہن کو خواہ کر کے لے جائیں؟ کیا اس کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہو گے؟“ ان سب کو کچل لگ گئی۔ وہ بھی طرح طرح جانتے تھے کہ وہ دونوں اپنی پانی کے بہت بڑے لیڈر کو بچانے کے لیے ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

آخر وہ راضی ہو گئے۔ بیٹی کو حیات محمد کے ساتھ اپنال کے کمرے میں چھوڑ کر ہوٹل میں چلے گئے۔ میں نے بھاسکر کے دماغ میں رہ کر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے بھی وہیں اپنال میں رہنا چاہیے۔ کل صبح حیات محمد کی عمرانی کر لی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ جینا کسی کے باپ اور بھائی کسی وقت آئیں اور بیٹی کو لے جائیں۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی پھر حیات محمد گردے کا عطیہ دینے سے انکار کر دے گا۔

زید رہا، بھاسکر اور جناب سراو زبردستی سے بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن اس وقت سہولت سے کام نکالنا چاہتے تھے۔ یہ اندیشہ بھی تھا کہ ٹیلی بیسی جانے والے کہیں ان کے دماغوں میں نہ آ جائیں۔

وہ سب خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم ان سے غافل ہیں اور وہ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر بڑی سہولت سے اپنا کام نکال لینا چاہتے تھے۔ میں نے بھاسکر کو اس بات پر قائل کیا کہ اسے کل صبح تک اپنال میں رہنا چاہیے۔

اس نے فوراً ہی اپنے لیے ایک کمرہ ریزر کر لیا پھر جناب سراو سے کہا ”تم جاؤ۔ میں یہاں رہوں گا۔ اور ان لوگوں کی عمرانی کرتا رہوں گا۔“

اٹلی بی بی، فرمان، ٹونی بے اور ہمارے کئی ٹیلی بیسی جانے والے کئی اہم افراد کے دماغوں میں تھے۔ جنانے اٹلی بی بی کی مرضی کے مطابق قائل ہو کر کہا ”بے شک! تمہیں یہاں رات گزارنی چاہیے۔ کل صبح میں بھی یہاں آ جاؤں گا۔“

ابھی صبح بہت دور تھی۔ اسی رات اٹلی بی بی نے جناب سراو پر، میں نے زید رہا مسکرا پر فرمان اور ٹونی بے نے ڈاکٹروں اور نرسوں پر توجہ کی عمل کیا۔ جو بھی اس آپریشن سے تعلق رکھتے تھے، ان سب کو ہم نے اپنا معمول اور تباہی بٹالیا۔

صبح ہونے سے پہلے جینا کسی اور حیات محمد کو اپنال سے باہر نکال دیا۔ انہوں نے ہوٹل کے کمرے میں جا کر جینا کسی کے باپ اور بھائیوں سے کہا ”آپریشن نہیں ہوگا اور حیات کا گردہ عطیہ کے طور پر نہیں لیا جائے گا۔“

صبح نو بجے سے پہلے دو دروازے ایک ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے میں آئے۔ جہاں حیات محمد جینا کسی کے ساتھ رات گزار رہا تھا۔ اب وہاں بیڈ پر زید رہا مسکرا لیتا ہوا تھا۔ دونوں دروازے ڈاکٹر کے حکم کے مطابق اسے اسٹریچر لٹائی پر ڈال کر آپریشن خیمہ میں لے گئے۔ وہاں اس کے دونوں گردے نکال لیے گئے۔

ہم نے ٹیلی فون کے ذریعے زید رہا مسکرا کے عہدے کے رشتے داروں کو اطلاع دی کہ بھاسکر اپنال میں ہے اور اس کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے۔

پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ اتنے بڑے عہدے دار کے ساتھ کون کھلم کھلا ظلم کرے گا؟ پھر بھی وہ سب اپنال پہنچے تو آپریشن خیمہ سے زید رہا مسکرا کی لاش باہر آ رہی تھی۔ ہم نے جناب سراو اور ڈاکٹر کو اپنے توبی محل سے آزاد کر دیا۔ وہ سب حیران پریشان تھے کہ یہ کیا ہوا کیا ہے؟

بھاسکر کے رشتے داروں نے پولیس والوں کو بلا کر ڈاکٹروں کو گرفتار کر دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ بے قصور ہیں۔ ٹیلی بیسی جانے والوں نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

یہ بات قانون کے محافظ نہیں مان سکتے تھے کہ انہوں نے ٹیلی بیسی کے زیر اثر رہ کر ایسا جرم کیا ہے اور ایک بہت بڑے لیڈر کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے گردے نکال لیے ہیں۔

جناب سراو اور کیمرون سب سے ہوئے تھے۔ وہ دھبہ رہے تھے کہ یہ سب کچھ ٹیلی بیسی جانے والوں نے کیا ہے۔

میں نے ان دونوں کے دماغوں میں جا کر کہا ”تم نے اپنے ایک ساتھی کا انعام دیکھ لیا ہے۔ اب اس کے بعد تم دونوں کی باری ہے۔ لہذا آپس میں فیصلہ کر لو پہلے کسی کی باری آتی چاہیے؟ کون پہلے آپریشن خیمہ میں جا کر اپنے گردے اور آنکھیں نکلاوے گا؟“

وہ دونوں خوف سے قہر قہر کاہنے لگے۔ ہاتھ جوڑ کر کان پکڑ کر گڑ گڑانے لگے، معافی مانگنے لگے۔ بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ آئندہ وہ کبھی ایسا جرم نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف کبھی ایسی کارروائی نہیں کریں گے۔

میں نے کہا ”ٹھیک ہے۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں مگر یہ دیکھتا رہوں گا کہ تمہاری ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوں گی تو میں صرف تمہارے ہی نہیں، تمہاری آئندہ نسلوں کے بھی گردے نکلاؤں گا۔“

اٹلی بی بی نے آ کر پوچھا ”پاپا! ان مجت کرنے والوں کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟“ میں نے پوچھا ”تم کیا چاہتی ہو؟“

کتابیات جلی کیشنز

”میں..... جتنا کشتی کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ دل و جان سے حیات محمدی کی دیوانی ہے۔ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہے گی۔ دل ہی دل میں ہمارا وہ کر چکی ہے کہ اگر اس سے شادی نہ ہوگی تو خودکشی کر لے گی۔“

”اور اگر شادی ہوگی تو حیات محمدی مسائل میں گرفتار ہو جائے گا۔ وہاں کے سب ہندو اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اسے اپنا کاروبار اور یہ شہر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑے گا۔“

”پاپا میں ان محبت کرنے والوں کو شاد آ باد دیکھنے کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ انہیں لکھنؤ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کے سلسلے میں ان کی ہر پورہ دے سکتی ہوں۔“

”اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو ضرور کرو۔ یہ دو محبت کرنے والوں کے لیے بہت بڑی نیکی ہوگی۔“

وہ چلی گئی۔ فرمان اور لونی بے نے آ کر کہا ”سرا ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک ہی جھگڑے میں ان کے ہوش اڑا دیے ہیں۔ اب وہ بھی کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے۔“

”خدا کا شکر ہے کہ وہ بری طرح سہم گئے ہیں اور امید یہی ہے کہ وہ آئندہ ایسی شیطانی حرکتیں نہیں کریں گے۔“

میں نے فرمان اور لونی سے کہا کہ وہ بھی سہم گئے ہیں۔ شیطانوں کے دماغوں میں آ کر ان کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اگر کوئی گڑبگڑ محسوس ہو تو فوراً مجھے اطلاع دیں پھر ہم ان سے منٹ لیں گے۔

☆ ☆ ☆

تاشا ہوش میں آگئی تھی لیکن مغمم کی تھی۔ نہ بول رہی تھی، نہ سن رہی تھی۔ ارنکوف اسے نارمل حالت میں لانے کے لیے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔ آوازوں کی خیال خوانی کے ذریعے اس کی دماغی حالت معلوم کرنا چاہتا لیکن اس کے اندر سنا تھا۔ گہری خاموشی تھی۔ سوچ کی ایک لہر بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

وہاں گہرا سنا تھا۔ سوچ کی کوئی لہر سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ بولا ”اس نے منتر پڑھنے میں غلطی کی تھی۔ یہ ایسا کچھ ہے۔“

”میں نے اسے سمجھا تھا۔ منتر بہت مشکل ہے۔ بھول چک ہو جائے گی اسے نہیں پڑھتا چاہیے لیکن یہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ میرے متح کرنے کے باوجود اس نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔“

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں پہنچے۔ اس بار انہوں نے اس کے اندر خشک محسوس کی۔ اس کی سوچ تاریکی کی اس کے اندر دھند سی جھانکی ہوئی ہے۔ سفید اجلی اجلی سی دھند ہے اور دور رکھیں سے کچھ سنائی دے رہا ہے۔

ارنا بولی ”بیٹی! اب تم سوچنے لگی ہو۔ اب سن رہی ہو۔ ہمیں بتاؤ تمہیں کیا سنائی دے رہا ہے؟ اپنی ماں سے بات کرو بیٹی!“

وہ چپ تھی۔ اپنے بھائی اور ماں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خلا میں تنہا رہی تھی اور بہت دور سے آنے والی آواز کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پھر رفتہ رفتہ سنائی دینے لگی۔

بہت دور کوئی کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ یہ سننے ہی وہ دونوں چونک گئے۔ حیران و پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

پھر ارنابولی ”یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس پر تو روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے ہمارے منتر بے اثر ہو رہے ہیں۔“

”مما! اس طرح اس روحانی عمل کو روکنا ہوگا۔ جب ہی یہ نارمل ہو سکے گی اور ہم سے بات کر سکے گی۔“

وہ دونوں اس کے دماغ میں رہ کر پوری شدت سے منتر پڑھنے لگے۔ ان کی کوشش تھی کہ جو تلاوت کی آواز آ رہی ہے اس پر ان کی آواز ہماری بڑے اور وہ روحانی عمل کرنے والا واپس چلا جائے لیکن ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آوازوں نے کہا ”مما! آپ کیوں نہیں پڑھ رہی ہیں۔“

ارنا کوف ہلکتے خورہ لہجے میں بولی ”ہمیں مان لینا چاہیے کہ روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جاتا ہے۔“

”ہمارے پاس پراسرار علوم کی جتنی کتابیں ہیں انہیں پھر سے پڑھ کر دیکھنا چاہیے۔ شاید ہم کسی علم کے ذریعے روحانی عمل کا توڑ کر سکیں۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”میں ساری کتابیں پڑھ چکی ہوں۔ مجھے پراسرار کالے علوم کا ایک ایک سبق انہی طرح یاد ہے۔ کوئی ایسا منتر نہیں ہے جو اس وقت ہمارے کام آ سکے اور ہمارے تاشا کو نارمل حالت میں لا سکے۔“

”اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو روحانی عمل والے اسے مار ڈالیں گے یا باگل بنا کر چھوڑ دیں گے۔“

ارنا کوف نے دونوں ہاتھوں سے سر قہام لیا۔ بیٹی کی حالت پر رون آ رہا تھا۔ وہ آسو پوچھتے ہوئے بولی ”الہا کبہ رہی تھی کہ وہ مسلمان تمام کالا جادو جاننے والے افراد کو ختم کر رہے ہیں۔ فرہاد نے چندال کو گایا کہ مار ڈالا پھر سب سے بڑے چاؤرگ تاترک چھاراج جنگل بھٹا چار یہ کو بھی مار ڈالا ہے۔“

آوازوں نے بولا ”اور ان کا طریقہ کار دیکھیں۔ ممما! انہوں نے دلاؤ بڑی ہیر کے ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کر دیا ہے یعنی تیرا جادوگر بھی اس دنیا سے نابود ہو گیا ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے بعد ہماری باری ہے۔“

وہ بولی ”ہمارا پراسرار علم بار بار یہی کہتا آ رہا ہے کہ عدنان کو ہماری تاشا کی زندگی میں آ جانا چاہیے پھر یہ زندہ بھی رہے گی اور اسے عروج بھی حاصل رہے گا۔“

”مما! ہمارا مقدر فرہاد کی تیور سے ہی بننے والا ہے۔ ہمارا پراسرار علم یہ بھی تو کہتا ہے کہ پارس کی بیٹی انوشے کو میری زندگی میں آ جانا چاہیے۔ جب ہی ہم گردش سے نکلیں گے اور خوشی ہم سے دور ہوں گی۔“

”یہ خوشی کیسے دور ہوں گی؟ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے۔ ہم اب بھی اس کے سامنے تنک بھی نہیں پہنچ سکیں گے اور ادھر انوشے بھی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔“

”اپنا کب تاشا کے جسم میں حرکت ہوئی۔ وہ ذرا کسمپاسی پھر بننے لگی۔ وہ دونوں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ ارنابولی ”تم ہماری باتیں سن رہی ہو؟“

اس کے اندر پھر وہی کسی سنائی دی۔ آوازوں نے بولا ”تم فہم کیوں رہی ہو؟“

”یہ بے چاری تم دونوں کی محنتوں

پڑھ رہی ہے۔ تم ہمیں بیٹا اس قدر ٹوٹ چکے ہو کہ اپنے گھر کی ایک ٹکی کو بچا نہیں پارہے ہو اور ہمارے گھر سے ہماری اولاد کو چرا کر لے جانے کی باتیں کر رہے ہو۔“

وہ بڑی عاجزی سے بولی ”الہا میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کسی طرح تم سے رابطہ کروں۔ تم اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دو گی تو خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گی۔“

”جو باتیں کر دی کہ وہ میں سن چکی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغوں میں یہ خناس بھرا ہوا ہے کہ تمہارا بیٹا میری بیٹی کو حاصل کرے گا اور تمہاری بیٹی ہمارے عدنان کو ہم سے چھین لے گی۔“

وہ جلدی سے بولی ”نہیں..... نہیں..... اب ہم ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ ہم صرف اپنی تاشا کی زندگی چاہتے ہیں۔“

الہابولی ”تاشا کو زندہ رکھ کر کیا کر دی؟ یہ تو عدنان کے بغیر ادھوری رہے گی۔ تمہارا علم کہتا ہے کہ عدنان اس کے لیے ضروری ہے؟“

”جان سلامت رہے تو کوئی چیز ضروری نہیں ہوتی اور اب تو عدنان کو حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وہ بابا صاحب کے فولادی ادارے میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں ہم کا بھل کے ذریعے بھی پہنچ نہیں سکیں گے۔“

”چلو..... عدنان کی طرف سے تو عرض آگئی لیکن اپنے بیٹے آوازوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کی خوشی میری بیٹی انوشے کے بغیر دور نہیں ہوں گی؟ وہ اس کی زندگی میں آنے کی تو اسے فتح کا میابی حاصل ہوگی۔ یہ اس کے بغیر کیسے رہے گا؟“

وہ بولی ”اپنا! مجھے اپنی بہن کی زندگی عزیز ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہ زندہ رہے گی تو میں بھی انوشے کا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔“

ارنا بولی ”میں ابھی صرف ایک ماں ہوں۔ تم سے انتہا کرتی ہوں۔ ہم سے اب تک جو بھی غلطیاں ہوئی رہی ہیں، انہیں معاف کر دو۔“

”میں بھی اپنی انوشے کی ماں ہوں۔ تم سے ہاتھ جوڑ کر انتہا کرتی رہتی۔ تمہارے قدموں میں گر جانی کہ میری بیٹی کو مجھ سے نہ چھینو تم اپنے کالے علم کے بل پر مجھ جیسی ماں کو کھٹکرا دیتیں۔ جب ذہنوں پر غرور اور خود غرضی مسلط ہو جاتی ہے تو ماں بہن بیٹی کا رشتہ نہیں رہتا۔ تم آج ماں بن کر جذباتی باتیں نہ کرو اور جہاں تک تم لوگوں کو معاف کرنے کا سوال ہے تو یہ

کبھی نہیں ہوگا۔ ہم نے ملے کر لیا ہے کہ کسی بھی کالے علم جاننے والے شخص کو زندہ رہنے نہیں دیں گے۔
”یہ نہیں بتایا جا چکا ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں جادوگر جنم رسید ہو چکے ہیں۔ اب تم تین ماں بیٹا اور بیٹی رہ گئے ہو۔ تم تینوں بھی باری باری جاؤ گے۔“

”ہاں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ تم لوگ ہر حال میں ہمیں مار ڈالنا چاہو گے۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا ہوگی لیکن میں صرف تاشا کے لیے کبہ رہی ہوں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس نے آج تک کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ اچھی کالا جادو کیسے کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ آج روحانی عمل کے باعث اس کا یہ عمل بھی ختم ہو گیا ہے۔ تم فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے پوچھو کہ اس بے چاری کو کس جرم کی سزا دے دو؟ یہ تو بالکل بے گناہ ہے۔“

”روحانی عمل کرنے والوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود سمجھتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ بے شک تاشا کی صرف ایک جھوٹی سی غلطی یہ ہے کہ وہ عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن پیار سے دشمنی سے نہیں۔ اسی لیے یہ ابھی تک زندہ ہے اور شاید اس کی زندگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تم ماں بیٹے اپنی خیر مناد۔“

ارنا کو فک کہہ کر جاتی تھی تو وہ بولی ”اب کچھ نہ کہو۔ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ میں تاشا کے دماغ سے نکل آؤں۔ میں جاری ہوں۔ مشکل کے وقت ہم اپنے خدا کے آگے جھکتے ہیں۔ تم پر مصیبت آئی ہے جاؤ شیطان تمہارے آگے جھکو۔“

اس کے جاتے ہی پھر خلافت کی ایمان افروز آواز ابھر نے لگی۔ وہ ماں بیٹے تاشا کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہے تھے کہ اس کے اندر سفید اجلی دھند بڑھتی جا رہی ہے۔ ارنا کو فک گھبرا کر بولی ”بیٹے!..... دوسرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں شیطان معظم کا پتلا رکھا ہوا ہے۔ اسے فوراً لے آؤ۔“

آواز دن فوراً دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آواز دے کر پوچھا ”مما! وہ پتلا کہاں ہے؟ مجھے نہیں مل رہا ہے۔“ آپ آکر دیکھیں۔“

دو ماں سے اٹھ کر تیزی سے چل کر اس کمرے میں آئی پھر بولی ”مصدق کھول کر دیکھنا چاہیے۔ تم تو مجھ سے زیادہ بدحواس ہو گئے ہو۔“

وہ دونوں صدوق کے پاس آئے۔ اسے کھولا تو وہاں شیطان کا پتلا رکھا ہوا تھا۔ ارنا کو فک نے اسے اٹھالیا۔ پھر وہ ماں بیٹے تیزی سے چل کر دوسرے کمرے میں آئے تو وہاں تاشا نہیں تھی۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں

کتابیات پبلی کیشنز

دوڑتے ہوئے اس کھلے دروازے کے باہر آئے۔ دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ دونوں مکان کے باہر دوڑتے ہوئے گئے۔ ادھر ادھر دیکھا مکان کے کچھ تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

آواز دن بولا ”مما! ہم بدحواسی میں خیال غلط کر بھول گئے ہیں۔ ہمیں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔ وہ دونوں دوسرے کمرے میں خیال خوانی کے ذریعہ کے دماغ میں آئے تو وہاں سفید اجلی دھند چھائی ہوئی تھی۔ کلام پاک کی خلافت کی آواز ابھر رہی تھی۔ آواز دن بولا ”مما! اس کی سوچ کے ذریعے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ یہ وقت کہاں ہے؟ کہاں جا رہی ہے؟“

”ہمیں اس کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ یہ سفید دھند چلے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔“

وہ کہاں جا رہی تھی؟ وہ دنیا کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک بھی جاتی تھی تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ روک روک آغوش میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دھند چھٹنے لگی۔ وہاں ماں بیٹے نے دیکھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے تک پہنچ چکی تھی۔

وہ بڑا سارو رازہ اس کے لیے کھل رہا تھا۔ وہ قدرتی طور پر اس دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ماں اور بھائی باہر تھے کہ تاشا رک جاؤ آگے نہ بڑھو۔ دروازے کے اندر جاؤ۔ رک جاؤ تاشا۔

وہ دہلیز تک پہنچ گئی تھی۔ پھر انہوں نے اس کے دلہا میں جناب اسد اللہ تھریزی کی آواز سنی ”بیٹی! بسم اللہ پڑھو۔ سید حایا پاؤں اندر رکھو۔“

تاشا نے بسم اللہ پڑھ کر سید حایا پاؤں اندر رکھا۔ اس نے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹا اس کے دماغ سے یک لخت گل آئے۔ اس کا دماغ ان کے لیے لاک ہو چکا تھا۔

آواز دن تو ہوتا بکا رہ گیا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن کے دماغ میں راکگ اس کے کام نہیں آ سکے گا۔ اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بابا صاحب کے فولادی ادارے میں داخل ہو جائے گی۔

ارنا کو فک کو ایسا لگا جیسے بیٹی کے دماغ سے دھندلے باہر نکال دیا گیا ہو۔ وہ چکر کر زمین پر ہی پڑنے لگی۔ اس نے پہلے ہی کبہ دیکھا تھا کہ کالا جادو جانے والے ایک ایک کو کونیست واپس کر دیا جائے گا۔ اسے تین جادوؤں کی موت کا یقین ہو چکا تھا اور کبہ دیکھا تھا کہ اب وہ تین ماں بیٹے

دینا 47

بیٹی رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ایک ایک کر کے اس دنیا سے جائیں گے۔ اور اب اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بیٹی چلی گئی تھی۔ اگرچہ دوسری بیٹی لیکن بابا صاحب کے ادارے میں جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسے بھی واپس نہیں لاسکے گی۔ اس کی اکلوتی چوتھی بیٹی اس کے لیے مر چکی تھی۔

ان لوگوں کے لیے حیرانی کی بات تھی۔ کہ وہ بیٹا تاشا کو صرف چند سیکنڈ کے لیے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گئے تھے وہاں سے واپس پر وہ موجود نہیں تھی۔ وہ کالے جادو کے ذریعے چھتر زدن میں دنیا کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن ان کی بیٹی وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکی تھی۔

وہ دونوں اسے تلاش کرتے ہوئے مکان کے باہر آئے تھے۔ وہیں ارنا کو فک چکر کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ آواز دن بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے بولا ”مما! وہ تمام کالا جادو جانے والوں کو مار ڈالنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور وہ ایسا کر رہی ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ انہوں نے ہماری تاشا کو زندہ کیوں رکھا ہے اور اپنے پاس کیوں بلالیا ہے؟“

”ہماری تاشا ہمارے نام کالا جادو جاتی ہے۔ پھر اس نے آج تک کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا۔ صرف ان کے عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بدلے انہوں نے اسے حاصل کر لیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں شرکی خلافت کی کوئی کٹھن نش نہیں ہے اس لیے وہ تاشا کے دماغ سے کالے جادو کو دھوڑا لیں گے۔ اس کے ماضی کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ پھر اپنے دین اور طور طریقوں کے مطابق اسے ڈھالتے رہیں گے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“

”مما! اب تاشا کی نہیں اپنی فکر کرنی ہوگی۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”ہاں۔ اب ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہم سے کسی طرح کا سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ ہم رحم کی بجائے مانگیں گے تو وہ دم کرنا تو دور کی بات ایک ذرا سی ہمدردی بھی نہیں کریں گے۔“

”ہم رحم کی بجائے کیوں مانگیں ممما؟ کیا ہم اس قدر کمزور ہو گئے ہیں؟ جب حوصلہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر ہر حال میں موت ہے تو وہ پھر کسی سے زندگی کی بجائے نہیں مانگتے۔ اپنے بل پر اپنی ذہانت اور اپنے حوصلے سے موت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ زندگی حاصل کرتے ہیں ہم بھی یہی کریں گے۔“

دینا 47

وہ بولی ”میں نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی۔ اور ان روحانی عمل والوں سے بھی ہارنا نہیں چاہتی۔ مشکل یہ ہے کہ مجھے ان کا طریقہ کار نہیں معلوم ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم ان سے چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ کچھ عرصے روپوش رہ کر ان کے خلاف منسوب محاذ آرائی کریں گے۔ جب ہی ہم محفوظ رہ سکیں گے۔“

”ہمیں یہ مکان یہ جگہ شہر بلکہ یہ ملک چھوڑ دینا ہوگا۔ آئندہ انہیں ہمارا یہ ٹھکانا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ ہم روپوش رہ کر دیکھیں گے کہ ہمیں کہاں تک کامیابی ہو سکتی ہے؟“

وہ دونوں زمین پر بیٹھے رہے۔ سوچتے رہے پھر ارنا کو فک بولی ”میں اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کرتی رہتی ہوں کہ ہماری دنیا میں کیسے کیسے شہر زور موجود ہیں۔ ایک دن میں نے ٹائم میگزین میں ایک انٹرویو شخص کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ کوہ ہلا کی ترائی میں رہتا ہے۔ اس کے عقیدت مند بڑی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر کر اس کے پاس جاتے ہیں۔ اسے اپنا بیگوان مانتے ہیں۔ اس کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اپنی دلی مرادیں پوری کرتے ہیں۔“

آواز دن بولا ”آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ ہم وہاں جا کر اپنی دلی مراد پوری کر دیتے ہیں؟“

”میں نہیں جانتی کہ وہ ہمیں روحانی ثمر کرنے والوں کے خلاف تباہ دے سکے گا یا نہیں۔ میگزین میں اس کی جو بڑی سی تصویر شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس کی تصویر کی انگوٹھوں میں چھپا کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا۔ وہاں پہنچ بھی گئی تھی۔ اس کے خیالات بھی بڑھتی رہی تھی۔ اور وہ مسکراتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا کہ اگر میرے خیالات پڑھ چکی ہو تو جاؤ مجھے اپنا کام کرنے دو۔“

”عجب ہے..... آپ اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھیں۔ وہ آپ کے دماغ میں نہیں تھا۔ پھر بھی یہ سمجھ گیا کہ آپ اس کے خیالات پڑھ رہی ہیں۔ آپ بیٹی جیسی جاتی ہیں اور اس کے لیے خطرناک بن سکتی ہیں لیکن اس نے آپ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔“

”ہاں۔ وہ بہت پراسرار ہے۔ ہاتھیں کسی کسی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ میں نے کالے عمل کے ذریعے اس کے ذہن کو کمزور بنانا چاہا لیکن میرا جادو اس پر بے اثر رہا۔“

”پھر تو وہ بہت ہی پراسرار اور خطرناک ہے۔“

”لیکن وہ میرے لیے خطرناک نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ جواباً مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ لیکن اس نے میری خیال

کتابیات پبلی کیشنز

خوانی اور کالے جادو کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یوں نظر انداز کر دیا جیسے میں نادان بچی ہوں۔ نادانی سے ایک پہاڑ کو پتھر مار رہی ہوں۔

”لیکن ماما۔۔۔ اس پر اسرار غصہ کا۔۔۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے؟“

”سواری وردان دشوانا تھ۔“

”وردان دشوانا تھ کو یہ سمجھو تو ہونا چاہیے کہ آخر آپ کون ہیں؟ ٹیلی ویژن پر بھی جانتی ہیں۔ کالا جادو بھی جانتی ہیں۔ آپ اپنی صلاحیتوں سے نہ سہی۔ کسی دوسری حکمت عملی سے چھپ کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اسے آپ کی طرف سے کچھ تو اندیشہ ہونا چاہیے۔“

”میں بھی سچی سوچتی ہوں تو دوبارہ تم مجھ میں آتی ہیں یا تو اسے میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی ہے یا پھر اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔“

آوازوں انہی ماں کو دیکھ کر سوچنے لگا ”وردان دشوانا تھ ہندوستان میں ہے اور ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہندوستان کے شہر دہلی جا رہی ہے۔ اس سفر میں ولاڈی میرا سے گھرا ہوا تھا اور مجھ میں بھی کچھ کیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا کر فرہاد یا اس کے خاندان کے کسی فرد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہمارا جادو درحالیٰ عمل والوں کے سامنے بے اثر رہے گا۔ لہذا میں کبھی کالا جادو استعمال نہیں کروں گا۔“

اس نے ارنا کو ف سے کہا ”ماما! ہمیں ہندوستان جانا چاہیے۔ وہاں ہم ہمالا کی ترائی میں جا سکیں گے اور اس سے ملاقات کریں گے۔“

اس نے سوچتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ پھر بڑی متنا سے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا ”نہیں بیٹے! میں اپنی ایک بیٹی کو بھیجی ہوں۔ اب تمہیں کوننا نہیں چاہوں گی۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی میرا دم نکل جائے گا۔“

”ماما! جو ڈرتے ہیں وہ مہرتے ہیں۔ آپ نے کہا تھا جب دوسرے جادو گردوں کی طرح ہمیں بھی مرنا ہی ہے تو کیوں نہ مقابلہ کر کے اور زندہ رہنے کی کوشش کرتے موت کو گلے لگیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وردان دشوانا تھ ہمیں ایسی کوئی تدبیر بتائے گا جس پر عمل کرتے ہوئے ہم روحانی صل کرنے والے سے محفوظ رہیں گے۔“

وہ اٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام کر اسے زمین پر سے

اٹھانے لگا۔ وہ اٹھ کر بولی ”ہم وہاں جانے کے لیے ڈرتی ہوں کہ تم انوشے کو حاصل کرنے کی دیوانگی میں لکڑی کر بیٹھو گے؟“

”میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق مل کر دوں گا۔ انوشے وہاں کے شہر دہلی پہنچ گئی ہوگی ہم اس طرح نہیں جانیں گے سیدھے شمالی ہندوستان کی طرف جائیں گے جہاں وہ ہالا پہاڑ ہے۔“

وہ بیٹے کے سہارے مکان کی طرف جاتے ہوئے بولی ”ہاں۔۔۔ اب ہم چھپ کر رہیں گے۔ ہندوستان میں کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتائیں گے۔ کبھی کالے جادو کا ہلکا نہیں لیں گے۔ پہلے دشوانا تھ تک پہنچیں گے۔ اس کے بعد کوئی مضبوط اور مناسب لائحہ عمل بنائیں گے۔“

وہ دونوں اپنے مکان میں آکر ہندوستان جانے کی تیاری کرنے لگے۔

☆☆☆

مر ایک ماہ قبل عرصے سے شانتا بانی کے ساتھ رہا آرہا۔ شانتا بانی کی جوان بیٹی شیا مر چلی تھی۔ اس کی بہن اگلی بیٹی شیا مر بھی۔ اور شانتا بانی اس پر اصرار کرتی تھی۔ اس نے مجھے اپنا مستند خاص بنا رکھا تھا۔ میں اس کے اسپتال کے پھیلے ہوئے بڑسی کی نگہبانی بھی کرتا تھا۔ اور دشمنوں سے اسے تحفظ بھی دیتا تھا۔

اب اس کے تمام دشمن ایک ایک کر کے ختم ہو گئے تھے اور جو خفیہ گھنے تھے وہ دور رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھ گئے تھے۔ شیو سینا متھ جب جماعت کے ہندو مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے لیے کیسی فحش پلاننگ پر عمل کر رہے تھے۔ اس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ وہ سخت مند مسلمان مرد اور عورتوں کو لپیٹ کر کے اپنے کسی خاص اسپتال میں پہنچاتے تھے۔

پھر ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال لیے تھے اور اپنے ہندوؤں کو وہ اعضاء چیلے کے طور پر دیا کرتے تھے۔ میں نے اور میرے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں نے جب ان ہندوؤں کا محاسبہ کیا اور ان کے خاص لیزر کی آنکھیں دل گردے نکال لیے تب ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے مقابلے میں وہ اپنی متعصب اور مذموم حرکتیں جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اس لیے وہ ہار آ گئے تھے اور ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہار آ چکے ہیں یا پھر کچھ وقفے کے بعد پھر شر انگیزی شروع کرنا گئے؟

ایک دن میں اسپتال والے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا اور

دوبلا 47

ہم پر شانتا بانی نے کہا ”دیر جی۔۔۔ میں یہاں اسپتال آئی ہوں اور آپ کو کسی سے ملوانا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی آج آؤں؟“

”تم میری بہن ہو جنہیں اجازت لے کر نہیں آنا چاہیے۔ سیدھی چلی آؤ۔“

میں نے انٹر کام بند کیا۔ وہاں میرا نام دھرم دیر تھا۔ دیر کے معنی بہادر بھی ہوتے ہیں اور دیر بھائی کو بھی کہتے ہیں چونکہ دو بھائی باقی تھے۔ اس لیے دیر جی کہا کر گئی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی پھر اسے کھول کر ایک معمر خاتون کے ساتھ آئی۔ اس خاتون کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا۔ وہ بولی ”دیر جی! یہ میری بیٹی کی سہیلی عاصمہ ہے اور یہ اس کے شوہر عبدالرحمان ہیں۔ میں ان کے بارے میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

میں نے عبدالرحمن سے مصافحہ کیا پھر وہ تینوں میرے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شانتا بولی ”مجھے برس پہلے عاصمہ کی شادی عبدالرحمن سے ہوئی تھی ایک سال بعد ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا اب وہ چوبیس برس کا ہے۔ دو برس بعد پھر اس کے پاؤں بھاری ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بیٹی کی پہلی زچہ بھی اسی اسپتال میں ہوئی تھی اور دوسری کے لیے بھی میں اسے یہاں لے گئی۔“

”اس وقت کی لیڈی ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ کیس بہت الجھا ہوا ہے۔ آفیسر مینے کی میڈیکل رپورٹ سے پتا چلا کہ یہ دو بچوں کو ختم دینے والی ہے۔“

وہ رات وقت سے بولی ”وقت مقررہ پر اس کے یہاں دو بچوں کی ولادت ہوئی جو حیرت انگیز طور پر اپنے دائیں بائیں شانوں پالیوں سے اور کولہوں سے جڑی ہوئی تھیں بلکہ جڑی ہوئی ہیں اور وہ بائیں برس کی ہیں جوان ہیں، اب ان کی شانوں کا مسئلہ درپیش ہے۔“

بات سمجھ میں آ گئی۔ اگر وہ الگ الگ ہوتیں تو شادی کا کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہ شادی کے بعد اپنے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور دونوں کی شادی ایک ہی مرد سے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسا کرنے کے لیے ان دونوں بہنوں کو ایک دوسرے کے سامنے سب جلیان کر دینا ہوتا۔

ایسے ہی اور بہت سے مسئلے تھے۔ جنہیں میں سمجھ سکتا تھا۔ پھر میں نے انجان بن کر پوچھا ”مسئلہ کیا ہے؟“

عاصمہ اور عبدالرحمن نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر جھکا لیا۔ میں بولا ”کیا لڑکیاں شادی سے انکار کر رہی ہیں؟“

دوبلا 47

عاصمہ بولی ”نہیں میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ سہیلی کی طرح رہتی ہوں۔ ان کے دلوں کی باتیں جانتی ہوں۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن دوسرا الگ الگ ان کے شوہر بن کر آئیں گے تو دونوں میں سے کسی کو بھی غلط نصیب نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک شخص ان کا عیازی خدا بن کر آئے گا تو دوسری ان کی تنہائی میں موجود رہے گی۔“

شانتا بولی ”ان بے چاری لڑکیوں کی زندگی میں عجیب موڑ آ رہا ہے۔ جب یہ پیدا ہوئی تھیں تب میں نے بہت کوشش کی تھی کہ یہ ایک دوسرے سے الگ کر دی جائیں۔ یہاں کے ڈاکٹروں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے یورپ اور امریکا کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے بھی مشورے کیے۔ سب نے یہ کہا کہ انہیں الگ کیا جاسکتا ہے۔ ایک تجربہ کیا جاسکتا ہے لیکن زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ آپریشن کا کامیابی کی صورت میں یہ زندہ نہیں رہیں گی۔“

عاصمہ بولی ”میں ان ڈاکٹروں کو قلعی تجربہ کرنے کے لیے اپنی بیٹیوں کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے یہ قدرتی طور پر جڑی رہ گئیں۔ ابتدا میں ان کی پرورش میں بڑی دشواریاں پیش آتی رہیں۔ رفتہ رفتہ یہ بڑی ہو گئیں تو پھر خود ہی ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلنے پھرنے لگے۔ کھانے پینے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے لگیں۔ آپس کی محبت سے اپنی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرنے لگیں۔“

”آج یہ کامیاب ہیں۔ گھر گزشتہ کے سارے کام کر لیتی ہیں۔ گیارہویں جماعت کی طالبات ہیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے تعاون سے بڑی بڑی مشکلات کو اپنے لیے آسان بنایا ہے۔ لیکن یہی شادی کا مشکل مرحلہ آیا ہے اب یہ ٹھک بار کر فیصلہ کر رہی ہیں کہ شادی نہیں کریں گی۔ ضبط نفس سے کام لیں گی اور زندگی زندگی گزار دیں گی۔“

”میری دونوں بیٹیاں ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرتی ہیں کہ ان کے جسم جڑے ہوئے نہ ہوتے جب بھی وہ ایک دوسرے سے جڑی رہیں اور میری الگ نہ ہوتیں۔ میں ان کی ماں ہوں ان کی ایک بات پر بڑی پریشان ہوں کہ وہ بے حد شرمیلی ہیں۔ غلط میں کیسے حالات پیش آئیں گے اور وہ کیوں شرمائیں گی۔ یہ آپ سمجھ سکتے ہیں میں بیان نہیں کر سکتی۔“

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ”میں سمجھ رہا ہوں۔“

پھر میں نے شانتا بولی سے پوچھا ”تم انہیں میرے پاس لائی ہو تم مجھ سے کسا جانتی ہو؟“

وہ بولی ”دیر جی آپ نے میرے بڑے بڑے کتبیات پہلی کیشنر

دوبلا 47

دوبلا 48

کتبیات پہلی کیشنر

محل میں قیام ہوگا۔ تم وہاں بیٹیوں کو لے آؤ گے تو میرا سیکرٹری جنہیں پہچان لے گا اور سید صاحبہ سے پاس لے آئے گا۔“

عبدالرحمن اس سے رخصت ہو کر دہلی واپس آیا۔ مگر آ کر اس نے وردان دشوانا تھ کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر بولا ”وہ اگلے ہفتے یہاں آنے والے ہیں۔ میں نبیلہ اور جیلہ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ کچھ ایسا ضرور کریں گے جس سے ان کا پیچیدہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔“

یہ سواری وردان دشوانا تھ دعی پر اسرار شخص تھا۔ جس کا ذکر اراکوف اپنے بیٹے آوازوں سے کر چکی تھی۔ جس سے ملنے کے لیے وہ دونوں ماں بیٹا ہندوستان کے شمالی حصے کی طرف سفر کر رہے تھے۔

اراکوف کے بیان کے مطابق دشوانا تھ ٹیلی بیٹنی جانتا تھا۔ علم نجوم کا بھی ماہر تھا۔ سچی پیش گوئیاں کرتا تھا۔ قیافہ شناس بھی تھا۔ انسان کے ہاتھ پیر کی انگوٹھوں اور ناخنوں کو انگوٹھوں اور چہرے کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ کون کیسی شجر کیسا مزاج رکھتا ہے۔

اراکوف نے ٹیلی بیٹنی اور کالے جادو کے ذریعے اس پر اثر انداز ہونا چاہا تھا اور بری طرح ناکام رہی تھی۔ اس بات پر حیران ہوتی رہی تھی۔ کہ سواری وردان نے اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کیوں نہیں کی؟

وہ ماہر نفسیات بھی تھا۔ اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کر کے اس نے اسے شدید بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اب وہ اپنے بیٹے آوازوں کے ساتھ اس کی طرف پہنچتی چلی جا رہی تھی۔

میں ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ وردان دشوانا تھ کون ہے؟ اور کس قدر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے؟ اور اراکوف اس سے متاثر ہو کر اس کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے عبدالرحمن کے خیالات پر حاکم جو کچھ معلوم کیا تھا۔ وہ بس اتنا ہی تھا۔ کہ سواری وردان بہت دولت مند طاقتور شخص ہیں اور کچھ ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے جن کے ذریعے وہ عام لوگوں کی خدمت کرتا تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلواتا ہے۔

ابھی اس کی حقیقت میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ لیکن جلد ہی مجھے اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہونے والا تھا۔ وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

عبدالرحمن نے جب اپنی بیٹیوں کے تفصیلی حالات بتائے تو سواری وردان کو ایک ذرا دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس نے اب سے پہلے سنا تھا کہ یورپ یا امریکا میں ایسی جڑواں بیٹنیں

پیدا ہوئی تھیں۔ کہیں جڑواں بھائی بھی پیدا ہوئے تھے اور سب ابھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

اس نے پہلے کبھی جڑواں افراد کو نہیں دیکھا تھا۔ اب جیلہ اور نبیلہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جب عبدالرحمن وہاں سے واپس چلا گیا اور دونوں کے بعد اپنے گھر پہنچا تو سواری وردان بھی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ عبدالرحمن اپنی دونوں بیٹیوں کو بتا رہا تھا کہ سواری وردان کیسی پر اسرار اور باوقار شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے بات کرتے وقت نظریں جھک جاتی ہیں۔ اس سے نظر نہیں ملائی جاتی۔ اس کے احسان میں حقیقت مندوں اور ضرورت مندوں کا جہوم لگا رہتا ہے۔

اس کے باوجود وہ ایک ہفتے بعد یہاں آئے گا تو وہ دونوں سے ضرور ملاقات کرے گا اور تمہارے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔

جیلہ بولی ”ابو! اب ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ کو خواہا پریشان ہوتے ہیں۔ اتنی دور آپ نے ہمارے ترائی میں مشکل سڑکیا۔ آئندہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔“

ماں بولی ”بیٹی! تم کہتی ہو مسئلہ نہیں ہے۔ کیا تمہیں شادیاں نہیں کرنی ہیں؟“

نبیلہ بولی ”ہم نے فیصلہ کر لیا ہے ہم زندگی بھر شادی نہیں کریں گے۔ آپ دونوں کی خدمت کریں گے۔“

”خدمت کرنے کے لیے ہمارا ایک جوان بیٹا ہے ہم ہماری فکر نہ کرو۔“

سواری وردان خاموشی سے جیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے تھوڑے سے خیالات پڑے۔ اس کے بعد نبیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ بھی دعی تھی جو جیلہ کی تھی۔ یہ بتا چلا کہ دونوں بیٹنیں ایک وقت ایک ہی طرح سوچتی ہیں۔ کبھی دونوں کی سوچ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے تو وہ آپس میں بحث کرتی ہیں۔ پھر سمجھتا کر کے ایک ہی طرح سوچنے سمجھنے اور ایک ہی طرح زندگی گزارنے لگتی ہیں۔

وہ دونوں اپنے بیڑوم میں آئیں۔ پھر اپنے بیڈ پر لیٹ گئیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب ایک کا دل لینے کو چاہتا ہے تو دوسری بھی اس کے ساتھ لیٹنا چاہتی ہے۔ یہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا کہ ایک لیٹنا چاہے گی تو دوسری بیٹھنا چاہے گی۔

اس طرح وہ ایک دوسرے سے اختلاف پیدا کر کے زندگی نہیں گزار سکتی تھیں۔ یوں بھی قدرتی طور پر دونوں کی سوچ ایک جیسی تھی اور ایک وقت میں وہ ایک جیسی آرزو کرتی تھیں۔ اس لیے ان میں اس طرح کے اختلافات پیدا نہیں

ہوتے تھے۔

سواری وردان نے جیلہ کے دماغ میں شادی کی سوچ پیدا کی پھر دوسرے ہی لمحے میں نبیلہ کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑے۔ تو بالکل دعی سوچ وہاں پیدا ہو رہی تھی۔ دونوں شادی کے بارے میں ایک ہی طرح سے سوچنے لگیں۔

جیلہ بولی ”میں تو کہتی ہوں ہمیں شادی کا خیال بالکل ہی دل سے نکال لینا چاہیے۔“

نبیلہ بولی ”میں بھی یہی کہتی ہیں شادی مسئلہ بن گئی ہے اور جب ہم اس مسئلے کو حل کرنا چاہیں گے ہماری شادی ہوگی تو اور زیادہ پیچیدہ کیاں پیدا ہوں گی۔“

جیلہ بولی ”ہم بھی کسی آئیڈیل کے بارے میں سوچتی ہیں۔ اسے تصور میں دیکھتی ہیں۔ اس کے متعلق باتیں کرتی ہیں لیکن ایسا کوئی ہمارے سامنے نہیں آیا ہے بہتر ہے کہ کوئی ایسا سامنے آنے نہ دے نہ ہی ہمیں متاثر کرے۔“

نبیلہ بولی ”میں تو متاثر نہیں ہوں گی اور نہ ہی تمہیں ہونے دوں گی۔“

سواری وردان نے ایک کے چور خیالات پڑے پھر فوراً ہی دوسری کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑے تو ان کے اندر ایک چاہنے والے کی شہ پر خواہش چھپی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کی زندگی میں کوئی پیار کرنے والا آئے اور انہیں بھر پور محبتیں دیتا رہے۔

سواری وردان نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ جسمانی طور پر کیسی ہیں؟

اس نے ان دونوں کے اندر لباس تبدیل کرنے کی خواہش پیدا کی۔ ایک نے کہا کہ میں لباس بدلنا چاہتی ہوں۔ دوسری نے کہا ”میں بھی چاہتی ہوں لیکن آج صبح ہی تو ہم نے لباس تبدیل کیا ہے؟“

”تو کیا ہوا شام ہو رہی ہے اور اچھی خاصی گرمی بھی ہو رہی ہے۔ ہمیں ٹپک کا کرت اور پاجامہ پہننا چاہیے۔“

وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئیں ایک کے ہاتھ نے دروازہ کھولا۔ ان کے ہاتھ نے لباس نکالا۔ ان کے جسم کا ادھر پر۔ ریشمے کی اور کوسے تک جڑا ہوا تھا۔ اس طرح ان کے دو ہاتھ تھے لیکن کوسے سے نیچے ان کی چار ٹانگیں تھیں۔

جب وہ بیچیاں تھیں تو ان کی ماں ان کا خاص لباس تیار کرتی تھی۔ تاکہ نیچے چار ٹانگوں تک بدن چھپ جائے اور اوپر سے ایک ہی ٹیٹیاں یا کرت ان دونوں کے جسموں کو ڈھانپ سکے۔ ایسا لباس برا نہیں لگتا تھا۔ اس کی تراش خراش اتنی عمدہ

سواری وردان نے اس سدا سہاگن کے ساتھ کئی دن کئی راتیں گزاریں تھیں اور اس کی دیکھ بھل بھی تیار کی تھی۔ اپنے تجربات بھی لکھے تھے۔ اب اس کے معلوماتی احاطے میں وہ جڑواں بیٹنیں آئی تھیں۔ دونوں ہی اسے اپنی طرف متوجہ رہی تھیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ان کے ساتھ بھی منت بنے تجربات کو دیکھ بھل میں ریکارڈ کرے گا اور اپنے تاثرات بھی لکھتا رہے گا۔

سواری وردان نے اس سدا سہاگن کے ساتھ کئی دن کئی راتیں گزاریں تھیں اور اس کی دیکھ بھل بھی تیار کی تھی۔ اپنے تجربات بھی لکھے تھے۔ اب اس کے معلوماتی احاطے میں وہ جڑواں بیٹنیں آئی تھیں۔ دونوں ہی اسے اپنی طرف متوجہ رہی تھیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ان کے ساتھ بھی منت بنے تجربات کو دیکھ بھل میں ریکارڈ کرے گا اور اپنے تاثرات بھی لکھتا رہے گا۔



قدرت کسی بھی بڑے الو کے تماشے دکھاتی ہے۔
ایسے غیر معمولی تماشے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔
میں نے اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں بے شمار عجیب و غریب سیران
کن حالات و واقعات اور محاملات کا مشاہدہ کیا تھا، اب
جیل اور نیلہ کی صورت میں ایک اور قدرتی عجوبہ کو دیکھنے والا
تھا۔ انہی کے ساتھ اب میرا واسطہ سوای دروان سے بھی
پڑنے والا تھا۔ میں اس وقت تک سوای دروان کے بارے
میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں تو بڑا لڑکھو، اور اس کی بیوی حاصہ
کے ساتھ ان کی جڑواں بیٹیوں سے ملنے ان کے گھر جا رہا تھا۔
میں ان کے گھر پہنچا۔ وہاں وہ دونوں بیٹیاں جیل اور نیلہ
میرے سامنے آئیں میں نے بھی زندگی میں پہلی بار جڑواں
لڑکیوں کو ایک ساتھ دیکھا۔
ان دونوں نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پیشانی تک
لے جا کر آداب کہا۔ میں نے کہا ”تسلیمات..... آؤ بیٹھو۔“
وہ چلتی ہوئی ایک بڑے سے صوفے پر آکر بیٹھ گئیں۔
میں انہیں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنے میں مجھ پر لگ رہی
تھیں۔ شانے سے کولہوں تک جڑی ہوئی تھیں۔ دھڑکے سے
سے الگ تھیں۔ چار تانیں تھیں چلتے وقت عجیب سی لگ رہی
تھیں۔ سوچا جائے تو بڑی مشکل زندگی گزار رہی تھیں لیکن وہ
بچپن سے اسی طرح رہتی آئی تھیں۔ اس لیے ان کے لیے اب
ایسی زندگی گزارنا آسان ہو گیا تھا۔
میں بولا ”تم دونوں کے بارے میں تمہارے اہل بو نے
مجھے بہت کچھ بتایا ہے پھر بھی میں پوچھتا ہوں کیا اس طرح
زندگی گزارنے میں اب بھی کوئی دشواری ہوتی ہے؟“
”ہاں..... کبھی کبھی ہوتی ہے لیکن ہم اس دشواری سے
گزر رہی جاتی ہیں۔“
میں نے پوچھا ”فرض کرو اگر کسی طرح سرجری کے
ذریعے تم دونوں کو الگ کر دیا جائے تو؟“
دونوں نے انکار میں سر ہلایا۔ نیلہ بولی ”ہم دونوں کبھی
ایک دوسرے سے الگ ہونا نہیں چاہیں گی۔“
جیل نے پوچھا ”کیا آپ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر
الگ کر دیا جائے تو آپ برداشت کریں گے؟“
میں نے انکار میں سر ہلایا کہا ”بے شک..... تم دونوں
ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئی ہو۔ تم دونوں کا بدن
ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ہے، جیسے تم دو دو ہوتے ہوئے
بھی ایک ہو۔“
”اور تم دونوں کو کاٹ کر الگ کرنا قتل کے مترادف
ہوگا۔“
نیلہ نے پوچھا ”آپ گاجر کا طوا کھانا پسند کریں گے؟“
کتلیات چلی کیلشتر

”بے شک..... میں نے سنا ہے تم دونوں نے ابھی
بتایا ہے۔ بس فوراً لے آؤ۔“
وہ دونوں خوش ہو گئیں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے
گئیں۔ میں انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ بیٹیاں ایک
دوسرے سے جڑی ہوئی چار تانگوں سے چل رہی تھیں۔ عجیب
سا لگ رہا تھا۔ جب وہ ایک ٹرے میں گاجر کا طوا رکھا اور
گلاس لے کر آئیں تو دونوں نے اس ٹرے کو اپنے ایک ایک
ہاتھ سے قلم رکھا تھا۔ یہ منظر کسی قابل دید تھا۔ بڑا عجیب سا
تماشا تھا۔
ایک نے اپنے ایک ہاتھ سے پلیٹ میں مجھے طوا نکال کر
دیا۔ دوسری نے جگ کا پانی گلاس میں ڈال کر میرے سامنے
رکھا پھر میرے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ اس گھر
میں ایسے صوفے اور کرسیاں تھیں جن میں دونوں ایک ساتھ
بیٹھ سکتی تھیں۔
حاصہ اور عبدالرحمن بیٹیوں کو تنہا چھوڑ کر وہاں سے
دوسرے کمرے میں چلے گئے تاکہ میں ان سے ذاتی قسم کے
سوالات کر سکوں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا پھر حلو ا کھاتے
ہوئے کہا ”شادی بہت ضروری ہے۔“
دونوں کی نظریں جھک گئیں۔ میں بولا ”ہندو دھرم میں
جو آدمی اور عورت شادی کرنا نہیں چاہتے وہ برہمچاری بن کر
زندگی گزارتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں بھی شادی نہ کرنے
والی لڑکیاں خن بن کے چرچ میں رہ کر زندگی گزار دیتی ہیں
لیکن تمہارے دین اسلام میں شادی کرنے کی تاکید ہے۔ تم
دونوں ایسے حالات سے گزر رہی ہو کہ تمہیں شادی کے لیے
مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اگر شادی کرنا چاہو تو تمہیں ایک ہی
فصل کے نکاح میں آنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم مجھ سے کچھ نہ
چھپاؤ۔ مجھ سے اس مسئلے پر بات کرو۔ میں اس مسئلے کا کوئی
آسان حل ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا۔“
جیل بولی ”لڑکیاں اپنی شادی کی بات پر شرماتی ہیں
لیکن ہم سے اس مسئلے پر اتنی زیادہ باتیں ہوتی رہتی ہیں، آئے
دن رشتے داروں یا آپ کی طرح ابو کے دوست شناساؤں
سے بھی ہمیں اس مسئلے پر بات کرنی پڑتی ہے۔“
نیلہ بولی ”پہلے تو ہم تیز اور ہوجاتی تھیں۔ شادی کرنے
سے انکار کر دیتی تھیں لیکن اب اپنے دل کی بات نہیں چھپاتا
چاہتیں۔ ہم شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن کیا بتائیں ہمیں شرم آتی
ہے۔“
”میں سمجھتا ہوں شرم و حیا عورت کا زیور ہے۔ میں یہ
زیور اتار کر چھیننے کو نہیں کہوں گا لیکن ایک راستہ ہے۔ شرم دنیا
دیوتا

”مسلح ہو سکتا ہے۔“

دونوں نے بے اختیار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ جب
نظریں ملیں تو انہوں نے پھر آنکھیں جھکا لیں۔ میں بولا۔
”ہمارے دہس میں بڑے بڑے تجربہ کار ماہر نفسیات ہیں۔
وہ تم دونوں کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے اور تمہارے ذہنوں میں
ایسی باتیں نقش کریں گے کہ تم اپنے ایک شہر کی موجودگی میں
شرم و حیا کو نظر انداز کر لے لو گی۔“
وہ میری بات سن کر چپ رہیں۔ جواباً کبھی بھی کیا سکتی
تھیں۔ میں نے پوچھا ”اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم شادی کے
لیے راضی ہو جاؤ گی؟“
دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر کچھ کہنے سے
بچپنا لگیں۔ میں دُعا تو تھا ان کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا
تھا۔ وہ اندر ہی اندر شادی کے لیے راضی تھیں لیکن زبان سے
کہنا نہیں چاہتی تھیں۔ ان کی جگہ کوئی آنکھیں اور سر کبہ رہے
تھے کہ وہ راضی ہیں لیکن ایک مشکل آڑے آ رہی تھی۔
جب میں نے ان کے ان کے خیالات پڑھے اور وہ مشکل
معلوم کی تو حیران رہ گیا مگر جان بوجھ کر انجان بنا رہا۔ خاموشی
سے انتظار کرنے لگا کہ وہ خود ہی اپنی مشکل بیان کریں۔
جیل نیلہ سے بولی ”تم بولو۔“
نیلہ نے کہا ”نہیں۔ تم بولو۔“
میں نے کہا ”تم دونوں کے دل و دماغ الگ ہیں لیکن
سوچ اور ارادے ایک ہیں۔ تم دونوں میں سے کوئی بھی بولے
گی تو وہ دونوں کے دلوں کی ترجمانی ہوگی۔“
آخر جیل بچپنا کر بولی ”ہم شادی کے لیے راضی ہیں
اور..... ایک..... شرم کو پسند بھی کرتی ہیں۔“
میں بولا ”تو پھر اس میں شرم مانے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ
ہوگا وہ تم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہی ہوگا۔ کیوں
نیلہ! جیل! کبہ رہی ہے ناں.....؟ تم بھی شادی کے
لیے راضی ہو؟ اور اس ایک شخص سے؟“
نیلہ نے اثبات میں سر ہلایا کہا ”جی ہاں۔ ہم دونوں
راضی ہیں۔ لیکن ایک مشکل ہے۔“
”میں سمجھتا ہوں تم دونوں کی رضامندی کے بعد کوئی
مشکل زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ بتاؤ کیا بات ہے؟“
وہ دونوں پھر جھکتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔
نیلہ بولی ”بات یہ ہے کہ جسے ہم دونوں پسند کرتی ہیں۔ انہیں
ہمارے ماں باپ اور خاندان والے بھی قبول نہیں کریں
گے۔“
”لہذا کیا بات ہے؟ کیا وہ شخص کوئی بچہ ذات کا ہے یا

کوئی جاہل غمخوار ہے تم دونوں کے معیار کا نہیں ہے؟“
”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے حد باوقار دولت مند
شہر دار اور بہت ہی نامور انسان ہیں۔“
”تو پھر تمہارے والدین اسے قبول کیوں نہیں کریں
گے؟“
”اس لیے کہ وہ ایک ہندو ہے۔“
میں ان کے خیالات پڑھ کر پہلے ہی بہت کچھ معلوم کر چکا
تھا لیکن میں نے حیرانی ظاہر کی اور پوچھا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟
کیا اس سے شادی کر کے اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتی ہو؟
ہندو بننا چاہتی ہو؟“
دونوں نے انکار میں سر ہلایا پھر جیل نے کہا ”ہمارا دین
تو ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ ہم ایک خدا اور اس کے رسول پر
ایمان رکھتی ہیں اور آخری سانس تک یہ ایمان برقرار رکھنا
چاہتی ہیں۔“
”میں جہاں تک دین اسلام کو سمجھتا ہوں۔ ایک غیر
مسلمت شادی کرنے کے بعد تم دونوں مسلمان نہیں رہو گی۔
خدا اور رسول کو مانتی رہو گی خدا کو بھی سجدہ کرتی رہو گی لیکن
ایک ہندو کے زیر اثر رہو گی تو خود کو مسلمان سمجھتے ہوئے بھی
مسلمان نہیں رہو گی۔“
”ادھا تیرا ادھا پتھر بن کر رہ جاؤ گی۔“
”میری باتیں ہمارے ذہن میں بھی پیدا ہوئی ہیں۔ ہم
کسی ہندو سے شادی نہیں کرنا چاہتیں لیکن کچھ میں نہیں آتا کہ
وہ کس طرح ہمارے دل و دماغ پر چھڑ گیا ہے؟ جب تک
جاگتی رہتی ہیں۔ اسے ہی سوچتی رہتی ہیں۔ سوئی ہیں تو اسے
ی خواب میں دیکھتی ہیں۔“
میں نے انجان بن کر پوچھا ”کیا وہ بہت ہی خوب رو
اور پرکشش ہے؟“
”کوئی غیر مسلم کتنا ہی خوب رو اور پرکشش ہو لیکن دل
اس کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ پہلے اپنا دین اہم ہوتا ہے۔“
نیلہ نے کہا ”ہمارے درمیان ایک جنگ جاری ہے اور
یہ بات مجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ اس شخص کے مقابلے میں
ہمارے دین کی اہمیت کم کیوں ہوتی جا رہی ہے؟“
”میری تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کوئی ساحر ہے
اور تم دونوں پر حیرت بھوک رہا ہے۔“
”ہمارے دل میں بھی یہی خیال آتا ہے جیسے وہ شخص
کوئی جادوگر ہے اور ہم پر جادو کر رہا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے
یہ خیال مٹ جاتا ہے اور ہم پھر اس کی حمایت و محبت میں
سوچنے لگتی ہیں۔“
میں نے پوچھا ”اس کا نام کیا ہے؟“
کتلیات چلی کیلشتر

”وہ شمالی ہندوستان کا بہت ہی مشہور اور معروف شخص ہے۔ اس کا نام سوامی وردان دشنا تھا ہے۔“
نبیلہ بولی ”وہ پچھلے مہینے یہاں آیا تھا۔ ہوٹل تاج محل میں اس کا قیام تھا۔ اب اس کے پاس ہمیں لے کر گئے تھے۔“
میں نے پوچھا ”کیا تم دونوں اسے دیکھنے ہی متاثر ہو گئی تھیں؟“

جیلہ بولی ”ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اس کی شخصیت میں رعب و دہرہ تھا۔ وہ ہمیں بڑی محبت سے مسکرا کر دیکھتا رہا اور بڑی نرمی سے گفتگو کرتا رہا۔ اس وقت ہمارے دلوں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ آئندہ کبھی اس کے ساتھ کسی طرح کی جسمانی وابستگی ہوگی۔“

نبیلہ نے کہا ”ہم جب وہاں گھر آنے لگے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہمارے دل سوامی وردان کی طرف کھینچے جا رہے ہوں۔ ہم نہ سوچتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچ رہی تھیں اور اس کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔“

میں نے پوچھا ”نماز پڑھتی ہو؟“
”ہم پانچ وقت کی تو نہیں پڑھتیں لیکن ایک آدھ وقت کی ضرور پڑھتی ہیں اور اس تو نماز پڑھنے کے دوران میں بھی اس کا خیال آتا رہتا ہے۔ ہم ذہن کو جھک کر اس کے خیال کو دل سے نکالنا چاہتی ہیں مگر پتا نہیں میں کیا ہو گیا ہے؟“

نبیلہ بولی ”ہم کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے ہی پوچھتی ہیں۔ کیا عشق اسی کو کہتے ہیں کہ انسان دنیا کو بھی بھول جاتا ہے دین کو بھی بھول جاتا ہے اور ایک ہی شخص کے خیال میں گم ہو جاتا ہے۔“

میں نے کہا ”ایسا عشق میں بھی ہوتا ہے اور جادو سے اڑ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ عشق داکی ہوتا ہے۔ محبت کا روگ تو ساری زندگی دور نہیں ہوتا لیکن جادو کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ سوامی وردان غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے جادو کر رہا ہو اور ہر اسرار علم کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں پر مسلط ہو رہا ہو اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ عارضی کیفیت ہوگی۔ اس کے بعد تم دونوں اس لمحے سے نکل آؤ گی۔“

جب ہی میں نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سوامی وردان میرے دماغ میں پہنچ کر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ ہم سب پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ کوئی مخالف ٹیلی ٹیجی جانتے والا ہمارے اندر آ کر ہمارے وہی خیالات پڑھتا ہے جو ہم اسے پیش کرتا چاہتے ہیں۔ مثلاً میں دھرم دیر کے روپ میں تھا۔ میں نے دھرم دیر کی

جو ہنری اپنے ذہن میں مرتب کی تھی۔ وہ اسی ہنری کو پڑھ کر تھا۔ اس سے آگے فرما دلی تھور کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتا تھا۔

وہ پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ میں ذات کا ہندو ہوں اور میرا نام دھرم دیر ہے اور میں شامٹا ہائی کا بہت ہی قابل اہم شخص ہوں۔ اہل ہوں اور اس کے اسپتال کے قیام کا رو بار کو کنٹرول کر رہا ہوں۔

وہ جیلہ اور نبیلہ کے حواس پر مدی طرح چھایا ہوا تھا۔ نبیلہ نے اس کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا ”کیا آپ کی جادو کر کے ذریعے سوامی وردان کے جادو کا فو ذکر داسکتے ہیں؟“

”میں کی جادو کر کو نہیں جانتا اور نہ ہی جادو کرنے پر یقین رکھتا ہوں۔ میں تم دونوں کے لیے کسی بہت ہی بڑے تجربے کا ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کروں گا۔ وہ تمہارا نفسیاتی تجربہ کرے گا اور تمہیں قائل کرنے کی کوشش کرے گا کہ ایک غیر مسلم کے عشق سے باز آ جائیں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر پاؤں گا۔“

میں اپنی مجبوریوں ظاہر کر کے یہ ثابت کر رہا تھا کہ میرے ذرائع محدود ہیں اور میں اس کے سحر کا فو ذکر کرنے کے لیے کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتوں گا۔

اسے بڑی آسانی سے میرے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود انجان بن رہا تھا۔ اس طرح اسے یقین ہو گیا کہ میں کسی غیر معمولی صلاحیت کا حامل نہیں ہوں بلکہ ایک عام آدمی ہوں اور آگے چل کر اس کے راتے کی دیوار نہیں بن سکتوں گا۔

میں نے وہاں سے رخصت ہوتے وقت ان لڑکیوں کے والد عبدالرحمن سے بھی یہی کہا کہ ان کے سلسلے میں کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔ وہ بولا ”لیکن ایک بات جو میں نے شامٹا ہائی کے سامنے نہیں بتائی اب بتانا چاہتا ہوں۔“

میں نے کہا ”بے شک..... آپ مجھ سے کوئی بات نہ چھپائیں۔“

”میری دونوں لڑکیاں حریہ مسائل پیدا کر رہی ہیں۔ ان کی ماں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ایک ہندو سے متاثر ہو رہی ہیں اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتی ہیں۔“

مجھ وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا ”آپ برا نہ مائیں۔ آپ بھی ہندو ہیں لیکن آپ کی بیٹی کسی مسلمان سے شادی کرنا چاہے گی تو کیا آپ راضی ہو جائیں گے؟“

میں بولا ”نہیں..... میں پہلے اپنی بیٹی کو سمجھاؤں گا کہ اپنے دھرم میں رہ کر اپنے ہی دھرم کے کسی جوان سے شادی کرنا چاہیے۔ اتنے بڑے دہس میں ہندو مسلمان مل جل کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں لیکن جب مذہب اور دھرم کی بات ہوتی ہے تو ذرا احتیاط ہو جاتے ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہم اپنے دھرم اور اپنے دین کے مطابق چلیں۔“

میں نے اس کے شانے کو جھپک کر کہا ”میری بیٹی کسی مسلمان کی طرف مائل ہوگی تو میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گا اور اس کی پسند پر اعتراض بھی کروں گا لیکن ہم بزرگ اپنی اولاد کو صرف نصیحتیں کر سکتے ہیں۔ ان پر زور زبردستی نہیں کر سکتے۔“

”لیکن کسی حکمت عملی سے انہیں باز رکھ سکتے ہیں۔“
”ہاں..... ایک حکمت عملی تو یہ ہو سکتی ہے کہ مجھے اس ہندو شخص سے ملوانیں جس سے یہ دونوں متاثر ہو گئی ہیں۔ میں اسے بھی سمجھانے کی کوشش کروں گا۔“

وہ انکار میں بولا ”آپ اسے نہیں سمجھا سکیں گے۔ وہ بہت ہی دولت مند اور طاقت ور ہے۔ اس کے ہزاروں عقیدت مند ہیں اور سب اسے دانش مند سمجھتے ہیں پھر وہ دانش مند آپ کی دانش مندی کو کیوں قبول کرے گا؟“

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ”آپ درست کہتے ہیں پھر تو بس یہی نتیجہ ہے کہ کسی بہت ہی تجربہ کار ماہر نفسیات سے ان کا نفسیاتی تجزیہ کروایا جائے۔ وہ شاید ان کے دماغ میں یہ باتیں نقش کر سکے کہ اپنے ہی دین و تہذیب اور طور طریقوں کے مطابق شادی کرنی چاہیے۔“

عبدالرحمن بولا ”ہو سکتا ہے کوئی ماہر نفسیات انہیں اس بات پر قائل کرنے کے سلسلے میں کامیاب ہو جائے لیکن مجھے امید نہیں ہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔“

”ہاں..... بتائیں کیا ترکیب ہے؟“
”میں کی چٹا ناز کرنے والے کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تو بھی محل کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کر دے گا کہ انہیں کسی ہندو کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اپنے مذہب کے مطابق کسی مسلم سے شادی کرنا چاہیے۔“

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ”یہ ہو سکتا ہے۔ تو بھی محل کے ذریعے ان لڑکیوں کے خیالات میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔“

میں سمجھ رہا تھا کہ سوامی وردان عبدالرحمن کے دماغ میں

رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ میں نے کہا ”میں کسی خوبی عمل کرنے والے کو نہیں جانتا۔ کیا آپ جانتے ہیں؟“
”ہاں..... میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ آج شام کو ہی اس سے ملنے جاؤں گا اور اسے بیٹیوں کے حالات بتاؤں گا۔“
”آپ کی بیٹیوں کے مسائل اتنے پیچیدہ ہیں کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکتوں گا۔ آپ کے لیے دعا کروں گا کہ آپ کے تمام مسائل حل ہو جائیں۔“

میں عبدالرحمن سے مصافحہ کر کے چلا آیا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ دو مسلم لڑکیوں کو ایک ہندو کے شر سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ میں کس طرح کروں گا۔ اس کی منصوبہ بندی لازمی تھی اور اس مسئلے پر میں گہری غمیدگی سے غور کرنے لگا۔

میں کارڈرائیو کر رہا ہوا شامٹا ہائی اسپتال کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک الپا کی آواز سن کر میں نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ وہ کہہ رہی تھی ”پاپا! میں اور پارس آپ کی پوتی انوشے کے ساتھ دہلی پہنچ گئے ہیں! آپ سے ملاقات کب ہو سکے گی؟“

میں نے پوچھا ”تم لوگوں نے فی الحال قیام کہاں کیا ہے؟“

”ہم ایک عام سے ہوٹل میں ہیں۔ تاکہ دشمنوں کو ہماری اصلیت کا پتہ نہ چلے۔ کوئی ہم پر شبہ نہ کر سکے۔“

”میں سمجھا رہا ہوں کہ تو کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں ایک گھنٹے بعد تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔“

”آپ کی پوتی آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔“

میں نے انوشے کو مخاطب کیا ”ہائے دادا کی جان!..... کیسی ہو؟“

وہ خوشی سے چپک کر بولی ”مگر ہنڈ پاپا!..... میں آگئی ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ابھی ملنا چاہتی ہوں۔“
”میری جان!..... ڈرامبر کرو۔ یہاں ہمیں نت نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت بھی یہی صورت حال ہے پھر بھی میں ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آؤں گا جس میں ایک ہائٹ گاہک پہنچاؤں گا۔ وہاں تم تینوں لیے مرے تک اپنی شناخت تبدیل کر کے ایک نئے روپ میں رہ سکو گے۔“

”مگر ہنڈ پاپا!..... آپ ایک گھنٹے بعد آنے کی بات کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد دو یا چار گھنٹے بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ شخص نام نہم بتائیں۔“

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا ”اس وقت میری گھڑی میں بارہ بج کر تیس منٹ ہوتے ہیں۔ میں ایک بج کر تیس منٹ پر تمہارے پاس ہوں گا۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے اندر پہنچ کر تمہیں بکس کروں گا۔“

”اوہ گریڈا.....! یہ ایک گھنٹا کیسے گزرے گا؟“ میں نے جتنے ہوئے رابطہ قائم کیا پھر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ مجھے ان کے آنے کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ پتا نہیں ان تینوں کو یہاں کتنے عرصے تک قیام کرنا ہوگا؟ لہذا میں نے تینوں کے لئے شادی کا راز اور پاسپورٹ بنوا لیے تھے۔ ان کے لئے کاغذات کی موجودگی میں کوئی ہم پر شبہ کرنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

کبریا اپنا بلا کے ساتھ اسٹیبل کے ایک ہوٹل میں تھا۔ سونیا نے اپنا بلا کو وارننگ دی تھی کہ وہ اگر اپنی زندگی کو طویل کرنا چاہتی ہے تو ہوٹل سے باہر نہ نکلے۔ باہر نکلے ہی نہیں سے کوئی اندیشہ کوئی آئے گی اور اس کی زندگی کو کھٹا جائے گی۔ وہ سونیا کو وہاں بارہو کا دے چکی تھی۔ اب معافی کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے سزائے موت سنائی تھی۔ بس اتنی مہربانی کی تھی کہ اس کے زندہ رہنے کے لیے ایک راستہ کھول دیا تھا اور راستہ یہی تھا کہ جب تک وہ اس ہوٹل کے اندر رہتی، جب تک زندہ رہتی، باہر نکلے ہی اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا اور وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا جو کہتی ہے۔ وہ پورا کرتی ہے۔

کبریا ایک ہاڈی گاڑی کی حیثیت سے اس کا احاطہ حاصل کر چکا تھا۔ ایک بینک میں ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ گولیوں کی زد میں آ سکتی تھی۔ ایسے وقت کبریا نے اس کی حفاظت کی تھی۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ جو بچ گئے تھے انہیں قانون کے حوالے کیا تھا۔ اپنا بلا اس کی جوان مردی سے متاثر ہو گئی تھی اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے اپنا ہاڈی گاڑی بنا کر رکھے گی۔

پہلے اس نے کبریا سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ بھی ٹیلی ویژن جاتی ہے اور سونیا جیسی خطرناک عورت کو دھوکا دے رہی ہے۔ جبکہ کبریا اس کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف تھا اور دوسری طرف سونیا جیسی اپنی ماں سے بھی رابطہ رکھتا تھا۔ سونیا نے اسے کہا تھا کہ وہ اپنا بلا کے ساتھ رہے۔ اس کے ساتھ اسرائیل جائے۔ وہ وہاں الپا کی جگہ سنبھالنے والی ہے اور ان بیہودی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔ کبریا اس

کے قریب رہ کر بیہودیوں اور اس کی سازشوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

جب سونیا نے اپنا بلا کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی تو اس نے مجبور ہو کر کبریا کو اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ٹیلی ویژن جاتی ہے اور سونیا جیسی ایک خطرناک عورت اس کی دشمن ہو گئی ہے۔ ہوٹل کے باہر پتا نہیں اس کے کتنے آلہ کار چھپے ہوئے ہیں؟ وہ باہر جانے کی تو زعمہ واپسی نہیں ہوگی اور باہر جانا بھی ضروری ہے۔

اس کے جواب میں کبریا نے کہا ”تو پھر باہر جانا کھل ضروری ہے؟ جب یہاں تحفظ دلا سکتی ہے تو سبکیں رہ جاؤ۔“ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا میں ساری زندگی اسی ہوٹل میں رہوں گی؟“

”مغرید پانے والے ایک گھڑی میں ہی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔“

”جو اس صحت کر دے۔ میں نے تمہیں کس لیے ہاڈی گاڑی بتایا ہے کیا تم میری حفاظت نہیں کر سکتے؟ مجھے حفاظت سے باہر نہیں لے جاسکتے؟ ہمیں کل تک کسی طرح بھی باہر نکال دے اور ان پورٹ تک پہنچا دے۔“

اس نے کبریا پر تنویدی عمل کیا تھا۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بھی یہی ظاہر کیا تھا۔ اس نے بڑی تابعداری سے کہا ”ٹھیک ہے۔ میں کل تک کوئی ایسی تدبیر کروں گا کہ باہر نکلنے سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور مجھے بھی فائدہ پہنچنا چاہیے۔ ہاڈی کا مطلب یہ بدن۔ گاڑی کا مطلب ہوتا ہے حفاظت کرنے والا۔ تمہارا تمہارے بدن کی حفاظت کرتا ہوں۔ یہ بدن پورا نہ سہی تھا سناؤ ملتا چاہیے۔“

”یہ کیا جو اس کر رہے ہو؟“

”میں تمہاری حفاظت کے لیے جان پر کھیل جاتا ہوں۔“

”کیا اس کا صلہ نہیں ملتا چاہیے؟“

”اس کے صلے میں تمہیں ہمارا نخواستہ ملے گا اور میں نے اپنے اس نخواستہ کو دے گا۔“

”نخواستہ کم کر دو۔ بدن کی سو قات میں سے کچھ دو۔“ اس نے غصے سے اسے دیکھا پھر کہا ”تم میری مجبور ہوا سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟ میں تمہیں حکم دیتی ہوں میرے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچا کرو۔ آئندہ سوچو گے تو مجھے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

اس نے ایسے سر جھکا لیا جیسے واقعی تابعدار ہو اور آئندہ کبھی وہ اس کے بارے میں ایسی باتیں سوچے گا بھی نہیں۔ بعد میں اس نے بڑی چالاکی سے اپنا بلا کو دماغی طور پر کمزور بنادیا۔ اس کا ذکر پہلی قسط میں ہو چکا ہے۔ ایک انجینی نے کمرے میں آکر اپنا بلا پر حملہ کیا تھا اور اسے زخمی کر کے چلا گیا تھا۔ جب وہ پریشان تھی۔ زخمی ہونے کے بعد وہ اس حد تک کمزور ہو گئی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی ویژن جانے والا دماغ میں آ سکتا تھا اور سونیا اپنے ٹیلی ویژن جانیے والے کو اس کے اندر بھیج کر اسے اپنی تابعدار اور معمول بناسکتی تھی۔

کبریا اسے تسلی دیتا رہا ”ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اسے اپنے اندر محسوس کرنا چاہیے کہ کوئی ٹیلی ویژن جانے والا ایسا کر رہا ہے یا نہیں؟“

اپنا بلا اپنے اندر محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی اور مطمئن ہوتی رہی کہ کوئی بھی ٹیلی ویژن جانے والا اس کے اندر نہیں آ رہا ہے بلکہ وہ کھلم کھلا مار کھائی۔

دوسرے لفظوں میں کبریا نے غیر محسوس طریقے سے اسے ٹیلی ویژن کے لیے تھک تھک کر سلا دیا پھر جیسا کہ سب ہی ایسے موقوفے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس نے بھی فائدہ اٹھایا اور اسے اپنی معمول اور تابعدار بنالیا۔

وہ دیکھنے تک تنویدی نیند سوتی رہی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ بہت ہی ذہین، چالاک اور مکار تھی۔ اس نے نہ صرف دلاڈلی ہمارا نخواستہ اور آوازوں کو اپنے حوالے میں گھلت دیکھی بلکہ تمام ٹیلی ویژن جانے والوں کو بے وقوف بنائی رہی تھی کہ عدنان اس کے قہقہے میں نہیں ہے۔ جبکہ وہ اسے خود اس کے اسرائیل لے جانا چاہتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں اس نے سونیا کو بھی وہاں بڑی چالاکی سے دھوکا دیا تھا۔ اب میری بار خود مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

ایک تو یہ کہ عدنان اس سے چین لیا گیا تھا اور اب وہ باہا صاحب کے ادارے میں پہنچا ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ سونیا نے اس کے لیے سزائے موت مقرر کر دی تھی۔ اس کے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ کبریا اسے کسی طرح بحفاظت اسرائیل پہنچا دے۔

اسرائیل اکابرین اپنے ملک میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے یقین دلایا تھا کہ وہ جلد ہی وہاں پہنچنے والی ہے۔ لیکن ابیب میں الپا کا ایک شاندار عمل تھا۔ جہاں وہ رہا کرتی تھی۔ اس نے جب سے اسرائیل کو ہیٹھ کے لیے خیر باد کہا تھا۔ جب سے اسے منتقل کر دیا گیا تھا۔ اب اپنا بلا کے لیے اس عمل کو دوبارہ کھولا گیا تھا اور اس

کی حفاظت کے لیے ایسے جدید انتظامات کیے گئے تھے کہ اگر کبیرے کو کوڑے بھی رینگتے ہوئے محل میں داخل ہونا چاہے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا اور جگہ جگہ دی اسکریں پر نظر آ جاتا کہ کون کہاں سے اس محل میں داخل ہو رہا ہے۔ اپنا بلا نے اس محل کے سیکورٹی انفری آڈیٹنگ تھی پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ اس طرح اس کے چور خیالات بھی بدھتی رہتی تھی اور یہ معلوم کرنی رہتی تھی کہ وہ پردہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو رہی یا نہیں۔

وہ بیہودی اکابرین میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنا نہیں چاہتی تھی اور ان اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات بدھتی رہتی تھی۔ وہ بہت جتنا تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خود بھی اس محل میں نہیں جائے گی۔ اپنی جگہ ایک ڈی کو بھیجے گی اور وہ ڈی وہاں اپنا بلا بن کر رہا کرے گی۔

اس نے اس مقصد کے لیے ایک نو جوان اور حسین لڑکی کو تازہ کیا تھا۔ وہ بھی بیہودی تھی۔ اپنے گھر اور حالات سے تنگ آ کر وہ ملک چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ اپنا بلا نے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اسے نہیں جانا نہیں ہے۔ وہ جلد ہی ایک خاص مقصد کے لیے اسرائیل جانے والی ہے۔

اب وہ خود کبریا کی معمول اور تابعدار بن چکی تھی۔ اس کے تنویدی عمل کے بعد گہری نیند سو رہی تھی۔ جب تنویدی نیند پوری ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کبریا اس کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ وہ چاہے ہوئے بھی اعتراض نہ کر سکی۔ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق سو پنے لگی۔ ”میں نے اسے اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ ایک بہت ہی خوب رو جوان مرد ہے۔ اس نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔“

وہ بے اختیار اسے اپنی چاہشیں دینے لگی۔ اب سے پہلے بھی وہ دونوں ایک جان دو قالب ہوتے رہے تھے لیکن کبریا اس کی مکاریوں کے باعث اس سے بدظن ہو گیا تھا۔ دونوں میں علیحدگی ہو گئی تھی اور اب وہ دونوں بھل رہے تھے لیکن ایک انجینی کی طرح۔

کبریا جانتا تھا کہ یہ وہی حام ہے جسے وہ کئی بار لی چکا ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جسے اپنی مکاری کے باعث کھو چکی تھی۔ اسے بھر گئے لگا رہی ہے۔

وہ بڑی دیر تک خاموشی کی زبان بولتے رہے اور ایک دوسرے کو قوت لے رہے پھر کبریا بولا ”ماما سونیا نے تمہیں دھمکی دی ہے کہ تم اس ہوٹل سے باہر نکل نہیں پاؤ گی۔ اس کا

ایک راستہ یہ ہے کہ تم اپنی ایک ڈی تیار کرو۔ اسے اپنا پاسپورٹ اور کاغذات دے کر اس ہوٹل سے باہر بھیجو۔ میں بھی اس کے ساتھ ایک باڈی گاڑ کی حیثیت سے جاؤں گا۔ کیونکہ ہوٹل والوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔

اب اس ڈی اتار بیلا کے ساتھ مجھے دیکھیں گے پھر مجھے ہوئے دکن بھی ہم پر حملہ کریں گے۔ میں کسی طرح سے بچ بچا کر اس ڈی کو آؤر پور تک لے جاؤں گا۔ ادھر تمہارے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ تم دوسرے بہرہ پر میں یہاں سے فلو کی تو کوئی تم پر نہیں کرے گا۔

وہ بولی "میں بھی یہی منصوبہ بنا رہی تھی۔ ہم دونوں ایک طرح سے سوچتے ہیں۔"

"ہم دل دھان سے ایک ہو چکے ہیں۔ آئندہ بھی ایک ہی طرح سوچیں گے۔ اب تم اپنی ڈی بنانے میں مصروف ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

وہ اٹھ کر ہاتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس بیوڈی لڑکی کو ہوٹل کے اس کمرے میں بلانے والی تھی۔ جسے پہلے ہی اپنی معمولہ بچا چکی تھی۔ اپنے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کے مطابق اسے اپنی ہم شکل بنا کر وہاں سے اسرٹکل لے جانا تھا۔

جیسا کہ سونانے دھمکی دی تھی اس کے مطابق اسے اپنی حفاظت کے لیے ایسی ڈی تیار کرنی تھی۔ ان انجانے دشمنوں کو بھی دھوکا دینا تھا جو ہوٹل کے باہر اس کی تاک میں تھے۔ جبکہ حقیقتاً ہوٹل سے باہر کوئی اس کی تاک میں نہیں تھا اور ہوٹل کے اندر بھی کوئی نہیں تھا۔ البتہ اس کے اندر موت کی دہشت سا گہمی تھی۔

☆☆☆

سوامی وردان بڑی خاموشی سے جیل اور نیلے کے دل و دماغ کو مٹا کر تیار جا رہا تھا اور ان کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا۔ اس کے موجودہ طریقہ کار سے یہ اندازہ ہوا کہ ابھی اس نے ان دونوں پر تنوخی عمل نہیں کیا ہے ایسا کرنے کے بعد وہ پوری طرح اس کے نتیجے میں آ جا میں مجھوہ کبھی یہ نہ سوچیں کہ وہ ہندو ہے اس سے جذباتی طور پر وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر اس سے شادی کرنے کے لیے چلے گئیں۔

شاید وہ ان دنوں بہت مصروف رہتا ہوگا۔ اسی لیے اسے ان پر تنوخی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ مجھے بھی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اگر میں ان دونوں پر تنوخی عمل کرنے کی جلدی کرتا تو سوامی وردان کی وقت بھی ان کے دماغوں میں

آ کر مفلوم کر سکتا تھا کہ ان پر کوئی عمل کر رہا ہے اور میں یہ ابھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیچی جاننے والا ان دونوں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے اپنے بارے میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ میں ایک عام سا آدمی ہوں اور اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکوں گا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ میں کوئی ٹیلی پیچی جاننے والا یا غیر معمولی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہوں۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ آج رات کسی وقت ان پر تنوخی عمل ضرور کرے گا۔

پارس الہا اور انوشے وہاں آئے ہوئے تھے۔ میں ان سے ملاقات کرنے کے بعد جیل اور نیلے پر پوری توجہ دینا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی پوتی سے وعدہ کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ تینوں ہوٹل کے ایک بڑے سے کمرے میں تھے۔ مجھے دیکھ کر الہا نے سر جھکا کر سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ پارس آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ انوشے دور کھڑی مسکرا رہی تھی۔

الہا نے کہا "انوشے! دور کیوں کھڑی ہو؟ اپنے دل سے نہیں ملو گی؟"

وہ بڑی خوشی سے مسکرا کر بولی "پیاسے کو کنویں کے پاس آنا چاہیے۔"

میں بھی مسکرا کر بولا "ہاں دادا کی جان! میں تمہاری محبت کا پیاسا ہوں۔ تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔" یہ کہہ کر میں ایک قدم بڑھا تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ الہا اور پارس ہنسنے لگے۔ میں نے اسے چوم کر کہا "کتنی بڑی ہوئی ہو۔ اب تمہارا سر میرے سینے تک پہنچے گا ہے۔"

الہا نے کہا "یہ سات برس کی ہے مگر ابھی سے قد نکال رہی ہے۔"

پارس نے کہا "یہ سات برس میں سمجھو کار درخت ہے۔ چودہ برس میں سر و کار درخت ہوگی۔"

ہم سب بات بات پر ہنس رہے تھے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے پیار امنڈ رہا تھا۔ میں اپنی پوتی کو دیکھ کر تو نہال ہو گیا تھا۔ پیاری اور صحت مند مٹی۔ ذہانت اور حاضر دماغی اسے دور سے میں ملی تھی۔ حراز کے اخبار سے شوخ بھی تھی اور سنجیدہ بھی۔ اتنی ہی عمر میں روحانیت کی طرف مائل تھی۔ اسے اپنی والدہ کی آمد کے ساتھ رہ کر اس حد تک روحانی صلاحیت حاصل ہوئی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی دوست دشمن کو پہچان لیتی تھی۔

میں نے اپنے ہاں ہاپ کے ساتھ رہنے کے لیے انہی۔ اس کے بعد پھر باہا صاحب کے ادارے میں آمد پر سایہ رہتے ہوئے بہت کچھ کیئے والی تھی۔ بہت کچھ مل کر نے والی تھی۔

ہم سب مومنوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے بیگ میں پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکال کر انہیں دکھاتے دیکھا "یہ تمہارے نئے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ہیں۔ اس کے مطابق تم تینوں لندن سے آئے ہو۔ وہاں تقریباً پندرہ سال رہ چکے ہو۔ اچھا خاصا کاروبار ہے اور اب یہاں پر دوسرے کی مارکیٹ بڑھانے آئے ہو۔ اگر کاروبار چل رہا ہے تو اس مسئلہ قیام کر دو گے۔"

انوشے نے پوچھا "مگر پڑ پڑا! ہم اسی شہر میں آپ رہنا چاہتے ہیں گے ناں؟"

"جی! اور ہوگی تو اسی شہر میں۔ لیکن میرے ساتھ لیا۔"

میں نے چند کاغذات دکھاتے ہوئے کہا "ان وزارت کے مطابق تمہارے ہاں نے یہاں ایک بنگلا خریدا ہے۔ اچھی تم سب وہاں چل کر ہو گے۔"

وہ تینوں مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے نئے پورٹ اور کاغذات پر سرسری نظریں بھی ڈال رہے تھے۔ انوشے بولی "یہ بات میرے لیے اطمینان بخش ہے کہ مجھے ہاں ایک مسلمان کی حیثیت سے رہنا ہے۔ آپ کی طرح لائسنس نہیں رکھیں رہوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "جی! حالات کے مطابق ہمیں بدلنا ہے۔ ہمیں بدلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا۔ خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میں مسلمان پیدا ہوں اور مسلمان ہی مردوں گا۔ اب فوراً مسلمان پیک کرو اور مالاں سے چلو۔"

میں انہیں لے کر ایک نئے بنگلے میں آ گیا۔ انوشے نے انہیں ہار کر کہا "بہت اچھا بنگلا ہے۔ شہر میں ہونے کے باوجود یہاں علاقہ ہے۔ میں یہاں سکون سے عبادت کر سکوں گا۔"

وہاں میں نے ایک ملازم کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ بھی مسلمان تھا اچھا کھانا کھاتا جاتا تھا۔ میں نے کھانے کے دن میں انہیں وہاں کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ پھر ان دنوں کے بارے میں بھی بتایا تو وہ تینوں دلچسپی سے سننے لگے۔ میں نے کہا "بہتر ہے تم میرے دماغ میں

آؤ۔ میں تمہیں ان بہنوں کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے نفسی حالات معلوم کر سکو گی۔" وہ میرے دماغ میں آ گئی۔ میں نے کہا "سوامی وردان ان کے اندر آ جاتا رہتا ہے۔ لہذا بالکل خاموش رہنا اسے شہید نہ ہو کہ ہم ٹیلی پیچی جاننے والے ان بہنوں کے پاس آتے جاتے ہیں اور انہیں اس کے شر سے نجات دلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔"

میں نے اسے ان جڑواں بہنوں کے پاس پہنچا دیا۔ پارس بولا "پاپا! جب اس کے جڑواں لاکھوں عقیدت مند ہیں اور وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہے تو یہی دنیا جہان کی مفلومات رکھتا ہوگا۔ آپ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہوگا؟"

"وہ میرے نام اور کارناموں سے واقف ہوگا لیکن میری موجودہ حیثیت سے واقف نہیں ہے وہ میرے اندر آ چکا ہے۔ میرے بارے میں پڑھ چکا ہے اور مطمئن ہو کر گیا ہے کہ میں ایک ہندو ہوں اور میرا نام دھرم ویر ہے۔"

ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کے اندر پہنچتا ہے پھر ان کی قربت حاصل کرنے کے لیے کسی دن جسٹانی طور پر بھی ان کے قریب آئے گا۔ اس وقت ہم اسے دیکھ سکیں گے اور اس کی بہت سی کمزوریاں بھی معلوم کر سکیں گے۔"

"مجھے یہی انتظار ہے کہ وہ سامنے آئے۔ اب تم یہاں آگئے ہو وہ جیسے ہی نظروں میں آئے گا تو تم اسے دیکھو گے اور اس کے پیچھے پڑ جاؤ گے۔"

میں نے فرمان کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "لیس سر! میں حاضر ہوں۔ حکم کریں؟"

میں اسے جیل اور نیلے کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے بولا "واہ! یہ دونوں بینش تو جوہ ہیں۔"

"تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے بارے میں نفسیاتی معلومات حاصل کر سکو گے۔ الہا بھی ان کے خیالات پڑھ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں باری باری ان بہنوں کے اندر آتے جاتے ہو اور دھیان رکھو کہ سوامی وردان ان پر تنوخی عمل کرنے کب آئے گا؟ جب بھی وہ یہ عمل شروع کرے تو تم فوراً مجھے اطلاع دو گے۔"

وہ بولا "لیس سر! میں ان بہنوں کے اندر آ جاتا رہوں گا اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

میں نے اسے بھی ان بہنوں کے اندر پہنچا دیا۔ انوشے نے کہا "مگر پڑ پڑا! عصر کا وقت ہو چکا ہے۔ میں نماز

”ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے رب العالمین نے ہمیں عجب بہ بتایا ہے اسی طرح ہمارا دماغ بھی عجب بہ ہوگا اور یہ کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔“

سوائی و دروانِ سلیم یافتہ ہاشور اور جہاں دیدہ محض تھا۔
اے آسانی سے دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ چونکہ وہ دونوں
عجوبہ تھیں۔ اس لیے وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ ان کا
دماغ بھی عجوبہ ہوگا۔ وہ آسانی سے ان کا پیچھا چھوڑنے والا
نہیں تھا۔ میں ایک بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ان کے
اندر آتا جاتا رہے گا اور انہیں رفتہ رفتہ قائل کرنے اور اپنی
طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور یہ سمجھنے کی کوشش
کرے گا کہ کس طرح ان پر آسانی سے توغیغہ عمل کیا جاسکے
گا۔

پھر میں الپا سے بولا ”تم پاس اور الوشے کے پاس جاؤ
 انہیں جہاز کی ضرورت ہوگی۔ ویسے دقتاً فوقتاً ان جہنوں کے
 پاس آئی جانی رہا کرو۔“
 میں نے فرمان کو اپنے پاس بلایا۔ وہ خیال خوانی کے
 ذریعے میرے پاس پہنچ کر بولا ”جی فرمائیے.....؟“
 ”تم نے ان جہزوں میں جہنوں کے خیالات پڑھے وہ
 دلوں کا دغا کسی ہیں؟“

”ایک تو دیے ہی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔
دوئوں مجھ سے بھی ہیں۔ ہاں نہیں ان دونوں کے مقدر
ہے؟ انہیں شکل ہی سے محبت کرنے والا دلیر پانڈت
ہے۔“

”مہر.....! ان بہنوں کے لیے ایسا لاف بائز فضا ہے۔ جودل سے ان کی طرف مائل ہو اور میرا دل ان کی طرف سلطانہ کے لیے رو رہا ہے۔ آپ میرے جذبات کو سمجھیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ان بہنوں سے مجھ پر ہوا کر دں گا اور جی جان سے ان کے کام آؤں گا۔ ہم سب ہی اس سواہی کو ان بہنوں کی زندگی کے کل جانے اور جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اگر وہ باز نہیں آئے گا تو اسے مارا کی گھاٹ اتار دیں گے۔“

میں اس کے دلی جذبات کو سمجھ رہا تھا شرم سلطانہ کی

اسے ہم یاگل سہاری تھی۔ وہ ان بڑواں کے بیٹوں
پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ ہمیں نے اچھا ہی جانتا
صاحب کے ادارے سے ٹپل جتنی جاننے والوں کو بلایا
میں بولا، ”کوئی بات نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے سے
جتنی جاننے والے آئے ہیں۔ تمہیں بھی جب وقت ملے
ان بیٹوں کے پاس جا کر معلومات حاصل کر لیا کرو۔“
خاص بات یہ بتائی اچھے اطلاع دو۔ اب تم جا سکتے ہو۔

الپانے دوپہر کو مجھے مخاطب کیا پھر کہا ”سوامی وردان ان لڑکیوں کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد دوسرا راستہ اختیار کر رہا ہے۔ وہ ان کے ماں باپ کو ٹریپ کر چکا ہے۔ آپ عبدالرحمن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں وہ اس ہندو کو اپنا داماد بنانے کے لیے راضی ہو گیا ہے۔“

وہ دینی اصولوں کا پابند تھا۔ ایک ہندو کو کسی قبول نہیں کر سکتا تھا کیلئے بلکہ جبکہ اسے قبول کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بیوی عاصمہ سے اس سلسلے میں بات کی تو وہ بھی اسے دالاد جانے پر راضی ہو گیا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ سوامی نے حاصر اور عبدالرحمن پر پچھلی رات تنوخی عمل کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے دینی احکامات کو قبول کر ایک ہندو کی اندھی حمایت کر رہے تھے اور اسے دادام بنانا چاہتے تھے۔ دوسرے ہی دن عبدالرحمن نے اپنے بڑے بھائی اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کو بلا کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے۔ انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر وہ ایک ہندو کو دادام بنانے کا تو خاندان والے اس سے قطع تعلقی کر لیں گے۔

جیلہ فیلہ نے بھی اپنے خاندان کے بزرگوں سے کہا کہ
 ”میرا چاہنا پسند کریں گی لیکن کسی غیر مسلم سے کبھی شادی نہیں
 کریں گی۔“
 عبدالرحمن نے کہا ”مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں ہے جو
 تم جڑواں بہنوں سے شادی کرے۔“ ہمارے خاندان میں ۱۹۸۰ء

عامہ نے کہا ”یہ جو تمہارے خاندان والے ایک ہندو سے شادی پر اعتراض کر رہے ہیں تو کیا یہ تمہاری شادی کسی مسلمان سے کروا سکتے ہیں؟“

ماں بولی ”کوئی جوان لڑکیوں کو ساری عمر گھر میں بٹھا کر نہیں رکھتا۔“

میں نے الپا سے کہا ”سوئیچ دروازے کی بڑی زبردست چال چلتا ہے۔ عامرہ اور عبدالرحمن کو اپنے کنبے میں کس لیا ہے۔ لڑکیاں تنہا باہر دو دروازہ رکھی ہیں۔ رشتے داران سے ہمدردی کو کرتے ہیں لیکن اپنے جوان بیٹوں کے لیے ان کا رشتہ نہیں مانگتے ہیں۔“

”اب یہ بتاؤ ہم ان لڑکیوں کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟“
 معاملہ اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اب بھی خیال آتا ہے کہ
 آپ بھی جہانم ان لڑکیوں کے ہاں باپ پر غریبی عمل کریں۔
 وہ دونوں سوانی کے حجر سے ٹکلیں گے تو اپنے اس فیصلے پر
 چھتا نہیں گے۔ انہی بیٹیوں کو اس ہندو سے منسوب نہیں کریں
 گے۔“

”تم یہ بھول رہی ہو کہ ہم اس کے تنہی محل کا تو ذکر یہ
کے تو یہ بات صاف ظاہر ہو جائے گی کہ اس کے مقابلے میں
ٹیلی ویسٹی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔ ابھی وہ یہ سوچ کر
دھوکا کھا رہا ہے کہ وہ لڑکھا لہجہ۔ چار بار اسے لڑکھائی

محل انہیں کر رہا ہے۔ میں اسے فریب میں جلا رکھتا چاہتا ہوں۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ ہم ٹیلی بیسی جانے والے اس کے مقابلے پر ہیں تو وہ ان لڑکیوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے گا۔ انہیں خواہی کرنا سکا ہے۔ اگر وہ حاصل نہ ہو تو انہیں میرے ہتھیار ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

”ان لڑکیوں کے ساتھ کسی ایسے مسلمان کو شادی کرنا چاہیے جو ٹیلی بیسی جانتا ہو۔ وہ ان لڑکیوں کے دماغ میں رہ کر سوامی وردان کا مقابلہ کرے گا اور یہی سوچ کر میں نے فرمان سے چاہا تھا کہ وہ ان لڑکیوں سے شادی کر لے لیکن ابھی وہ سرسلطان کی موت کا صدمہ سہ رہا ہے اور ان لڑکیوں کی طرف شادی کے سلسلے میں مائل نہیں ہو رہا ہے۔ میں اسے جبراً نہیں کر سکتا کہ شادی کر لینی چاہیے۔“

”میں تو کہتی ہوں کوئی ٹیلی بیسی جاننے والا نہ ہو لیکن مسلمان ہو۔ وہ ان سے شادی کر لے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی ان کے دماغوں میں اس وقت تک جاتا آتا رہے گا۔ جب تک انہیں سوامی وردان سے نجات نہیں مل جائے گی۔“

ہم تھوڑی دیر چپ رہے۔ اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے۔ میں سوامی وردان کے خلاف اس کی محاذ آرائی کر رہا تھا کہ زیادہ پرہیزگار نہ ہو اور ہنگاموں کے نتیجے میں ان بہنوں کو نقصان نہ پہنچے۔ چپ چاپ سب کام ٹیلی بیسی ہو جانے اور بد نصیب لڑکیوں کو ایک ہندو شریک سے نجات مل جائے۔

میں نے الپا سے پوچھا ”بہت عرصے پہلے پارس نے تمہیں طلاق دے دی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد تم دونوں پھر ایک ساتھ رہنے لگے ہو۔ کیا تم دونوں نے پھر شادی کی ہے؟“

وہ بولی ”نہیں..... اوشے چاہتی ہے کہ ہماری شادی پھر سے ہو جائے اور ہم میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں اور اسے ماں باپ کی بھرپور محبت ملتی رہے۔ پارس اپنی بیٹی کو دل جان سے چاہتے ہیں۔ اس کی بات رد کرنا نہیں چاہتے لیکن میں نے اوشے کو سمجھایا ہے کہ ہم ماں باپ اور وہ بیٹی تینوں ہمیشہ ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ اسے تو بابا صاحب کے ادارے میں حدیث تربیت کے لیے جانا ہے اور اپنی گرہنڈا ما کے زیر اثر وہ کردو حانیت کے مراحل سے گزرنا ہے پھر پارس بھی اپنے معاملات میں مصروف ہو جائیں گے۔ میں بھی کہیں نکل جاؤں گی۔“

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”میرے لیے یہی بہت بڑا انعام ہے کہ پارس نے میری پچھلی تمام غلطیوں کو معاف کر دیا اور اب میرے ساتھ رہنے لگے ہیں۔ عارضی طور

پر یہی سمجھتا ہوں کہ اس کو مل رہا ہے۔“

میں نے کہا ”خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم دیکھتی آ رہی ہو۔ جناب اسد اللہ خیر کی تمہیں شروع سے ہی چاہتے ہیں۔ تمہیں کرتے رہے اور حاکمیت بھی کرتے رہے ہیں۔ تم بھی سچائی اور ایمان داری سے اپنی قوم کو چھوڑ کر ہمارا ساتھ دے رہی ہو۔ اسی طرح ہم بھی ساری زندگی تمہارا ساتھ دیتے رہیں گے۔ آؤ..... پارس کے پاس چلیں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس آ گئے۔ وہ بولا ”بابا.....! آپ ریز آ کر یہاں اوشے سے ملتے رہیں۔ ورنہ ہمیں پریشان کرتی رہے گی۔ ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نہیں آ سکتے تو وہ آپ کے پاس جانے لگی۔“

”میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اسے سمجھاؤں گا کہ میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ فی الحال ابھی تم سے بات کرنے آیا ہوں۔“

”کیا کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں..... ان دونوں لڑکیوں کے سلسلے میں یہ پریشانی ہے کہ کسی مسلمان گھرانے سے ان کا رشتہ نہیں آ رہا ہے اور جلد سے جلد ان کی شادی لازمی ہے۔“

”ہاں..... الپا نے مجھے بتایا ہے کہ عبدالرحمن نے اپنے خاندان والوں سے کہہ دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اگر کسی مسلمان گھرانے سے ان لڑکیوں کا رشتہ نہیں آئے گا تو وہ انہیں اس ہندو شریک سے منسوب کر دے گا۔“

”رشتے داروں میں کوئی ان کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہے اور یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ اس ایک ہفتے کے اندر کوئی مسلمان لڑکا ان سے شادی کرنے کے لیے آ جائے۔“

”پھر کیا کر سکتے ہیں بابا.....؟ کیا آپ کسی نوجوان کو ٹیلی بیسی کے ذریعے ان لڑکیوں کی طرف مائل کریں گے؟“

”اس طرح مائل کر دانا جبر کرنے والی بات ہوگی۔ کسی بھی جوان کو ان لڑکیوں کے ساتھ دل سے منسوب ہونا چاہیے۔ کیا تم ان کی طرف مائل ہو سکتے ہو؟“

پارس نے چونک کر الپا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس بات پر حیران ہوئی پھر مسکراتے لگی۔ وہ بھگپا کر بولا ”مگر بابا.....! میں نے تو ان لڑکیوں کو دیکھا تھا کہ نہیں ہے؟ پتا نہیں وہ کیسے حراج کی ہیں؟“

”ان کا حراج ایسا ہے کہ وہ محبت سے کسی بھی سانچے میں ڈھل سکتی ہیں۔ ذہین ہیں۔ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دوری لڑکیوں کی یہی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے لیکن

جو۔ بنادیا ہے مگر اس بات کا حق رکھتی ہیں کہ کوئی ان کی بھی زندگی میں آئے۔ وہ بھی کسی کو چاہنے اور چاہے جانے کی آرزو کرتی ہیں۔“

الپا بولی ”پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں ایک شریک سے بچانا ہے۔ انہیں موجودہ حالات میں بھی اور آئندہ بھی تحفظ دینا ہے۔ تم کیا کہتے ہو پارس؟“

وہ بھگپا کر بولا ”بابا.....! آپ نے اچانک ایسا فیصلہ سنایا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔“

”جینے میں نے کوئی فیصلہ نہیں سنایا ہے۔ اگر تم دل سے ان کے کام آنا چاہو گے اور تمہاری طبیعت بھی ان کی طرف مائل ہوگی۔ جب ہی بات بنے گی۔ میں تو تم دونوں سے مشورہ کر رہا ہوں۔ اسے میرا فیصلہ نہ سمجھو۔“

الپا نے کہا ”آپ کا مشورہ پارس کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔ پتا نہیں..... ان بہنوں کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ لیکن ہم جس حد تک ان کا نصیب سنوار سکتے ہیں۔ سنوار دیں۔ اگر پارس ان سے شادی کریں گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان رہ کر پارس کو بہت کچھ بتاتی رہوں گی اور ان کے کام آتی رہوں گی۔“

وہ بولا ”بابا.....! آپ کا مشورہ ہی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ جو بھی کہیں گے وہ کروں گا لیکن اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ الپا سے بھی کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو کہیں گے وہی ہوگا۔“

میں الپا اور پارس کو تنہا چھوڑ کر اپنی جگہ دائمی طور پر حاضر ہو گیا۔ فی الحال یہی تدبیر مجھ میں آئی تھی کہ سوامی وردان دشوئا تھ کے مقابل پارس جیسے ہی زبردست کو آنا چاہیے۔ وہی اس کے چکے چمڑائے گا۔

☆☆☆

ارنا کوف اور آواز دزن ہندوستان پہنچ گئے۔ آواز دزن نے ولاڈی میر کی آخری سانسوں کے دوران میں اس کے اندر پہنچ کر یہ معلوم کیا تھا کہ پارس اور الپا اپنی بیٹی اوشے کو لے کر دہلی چارے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ میں دہلی شہر میں نہیں رہتا ہوں۔ وہاں بیٹے ہم مسلمان ٹیلی بیسی جاننے والوں سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔

انہیں یہ بات ابھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ ہم کالا جاوڈ ہانسنے والوں کو جن جن کو ہلاک کر رہے ہیں اور اب ان ماں بیٹے کی بھی باری آنے والی ہے۔ وہ اس قدر خوف زدہ تھے کہ اب اسے سائے سے بھی دور بھاگ رہے تھے۔ وہ جس فلاح سے ہندوستان آ رہے تھے۔ وہ فلاح انہیں دہلی

پہنچانے والی تھی اور وہ دہلی شہر میں آنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہاں میں تھا۔ وہ میرے سائے سے بھی دور رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دشمنی کے سزا میں گریبا پھر وہاں سے اس فلاح کی پیشیں حاصل کیں جو بیٹی جاری تھی۔

سنے کے دوران ارنا کوف کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ”پتا نہیں۔ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔“

وہ ماں کے ہاتھ کو تھک کر بولا ”فرہاڈ کی تیور نے دو بڑے چادو گروں کو ایک رات میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا پھر دوسرے دن ولاڈی میر کو ہمارے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہماری بیٹی ہم سے چھین کر لے گئے ہیں۔ تمام باتیں آپ کے حواس پر چھانی ہوئی ہیں۔ آپ سوچ رہی ہیں اور پریشان ہو رہی ہیں۔“

”کیا پریشان نہیں ہونا چاہیے؟ انہوں نے یہ چیخ کیا ہے کہ اب ہم ماں بیٹے کی باری ہے وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا حربہ استعمال کرنے والے ہیں؟ کس طرح ہمیں گھبرانے والے ہیں؟ اب یہی دیکھو کہ تقدیر اس وقت ہمیں کہاں لے جا رہی ہے؟“

”ماما.....! ہمیں تقدیر نہیں لے جا رہی ہے۔ بلکہ ہم اپنی مرضی سے ہندوستان چارے ہیں۔ وہاں ہم سوامی وردان دشوئا تھ سے رابطہ کریں گے۔ ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”تم اس پہلو سے کیوں نہیں سوچ رہے ہو کہ تقدیر ہمیں ہندوستان پہنچا رہی ہے؟ اور اس ملک میں فرہاڈ کی تیور موجود ہے۔ یعنی ہم جانے انجانے میں اس کے قریب پہنچ رہے ہیں جو ہماری موت چاہتا ہے۔“

”آپ بری طرح دہشت زدہ ہیں۔ اس لیے یہ بھول رہی ہیں کہ فرہاد دہلی میں ہے اور ہم اس سے کترا کر ممبئی چارے ہیں۔“

”کیا تم اپنی ماں کو نادان بیٹی سمجھتے ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد اور دوسرے مسلمان ٹیلی بیسی جاننے والے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں اور جب ہم ممبئی پہنچیں تو فرہاد اور دوسرے ٹیلی بیسی جاننے والے بھی وہاں پہنچ جائیں؟“

”آپ کی بات درست ہو سکتی ہے لیکن اس طرح تو ہم دنیا کے جس حصے میں جائیں گے۔ وہاں یہی اندیشہ ہوگا کہ مسلمان ٹیلی بیسی جاننے والے ہماری موت بن کر آچکے ہیں۔“

وہ چپ رہی۔ کچھ نہ بولی۔ کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔
ظہارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر بادلوں کے درمیان سے گزرتا
جا رہا تھا۔ آوازوں نے کہا ”آپ تو موت سے نہیں ڈرتیں۔
کتنے ہی خطرناک کالے گلے سے گزرتی رہی ہیں۔ اگر اس
دوران میں ذرا بھی غلطی کریں تو حرام موت مرتیں لیکن ایسے
خطرناک مرحلوں سے گزرنے کے باوجود آپ زندہ ہیں اور
آئندہ بھی آپ کا سایہ میرے سر پر رہے گا۔“

یہاں نے بیٹے کو بڑی محبت سے دیکھا۔ وہ بولا ”آپ اپنی
دل کی تسلی کے لیے ایسا کریں کہ سواری دوران سے ابھی رابطہ
کر کے اسے بتائیں کہ ہم اس سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔
ضرورت مند ہیں۔ اس کی مدد چاہتے ہیں۔ آپ اس سے
تفصیلی گفتگو کریں۔ اس طرح سے آپ کے دل کو تسلی ہوگی
اور شاید وہ ہمیں حوصلہ دے۔“

ارنا کوف نے تائید میں سر ہلایا۔ اب سواری دوران ہی
ان کا آخری سہارا ہو گیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خیال
خوئی کی پردازی اور اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اس وقت پوجا
میں مصروف تھا۔ ارنا کوف نے کہا ”سواری جی!.....! میں پہلے
بھی آپ کے اندر آ چکی ہوں۔ آپ کے خیالات پرستی رہی
ہوں۔ آپ مجھے محسوس کر لیتے ہیں لیکن جواباً کچھ نہیں کہتے؟“
وہ بولا ”میں ابھی پوجا میں مصروف ہوں۔ یہاں سے
جاؤ۔“

”میں جا رہی ہوں لیکن آپ وعدہ کریں کہ پوجا کے بعد
مجھ سے رابطہ کریں گے۔“
”اپنے دماغ کے دو دروازے کھلے رکھنا۔ میں آ جاؤں
گا۔“

ارنا کوف ظہارے میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بیٹے
سے بولی ”وہ پوجا میں مصروف ہے۔ شاید کھٹے آدھے گھنٹے
میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔“

ظہارے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ اتر ہوٹل کھانا
سرور کر رہی تھیں۔ وہ ماں بیٹے کھانے کے درمیان ہاتھیں بھی
کرتے رہے۔ وہ بولی ”پوری طرح نیند آتی ہے نہ پینٹ بھر کر
کھایا جاتا ہے۔ میں تجھیں برس سے کال لگا کر سیکھتی آ رہی
ہوں۔ گل بھی کرتی آ رہی ہوں۔ کتنے ہی خطرناک کالے
جادو کے مرحلوں سے گزرتی رہی ہوں۔ میرا دعویٰ تھا کہ میں
پہاڑوں سے نگر آ جاؤں گی۔ اپنے مختروں سے پہاڑ جیسے شہ
زوروں کو زیرہ و زیرہ کر دوں گی۔ یہ سبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ
روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جائے گا۔ یہ پہلی بار
ہو رہا ہے۔“

ایسے ہی وقت اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا
پھر ایک آواز ابھری ”میں ہوں..... دوران وشنا تھا۔“
اس نے خوش ہو کر کھانا چھوڑ دیا۔ وہ بولا ”کھاتی بھی
رہو اور بولتی بھی رہو۔ تم تقریباً تین ہفتے پہلے میرے پاس آئی
تھیں۔ میں ایک بہت اہم معاملے میں مصروف تھا۔ اس لیے
تمہاری طرف توجہ نہیں دی۔ یہ جانتا تھا ایک دن پھر میرے
پاس آؤ گی۔ میرے اندازے غلط نہیں ہوتے۔ اب کہو تم کون
ہو اور کیا چاہتی ہو؟“

وہ اپنی پوری ہنسنی شانے لگی پھر اس نے اپنے موجودہ
حالات بیان کرتے ہوئے کہا ”مجھے اپنے پراسرار علوم کے
ذریعے معلوم ہوا تھا کہ میں اگر فریڈاٹلی تیمور کی پوتی اوشے کو
اپنی بہو بنالوں گی اور اس کا پوتا عدنان میرا داماد بن جائے گا تو
تمہاری تمام خوشیوں دور ہو جائیں گی اور ہمیں عروج حاصل ہوتا
رہے گا۔“

وہ کھانا ختم کر کے پانی پینے کے بعد بولی ”اس مقصد کے
لیے میں نے تم میرے بیٹے نے اور میری بیٹی تاشانے عدنان
اور اوشے کو خواہ کرنا چاہا۔“

سواری بولا ”تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہاری بیٹی تاشا چودہ
برس کی ہے اور عدنان چار برس کا ہے پھر تم اسے داماد کیسے
بناسکتی تھیں؟“

”میرے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ سولہ برس کے بعد
جب عدنان تیس برس کا ہو جائے گا تو وہ میری بیٹی سے شادی
کرے گا۔ جب تک جوان نہیں ہوگا اس وقت تک میری بیٹی
اوشے اس کی پرورش کرتی رہے گی اور اس کی خاطر کنواری
رہے گی۔“

دوران بولا ”تمہاری یہ کہانی دلچسپ ہے لیکن حقیقت
سے بعید ہے۔ سراسر کھوس لگ رہی ہے۔ جب عدنان تیس
برس کا ہوگا تو تمہاری بیٹی تیس برس کی ہو جائے گی۔ بڑھی
ہونے لگے گی۔ کیا بھی ایسا بے جوش شادی نہیں ہوتی ہے؟
اور تو تعجب محکمہ خیز بات ہے کہ ایک ہونے والی دہن اپنے
ہونے والے دلہا کی پرورش سولہ برس تک کرتی رہے گی۔“
”سواری جی!.....! یہ نامکن تو نہیں ہے؟ بعض لو جوان
اپنے مفادات کے پیش نظر بڑھی عورتوں سے شادی کر لیتے
ہیں پھر میری بیٹی تاشا کالے گلے سے ڈرے ہو گئی نہ ہوتی۔
ہمیشہ جوان رہنے کے مختر پرستی رہتی۔ میری عمر اس وقت
پچاس برس ہے۔ آپ مجھے دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں
گے۔ کیونکہ میں بھی جوان رہنے کے مختر پرستی رہتی ہوں۔
آج بھی میں اندر ہاہر سے ایک بھر پور جوان عورت ہوں۔“

”تم اگر پچاس کی بھر پور جوان ہو تو پھر میں تمہیں ضرور
دیکھوں گا اور اگر یہ بات سچ ہوئی تو تم میرے لیے عجب ہوگی
اور میں دنیا کی ہر عورت میں دلچسپی لیتا ہوں۔ میں حسن کا
پجاری نہیں ہوں۔ ہوس پرست اور عیاش نہیں ہوں لیکن جب
عجب و غریب لڑکی یا عورت میرے سامنے آتی ہے تو میں
اسے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”پھر تو آپ میرے دیوانے ہو جائیں
گے۔ اس وقت میرا اٹھائیس برس کا بیٹا میرے ساتھ بیٹھا ہوا
ہے۔ ہم باں بیٹے جہاں بھی جاتے ہیں۔ لوگ سبکی بھگتے ہیں
کہ ہم بھائی بہن ہیں بلکہ میں اپنے بیٹے کی چھوٹی بہن ہوں۔
اگر میں نے آپ کا دل جیت لیا تو کتنوں کی ساری دنیا کو
جیت رہی ہوں۔“

”تم مجھے کیوں جیتنا چاہتی ہو؟ میری ضرورت سند کیوں
ہو؟“

”اس وقت میرے اور میرے بیٹے کے سر پر موت
منڈلا رہی ہے۔ میرا پراسرار علم کہتا ہے کہ میرا وقت قریب
آ گیا ہے لیکن مجھ کو کافر ایک ہی راستہ ہے۔ کوئی بہت ہی
فہم دور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص ہی میری
خفاقت کر سکتا ہے۔ اسی لیے میں آپ کی طرف آ رہی
ہوں۔“

”میری طرف آنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ مجھے مہوت
اور فریب سے سخت نفرت ہے۔ میں دعوے باز کو بھی معاف
نہیں کرتا۔ تم کسی بھی ہو یہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے
کہ میں تمہارے دماغ میں با آسانی آتا جا تا رہوں اور اس
کے لیے ضروری ہے کہ تم میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔“

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ کچھ سوچ کر
بولی ”سواری جی!.....! کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی؟ میں ہر
طرح سے اپنی چاہنی ثابت کرنے کی کوشش کروں گی۔ ہر حال
میں آپ کا اعتماد حاصل کروں گی۔“

”پھر تو یہی ایک راستہ ہے۔ اگر مختروں سے تو میری طرف
آ سکو گی۔ ورنہ واپس چلی جاؤ۔ تم واپس جاؤ گی تب بھی میں
تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میرے اندر یہ جستجو رہے گی کہ
ایک پچاس برس کی عورت کس طرح اندر اور باہر سے بھر پور
جوان ہے؟ میں تمہیں جبراً حاصل کرنا چاہوں گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”پھر تو میں دوبہری شکل میں
نہ جاؤں گی۔ ایک طرف مسلمان ٹیلی جیسی جاننے والے دشمن
رہنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف آپ بھی مجھے دشمنی سے حاصل
کر لیں گے تو میں سچ کر کہاں جاؤں گی۔ لا محالہ آپ کے

قدموں میں ہی گرنا پڑے گا۔ اس لیے مجھے آپ کی یہ شرط
منظور ہے۔ آپ جب چاہیں مجھے اور میرے بیٹے کو کتنی ہی عمل
کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔“

”تم کبھی کبھی بولی رہو؟“
”ابھی فلائٹ کی اناؤنسر نے کہا ہے کہ ہم آدھے گھنٹے
بعد ممبئی پہنچنے والے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ وہاں کسی ہوٹل میں قیام کرو۔ میں دو گھنٹے
بعد پھر رابطہ کروں گا۔“

”آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔“
”تو پھر شاؤ؟“

”میں اور میرا بیٹا یہی شرط پر آپ کے تابعدار نہیں گے
کہ آپ مسلمان ٹیلی جیسی جاننے والوں سے اور ان کے
روحانی عمل سے ہمیں تحفظ دینے رہیں گے۔“

”میں فریڈاٹلی تیمور کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا
ہوں لیکن اس کی شہرت بہت سنی ہے۔ ہاں..... ہاں صاحب
کے ادارے کے بارے میں یہ جانتا ہوں کہ وہ ایک مضبوط
قلعہ ہے۔ میں تمہاری بیٹی اوشے اور ہونے والے داماد
عدنان کو اس قلعے سے باہر نہیں لاسکوں گا لیکن یہ یقین سے کہتا
ہوں کہ تمہیں ان کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔ تم جب تک
میرے سامنے میں رہو گی زندہ و سلامت رہو گی۔“

”بس میں یہی چاہتی ہوں۔ ٹھیک ہے..... دو گھنٹے بعد
اپنے دماغ میں آپ کا انتظار کروں گی۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ آوازوں خیال خوانی کے ذریعے اپنی
ماں کے اندر پہنچا ہوا تھا اور دونوں کی ہاتھیں سن رہا تھا اور سن
سن کر غصے سے ٹھٹھار رہا تھا۔ وہ بولی ”یہ نہیں کیا ہو رہا ہے؟“

وہ غصے سے بولا ”وہ کھوس کر رہا تھا۔ آپ اس کی بات
مان گئیں؟“

”وہ کیا کھوس کر رہا تھا؟“
”یہی کہ وہ آپ کو جوان سمجھ رہا ہے اور اپنی داشتہ بنانا
چاہتا ہے۔“

”جوان سمجھ رہا ہے کا مطلب کیا ہوا؟ میں جوان نہیں
ہوں کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں سدا جوان رہنے کے لیے
خطرناک کالے گلے سے گزر کر آئی ہوں؟ اور اب بھی جوان
رہنے کے لیے مختر پرستی رہتی ہوں۔“

”یہ میں جانتا ہوں۔ آپ کو جوان اور محنت مند دیکھ کر
بہت خوش ہوتا ہوں لیکن اس جوانی کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ
کوئی میری ماں کو لپکائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور اسے اپنی
داشتہ بنانا چاہے۔“

بھی وہاں سے چلی آئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سوای وردان ہی اس کے کام آ سکتا ہے اور وہ اسی کے ذریعے اپنے عدنان کو حاصل کر سکتی ہے لیکن اس کے بدلے وہ اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا اور اسے یہ منظور تھا۔

اس سے پہلے تاثر کہ ہمارا جانے بھی یہی شرط رکھی تھی کہ اگر وہ دوسرے جسم میں جا کر نئی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے تاثر کہ ہمارا جی کے معمول اور تاجدار بن کر رہنا ہوگا۔ اس وقت وہ بہت مجبور تھی۔ اگر انکار کرتی تو اسے یہ نئی زندگی نہ ملتی۔

اس نے کہا تھا کہ وہ اس کے معمول اور تاجدار بن کر رہے گی۔ اس کے ہر گم کی تعمیل کرے گی لیکن اپنا جسم اپنے مال کے حوالے نہیں کرے گی۔ اس پر تاثر کہ نے کہا تھا کہ وہ اس کے بدن کو کسی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اسے صرف اپنی آلہ کار بنا کر رکھے گا۔

اس بات پر بھی مجبور و سنا نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ معمول اور تاجدار بننے کے بعد دماغ اپنے مال کی غمی میں رہتا ہے پھر وہ جو بھی کہتا ہے اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ انکار کے بعد بھی ذہن اس کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ ہر انسان اس کی طرف چلتا ہے جہاں اس کا ذہن لے جاتا ہے۔ ویسے تاثر کہ ہمارا جی اپنی زبان کا دھنی تھا۔ اس نے جو کہا تھا اس پر عمل کیا تھا۔ اس کے بدن پر بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ دور سے ہی رابطہ رکھتا تھا۔ اب شیوانی سوچ رہی تھی ”کیا سوای وردان پر بھی اسی طرح مجبور و سنا کر سکتی ہوں؟“

پانچو اٹھیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہر ایک پر اندھا احتاد نہیں کیا جاسکتا پھر یہ کہ تاثر کہ ہمارا جی جگل بننا چاہیے یوزھا تھا اس لیے اپنے وعدے کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اس کی طرف بھی مائل نہیں ہوا لیکن سوای وردان اچھی عمر کا ہونے کے باوجود اچھا کمزور جوان دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوچا ”کیا ایسا جوان شخص مجھ جیسی جوان لڑکی کے حصول سے باز رہے گا؟“

وہ اس کے حصول سے باز رہے یا نہ رہے؟ وہ ہوس پرست ہے یا نہیں؟ یہ تو بعد میں سوچنے والے تھے کی باتیں تھیں۔ پہلی اور اہم بات یہ تھی کہ وہ اپنے جینے کو ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اگر وہ سوای وردان کے مطالبے سے انکار کرتا تو اس کے کام نہ آتا۔ اس طرح وہ تنہا اور بے یار و مددگار رہ جاتی۔

وہ شغل میں پڑ گئی تھی۔ سوای وردان ہو یا کوئی اور مدد کرنے والا جو بھی اس کے کام آتا اور اس کے جینے کو مدد

لانے کی ضمانت دیتا تو وہ اس سے بھی بہت کچھ چاہتا۔ کار کرنے والے کا مطالبہ بھی آسان ہوتا ہے اور کسی بھروسے کا۔ مشکل۔

رات کے وقت اس نے اپنے اندر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا ”کون ہو.....؟“

سوای وردان کی آواز ابھری ”میں بول رہا ہوں۔ سانس روکنا چاہو تو اس سے پہلے ہی چلا جاؤں گا۔“

”نہیں۔ میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میری مجبور یوں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔“

”بے شک۔ تم جی میری مجبور یوں کو سمجھو۔ میرے لیے یہ جانتا بہت ضروری ہے کہ تم جی باتیں مجھ سے کہہ رہی ہو اور تم جی جیسا رہی ہو؟ یہ تو میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر ہی معلوم کر سکتا ہوں۔“

”اس مقصد کے لیے مجھ پر تو جی عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بغیر بھی میں آپ کی تاجدار بن کر رہوں گی۔ آپ میرے چور خیال ابھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں اجازت دے رہی ہوں۔ میں خاموش رہوں گی۔ آپ میرے خیالات آرام سے پڑھیں۔“

”اگر ایسا ہے تو پھر میں تم پر تو جی عمل نہیں کروں گا۔ مجھے صرف جھوٹ اور سچ معلوم کرنا ہے۔ تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔“

وہ ایک کتاب کھول کر آرام سے بیٹھ کر سوای کو پڑھانے لگی۔ اپنے دماغ کے تمام دروازے اس کے لیے کھول دیے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے بارے میں وہ کیا کچھ معلوم کر رہا ہے۔ وہ اپنے عدنان کی خاطر اب اس سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی تھی۔

سوای وردان اس کا یہ چور خیال پڑھتے ہی چونک گیا کہ اکا اگنی ہوتی زندہ ہے مگر بہت پہلے مر چکی ہے۔ اس کے اندر کی شیوانی کی آواز ہے۔ جس نے اسے زندہ کر رکھا ہے۔

اس نے اس کے پورے اندر عدنان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا لیکن اس کی دلچسپی اس بات میں تھی کہ اکا نامی جو درخت وہ اس کے پاس آئی تھی۔ وہ اپنی ذات میں تھا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ شیوانی نامی کوئی دوسری عورت جڑی ہوئی ہے۔ یہ بات عجیب تھی اور جو بات بھی عجیب ہوتی تھی۔ سوای وردان اس سے بہت دلچسپی لینے لگا تھا۔

اس نے ایک گھنٹا پہلے خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف سے بات کی تھی۔ وہاں بھی پتا چلا کہ وہ ایک عجوبہ ہے۔ یعنی ہے تو یوزھی لیکن مجبور پور جوان ہے۔ اسے ارنا کوف کی ذات

سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اسے حاصل کر کے اس کے اندر بڑھانے کو تلاش کرنا چاہتا تھا اور اگر یوزھی ہوتی تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں کہاں سے جوان ہے۔ اس کے لیے ایک عجیب سا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔

ادھر شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہونے لگا۔ جس طرح جیل اور خیل ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اسی طرح ارنا کوف کا بڑھاپا بھی ایک نادیہ ہو جاتی ہے جڑا ہوا تھا۔

تیسری طرف اکا اگنی ہوتی بھی شیوانی کی آواز سے جڑی ہوئی تھی۔

ان دنوں سوای وردان کی زندگی میں ایسی عورتیں آ رہی تھیں جو بظاہر ایک ہوتے ہوئے بھی دو تھیں۔ وہ سب کی سب اسے بری طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اور وہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان کی دیکھ بولیں بنانا چاہتا تھا۔ ان کے بارے میں اپنے تجربہ بات لکھنا چاہتا تھا۔

اس نے تمام چور خیالات پڑھنے کے بعد کہا ”اکا.....! تم میرے لیے ایک عجوبہ ہو۔ تمہارے اندر ایک عورت شیوانی چھپی ہوئی ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ کیا تم میری دوست نہیں بن سکتیں؟“

”میں دوستی کے لیے ہی آپ کے پاس آئی ہوں لیکن اس دوستی کی ایک حد مقرر ہوگی۔“

”اور اگر میں اسے بڑھ کر دوستی کرنا چاہوں تو.....؟“

”میں اپنے دل سے مجبور ہوں یہ صرف پورس کے لیے ہی دھڑکتا ہے۔ میں اس کے اور اپنے جینے عدنان کے لیے ہمارے باری زندگی حاصل کرتی آ رہی ہوں۔ میرا دل دماغ اور میرا تن بدن سب ہی ان باپ بیٹے کے لیے ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ آئندہ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ دوستی میں حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم دہلی میں کب تک قیام کر دو گی؟“

”جب تک آپ یہاں رہیں گے پھر آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ جانا چاہوں گی۔ جب تک میرا بیٹا مجھے واپس نہیں لے گا۔ میں آپ کے قدموں میں ہی رہنا چاہوں گی۔“

”تم پورس سے واپس نہ عبت کرتی ہو لیکن جینے کی باتیں زیادہ کرتی ہو؟ کیا پورس سے ملنا نہیں چاہو گی؟“

”آپ نے میرے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ تاثر کہ ہمارا جی جگل بننا چاہیے نے میرے اندر ایک صلاحیت پیدا کی ہے۔ میں جب بھی آئینے کی سطح پر دیکھ کر

پورس کو یاد کرتی ہوں تو وہ مجھے دکھائی دینے لگتا ہے پھر اس سے باتیں ہوتی ہیں لیکن اب وہ مجھ سے بری طرح ناراض ہے اور اس نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ وہ آئینے کی سطح پر آ کر بھی مجھ سے بات نہیں کرے گا۔“

”وہ تم سے بات بھی کرنا نہیں چاہتا۔ کیا تم اس سے ملنا نہیں چاہتی ہو؟“

”اگر آپ کچھ ایسا کریں کہ اس سے رو برو ملاقات ہو جائے تو میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گی۔“

”شک ہے۔ میں سوچتا ہوں۔ کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ کل پھر تم سے کسی وقت رابطہ کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ اکا اگنی ہوتی۔ شہر مات رہی!“

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے شیوانی کی یہ بات مان لی تھی کہ وہ دوستی کی حد سے آگے نہیں بڑھے گا لیکن اپنی نفرت سے بھی مجبور تھا۔ کبھی مجبور لڑکی کے لیے وہ دیوانہ ہو جاتا تھا۔ اس نے چور خیالات پڑھنے کے دوران میں معلوم کیا تھا کہ وہ اسی تاج محل ہوئی کے نور محمد طور کے کمرے میں ہے۔

اس نے نور محمد طور والے ملازموں کے اندر جانا شروع کیا۔ پتا چلا کہ شیوانی نے چائے کا آرڈر دیا ہے اور ایک ملازم اس کے کمرے میں چائے لے جانے والا ہے۔ اس نے اس ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے ملازم کو ایک چھوٹی سی پڑا دے کہ سمجھ دیا کہ اس پڑا کے کسوف کو چائے میں محمول دیا جائے۔

ملازم نے حکم کی تعمیل کی پھر وہ چائے شیوانی کے پاس پہنچا دی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوای وردان ایسا چور راستہ اختیار کر کے تو جی عمل کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہے گا۔

اس نے چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کی۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ کوئی اسے کمزور بنا رہا ہے اور اس پر غالب ہونا چاہتا ہے۔ اس کا دھیان ہم مسلمان ٹیلی بیسی والوں کی طرف گیا لیکن ٹھوڑی دیر بعد حقیقت معلوم ہو گئی۔

سوای وردان نے اس کے اندر آ کر پوچھا ”کیا تم اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہو؟“

”نہیں۔ میں بے حد کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ میرا دماغ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اپنے اندر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکوں۔“

”تم چاکا ایک کمزوری محسوس کیوں کر رہی ہو؟“

کتابیات پبلی کیشنز

”مجھے شبہ ہے کہ فرہاد علی تیمور یا اس کے دوسرے ٹیلی چیٹسی جاننے والے میرے اندر آنے والے ہیں۔ مجھ پر ہتھی عمل کر کے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانا چاہیں گے۔ اچھا ہوا آپ آئے۔ پلیز میرے اندر رہیں۔ میری مدد کریں۔ ان کے ارادوں کو ناکام بنادیں۔“

”تم نگہ نہ کرو۔ میں تمہارے اندر صبح تک رہوں گا۔ کسی کو بھی آنے نہیں دوں گا۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ۔“

وہ جڑا دل ہی ہو کر بستر پر لیٹ گئی بھر ہلکے ہلکے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ سواری وردان اسے ٹیلی چیٹسی کے ذریعے چمک چمک کر سلا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

چاہتا ہوں۔ تاکہ جان بچان ہو اور ایک دوسرے سے میل
محبت بڑھے تو شاید مجھے کسی گھرانے سے شریف زادی کا رشتہ
مل جائے۔“

ایسے میں پارس نے اپنے اندر پرانی سوچ کی لہروں کو
محسوس کیا۔ اگر اپنا ہونی یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق
رکھنے والا کوئی ہوتا تو آخر فاطمہ کرتا لیکن وہاں خاموشی تھی۔
پارس بھی انجان بناتا رہا۔

اپنا جانتی تھی کہ سوای وردان پارس کے اندر کسی بھی
وقت آکر اس کے خیالات پڑے گا اور اس کی اصلیت معلوم
کرے گا۔ اس لیے وہ پارس کے اندر آکر اسے مخاطب نہیں
کرتی تھی۔ میں بھی اس سلسلے میں محتاط تھا۔ ادھر سوای وردان

اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں جو کچھ
تھانسی کے مطابق اسے معلوم ہو رہا تھا کہ پارس کا نام علی اکبر
ہے وہ لندن کا رہنے والا ہے اور وہاں اس کا ایک بہت بڑا
جنرل اسٹور ہے اور یہاں وہ شادی کی ہی غرض سے آیا ہے

اور ابھی ان دونوں بہنوں سے متاثر ہو رہا تھا۔
یہ بات سوای وردان کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ نہیں
چاہتا تھا کہ کوئی اور ان دونوں میں دلچسپی لے۔ اس نے پارس
کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ دونوں اس کے قابل نہیں ہیں۔

اگر ان سے شادی کرے گا تو وہ اس کے لیے پرابلم بن جائیں
گی۔
پارس نے انجان بن کر سوچا ”یہ میرے اندر کبھی بات
پیدا ہو رہی ہے؟ میں تو ان میں بے حد دلچسپی لے رہا ہوں۔
ان سے شادی ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔ ایک سے شادی کروں
گا تو دوسری بھی ہو جائے گی۔ ایک کو گلے لگاؤں گا تو دوسری
بھی لگ جائے گی۔ ایک میرے بچے کی ماں بنے گی تو دوسری
بھی میرے دوسرے بچے کی ماں بن جائے گی۔ اب پتا
نہیں..... دونوں ایک ساتھ بچوں کو جنم دیں گی یا آگے پیچھے؟
اب یہ بھی پتا نہیں کہ وہ بچے جڑواں ہوں گے یا الگ الگ؟“

وہ سوای وردان کو خوش دلانے کے لیے ایسا باتیں سوچ
رہا تھا اور وہ واقعی طیش میں آ گیا تھا۔ ناگواری سے سوچ رہا تھا
”ابھی ایک دو ماہ پہلے دوں گا تو حرام موت مر جائے گا۔“
اس نے پارس کو مخاطب کیا ”اے مسٹر علی اکبر! شادی
کے خواب نہ دیکھو۔“

پارس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے ادھر ادھر جراتی سے
دیکھا پھر کہا ”ارے یہ میرے اندر کتنے کے بھونکنے کی آواز
کہاں سے آرہی ہے؟“

سوای وردان نے جراتی سے یہ بات سنی پھر اس کے
کتابیات پبلی کیشنز

خیالات پڑھتے تو پتا چلا کہ واقعی اسے کتنے کی آواز سنائی دے
رہی ہے۔ اس نے جراتی ہو کر سوچا ”یہ کیسے ہو سکتا ہے میں
بول رہا ہوں۔ کیا میری آواز کتنے جیسی ہے؟“
اس نے پھر پارس سے کہا ”اے مسٹر علی اکبر! کیا
تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟“
پارس نے مسرک کے کنارے گاڑی روک دی۔ حاصر
ہوئی ”کیا بات ہے؟“
وہ بولا ”میرے اندر کوئی بول رہا ہے اور میرا نام لے رہا
ہے۔“
سوای وردان بولا ”ہاں..... میں بول رہا ہوں۔ تمہیں
دارنگ دے رہا ہوں ان لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچا کر
دور ہو جاؤ اور ان سے بھی شادی کا خیال دل میں نہ لاؤ۔“
پارس نے اپنی سیٹ سے پیچھے مڑ کر کہا ”ادھ گاڑی!.....
میرے اندر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان لڑکیوں کو ان کی منزل
تک پہنچاؤں۔ ان سے دور ہو جاؤں اور ان سے شادی کا خیال
بھی دل میں نہ لاؤں۔“
وہ دونوں ہنسبیں ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمانے لگیں۔
حاصر بولی ”ختم کیا کر رہے ہو؟“
پارس بولا ”آئی..... اور اصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ
لڑکیاں بہت اچھی ہیں۔ کیا میں ان سے شادی کر سکتا ہوں؟
ایسے ہی وقت کسی نے میرے اندر آکر کہا شروع کر دیا کہ
مجھے ان سے شادی کا خیال تک بھی دل میں نہیں لانا چاہیے یہ
کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟“
جیلہ بولی ”تمہاری سمجھ میں آ رہا ہے۔ یہ وہی سوای
وردان ہے۔ پتا تو ہمارے پیچھے پر گیا ہے۔“
نبیلہ بولی ”دیکھ لیں امی! ہم نے کہا تھا کہ وہ ٹیلی
ہیٹیجی جاتا ہے لیکن آپ مان نہیں رہی تھیں۔ اس نے ٹیلی
ہیٹیجی کے ذریعے ہی آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جمارکھا
ہے۔ اسی لیے آپ اور ابو اس کی حمایت کرتے ہیں لیکن اس
کے ٹیلی ہیٹیجی کا چادوہم پر نہیں چل رہا ہے۔“
پارس بولا ”ہاں..... میری سمجھ میں اب آیا کہ یہ ٹیلی
ہیٹیجی ہے اور کوئی میرے اندر خیال خوانی کے ذریعے بول رہا
ہے۔ چلو..... اس کے بولنے کا ایک فائدہ مجھے بھی رہا ہے کہ جو
بات میں کہنے سے جھجک رہا تھا۔ وہ اس سے ہی کہہ دی ہے اور
میں اب صاف الفاظ میں کہتا ہوں۔ ہم دونوں نے پہلی نظر میں
ہی مجھے متاثر کیا ہے۔ اگر تمہارے ابو کی کو اعتراض نہ ہو تو میں
تمہارا رشتہ مانگتا ہوں تمہارے گھر آؤں گا۔“
سوای وردان نے یہ سنتے ہی اس کے دماغ میں زلزلہ

دلوتا 47

پیدا کرنا چاہا۔ ایک خیال خوانی کا جھٹکا دیا پھر ردعمل کا انتظار
کرنے لگا۔ زلزلے کے بعد پارس کو چنتا تھا اور تکلیف سے
بری طرح ترپتا تھا لیکن وہ بیچارہ کیا۔ میں نے اور اپانے
پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔ اس کی خیال
خوانی کی لہریں ایسے وقت بے اثر تھیں۔

پارس بولا ”یہ خیال خوانی کرنے والا چاہیں کیا کر رہا
ہے؟ میرے دماغ میں گدگدائی ہو رہی ہے۔“

سوای وردان اپنی جگہ حاضر ہو کر بڑی جراتی سے سوچنے
لگا ”آخر یہ باجرا کیا ہے؟ ان بہنوں کی طرح اس شخص کا دماغ
بھی عجوبہ ہے۔ کیا میرے خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر انداز
نہیں ہوں گی؟“

وہ سوچ رہا تھا اور آگے سوچنے کے لیے ابھی بہت کچھ
تھا۔ وہ اسے ان دونوں سے دور بھگانا چاہتا تھا لیکن ان نکات
میں پارس نے اسے عارضی طور پر ان دونوں سے دور بھگا دیا
تھا۔ وہ ماہر نجوم بھی تھا لیکن اس وقت کسی ستارے کی چال یہ
نہیں بتا رہی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

وردان اس کے خیالات پڑھ چکا تھا اور اس بات سے
مطمئن تھا کہ علی اکبر یعنی پارس کوئی غیر معمولی صلاحیت اپنے
اندر نہیں رکھتا ہے۔ ایک عام انسان ہے۔ لندن میں اس کا
اجما خاصا کاروبار تھا۔ اب وہ وہلی آ گیا ہے اور وہیں کاروبار
کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وردان کے لیے یہ بات ناقابل فہم تھی کہ پارس کا دماغ
خیال خوانی کے حلقے سے متاثر کیوں نہیں ہوا؟ انسانی دماغ
خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو جب خیال خوانی کے ذریعے دہنی
جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو مضبوط سے مضبوط دماغ میں بھی
زلزلے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن پارس کا دماغ بے ثبات کر رہا تھا
کہ انسانی دماغ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خیال خوانی کے جھٹکوں
سے متاثر نہیں ہوتے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا علی اکبر کے دماغ پر ایسا زبردست
توہمی حمل کیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا گیا
ہے کہ وہ ٹیلی ہیٹیجی کے حلقوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اس نے تھوڑی دیر پہلے اس کے خیالات پڑھے تھے۔
اگر توہمی حمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جاتا تو اس
کی خیال خوانی کی لہروں کو کسی اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی اور
نہی کسی وہ اس کے خیالات پڑھ جاتا۔

وہ ٹھٹھٹھتے تھک گیا۔ اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ پھر سوچنے
لگا ”اس طرح کام نہیں چلے گا۔ مجھے مسلسل اس علی اکبر کے
دلوتا 47

کتابیات پبلی کیشنز

دماغ میں رہ کر معلوم کرنا ہوگا کہ وہ بندہ آخر ہے کیا چیز؟“
وہ پھر اس کے اندر آ گیا۔ خاموش رہ کر اس کے خیالات
پڑھنے لگا اور اس کی باتیں سننے لگا۔ ان جڑواں بہنوں اور ان
کی ماں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پارس ان دونوں بہنوں سے
دلچسپی لے رہا ہے اور ان سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

دوسری طرف اپنی کبھی جیلہ اور کبھی نبیلہ کے اندر چاکر
انہیں بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے پارس کی طرف مائل
کر رہی تھی اور وہ دونوں وہ وہ کراہی کے بارے میں سوچ
رہی تھیں۔

ان دونوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وردان دشواری پارس
کے دماغ میں آکر اسے پریشان کر رہا ہے۔ دیکھیں وہ رہا
ہے اور کسی بھی طرح اسے ان سے دور رکھنا چاہتا ہے۔

نبیلہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا ”مسٹر علی اکبر.....
آپ نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا کہ آپ کے اندر کوئی کتا
بھونک رہا ہے۔“

جیلہ بھی ہنستے ہوئے بولی ”اس کے عقیدت مند اسے
دلیوتا مانتے ہیں۔ آپ نے ایسے مشہور اور معروف شخص کو کتا
کہہ دیا۔ آپ بہت ہی زندقہ دل ہیں اور دلیری ہیں۔“

پارس نے انجان ہنستے ہوئے کہا ”میں نہیں جانتا کہ
میرے اندر آنے والا وہ کون تھا؟ مجھے اس سے کوئی عداوت
نہیں ہے۔ اسی نے عداوت شروع کی ہے تو مجھ اب باتیں بھی
سننے گا اور میرے ہاتھوں ذلت بھی اٹھائے گا۔ اس کے لیے
بہتر یہی ہوگا کہ میرے معاملات میں بھی دخل اندازی نہ
کرے۔“

وردان اس وقت ان کے درمیان نہیں تھا۔ کسی کے
خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کے
خلاف منصوبہ بنا رہا تھا۔

ادھر جیلہ اور نبیلہ پارس کو بتا رہی تھیں کہ سوای وردان
کون ہے اور شمالی ہندوستان میں کس قدر مشہور ہے؟

پارس کو پہلے ہی ہم سے وردان کے بارے میں بہت
کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں بہنوں کی باتیں محض اس
لیے سن رہا تھا کہ اس طرح ان سے باتیں کرنے اور بے تکلف
ہونے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ اس
کی گاڑی میں سفر کر رہی تھیں۔ چالیس منٹ کا سفر تھا۔ ان
چالیس منٹوں میں ان بہنوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے پارس سے
ان کی پرانی شناسائی ہو۔ وہ کوئی پتھر اوڑھنا ہی ہوا سی لگے وہ
ان دونوں کو جہرل غریز لگ رہا تھا۔

اس نے اپنی کار ایک کونجی کے سامنے روک دی۔ وہ

کتابیات پبلی کیشنز

جیلہ اور نیلہ کے چچا کی کوٹی تھی۔ احاطے کے اندر شامیانہ لگایا گیا تھا۔ کوٹی کے اندر ادھار مہمانوں اور رشتہ داروں کا جھوم تھا۔

وہ دونوں جب گھر سے اتر کر کوٹی کے اندر جانے لگیں تو سب ہی انہیں پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ وہ دائیں جہاں جاتی تھیں ہاتھ شاہن جاتی تھیں۔

ان کی والدہ عاصمہ بیگم پادوس سے کتڑا رہی تھیں۔ وردان نے عاصمہ اور اس کے شوہر پر تنویری عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ لہذا وہ وردان کی مرضی کے مطابق پادوس کو ناپسند کر رہے تھے اور اس وقت عاصمہ چاہتی تھی کہ وہ انہیں وہاں پہنچانے کے بعد چلا جائے۔ اس کی بیٹیوں کے قریب نہ رہے۔

پارس نے کہا ”جیلہ نیلہ! میں چاہتا ہوں کہ ابھی یہاں سے نہ جاؤں۔ تمہارے ڈیڑی گاڑی کی مرمت کروانے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے مرمت نہ ہو سکے تو میں واپسی میں تمہیں کھر پہنچا دوں گا۔“

عاصمہ نے کہا ”آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم نکسی سے چلے جائیں گے۔“

جیلہ نے کہا ”جہیں امی۔ یہ یہاں رہنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اس ملک میں شادی کرنے اور بڑی پسند کرنے آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے انہیں اس مغل میں کوئی اچھی سی لڑکی پسند آجائے۔“

پارس نے مسکرا کر کہا ”میں نے تو تم دونوں کو پسند کر لیا ہے اب اور کسی کو پسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔“

دونوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ وہ شرابی تھیں۔ رات بھر انہیں خوش ہو رہی تھیں۔ اماں نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا مگر کہا ”اندر چلو۔“

نیلہ نے کہا ”آپ جائیں ہم ابھی آج نہیں گی۔“

نیلہ نے پارس سے کہا ”آپ تو بڑے بے باک ہیں۔ نہ ہمیں سمجھا۔ تمہارے خاندان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل میں اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ معلوم ہونے دیا۔ یوں بتا سوچے کچھ ہم سے شادی کا فیصلہ نہ کریں ہو سکتا ہے بعد میں پچھتا پڑے۔“

”آج ہماری پہلی ملاقات ہوئی ہے اور ملاقات ہوتے ہی ایک رقیب پیدا ہو گیا۔ تمہارے بیان کے مطابق وہ بہت زبردست ہے اور نیلہ جتنی بھی جانتا ہے یہ تو میں بھی دیکھ چکا ہوں کہ وہ میرے اندر بول رہا تھا۔ تم درست کہہ رہی ہو تم دونوں سے شادی کے بعد مجھے پچھتا پڑے گا۔ کوئی بات نہیں

میں پچھتانے کی خاطر ہی شادی کروں گا۔“

وہ دونوں شرابی تھیں۔ وہ اس وجہ سے عجیب رہی تھیں کہ اس پاس عورتوں مردوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ وہ سب ان جڑواں بہنوں کو تعجب اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں پارس کی موجودگی میں تماشائیاں نہیں چاہتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ سب کی موجودگی میں شادی کی بات پر شرابی تھیں۔

پارس نے کہا ”جہیں اندر جانا چاہیے پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ میں یہیں رہوں گا۔“

نیلہ نے کہا ”یہاں مہمانوں اور رشتہ داروں کے لیے تمہیں صے کئے گئے ہیں۔ ایک حصہ مردوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ خواتین کے لیے جو پردہ کرتی ہیں۔ تیسرے حصے میں مرد اور خواتین ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ وہاں کی طرح کی پردہ داری نہیں ہے۔ لہذا وہاں آتی جاتی رہیں گی آپ سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔“

وہ دونوں وہاں سے چلتی ہوئی کوٹی کے اندر چلی گئیں۔ پارس وہاں سے ہلہلا ہوا شامیانے کے نیچے آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

وردان اپنے طور پر خیال خوانی میں مصروف تھا۔ کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے دماغ میں آکر انہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ اس ابھی جس نے انہیں اپنی کار میں لفٹ دے کر یہاں تک پہنچایا ہے، اس سے دوستی نہ کی جائے وہ کوئی بہت ہی چال باز ہے۔ ان بہنوں کو ان سے دور رکھا جائے۔

ان جڑواں بہنوں کے باپ کا نام عبدالرحمن تھا۔ وہ گیارہویں صدی میں اپنی کار لے جا کر اس کی مرمت کر رہا تھا اور اپنے اندر وردان کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ بولا ”میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ جو کہیں گے وہی ہوگا۔ میری بیٹیوں کی شادی صرف آپ کے ساتھ ہوگی۔ میں ابھی وہاں جاؤں گا تو اس نوجوان سے صاف صاف باتیں کروں گا اور اس سے کہہ دوں گا کہ میری بیٹیاں آپ سے منسوب ہو چکی ہیں اس لیے وہ چپ چاپ اپنے گھر کا راستہ لے اور ہمارے پیچھے نہ پڑے۔“

وردان نے ان جڑواں بہنوں کے ماں باپ کو اچھی طرح اپنی مٹی میں کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ دونوں آئندہ اس کی حمایت میں ہی بولنے والے تھے۔

اب وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر پارس کے بارے میں سوچ رہا تھا پریشان ہو رہا تھا کہ نیلہ جتنی سے زلوٹے نے اس کے دماغ کو متاثر کیا نہیں کیا تھا؟

وہ جانتا تھا بعض انسانوں کے دماغ فولادی طرح مضکم ہوتے ہیں۔ ان پر خیال خوانی کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ وہ بھی بات تو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا اس شخص علی اکبر (پارس) کا دماغ بھی فولادی ہے اور اگر ہے تو کیا وہ پیدا کی ایسا ہے؟ یا اس نے ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت حاصل کی ہے۔ جس کے ذریعے وہ نیلہ جتنی سے حلوں سے محفوظ رہتا ہے؟

اس نے سوچا ”مجھے پھر اس کے دماغ میں جا کر خاموشی سے اس کے چور خیالات کو پڑھنا ہوگا۔ اگر چہ اس کا دماغ غیر معمولی ہے تاہم وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے پچھلی بار جب میں نے اسے مخاطب کیا تھا تب اسے پتا چلا تھا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔“

دوسرے ہی لمحے پارس نے اپنے اندر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انہماں بنا رہا۔ وہ چور خیالات کے خانے میں گھر رہا تھا اور پارس کے اندر یہ سوال پیدا کر رہا تھا کہ اس کا دماغ پیدائشی طور پر غیر معمولی ہے یا اس نے بڑی محنت اور ریاضت سے اپنے دماغ کو فولاد بنایا ہے؟

پارس نے یہ تاثر دیا کہ اس کی سوچ کی لہریں آپ ہی آپ بول رہی ہیں اور وہ بول رہا تھا ”میرا دماغ پیدائشی طور پر مضبوط اور غیر معمولی نہیں ہے اور نہ ہی میں نے محنت اور ریاضت سے اسے غیر معمولی اور مضکم بنایا ہے۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”پھر یہ اس قدر فولادی کیسے بنا؟“

اس کے چور خیالات نے کہا ”کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے جیسا ہم سوچتے بھی نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے ڈیڑی شیر کے بہت مقہور شکاری تھے۔ وہ اتنے شوقین تھے کہ ہر سال چھ ماہ کے لیے افریقہ کے جنگلوں میں جاتے تھے اور ہر سال ایک آدھ شیر مار کر ضرور لاتے تھے۔“

اس کی سوچ کی لہروں نے کہا ”میں شیر کے بارے میں نہیں۔ تمہارے اس دماغ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں؟“

”شیر کا تعلق بھی میرے دماغ سے ہی ہے۔ ہوا یہ تھا کہ جب میں چھ ماہ برس کا تھا تو میرے ڈیڑی مجھے بھی ایک بار افریقہ کے جنگلوں میں لے گئے۔ یہ ہماری بد نصیبی تھی یا خوش نصیبی کہ ہم ایک جگہ جنگل میں بھٹک گئے تھے۔ وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ دو دن تک بھوکے پیاسے رہے۔ ہماری تو حالت خراب ہو گئی تھی۔ شکار کرنے کے لیے کوئی جانور بھی نہیں مل رہا تھا۔ اگر ملتا تو ہم اسی کا گوشت بھون کر

کھاتے اور اپنی بھوک کو مٹاتے۔“

پارس نے اسے سن کر کڑی باتیں کہانی میں الجھاتے ہوئے کہا ”آخر ایک شیر اپنی مادہ کے ساتھ دکھائی دیا۔ ڈیڑی نے ایک ٹو بھی شکار کیے بغیر گولی چلائی۔ شیر نے تو چلا بک لگا کر کل گئی مگر شیر مارا گیا۔ میرا بھوک سے برا حال تھا۔ ڈیڑی نے فوراً ہی شیر کی کھال اتاری گوشت بنایا اور لاڈلا جلا کر گوشت بھونے لگے اور خوب اچھی طرح کھانے کے بعد مجھے کھانے کو دیا۔“

اس کی سوچ کی لہروں نے سوال کیا ”کیا تم نے شیر کا گوشت کھایا ہے؟“

پارس کے چور خیالات نے کہا ”صرف گوشت ہی نہیں کھایا۔ بلکہ شیر کا سوپ بھی پیایا ہے۔ چار ڈیڑی شیرنی۔“

اس نے پوچھا ”شیرنی کے لیے افسوس کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیا ہوا تھا؟“

”رات کی تاریکی میں ڈیڑی اور میں نے اس کے رونے اور کرانے کی آواز سنیں تو ہم دیے قدموں اس کے پاس گئے وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ بھاگتا چاہتی تھی مگر ڈیڑی نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم تمہیں گولی نہیں ماریں گے بھوک سے مجبور تھے اس لیے تمہارے شوہر کو مار کر اس کا گوشت کھایا ہے۔“

سوائی وردان نے ناگوار سے کہا ”کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تمہارے باپ نے شیرنی سے گفتگو کی؟ کیا وہ انسانی زبان سمجھ سکتی تھی؟“

”میں نے یہ سب کہا کہ ڈیڑی نے زبان سے یہ گفتگو کی تھی؟ کیا جانور اشاروں کی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور جانوروں کی حرکتوں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟“

وہ قائل ہو کر بولا ”ہاں۔۔۔۔۔ اس طرح بات بھی جاسکتی ہے اور سمجھا جاسکتی ہے لیکن مجھے اس غیر معمولی دماغ کے بارے میں بتاؤ۔“

”چپ چاپ خیالات پڑھتے رہو گے تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔“

وہ چپ رہا۔ پارس کے خیالات نے کہا ”وہ رات بہت اداں تھی۔ ہوا میں ایسی شاخیں شاخیں چل رہی تھیں۔ جیسے شیر کی موت پر ماتم کر رہی ہوں۔ شیرنی زار و تھار دور رہی۔ میرے ڈیڑی نے اس کی زانوں پر ہاتھ بھیرتے ہوئے کہا ”میرا کر دیکھ دن تو سب کواس دینا سے جانا ہوتا ہے۔“

وہ روتے ہوئے نکلیاں لیتے ہوئے بولی ”میں شیر کے بغیر کوئی رات نہیں گزارتی تھی۔ آج کی رات کیسے گزاروں گی؟“

وردان نے کہا ”دیکھو۔۔۔۔۔ یہ چور خیالات بالکل بکواس کتابیات چلی کیشنز

ہیں۔ وہ شیرنی ایسی باتیں کیسے کر سکتی تھی؟“

پارس کے خیالات نے کہا: ”کیا کسی کے چور خیالات کبھی جھوٹ بول سکتے ہیں؟ یہ بات پہلے بھی کبھی جانی ہے کہ وہ زبان سے نہیں بول رہی تھی اور نہ ہی ڈیڑی زبان سے بول رہے تھے۔ شیرنی کی روٹی ہوئی اداؤں سے سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟ اور ڈیڑی کی تو ساری زندگی ہی شہروں اور شہریوں کے ساتھ گزری تھی۔ وہ جانوروں کی حرکتوں سے ان کے ارادوں کو اتنی وضاحت کے ساتھ سمجھ لیتے تھے جیسے ان سے باتیں کر رہے ہوں۔“

اس کی سوچ نے کہا: ”کیا مشکل ہے؟ میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا دماغ نیلی بیٹھی کے حلقوں سے متاثر کیوں نہیں ہوتا ہے؟ لیکن اس کے چور خیالات میرے ایک سوال کا جواب دینے کے لیے اس کی اور اس کے باپ کی پوری ہنسی سنا رہے ہیں۔“

پارس کے چور خیالات نے کہا: ”میرے ڈیڑی کو شیرنی سے ہمدردی ہوگی۔ انہوں نے کہا تم فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ رات گزاروں گا۔ تم شیرنی کی محسوس نہیں کر دو گی۔ پھر میرے ڈیڑی نے مجھے درخت کے اوپر سونے کے لیے بھیج دیا اور خود ساری رات اس درخت کے نیچے شیرنی کے ساتھ گزارتے رہے۔“

وہ جھجھلا کر بولا: ”لعلت ہے اس شیرنی پر اور تمہارے باپ پر مجھے بس اتنا اعتماد کہ تمہارا یہ دماغ فولادی کیسے ہو گیا؟“

”لعلت ہے تمہاری شکل پر۔۔۔۔۔ اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے شیر کا گوشت کھایا ہے۔ اس کے گوشت کا سوپ بھی پیا ہے تو پھر میرا دماغ کس قدر مضبوط اور ناقابل شکست ہوگا۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے صرف دماغ ہی نہیں میں جسمانی طور پر بھی اتنا طاقتور ہوں کہ جس کے منہ پر بھی ٹھونسا مارا ہوں۔ اس کی بیٹی باہر آ جاتی ہے۔ اس وقت تم میرے دماغ میں ہو لیکن تم خیال خوانی کے ذریعے بھی میرا کچھ نہیں لگاؤ سکو گے۔“

وہ چونک کر بولا: ”کیا تم اتنی دیر سے مجھے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟“

”اور کیا مجھے اتنا ڈی سمجھ رہے ہو؟ میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں لیکن انجان بن کر رہتا ہوں۔“

”تم ان دو بہنوں کے لیے انجان بن جاؤ اور ان سے دور ہو جاؤ۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہیں بے وقت موت نہیں آنے کی تم کی عمر جی سکو گے۔“

”ایک بہت بڑے نجوی نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ

میں بے وقت نہیں مروں گا۔ بلکہ دشمنوں کو ان کی موت سے پہلے بے وقت موت کے گھاٹ اتارا کروں گا۔“

”تم احمق ہو۔ اتنا کیوں نہیں سوچتے کہ کسی ایک سے نہیں بلکہ دو سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ بیک وقت دونوں کے ساتھ سہاگ رات کیسے گزارو گے؟ یہ تمہارے لیے ناممکن ہوگا۔“

”یہ تمہارے لیے تو ناممکن ہو سکتا ہے میرے لیے کبھی نہیں ہوگا میرے باپ نے تو شیرنی کے ساتھ رات گزاری تھی تو کیا بیٹا انسان کی بیٹیوں کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا؟“

”تم بیکواس کر رہے ہو۔ میں بڑے آرام سے سمجھا رہا ہوں اگر نہیں سمجھو گے اور ان لڑکیوں کا بیچا نہیں چھوڑو گے تو پھر میں انتقامی کارروائی پر مجبور ہو جاؤں گا۔“

”اچھا۔ تو ابھی تک تم مجبور نہیں ہوئے؟ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے تم نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں ناکام رہے تھے۔ اس کے بعد اور کیا انتقامی کارروائی کرو گے؟ بہر حال تم جو چاہو وہ کرو مگر یہاں سے جاؤ۔“

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی تو دردان دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ اس بات پر جھجھلانے لگا کہ پارس اس سے مرعوب نہیں ہو رہا تھا۔ فی الحال اسے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دماغ شیر کا گوشت کھانے اور اس کا سوپ پینے کے باعث فولادی ہو گیا ہے۔

اس کے سامنے فوری طور پر پارس کو ان جڑواں بہنوں سے دور رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ اس پر قحطانہ حملہ کر دے وہ کسی بھی کرائے کے قاتل کو نیلی بیٹھی کے ذریعے اپنے قبضے میں کر کے اس پر حملہ کر سکتا تھا۔

وہ جھیلے اور نیلے کی والدہ عاصمہ کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھنے لگا کہ وہاں کے اپنا آکر کار بنا سکتا ہے؟ وہاں ایسے رشتے دار بھی تھے جو جھیلے اور نیلے کو دیکھ کر لپٹاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن شادی کر کے انہیں تمام عمر کے لیے گلے میں ڈھول بنا کر رکنا نہیں چاہتے تھے۔

دردان و دشانا تھا ایسے دو شر پسندوں کے دماغوں میں جانے لگا۔ ان میں سے ایک ان جڑواں بہنوں کے چچا کا بڑا بیٹا تھا اور دوسرا دور کے رشتے سے بہنوں کی لگنا تھا۔

ان دونوں نے ان بہنوں سے پوچھا: ”یہ تمہارے ساتھ ابھی کون ہے؟“

نیلے نے کہا: ”وہ ایک مسلمان ہے بہت ہی شریف

انسان ہے۔ ہماری گاڑی راستے میں خراب ہو گئی تھی اس نے اپنی گاڑی میں ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔“

ان کے بہنوں نے کہا: ”یہاں تک پہنچانے کے بعد یہاں چپ کر رہی کیوں کر گیا ہے اسے چلے جانا چاہیے۔“

جھیلے نے ناگواری سے پوچھا: ”آپ کو کیا تکلیف ہو رہی ہے؟“

مغل آکر آپ کو گراں گزری ہے تو یہاں سے چلے جائیں۔“

وہ غصے سے بولا: ”میں اس گھر کا داماد ہوں اور تم مجھے ہانے کے لیے کہہ رہی ہو؟“

ان بہنوں کے کزن نے کہا: ”یہ ہمارے دو لہجہ بھائی ہیں! ہمیں جانیں گے۔ وہ دن بلایا مہمان جانے جو تم لوگوں کا بیچا لڑتا ہوا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں نادان نہیں ہیں۔“

نیلے نے پوچھا: ”آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیوں فضول باتیں کر رہے ہیں؟“

بہنوں نے کہا: ”یہاں ایک مقدس اجتماع ہو رہا ہے، بیک اور عبادت گزار لوگ آ رہے ہیں۔ یہ کوئی نائٹ کلب نہیں ہے تم اپنے کسی عاشق کو بھیجے گا کہ یہاں لے آؤ۔“

وہ دونوں اس الزام پر تھلا گئیں۔ ایک نے غصے سے کہا: ”آپ سراسر بیکواس کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک شریف آدمی کے ساتھ بدمقام کر رہے ہیں۔“

”دوسرے رشتے دار بھی یہ باتیں سن رہے تھے۔ ایک ناتان نے ان کی والدہ عاصمہ سے کہا: ”اعتراف تو درست ہے۔ آخر ان لڑکیوں کے بیچے کوئی ابھی یہاں کیوں آیا ہے؟“

اگرچہ عاصمہ کو پارس کی آمد پر اعتراض تھا۔ وہ تو چاہتی تھی کہ وہ اس کی بیٹیوں سے دور چلا جائے لیکن وہاں وہ تمام رشتے داروں کے سامنے بیٹیوں کو کم تر ثابت کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ بولی: ”ایک شخص ایک بیٹی سے یہاں آیا ہے۔ اس پر اب اعتراض نہ کریں۔ رہی میری بیٹیوں کی بات تو یہ نہ کہ سب لگا رہی ہیں نہ ہی آپ کی بیٹیوں کی طرح اتنی ماڈرن لڑکیوں سے بھی عشق کرتی ہوں۔“

عاصمہ کی اس بات نے دوسرے رشتے داروں کو لڑکایا۔ سب کہنے لگے کہ وہ ان کی بیٹیوں پر کچھ اچھا لڑ رہی ہے۔

عاصمہ نے کہا: ”اور میری بیٹیوں پر جو کچھ اچھا لڑ رہی ہے اس کا کسی کو احساس نہیں ہے؟ ایک تو ہم برسوں سے غبار کر رہے ہیں کہ اتنے رشتہ داروں کے درمیان سے کسی نہ

کسی کا رشتہ ہماری بیٹیوں کے لیے آئے گا لیکن ان سے کوئی شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری بیٹیاں مٹی گزری ہیں۔ ان کے لیے ایک سے ایک رشتہ آتا ہے۔“

ایک اور خاتون نے مل کر کہا: ”اسی لیے کسی ہندو کا رشتہ آیا ہے اور آپ اپنی بیٹیوں کو اس ہندو سے بیاہنا چاہتی ہیں۔“

عاصمہ نے کہا: ”ہاں۔۔۔۔۔ بیاہنا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ تم سب بے حس ہو۔ تم سے کہا جا چکا ہے کہ اگر ہمارے خاندان یا خاندان سے باہر سے کسی مسلمان کا رشتہ نہیں آئے گا تو ہم مجبور ہو کر ان لڑکیوں کو کسی ہندو سے بیاہ دیں گے۔ اگر آپ میں ذرا بھی شرم و غیرت ہے تو ان لڑکیوں کو کسی ہندو کے گھر جانے سے روک لیں۔ انہیں اپنی بہن باتیں لیکن میں چاہتی ہوں ایسا نہیں ہوگا صرف باتیں بنائی جائیں گی صرف کچھڑا چھالی جائے گی۔“

ان کے لڑائی جھگڑے کی خبر کوئی کے باہر بھی پہنچ گئی تھی۔ کتنے ہی بزرگ وہاں آ رہے تھے اور اس جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جھیلے نے کہا: ”ہم اپنے تمام بزرگوں کے سامنے کہتی ہیں کہ وہ شخص جو ہمیں یہاں چھوڑنے آیا ہے بے شک وہ ہم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ ہمارے خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ لندن سے یہاں آیا ہے تو کیا وہ ایک ہندو سے بہتر نہیں ہے؟“

نیلے نے کہا: ”نہیں۔۔۔۔۔ آپ لوگوں کو کسی پہلو سے قرار نہیں آئے گا۔ آپ لوگ ہمیں بہنو بنا کر اپنے گھر بھی نہیں لے جائیں گے اور اگر باہر سے کوئی رشتہ آئے گا تو اس پر بھی بے جا تنقید کریں گے۔ اسے ہم سے عدل کر کے دور بھاگ دیں گے اور ہمیں مجبور کریں گے کہ ہم کسی ہندو کے گھر بیاہ کر چلی جائیں۔ کیا یہی شرافت اور غیرت ہے؟“

پارس نے ان کے درمیان آ کر کہا: ”میری وجہ سے یہاں لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے لیکن ان دو بہنوں سے انصاف ضرور ہونا چاہیے۔ آپ سب ہی ماشاء اللہ سمجھدار ہیں۔ دین ایمان والے ہیں پہلے ان کے والدین سے پوچھیں کیا وہ کسی ہندو سے متاثر ہیں؟ کیا اس کی طرف اس قدر مائل ہیں کہ اسے اپنا داماد بنانے کے لیے تیار ہیں؟“

عبدالرحمن گاڑی حرمت کر داکر آیا تھا۔ اس نے کہا: ”یہ اچھا موقع ہے۔ اس وقت یہاں سب ہی مسلمان بھائی موجود ہیں۔ ہم سب خدا سے ڈرتے ہیں۔ میں نے

فیلم کی پیشین گوئی

اپنا بیچارہ دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دل کھال جانے کا سائنس طریقہ
قیمت :- 40 روپے ڈاک خرچ :- 23 روپے

کتاب کے چند عنوانات	
مستقبل بینی	شخصی کی مشق
انسان	مختصر قصہ
غیر معمولی مسابقتوں کا مالک	انسان کی زندگی
نفس نامور	حیات کی کڑیاں
قوتوں کا سرچشمہ	بائیت انکار
مستقبل بینی	مقابلہ طوفان
اصل حقیقت	استعمال انکار
بعض ختم دیدہ واقعات	انسان کی مشق
طاقت و احساسات	مستقبل بینی کے
مستقبل بینی کے	مستقبل بینی کے مشن
مستقبل بینی کے مشن	مستقبل بینی کے مشن
ان کے اور بے پہلو	مستقبل بینی کے مشن

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے 63-63 فیر 111 کیسٹن ڈی ایچ جے مین روڈ کراچی

اس کے ذہن میں ہے بات نقش کردی تھی کہ وہ ٹیلی پیشی جانتی ہے اور اب اسرائیل جا کر اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔

اس یہودی لڑکی کا نام ادنا تھوڑے تھا۔ کبریا نے خیال خرابی کے ذریعے اوتا کے اندر پہنچ کر اس کے تمام خیالات بڑے تھے اور یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکی ہے اور عمل طور پر ٹیلی پیشی جانتی ہے۔

ادنا نے اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کر دی تھی کہ وہ چوبیس گھنٹے خیال خرابی نہیں کرتی ہے۔ ضرورت کے وقت جس کے دماغ میں چاہتی ہے وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنا کام نکال کر واپس آ جاتی ہے۔

کبریا نے ادنا سے کہا "اب اس لڑکی کو یہاں ہوٹل کے کمرے میں بلاؤ۔ وہ یہاں ادنا پہنچانے کر رہے ہیں اور تم میک اپ کر کے اپنا چہرہ بدل کر باہر جاؤ گی تو تمہاری تاک میں رہنے والے دشمن دھوکا کھا جائیں گے۔ وہ بھی سمجھیں گے کہ ادنا یہاں کمرے میں موجود ہے۔"

ادنا نے خیال خرابی کے ذریعے ادنا تھوڑے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بے چینی سے اس بات کی تھوڑی سی کھجکھج کر اپنے کمرے لکل کر اسرائیلی طرف سڑک کر کے۔

ادنا نے اس کی سوچ میں کہا "اب انتظار کی گزریاں ختم ہو چکی ہیں۔ مجھے گھر سے کھانا چاہیے لیکن اس طرح کہ مجھے کوئی نہ پہچانے۔ میں ایک مسلمان لڑکی کی طرح نقاب پہن کر گھر سے نکلوں گی اور ایک ہوٹل میں جاؤں گی۔ وہاں میرے لیے ایک کمرہ ایک ہوگا۔ فی الحال میں اس کمرے میں ہی رہوں گی۔"

ادنا اس کی معمول اور تابعدار تھی۔ اس نے جیسے کہا وہ دیا ہی کرنے لگی اپنے کمرے سے نقاب پہن کر نکلی تھی اس میں بیٹھ کر اس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ اس دوران میں ادنا نے اپنے کمرے میں بیٹھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل رہی تھی۔

کبریا نے عموماً بڑے طور پر آکر لفٹ کے سامنے اوتا کا استقبال کیا پھر اس سے کہا "میرے ساتھ آؤ اور اپنے کمرے میں چلو۔"

وہ اس کے ساتھ لفٹ میں آئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی کبریا نے کہا "اب چہرے پر سے نقاب ہٹا دو کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

اس نے نقاب ہٹایا تو کبریا اسے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور پرکشش تھی۔ وہ اس کے ساتھ ادنا کے کمرے میں آیا۔ ادنا نے بھی اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ اب تک وہ اس سے خیال خرابی کے ذریعے رابطہ رکھتی

مجھے روحانی عمل کے دوران آگاہی ملی ہے کہ میں اب یہاں رہوں گی۔ میں کبھی سڑک کرنے والی ہوں۔"

"ہاں نہیں۔۔۔۔۔ تم یہاں سے جاؤ گی۔ تمہارے بار اور ادا جان تمہاری سلامتی اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے یہاں سے کہیں دور بھیجا جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہاں رہو گی۔ تب بھی دشمن تمہارا چھوٹا بچہ لے گا کہ اسے لے جانا چاہیے۔ تم جہاں اب جاؤ گی وہاں کسی دوسرے کے شامت آ جائے گی۔ اب جاؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں ہوں۔"

آمنہ نے اسے خیال خرابی کے ذریعے چہرہ بدل کر اوتا کے کمرے کے دماغ سے رخصت ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

ادنا اس ہوٹل میں قید ہو کر رہی تھی۔ اس کے دل کی دہشت طاری تھی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہی تھی کہ سونا اس کے تمام اختیار اور اس سے بھی ہاتھ پائی ہے۔

اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اس وقت استبداد کے سونا سے اس کی قیام پزیر ہے۔

فائیدہ سار ہوٹل میں قیام پزیر ہے۔

سونا نے اسے دھمکی دی تھی اور کہا تھا "اگر وہ ہوٹل سے باہر نکلے گی تو کہیں سے بھی ایک اندھی کوئی آ کر اس کی زندگی کاٹ جائے گی۔ لہذا اگر وہ اپنی زندگی چاہتی ہے تو اسی ہوٹل کے اندر اپنے کمرے میں رہا کرے۔ جب تک وہ کمرے میں رہے گی۔ زندہ و سلامت رہے گی باہر نکلے گی تو کوئی اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔"

حقیقت یہ تھی کہ سونا نے تو اس کی عمرانی کر دی تھی اور وہ اسے مارنا چاہتی تھی۔ اسے صرف دھمکی دی تھی اس طرح کہ کبریا کی محتاج ہو گئی تھی وہ اس کا پاؤں گاڑتا ہوا تھا۔ ادنا اسے کبریا کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔ اسے تو یہ بھی معلوم تھا تھا کہ کس طرح اس نے بڑی چالاکی سے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔

وہ کبریا پر بھروسہ کرنے پر مجبور تھی۔ اس نے اب تک یہ ثابت کیا تھا کہ وہ ذہین اور دلیر ہے اور ہر برے وقت میں اس کے کام آ سکتا ہے۔ ادنا نے ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے کی پلاننگ سوچی اور اس پر عمل بھی کیا۔

استبداد میں اس کی طرح جو ان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ اپنی سوتیلی ماں سے تنگ آ کر گھر سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ اسے وقت اس نے اس لڑکی کے دماغ پر۔۔۔۔۔ اس کا اس پر عمل کیا تھا اور اس عمل کے ذریعے اسے ادنا بنایا ہوا تھا۔

"اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تم پر حملہ کرانے گا۔ میں نے تمہارے لیے حفاظتی انتظام کیا ہے۔ ہمارے جاسوس دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ کسی کو چھپ کر تم پر حملہ نہیں کرنے دیں گے جو بھی حملہ آور نظروں میں آئے گا۔ اس کے ذریعے دوران کی رہائش گاہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"پاپا۔۔۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنی فکر نہیں ہو سکتی۔ دوران جیسے کتنے ہی خردمغ دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑ چکا ہے۔ مجھے صرف اپنی اپنی انوشے کی فکر ہے۔ البتہ یہاں میرے ساتھ ہے۔ دوران ان دونوں کے دماغوں میں بھی پہنچتا چاہے گا تو پتا چل جائے گا کہ یہ سانس روک لیتی ہیں یا ٹیلی پیشی جانتی ہیں اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکا تو وہ خیال خرابی کے ذریعے نقصان پہنچائے گا۔ انہیں دشمنی مرید بنانے کی کوشش کرے گا یا انہیں خواہ کرانے گا۔"

البانے بھی اس کی تائید کی اور کہا "میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے اپنی اپنی انوشے کی فکر ہے۔ میں تمہارے کمرے بڑے محتاط کن کو شکست دیتی آئی ہوں لیکن خدا خواستہ انوشے کو کچھ ہوا تو میں اور پارس دونوں ہی ضرور پڑ جائیں گے۔"

میں نے پارس سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو بیٹے؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لیے البانوشے کو لے کر یہاں سے کہیں دور چلی جائے۔ دوران ہمارے قابو میں آئے گا تو یہ دونوں واپس آ جائیں گی۔"

البانے نے کہا "پاپا۔۔۔۔۔ میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ انوشے کو یہاں سے لے کر کسی دوسرے شہر یا صوبے میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے کہا "ابھی بات ہے۔ ایک آدھ ہفتے کے لیے تم ماں بنی ہوئی چلی جاؤ۔ یہاں جو ہو کے ساحل پر ہمارا ایک بنگلا ہے۔ وہاں کسی کی نظروں میں آئے بغیر آرام سے رہ سکو گی۔ کوئی تم دونوں پر شبہ بھی نہیں کرے گا۔ یہ تاؤ ہمیری پونی کیا کر رہی ہے؟"

البانے نے کہا "اپنے کمرے میں ہے۔ اس کی دادی نے اسے کوئی خاص روحانی عمل بتایا ہے۔ جس پر وہ عمل کرتی رہتی ہے۔"

انوشے اپنے کمرے میں سر جھکا کر مراثی میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس دنیا سے جیسے غافل ہو گئی تھی۔ ہر رات جب وہ رات سے فارغ ہوئی تھی اور سونے کے لیے جاتی تھی تو اس سے پہلے اس کی دادی آمنہ اس کے اندر چلی آتی تھی۔ اسے چوتھی گلی بھر کہتی تھی "بنی! اب سو جاؤ۔ اللہ تمہارا حافظ ہے۔"

اس وقت وہ جائے نماز سے اٹھتے ہوئے بولی "گر بیڑا مارا!

286

کیا چھڑا دے میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

انا بیلا نے اسرا کیلے اکابرین کو اطلاع دی تھی کہ وہ پرسوں کی فلائٹ سے اسرا کیلے پہنچ رہی ہے اور اب وہ دو دن پہلے ہی وہاں پہنچنے والی تھی۔ وہاں پہنچ کر کوئی چھوٹا سا ہنگامہ برپا کر کے کمرہ کے ساتھ رہنے والی تھی۔ دو دنوں کے بعد جب اونا اس کی پلاننگ کے مطابق انا بیلا بن کر اسرا کیلے پہنچی اور وہاں کے اکابرین اس کا استقبال کرتے تو اس وقت وہ پوری طرح اونا کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتی اور اس کے ذریعے دیکھتی رہتی کہ تمام اسرا کیلے اکابرین اپنی کی طرح اس پر اعتماد کرتے ہیں یا نہیں اور جو اکابرین اعتماد نہیں کر رہے ہیں وہ درپردہ کیا سازشیں کر رہے ہیں؟ یہ سب کچھ وہ اونا کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتی تھی۔

وہ سفر کے دوران میں ایک گھنٹے کے لیے سوئی تو کبریا اس کی طرف سے مطمئن ہو کر اونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں تھا تھی۔ اس خیال سے خوش تھی کہ دو دن کے بعد اسرا کیلے پہنچے گی تو اس کا نہایت شاندار طریقے سے استقبال کیا جائے گا اور وہ وہاں کی حکمران بن کر رہے گی۔

یہ بات اسے کھنے لگی کہ وہ انا بیلا کی مرضی کے مطابق ہی خیال خواہی کر سکے گی۔ ورنہ ایک عام لڑکی بن کر رہا کرے گی۔ ایسے میں کبھی وہاں کے اکابرین کو اس پر شبہ بھی ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟

کبریا نے نسوانی آواز میں انا بیلا کا لہجہ بنا کر کہا ”تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے میں دن رات تمہارے اندر آتی جاتی رہا کروں گی۔ وہاں کے اکابرین میں سے تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”شکر یہ میڈم..... میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔“

”اس میں احسان کی کیا بات ہے؟ تم اکیلے کمرے میں پورے پورے ہو۔ تمہیں باہر تفریق کے لیے جانا چاہیے۔“

”میں کیسے جا سکتی ہوں؟ وہ جو ہماری دکن سونیا ہے۔ اس کے آدمی میری تاک میں لگے ہوں گے۔ وہ مجھے کوئی مار دیں گے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہوئی سے باہر نکل کر دیکھ چکی ہوں۔ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تم آزادی سے باہر جا سکتی

ہو۔ جس بریف کیس میں تمہارا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈالر بھی ہیں تم کھل کر تفریق کر سکتی ہو۔ تمہیں میری طرف سے پوری آزادی ہے۔“

اس نے خوش ہو کر بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ وہاں نوٹوں کی گڈیاں تھیں ان پر پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے پاس اپنی دولت دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

وہ بولی ”میڈم..... میں ابھی ایک لاکھ ڈالر لے کر باہر جانا چاہتی ہوں اور خوب شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔“

کبریا نے کہا ”وہاں شاپنگ کرو گی تو سامان لے کر سڑک پر مشکل ہوگا۔ خواہ وہاں پریشانی ہوگی۔ جب یہاں مل ایب پہنچے گی تو دنیا جہاں کی شاپنگ کر سکیگی۔ یہاں تمہیں اپنی ضرورت اور اپنے شوق کی ہر چیز ملے گی۔ ابھی تم باہر جا کر تفریق کرو۔ کھانے پینے میں رقم خرچ کر دو لیکن شاپنگ نہ کرو۔ اب میں جاری ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر انا بیلا گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر سونیا کے سلسلے میں خیالات پیدا کرنے لگا اس خوالے سے وہ سونیا کو خواب میں دیکھنے لگی۔

وہ سونے والی کبریا کی معمول اور تابعدار تھی۔ اس لیے اس کی مرضی سے خواب دیکھ رہی تھی۔ خواب میں سونیا کہہ رہی تھی ”میں نے تم پر بار بار بھروسہ کیا اور تم نے بار بار مجھے دھوکا دیا۔ اب تم اس کی سزا پاؤ گی۔ آئندہ دیکھو گی کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا رہے گا؟“

انا بیلا کے خوابیدہ خیالات نے کہا ”میرے ساتھ کچھ نہیں ہوگا۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ تم نے مجھے اس ہوئی کے کمرے میں قید کیا تھا۔ باہر نکلنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں لیکن دیکھو..... میں کس طرح ایک بال کی طرح کمسن سے نکل آئی ہوں۔“

سونیا نے کہا ”ذرا آنکھیں تو کھولو۔ پتا چلے گا کہ کمسن سے نکلنے کے بعد دلدل میں آ کر رہی ہو۔“

یہ کہتے ہی سونیا نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (48) ویں حصے

میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 2006ء میں شائع ہوگا